انجینئر محمد علی مرزا کی جانب سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

پر لگائے گئے الزامات کا علمی و تحقیقی جائزہ

تصنیف

مفتی محمد وقاص رفیع

فاضل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائیونڈ لاہور

ادارۃ التحقیق والادب

ایبٹ آباد روڈ اسلام پورہ واہ کینٹ ضلع راولپنڈی

انجینئر محمد علی مرزا کی جانب سے ”روایاتِ حدیث“ کو بنیاد بنا کر
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے الزامات کا علمی و تحقیقی جائزہ

حضرت معاویہؓ

اور

روایاتِ حدیث

مصنف:
مفتی محمد وقاص رفیع
فاضل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ لاہور

من منشورات:
ادارۃ التحقیق والادب الباکستان
Mobile:0300-5808678,0313-5022696

کتاب کا نام : حضرت معاویہ ؓ اور روایاتِ حدیث

مصنف : مفتی محمد وقاص رفیع

صفحات : چھ سو چالیس(640)

اشاعت اوّل : گیارہ سو(1100)

سن اشاعت : ماہ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

عام قیمت : سات سو پچاس(750) روپے

......ملنے کے پتے......

ادارہ تحقیق والادب اسلام آباد 0313-5022696	مکتبہ عزیزیہ بنوری ٹاؤن کراچی 0300-2343814	مکتبہ جمال قاسمی سہراب گوٹھ کراچی 0348-2175472
بخاری کتب خانہ اسلام پورہ لاہور 0349-6623350	مکتبہ حنفیہ گنبد والی مسجد جہلم 0300-8302928	مکتبہ امام اہل سنت گوجرانوالہ 0306-6426001
مکتبہ عمر فاروق محلہ جنگی پشاور 0311-8845717	مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک 0332-9984701	مکتبہ فریدیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ 0332-6050337
مکتبہ صفدریہ چوہڑ چوک راولپنڈی 0307-5548866	اسلامی کتاب گھر خیابان راولپنڈی 051-4830451	مکتبہ شہید اسلام لال مسجد اسلام آباد 0321-5180613
اسلامی کتاب گھر فیصل آباد 0323-2000921	مکتبہ حسینیہ النور مارکیٹ فتح جنگ 0315-5026361	مکتبہ سراجیہ سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا 048-3226559
ادارۃ المحمود بالمقابل تبلیغی مرکز مانسہرہ 0300-5611123	مکتبہ حسین بن علی کوہاٹ شہر 0334-8299029	مکتبہ عزیزیہ مری شہر 0310-2197703
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ 0333-7825484	مکتبہ اصلاح و تبلیغ حیدرآباد 0320-3015228	برکی کتب خانہ ڈیرہ اسماعیل خان 0346-7851984

انتساب:

دُنیائے اسلام کے عظیم شہسوار، جرنیل اسلام، امام تدبر و سیاست، امیر المؤمنین، خال المسلمین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کہ جن کے علم و تفقہ، اجتہاد و استنباط، فہم و فراست اور تدبر و سیاست کے آج بھی اہل علم نغمہ خواں ہیں اور جن کی عظیم الشان اسلامی خدمات اور بے مثال سیاسی فتوحات کے سامنے آج بھی اہل سیاست انگشت بدنداں ہیں، آپؓ کا مقام صحابیت، آپؓ کا درجۂ اجتہاد اور آپؓ کی غیر معمولی سیاسی بصیرت کا شرف و فضل تو بہت بڑھ کر ہے، آپؓ کے تو جوتوں کے تلے کی خاک بھی اُمت مسلمہ کے لئے سرمۂ توتیا کا درجہ رکھتی ہے۔

ہیچمداں محمد وقاص رفیع کان اللہ لہ

Mb:0300-5808678

رائے گرامی

مفکر اسلام حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم

ایڈیٹر ماہنامہ الشریعہ و شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

فتنوں کا دور ہے اور ہر روز کوئی نہ کوئی فکری، اعتقادی یا معاشرتی فتنہ سامنے آجاتا ہے جس کا تعاقب اہل حق میں سے کوئی نہ کوئی دوست اپنی ذمہ داری سمجھ کر سرانجام دیتے ہیں۔ اور اس طرح سیدنا حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ کا ذوق تازہ رہتا ہے۔

گزشتہ دنوں انجینئر محمد علی مرزا کے حوالے سے اِس قسم کی باتیں سامنے آئیں جو علم دین سے ناواقف لوگوں کے لئے گمراہی کا باعث بن سکتی ہیں۔

ہمارے فاضل دوست مفتی محمد وقاص رفیع صاحب نے محنت کر کے اُن کے افکار کی کجی کو بے نقاب کیا ہے، جو بلاشبہ دینی خدمت ہے، اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے نافع بنائیں۔ (آمین یا رب العالمین)

ابو عمار زاہد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

۴ ؍ اگست ۲۰۲۰ء بروز منگل

رائے گرامی

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب دامت برکاتہم

بانی و مہتمم جامعہ ابوہریرہ و ایڈیٹر ماہنامہ ''القاسم'' خالق آباد نوشہرہ

الحمد لحضرة الجلالة والصلوٰة والسلام علي خاتم الرسالة:

حضرت مولانا مفتی محمد وقاص رفیع صاحب نوجوان عالم دین، انتہائی متحرک اور زیرک قلم کار ہیں۔ متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ آپ کی لکھی ہوئی کتابیں تحقیق وتدقیق سے معمور ہوتی ہیں۔ آپ جس موضوع پر لکھتے ہیں خوب عمیق مطالعہ کے بعد اُس موضوع پر قلم اُٹھاتے ہیں اور لکھنے کا حق ادا کردیتے ہیں۔ اِس لئے اُن کی ہر کتاب مستند اور حوالے کی کتاب بن جاتی ہے۔ اِس سے پہلے بھی اُن کی چند کتابیں نظر سے گزریں ہیں۔ مقدور بھرا ستفادہ بھی کیا ہے۔

اب کی بار فاضل مصنف نے سوشل میڈیا کی سکرین پر رُونما ہونے والے نئے فتنے (جس کو لوگ انجینئر محمد علی مرزا کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں) کے حوالے سے انتہائی ذمہ داری اور مستند حوالوں کے ذریعے دنداں شکن جواب دینے کی کامیاب سعی کی ہے۔ اِس کتاب کا نام مصنف نے ''حضرت معاویہؓ اور روایاتِ حدیث'' رکھا ہے۔ اِس کتاب میں فاضل مصنف نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق انجینئر محمد علی مرزا کے تمام اتہامات وکذبات اور خرافات کا تحقیقی جواب دیا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو مزید توفیق سے نوازے تاکہ وہ تحقیق وتدقیق کے میدان میں فتوحات کے جھنڈے اسی طرح گاڑتے رہیں۔ وصلي الله علي خير خلقه محمد وآله وسلم أجمعين.

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد، نوشہرہ، کے پی کے، پاکستان

۲۱/ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ/۱۲/اگست ۲۰۲۰ء

رائے گرامی

فقیہ النفس حضرت اقدس مفتی عبد القدوس ترمذی دامت برکاتہم

مہتمم ورئیس دار الافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

بعد الحمد والصلوٰۃ: احقر نے کتاب "حضرت معاویہؓ اور روایاتِ حدیث" مؤلفہ مفتی محمد وقاص رفیع سلمہ کا ایک معتد بہ حصہ بہ غور مطالعہ کیا اور باقی مباحث کو جستہ جستہ دیکھا۔ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بعض آزاد منش اور کم علم وکم فہم حضرات نے خدا خوفی سے عاری اور عاقبت اندیشی سے خالی ہو کر جو بے بنیاد الزام لگا کر اپنی ضلالت وگمراہی کے ساتھ سادہ لوح قسم کے مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے کی سعی کی تھی، فاضل مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ نے اِس کتاب میں اُن الزامات کے ایسے کافی، مدلل اور شافی جواب لکھے ہیں کہ ایک غیر جانب دار اور منصف مزاج کو اسے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔ یقیناً مؤلف سلمہ کی یہ کوشش اور دفاعِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وعن ابیہ کی یہ کاوش لائق تحسین، قابل قدر کارنامہ اور ایک فرضِ کفایہ کی ادائیگی ہے، جس پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ (هنيئا له وجزاه الله تعالى خير الجزاء و ارزقنا وإياه عيشة مرضية وعاقبة حسنة)

حق تعالیٰ اِس سعی بلیغ کو قبول فرمائیں اور گم گشتگانِ راہِ ہدایت کے لئے ہدایت کا سبب بنائیں اور اُمت مسلمہ کی تمام ظاہری وباطنی فتن سے حفاظت فرمائیں نیز موجودہ دور کے آزاد منش ضال اور مضل خاص طور پر سوشل میڈیا اور چینلو کے ذریعہ قرآن وحدیث کا نام لے کر گمراہی پھیلانے والوں کے فتنہ سے سب کی خصوصی حفاظت وصیانت فرمائیں اور اُن کے "دامِ تزویر" میں پھنس کر راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم سے بھٹکنے سے بچائیں۔ آمین بجاهِ النبي الكريم صلي الله عليه وآله وأصحابه أجمعين الي يوم الدين . (آمین)

فقط:

احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ

دار الافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۲۳ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

رائے گرامی

استاذِ محترم حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب دامت برکاتہم

بانی و مہتمم مدرسہ کاشف العلوم فتح جنگ ضلع اٹک

احادیث مبارکہ میں قیامت کی نشانیاں جو بیان فرمائی گئی ہیں، من جملہ اُن کے ایک نشانی یہ بھی آئی ہے کہ پیچھے آنے والے لوگ پہلوں کو برا بھلا کہیں گے۔ اِن ہی لوگوں میں سے کئی نام نہاد مذہبی سکالر ہیں جو سلف صالحین پر تنقید کرتے ہیں اور موجودہ علمائے حق سے عوام کو متنفر کرنا اُن کا مستقل مشغلہ ہے، لیکن بحمد اللہ تعالیٰ! علمائے کرام جزاہم اللہ خیر الجزاء ایسے لوگوں کی نشان دہی کرتے رہتے ہیں، تاکہ عوام اِن کی فریب کاریوں سے بچے رہیں۔

اسی سلسلہ میں عزیزم مفتی محمد وقاص رفیع سلمہ اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق انجینئر محمد علی مرزا کے گم راہ کن عقائد و نظریات کا علمی و تحقیقی جائزہ لے کر "حضرت معاویہؓ اور روایاتِ حدیث" نامی کتاب تصنیف کی ہے، تاکہ عوام کو مرزا موصوف کی فریب کاریوں سے محفوظ رکھا جا سکے، اور سلف صالحین بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو باجماعِ اُمت قرآن و حدیث کی تصریحات کے مطابق مغفور و مرحوم اور جنتی ہیں) کی شان کے بارے میں کسی شک و شبہ کا شکار نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعاء ہے کہ وہ موصوف سلمہ کی اِس کاوش کو قبول فرمائیں اور اُن کی نجاتِ اُخروی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

فقط والسلام: بندہ محمد اسحاق غفرلہ

خادم مدرسہ کاشف العلوم مسجد بلالؓ فتح جنگ

۱۶/ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ بمطابق ۷/اگست ۲۰۲۰ء

رائے گرامی

ضیغم اسلام حضرت اقدس مفتی محمد اسماعیل طورو صاحب دامت برکاتہم

مہتمم ورئیس دارالافتاء جامعہ بنوریہ اقصیٰ مسجد سکیم نمبر ۷ راولپنڈی

اَلحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الرسل وعلی آلہ واصحابہ ومن تبعھم الی یوم الدین. امابعد :

پہلی بات یہ ہے کہ پاک رب کا پاک ارشاد ہے کہ: "لوگ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہا کریں گے اور ہم نے اختلاف ہی کے لئے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔"

"ولایزالون مختلفین الامن رحم ربک ولذالک خلقھم"

بس اختلاف کا سرغنہ حق کو جاننے کے باوجود اختلاف پیدا کرتا ہے لہٰذا وہ اس کی سزا پائے گا۔ اور جاہل کے پاس اتنا علم کیوں نہیں کہ وہ گمراہی کا شکار ہو گیا۔ لہٰذا اُن علمائے کرام سے علم حاصل کیا جائے جو اتفاقی مؤقف رکھتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اختلافات اور فتنوں کی صورت میں اگر ہم اہل علم اپنے آپ اور عوام کو اس انداز سے مطمئن کریں تو اچھا ہوگا کہ جو مکتب فکر قرآن حدیث کی حجیت اور ختم نبوت کو مانے وہ باوجود غلطیوں کے مسلمان ہے اور امت مسلمہ کے موجود مختلف نظریات کی جماعتوں کے جتنے مکاتب فکر ہیں (فرقے ہرگز نہیں) اور وہ قرآن حدیث اور ختم نبوت کو مانتے ہیں، وہ سب مسلمان ہیں۔ اس لئے علمائے کرام، مبلغین، ممبر اور میڈیا سیاست سب کو جوڑیں نہ کہ توڑیں۔ اور یہ اعلان فرمالیا کریں کہ: "ہم رب کے ہیں رب ہمارے، ہم سب کے ہیں سب ہمارے!"

تیسری بات یہ ہے کہ اس اختلاف کی پریشانی کو ہم اس انداز سے بھی ختم کر سکتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اجماع کا مقلد ہوں (یہ تقلید نہیں بلکہ سمجھانے کے لئے ہے) چناں چہ اگر اس جملے کو سمجھا جائے تو ہمارے تمام اشکالات ختم ہو سکتے ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ جن پر اُمت کا اجماع ہے اُن سے نہ ہٹا جائے اور شقاق پیدا نہ کیا جائے، اس لئے کہ اختلاف و شقاق پیدا

کرنا کمال نہیں، بلکہ اختلاف کم کرنا اور اُس میں اتفاق واتحاد کی تطبیق پیدا کرنا یہ اصل کمال ہے۔ اتفاق واتحاد اور امن وامان عوام کے سامنے پیش کرنا دین کی خدمت ہے اگر کسی عالم، مبلغ، مقرر، سکالر کے دل میں دین کا غم ہوگا تو وہ ایسے ایسے نہیں بولے گا جیسے فلاں فلاں سکالرز بولتے ہیں، چیخیں مار مار کے اُچھل کود کے، اشارے کر کے، اسلاف اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے لوگوں کو بدظن کر کے۔

چنانچہ جناب مودودی صاحب مرحوم کے ایک محسن نے حضرت کو خط لکھا کہ آپ کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' پڑھ کر اب دل نہیں چاہتا کہ صحابہ کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' لکھوں تو مولانا مودودی صاحب نے جواباً صرف اتنا کہا: ''انا للہ وانا الیہ راجعون۔'' اور بس اور اپنی کتاب پر نظر ثانی نہ کی تاکہ لوگوں کی ذہنیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے پاک ہوجائے۔

اس لئے کہ روایت کی تحقیق نہ کر کے بیان کرنا نفرت پھیلاتا ہے۔ چناں چہ کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ کہیں سے پانچ لاکھ درہم کے برابر مالِ غنیمت آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ اپنے ''برادر ان لاء'' مروان بن حکم کو ''ہبہ'' (گفٹ) کردیا تو اب صرف اس واقعے کو درج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (العیاذ باللہ!) مالِ غنیمت میں خیانت کی کہ اُس کا پانچواں حصہ جو بیت المال کی ملکیت تھا وہ اُنہوں نے اپنے ''برادرانِ لاء'' مروان بن حکم کو ''ہبہ'' (گفٹ) کردیا۔ اب اگر صرف اِس ایک تاریخی روایت کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو خلیفہ راشد ایک عام انسان سے بھی گیا گزرا لگتا ہے، لیکن اگر تاریخ کی دیگر کتب کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے جن میں اِس واقعے کی مکمل تفصیل موجود ہے تو اصل حقیقت آشکارا ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ دراصل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ مالِ غنیمت پانچ لاکھ درہم میں خرید لیا تھا اور وہ پانچ لاکھ درہم اُنہوں نے ''بیت المال'' میں جمع کروا دیے تھے، اُس کے بعد اُنہوں نے وہ مالِ غنیمت مروان بن حکم کو ''ہبہ'' (گفٹ) کیا تھا۔

حاصل یہ کہ اپنی غلطی نہیں مانی جاتی، بلکہ اُلٹا بار بار یہ سوال داغا جاتا ہے کہ: ''کیا صحابہ کرام معصوم تھے؟ کیا صحابہ کرام گناہوں سے پاک تھے؟'' تو اُس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ معصوم تھے اور نہ ہی وہ گناہوں سے پاک تھے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ تم سے بھی گئے گزرے ہیں، اور یہی سوچ کتاب ''خلافت وملوکیت'' نے پیدا کی۔ چناں چہ انجینئر محمد علی مرزا کے بارے میں جتنا بولا جائے کہ وہ یہ تھا اور وہ تھا، تو یہ کچھ بھی نہیں ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر مولانا مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت ملوکیت'' نہ ہوتی تو انجینئر محمد علی مرزا گمراہ نہ ہوتا۔

مولانا مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت' خلافت راشدہ نہیں تھی، بلکہ ملوکیت کی شکل میں عام خلافت تھی، جن کے ہاتھ پر جنت کے نوجوانوں کے سرداروں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے بیعت کی، لیکن اُس کے مقابلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خلافت کو وہ خلافت راشدہ کا نام دیتے ہیں، حالاں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر ہزار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی جمع ہو جائیں تب بھی وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں پہنچنے والی اُس دھول کے برابر نہیں ہو سکتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے اُس کی ناک میں پہنچی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اُن دونوں حضرات کی خلافت' خلافت راشدہ کے مشابہ تو تھی، لیکن حقیقت میں خلافت راشدہ نہیں تھی، کیوں کہ ''خلافت راشدہ'' ایک مخصوص اصطلاح ہے جس کا اطلاق آیت استخلاف و آیت تمکین کی رُو سے صرف خلفائے اربعہ (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمانِ غنی اور حضرت علی المرتضیٰ) رضی اللہ عنہم پر ہی ہوتا ہے، اِس لئے اِن چار خلفاء کے علاوہ ''خلافت راشدہ'' کی اِس مخصوص اصطلاح کا اطلاق حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ حضرات پر تبعاً تو کیا جا سکتا ہے، لیکن اصالتاً نہیں۔

بہر حال مولانا مودودی صاحب کا تاریخ کے حوالوں سے یہ ثابت کرنا کہ فلاں فلاں محقق نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''خائن'' لکھا ہے، یہ بالکل صحیح نہیں، اِس لئے کہ تاریخ ہی کی کتابوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ خائن نہیں تھے، بلکہ تاریخی مصادر سے اِس قسم کے حوالے نقل کرنے میں محقق کی خیانت اور اپنے ہی بنائے ہوئے تحقیقی اُصول کی خلاف ورزی ثابت ہوتی ہے۔

چناں چہ اگر آپ تاریخ کے حوالے دُرست ثابت کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''خائن'' ثابت کرنے کی کوشش کریں گے، تو میں اُن ہی تاریخ کے حوالوں اور خود محقق کے تحقیقی اُصول بیان کر کے جب نقل کروں گا تو ''خائن'' کہنے والا خود ''خائن'' ثابت ہوگا۔

اور اگر مجھے یہ انتخاب کرنا پڑے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عام مسلمان محقق میں سے کسی ایک کو لازماً ''خائن'' مانوں تو میں عام مسلمان محقق کو ہی خائن مانوں گا، یہ میرا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تعلق کا بھی تقاضا ہے اور کتاب و سنت کی نصوص سے فہم و بصیرت کا بھی کہ بہر حال وہ

حضرات خیر القرون ہیں۔

آپ حضرات ہشام کلبی، ابو مخنف، اور خالد الحذاء کی جس طرح کی تاریخی روایات سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اٹیک کر کے اُن کو ''خائن'' ثابت کرتے ہیں اِس سے آپ خود ''خائن'' ثابت ہوتے ہیں۔

علامہ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر رحمہ اللہ نے ''البدایہ والنہایہ'' میں اور امام ابو زکریا شرف الدین نووی رحمہ اللہ نے ''شرح صحیح مسلم'' میں یہی فرمایا ہے کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات (آپس کی لڑائیوں میں) میں سب کی عزت کریں گے اور حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو حق کے زیادہ قریب کہیں گے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد باعث اجر کہیں گے۔

چناں چہ بخاری شریف میں ہے کہ قیامت سے پہلے دو عظیم (یعنی حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی) جماعتیں ضرور آپس میں لڑیں گی، دونوں مسلمان ہوں گی اور دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا، یہی وجہ ہے کہ جنگ جمل و صفین میں ہزاروں صحابہ شریک ہوئے (کما قال ابن سیرین) تو اگر اُن میں سے ایک جماعت حق پر ہوتی اور دوسری باطل پر ہوتی تو پھر سوال یہ ہے کہ اُن میں سے بعض حضرات باطل کے ساتھ ہی کیوں شریک رہے، حق کے ساتھ کیوں نہ شریک ہوئے؟

چوتھی بات یہ ہے کہ باہم اختلاف کو ہوا نہ دی جائے، اِس کے لئے ہمارے اکابر بڑے فکر مند تھے۔ چنانچہ تمام اسلاف اور خصوصاً شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ نماز میں تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک فروعی مسائل کا اختلافات ہے، دونوں طرف دلائل ہیں لہٰذا اِس کو حق و باطل کا اختلاف نہ بنایا جائے اور اِس پر نہ لڑا جائے، لیکن اب ہم اکثر علماء نے فیس بک، یوٹیوب، اور وٹس ایپ پر مناظروں اور گالیوں کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ دراصل ہم جدید اسکالرز میں اُمت کا غم ہی نہیں ہے۔ فحاشی و عریانی عام ہے۔ فجر کی نماز میں لوگ نہیں ہوتے۔ اور یہ ہاتھ اوپر نیچے رکھنے میں لڑ رہے ہیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینکڑوں سال بعد تاریخ لکھی گئی اور ایسی باتیں لکھیں گئیں کہ جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی داغ دار ہوتی ہے۔ ان تاریخ دانوں کی باتوں پر یقین کرنے سے بہتر نہیں ہے کہ آپ اور ہم اللہ اور اُس کے رسول کی بات کو مانیں۔ قرآن وسنت میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت کی آیات واحادیث پر یقین رکھا جائے۔ اس لئے کہ

اِس کی سند موجود ہے اور تاریخ کی کوئی سند نہیں۔ تاریخ میں دوست دشمن سب بولتے ہیں اور جس بات پر کل امت کے جید مستند اتفاقی علماء اسلاف کا اجماع ہے کہ: " لا نذکرھم الا بخیر " (یعنی ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ خیر کے ساتھ ہی کریں گے) تو ہم کو کیا ضرورت ہے یا کون سا ہم کو آخرت میں تاج ملنے والا ہے جو ہم مثبت چھپا کر یا تاویل نہ کر کے منفی باتیں کریں کہ یہ باتیں عوام کے ذہنوں کو آمادہ بر فساد کرتی ہیں۔

میرے پیارے پروفیسر، اینکر، صحافی، سکالر بھائی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف تشکیک پیدا کر کے کس کے لیے کام کر رہے ہیں؟ آپ کو کہاں سے فنڈنگ ہوتی ہے؟ آپ کو کہاں سے پیسے ملتے ہیں؟ کیا ہم سیکولر اتی ایسٹ بن گئے ہیں کہ ہم کو قبر و آخرت کا غم ہی نہیں رہا؟ اللہ والے تو ایسی باتیں نہیں کرتے۔

بہر حال یہ اجمال ہے اور اِس کی تفصیل ہمارے ساتھی مفتی محمد وقاص رفیع حفظہ اللہ کی کتاب "حضرت معاویہؓ اور روایاتِ حدیث" میں دیکھیں، یہ کام مشکل تھا "اسماء الرجال" کے بارہ لاکھ راویوں میں اِن افراد کی ثقاہت و فقاہت اور اُن کی جرح و تعدیل کرنی تھی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کی روایت میں آئے۔ یہ ایک انتہائی کٹھن اور مشکل کام تھا، جس کے لئے شلح صدر کے ساتھ ساتھ یک سوئی ضروری تھی اور یہ کام کرنا تھا جو ہو گیا۔ فجزاہ اللہ خیرا

والسلام

الشیخ ابو طہمان حفظہ اللہ

مردان، شہامت پور، خیبر پختون خواہ

رائے گرامی

مؤرخ اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب دامت برکاتہم

کالم نگار روزنامہ اسلام واستاذِ تاریخ جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی

کچھ مدت سے انجینئر مرزا محمد علی نامی ایک صاحب کی سوشل میڈیا پر بہت شہرت ہے۔ موصوف کا یوٹیوب چینل لوگوں کی بہت بڑی تعداد دیکھتی ہے۔ اُنہیں لوگوں کو اپنے طرزِ کلام اور ڈرامائی انداز سے متاثر کرنے کا ڈھنگ خوب آتا ہے۔ اُن کی کچھ باتیں اہل حق کے موافق بھی ہوتی ہیں، مگر المیہ یہ ہے کہ موصوف نے بہت سے ایسے مسائل میں دخل دیا ہے جو اُن کی دسترس اور علمی سطح سے بہت بلند تھے۔ چناں چہ وہاں وہ تحقیق اور دوسروں کی رہنمائی تو کیا کرتے، خود بھٹک گئے، اور وساوسِ نفسانی اور تلبیساتِ اہل باطل سے متاثر ہو کر بہت دور نکل گئے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہوا کہ لوگوں کے ایک انبوہِ کثیر کو اپنے گرد جمع دیکھ کر وہ خود کو عقلِ کل اور مجتہدِ اعظم کے مقام پر فائز سمجھنے لگے، اِس لیے اُنہیں سمجھانے کی کوششیں رائیگاں ہی ثابت ہوتی رہیں اور وہ اپنے کسی بھی گم راہ کن موقف سے رجوع کرنے کے قائل نہیں رہے۔ یوں اُن کا فتنہ دن بدن بڑھتا چلا گیا۔ چوں کہ سوشل میڈیا پر "ریسرچ" سے کہیں زیادہ "ڈسپلے" کارآمد ہوتا ہے، اور اِس فن میں مرزا صاحب اور اُن کی ٹیم "طاق" ہے، لہٰذا ایک بہت بڑی خلقت اُن کے گم راہ کن افکار سے متاثر ہوتی چلی جا رہی ہے۔

ایسے میں علمائے حق پر فرض عائد ہو رہا تھا کہ وہ اِن تلبیسات کا پردہ چاک کریں اور حق کو کھل کر بیان کریں۔ بحمد اللہ! سوشل میڈیا پر کئی علمائے کرام اِس میدان میں سرگرم ہو چکے ہیں تاہم اس کے ساتھ ضرورت اِس بات کی تھی کہ مسلک اہل سنت کے خلاف مرزا کے خود ساختہ دلائل کو جمع کیا جائے اور ایک ترتیب کے ساتھ اُن کے مسکت جوابات پیش کیے جائیں تاکہ علماء وطلبہ کے لیے اُس مجموعے سے استفادہ کر کے میدان میں اُترنا آسان ہو۔

بہت مسرت کی بات ہے کہ مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ لاہور کے ہونہار فاضل جناب مولانا مفتی محمد وقاص رفیع نے اِس مشکل کام کا بیڑا اُٹھایا ہے اور اپنے کام کے پہلے مرحلے کو وہ "حضرت معاویہ اور روایاتِ حدیث" کے عنوان سے منظر عام پر لا رہے ہیں۔

مرزا کے تمام شبہات کے جوابات پر کام کیا جائے تو یقیناً خاصا ضخیم ہو جائے گا، اِس لئے فوری ضرورت پوری کرنے لیے فاضل محقق نے مرزا کے مشہور اعتراضات اور خطرناک ترین تلبیسات کو اہمیت دی ہے، اور اُن کے جوابات کو بڑی خوش اُسلوبی کے ساتھ مرتب کردیا ہے، جو اُن کی دن رات کی محنت، تحقیق، ہزارہا صفحات کے مطالعے اور اِس فریضے کی تکمیل کے ساتھ غیر معمولی لگن کا ثمر ہے۔

دُعا ہے کہ حق تعالیٰ اُن کی اِس کاوش کو قبول فرمائے اور اِس کا نفع عام و تام فرمائے۔
آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد اسماعیل ریحان
۱۸/ ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ
جمعہ ۱۰/ جولائی ۲۰۲۰ء

رائے گرامی

محقق العصر حضرت اقدس شیخ مفتی محمد سجاد الحجابی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث دار العلوم مزنگ مردان خیبر پختون خواہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْزَلَ الْفُرْقَانَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ وُلْدِ عَدْنَانَ وَعَلٰی آلِهٖ وَأَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ هُمْ نُجُوْمُ الْهِدَايَةِ وَمَصَابِيْحُ النِّيْرَانِ وَخَصَّ مِنْهُمْ الْأَرْبَعَةَ بِالْحُجَّةِ وَالْبُرْهَانِ وَفَضَّلَ بِالْحَصِيْفِ وَالرِّوَايَةِ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِيْ سُفْيَانَ وَدَبَّرَ مَنْ شَغَفَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ بِالْقَلَمِ وَاللِّسَانِ وَبَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَانِ الرَّحِيْمِ : ﴿ وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾[التوبة : ۹/ ۱۰۰]

ہیں اور بھی دُنیا میں سخن وَر بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو بنی بنائی شاہ راہ پر چلتے ہیں اور کچھ وہ حوصلہ مند اشخاص ہوتے ہیں جو اپنی راہ خود تراشا کرتے ہیں اور اگر بنی ہوئی راہ پر اپنا سفر طے کرتے ہیں تو ایک ایک قدم بصیرت کے ساتھ اُٹھاتے ہیں۔ وہ دریافت شدہ پر قناعت نہیں کرتے، بلکہ دریافت کردن کے خوگر ہوتے ہیں۔

اسی لڑی میں کاتب وحی، صبر وتحمل کے بلند و بالا پہاڑ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیثیت دلنائے امام کی سی ہے۔ وہ بحرِ علم کے نکالے ہوئے لعل و گوہر پر اکتفاء کرنے والے نہ تھے بلکہ خود غواص تھے اور سمندرِ علم کی تہوں سے خود گوہر آب دار تلاش کر کے لایا کرتے تھے۔ وہ شہد کے کھانے پر قانع نہ تھے، بلکہ خود علم وتحقیق کے غنچہ وگل کا عطر کشید کر دوسروں تک پہنچاتے

تھے۔ جو لوگ تقلیدی ذہن کے حامل ہوتے ہیں اُن کے لئے علمی سفر آسان ہوتا ہے، لیکن جو لوگ استخراجی و اجتہادی سوچ کے حامل ہوتے ہیں اُنہیں اِس راہ میں آبلہ پائی و صحرانوردی کرنی پڑتی ہے۔

امام شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فضائل صحابہؓ سے وہی شخص واقف ہے جو اُن کے حالاتِ زندگی سے واقف ہو!'' حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور وصال کے بعد اُن کا ایمان میں تقدم اور کفار سے جہاد اور دین پھیلانا اور شعائرِ اسلام کا اعلان اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول علیہ السلام کا کلمہ بلند کرنا اور فرائض و سنن کی تعلیم و تعلم اُن کا اُوڑھنا بچھونا تھا۔ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نہ ہوتے تو دین کی کوئی اصل و فرع ہم تک پہنچ نہ پاتی اور ہم کسی بھی سنت یا فرض و مندوب سے قطعاً واقف نہ ہوتے اور نہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و حالات ہم تک پہنچتے۔

(دیکھئے: شریعت و طریقت کا تلازم للشیخ زکریا کاندھلوی: ص ۴۸)

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دُنیا کی اُن چند عبقری شخصیات میں سے شمار کیے جاتے ہیں کہ جن جیسا صاحب علم، ذہین، دُور اندیش، اور بالغ نظر قائد، مدبر، سیاست دان، اور مفکر صدیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ ایسی شخصیات تنہا ایک انجمن کا کام سرانجام دیتی ہیں۔ اُن کی ذات بڑی جامع صفات والی تھی۔ وہ بڑے عالم بھی تھے اور ادیب و انشاء پرداز بھی، سیاسی بصیرت میں بھی یگانۂ روزگار تھے اور علمی و دینی مسائل میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ نہ حاضر دماغی و حاضر جوابی میں کوئی اُن کا ہمسر تھا، نہ شیریں مقالی اور شعلہ گفتاری میں کوئی اُن کا شریک۔ وہ جس بزم میں جاتے چھا جاتے اور جس محفل میں رہتے حاوی رہتے۔ وہ الفاظ و زبان کے سہارے قارئین کے دلوں سے کھیلتے، وہ اُن کے سینوں میں جوش و خروش کی آگ، عزم و حوصلہ کی توانائی، دماغ میں شوکت و جلال کا احساس، اور عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کا جذبۂ بے کراں بھر دیتے تھے۔ سوئے ہوئے ضمیر اور ٹھٹھرے ہوئے اعصاب میں حوصلہ، بردباری، سرفروشی اور جرأت کی برقی لہر دوڑا دینے میں اُن کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اسی لئے مناقب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں عموماً تو کثیر اور خصوصاً متعدد احادیث وارد ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز ''مسند'' میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل فرمائی ہے:

" أللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب ."

ترجمہ: اے اللہ! تو معاویہ کو قرآن وحساب کا علم عطاء فرما اور اُن کو عذاب سے محفوظ فرما۔(اخرجہ ابن خزیمہ فی صحیح: ج ا ص ۱۹۳۸، وابن حبان فی صحیح: ج ۲ ص ۸ ۱۷)

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عمیرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دُعا فرمائی:

" أللهم اجعله هاديا مهديا واهد به الناس "

ترجمہ: اے اللہ! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو راہ نما اور ہدایت یافتہ بنا اور لوگوں کو اُن کے ذریعے ہدایت عطاء فرما! (اخرجہ الترمذی فی مناقبہ)

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا ہے:

" انه فقيه "

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں۔(بخاری باب ذکر معاویہ)

لیکن نہایت افسوس کے ساتھ تحریر کرنا پڑ رہا ہے کہ کئی بدنصیب اِس عظیم صحابی کے عیوب و نقائص نکالنے دریغ نہیں کرتے، اور اُن بدنصیب لوگوں میں فی عصرنا علم سے عاری انجینئر محمد علی مرزا بھی ہے۔ دراصل یہ آدمی اپنے جہل مرکب ہونے کے ناطے قابل رحم ہے، جس کی ہر ہر تقریر میں دین اسلام وعقائد کے خلاف کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے۔

کاتب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق روافض کو خوش کرنے کے لئے اِس شخص نے جو ناکام لب کشائی کی ہے مجھے اِس پر سخت افسوس ہو رہا ہے۔

میرے انتہائی محترم دوست، جواں سال عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد وقاص رفیع صاحب حفظہ اللہ نے جب اپنا مسودہ مجھے ارسال فرمایا تو جستہ جستہ صفحات کے مطالعے سے

میرا دل باغ باغ ہوا اور رُوح کو مسرت ملی۔ فاضل مؤلف نے اِس ناکام ناقد معاویہ ﷛ کا اپنی کتاب: "حضرت معاویہؓ اور روایاتِ حدیث" میں شان دار تعاقب کیا ہے۔

دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس کتاب کو اوّلاً خود انجینئر محمد علی مرزا کے لئے اور اُس کے بعد تمام مخالفین کے لئے ذریعہ ہدایت اور فاضل مؤلف کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

والسلام:

محمد سجاد الحجابی

خادم الطلبہ بدار العلوم مزشک مردان

یوم عاشوراء ۱۴۴۲ھ

رائے گرامی

داعی اسلام حضرت مولانا نور اللہ رشیدی صاحب دامت برکاتہم

بانی و مدیر ادارہ "النور" ریفارمنگ سنٹر اسلام آباد

کتاب وسنت کی یقیناً فیصلہ کن اہمیت ہے۔وہی ہدایت وراہ نمائی کا ذریعہ ہیں۔ ہر دور کے حالات میں ہمیں اُن ہی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر دور میں کتاب کے ساتھ ساتھ کتاب پر عمل کرنے کی استعداد پیدا کرنے ہتز کیہ کرنے، اور نفسی قوتوں کو اللہ ورسول کے مطیع کرنے کے سلسلہ میں کوئی نہ کوئی شخصیت بھی ضرور موجود رہی ہے۔انبیائے کرام کی بعثت کا مقصود یہی رہا ہے۔ کتاب بذاتِ خود زندہ مثالی نمونہ نہیں ہوتی، بلکہ شخصیت کتاب کا زندہ نمونہ ہوتی ہے۔مقصود اِس زندہ شخصیت کے مطابق اپنی زندگی کی تشکیل ہوتی ہے۔پھر کتاب میں تقویٰ ،تزکیہ، قلبی معرفت وبصیرت، دلوں کی زندگی وسلامتی، شرح صدر نفس مطمئنہ،ایمان ویقین کی گہرائیاں ،اللہ سے مستحکم تعلق، سیرت وکردار کی پاکیزگی وبلندی، اوصافِ حمیدہ اور نفس کے بتوں کی ٹوٹ پھوٹ کی تعلیمات کلیدی اہمیت رکھتی ہیں۔یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جو از خود پیدا نہیں ہوتیں، بلکہ مثالی شخصیت کی صحبت اور اُس کے زندگی کے پاکیزہ نقوش کو قریب سے دیکھنے سے فرد کی شخصیت پر صبغۃ اللہ غالب ہوتا ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ کتاب سے دین کی نصب العینی تعلیمات یعنی نصب العین اور فرائض وواجبات کا تعین اپنے طور پر نہیں ہوسکتا ۔اگر ہر شخص علمی صلاحیت کی بنیاد پر دین سے نصب العین او رفرائض وواجبات اخذ کرنے کی کوشش کرے گا تو گم راہی پیدا ہوگی، اور کتاب وسنت کے نام پر دین کا حلیہ بگڑ جائے گا، اور دین کا صحیح تسلسل باقی نہ رہے گا۔کتاب وسنت سے علوم وفیوض وراہ نمائی کے حصول کا طریقہ جو اُمت میں ہر دور میں مروج رہا ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام وتابعین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اور بزرگوں کی مسلسل صحبت کے ذریعہ دین کے ہر شعبہ سے

وابستہ افراد نے اپنی زندگیاں اِن علوم میں صرف کیں۔ اِس سے اُن میں تبحر علمی، تفقہ فی الدین اور تزکیہ وتقویٰ، باطنی بصیرت، ایمان ویقین کی گہرائی جیسی صلاحیتیں پیدا ہوئیں۔ چناں چہ دین اسی طریقے سے آج تک منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔

موجودہ دور پہلا دور ہے جس میں کتاب وسنت کے بارے میں یہ تصور راسخ ہوا ہے کہ ہر شخص دین کے ہر شعبہ کے ماہر کی کچھ بھی عرصہ کی صحبت کے بغیر کتاب وسنت کے ذاتی مطالعہ سے عالم ماہر اور سب کچھ بن سکتا ہے۔ یہ نکتہ نگاہ بڑے فساد کا موجب ہے۔ جناب جاوید احمد غامدی، جناب سید عتیق الرحمٰن گیلانی، جناب انجینئر محمد علی مرزا اور اِن جیسی شخصیات اور اِن سے وابستہ افراد کو اِس نکتہ پر غور کرنی چاہیے کہ اِس سے ایک تو دین کی خودساختہ نئی نئی تشریحات سامنے آرہی ہیں اور دوسرے یہ کہ تزکیہ کے مراحل سے گزرے بغیر فرد مصلح کے مقام پر فائز ہونا شروع ہوگیا ہے، اور یہ سب کچھ قرآن وسنت کے علم کے نام پر ہی ہو رہا ہے۔

ایک بڑا نکتہ جو نظر انداز ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ تقویٰ وطہارت اور تزکیۂ ایمان کی گہرائی وغیرہ کے مطابق کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کا سارا دارومدار ہے، لیکن حیرت ہے کہ اِس کے حصول کے لئے طویل مراحل سے گزرے بغیر دین کا تھوڑا سا مطالعہ رکھنے والا فرد بھی مجتہد مطلق کے مقام پر فائز ہونا شروع ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے علم کے نام پر طبیعتوں میں فساد، ضد، خودرائی اور سلف وخلف کی تکذیب اور خود کو دین کا سب سے بڑا شارح سمجھنے کا رُجحان غالب ہوتا نظر آتا ہے۔ سلف صالحین نے قرآن وسنت کی جو تشریح وترتیب پیش کی ہے، جو اُمت کا تسلسل وتواتر ہے، اُس سے ہٹ کر دورِ جدید کی جدیدیت سے متاثر ہو کر اور اسکالروں کی فکر سے مرعوب ہو کر علم اور دین کے نام پر قرآن وسنت کی خودساختہ فکر کو اختیار کرنا اپنے آپ کو شدید خطرات میں ڈالنے اور سلف کی راہ سے جداگانہ راہ پر گام زَن ہونے کے مترادف ہے۔ جدید نام نہاد اسکالروں کے ہاں علمیت، عقلیت، خوب صورت الفاظ اور بزرگانِ دین کی تکذیب تو پُر زور ہے لیکن حقیقت میں وہ لوگ رُوحِ اسلام، حقیقت اسلام، اور محبت ومعرفت سے ناآشنا ہیں۔ اِس کا نتیجہ نکلا کہ الفاظ کی جادوگری کے دَور پر وہ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے تربیت وتزکیہ سے محروم لاکھوں خالی الذہن نوجوانوں کو سلف وخلف کی قرآن وسنت کی راہ سے دُور کرکے دوراہے

پر کھڑا کر رہے ہیں، جب کہ ہمارا اصل سرمایہ سلف صالحین کی قرآن وسنت کی اسلامی فکر ہی تو ہے جس میں دین کی صحیح ترتیب اور فرائض وواجبات کا صحیح نظام موجود ہے۔ سلف کی اسلامی فکر پر اعتماد کے مجروح ہونے کے بعد دین کے نصب العینی ہدف میں تبدیلی آنے لگتی ہے۔

سوم یہ کہ ہر فردِ علم برائے علم کی راہ پر گام زن ہو کر قیل وقال کا غازی ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کا ایک ملفوظ ہے کہ اُمت میں جن جن راستوں سے بگاڑ آیا ہے، اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ صالح بننے سے پہلے مصلح بنا جائے، یعنی مصلح کے مقام پر فائز ہوا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل انجینئر محمد علی مرزا جیسے جدید نام نہاد اسکالرز نے بھی اپنی نیم علمی تحقیقات، پُرفریب تلبیسات اور اپنی عیارانہ جادوئی ایکٹنگ کے ذریعے مسلمانوں کی سادہ لوح نوجوان نسل کو قرآن وحدیث کی حقیقی تعلیمات سے دُور کر کے اُن میں دین ومذہب سے بیزاری رفض وتشیع سے یاری اور سلف صالحین کی تقلید سے نفرت ودُوری کے بیج بو رہے ہیں اور خود اپنی اصلاح کرنے سے پہلے وہ دوسروں کی اصلاح کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے انتہائی قریبی عزیز اور مخلص دوست جناب مفتی محمد وقاص رفیع صاحب کو کہ انہوں نے فتنۂ انجینئر محمد علی مرزا کی سرکوبی کا بیڑہ اُٹھایا اور انتہائی خوش اُسلوبی اور عرق ریزی کے ساتھ "حضرت معاویہؓ اور روایاتِ حدیث" کے نام سے اُن کے باطل افکار ونظریات کی قلعی کھولی ہے اور اُن کی جانب سے صحابیِ رسول سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لگائے گئے ایک ایک الزام کا علم وتحقیق میں ڈوب کر جائزہ لیا ہے اور اُن کی ذات کو اُن تمام الزامات سے بریٔ الذمہ ثابت کرنے کی قابل قدر سعی فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعاء ہے کہ وہ موصوف کی اِس علمی کاوش کو اپنے دربار میں قبول فرمائے جناب انجینئر مرزا کو اِس کے ذریعے ہدایت نصیب فرمائے اور پھر اُن کی اِس خدمت کو اِن دونوں حضرات کے لئے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

خیر اندیش: نوراللہ رشیدی

مدیر: ادارۂ النور ریفارمنگ سنٹر اسلام آباد

فہرست مضامین

﴿...... بادِ سموم کا آوارہ پتا ...... انجینئر محمد علی مرزا ......﴾

انجینئر محمد علی مرزا کی علمی قابلیت

حضرت عثمانؓ اور حضرت ولید بن عقبہؓ کی گورنری

﴿......شہادتِ عثمانؓ کے اسباب......﴾

حضرت ولیدؓ کے خلاف آنحضرت ﷺ کی بددعاء کی حقیقت

......حضرت معاویہؓ اور مروان بن حکم کی گورنری......

حضرت معاویہؓ اور استخلافِ یزید

﴿......بدعت کا الزام اور اُس کا ازالہ......﴾

خطائے اجتہادی و غیر اجتہادی کی بحث

﴿......محمد بن ابی بکر کے ناحق قتل کا الزام......﴾

حب جاہ و مال کا الزام

﴿......کلمہ "لا أشبع الله بطنه" کا التزام......﴾

﴿......اکل مال بالباطل اور قتل نفس کا الزام......﴾

﴿......نصف صاع فطرانہ ادا کرنے کا الزام......﴾

﴿......سود خوری کا الزام......﴾

﴿......شربِ خمر کا الزام......﴾

﴿......وفاتِ حسن پر خوشی واشیائے ممنوعہ کا الزام......﴾

حضرت علی رضی اللہ پر سب وشتم کا الزام

﴿......شرائط صلح کے عدم ایفاء کا الزام......﴾

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو ظلماً قتل کرانے کا الزام

﴿حضرت ابوایوب انصاریؓ کو قاتلین عثمانؓ میں شامل کرنے کا الزام﴾

﴿جرنیل اسلام سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما﴾

مُقَدّمَہ

الحمد لله الأول الذي ليس له بداية والآخر الذي ليس له نهاية الباعث بعث نبيه بالنبوة والرسالة المؤيد ليده بروح القدس وجماعة الصحابة الرافع يرفع من اتبعهم وخصوصا أمير المؤمنين معاوية والخافض يخفض من سلك مسلك مهندس محمد علي مرزا ونحوه والصلوة والسلام علي سيد الرسل وخاتم الأنبياء وعلي آله وأصحابه الأصفياء وعلي اتباعه وتبع اتباعه الأتقياء أما بعد :

جس دن سے اللہ تعالیٰ نے اِس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا اُس دن سے لے کر آج تک حق و باطل باہم معرکہ آراء ہیں۔ باطل شروع دن سے ہی اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ حق کا مقابلہ کرتا چلا آرہا ہے، لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور میں، ہر موڑ میں اور ہر میدان میں ہمیشہ حق کے مقابلے میں باطل کو شکست فاش کا ہی سامنا کرنا پڑا۔

باطل کے حق پر حملہ آور ہونے کی زمانے میں مختلف صورتیں رہی ہیں، کبھی تو اُس نے کفر و شرک کی صورت میں حق پر حملہ کیا تو کبھی گمراہ کن عقائد و نظریات کی شکل میں، کبھی بدعات و رسومات کے روپ میں، تو کبھی استشراق و جدت پسندی کے بھیس میں، کبھی سازشوں اور پروپیگنڈوں کے حلیے میں، تو کبھی صحابہ کرام و اولیائے عظام سے بیزاری کے انداز میں، لیکن حق اُس کے مقابلے میں ہمیشہ غالب ہی رہا:

"لأن الحق يعلو ولا يعلي"

ویسے بھی حق کی صفت یہ ہے کہ اُس کو جتنا دبایا جائے گا وہ اتنا ہی اُبھرتا چلا جائے گا، اور آخر میں فتح و کامیابی بھی ان شاء اللہ! حق ہی کی ہوگی۔

موجودہ دور میں مسلمانوں میں مذہب سے بیزاری، دین سے دُوری، سلف صالحین

سے برگشتگی، جدت پسندی نظریاتی اختلافات، دوسروں کی اصلاح اور عدم برداشت جیسے ناسور عناصر جس کثرت سے در آئے ہیں، وہ کسی بھی پڑھے لکھے، ذی شعور، سمجھ دار اور ایک سنجیدہ مسلمان سے مخفی نہیں۔ ایسے میں مصلحین اُمت، پیشوایانِ اسلام اور زعمائے قوم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ہر ممکن محنت و کوشش کر کے اُمت مسلمہ کو مذہب سے جوڑنے، اُن کو دین سے قریب کرنے، اُن میں الفت و محبت کے گل کھلانے اور اُن کو تحمل و برداشت اور بردباری و رواداری کا سبق سکھانے کی فکر و کوشش کریں، جس پر بحمد اللہ! پیشوایانِ اہل اسلام کافی حد تک عمل پیرا ہوتے نظر آ رہے ہیں۔

لیکن اِس کے بالمقابل یہ منطق ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ اہل اسلام کے مذکورہ بالا ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر انجینئر محمد علی مرزا کا داڑھی پگڑی کی صورت میں اسلامی حلیہ اپنا کر عوام الناس کے سامنے قرآن و حدیث کی من مانی تشریح کرنا، اُن کو مشاجراتِ صحابہؓ اور اجتہادی مسائل کے گورکھ دھندوں میں اُلجھانا، فقہ و تصوف کو اپنی عقل و سمجھ کے بل بوتے پر پرکھنا، صحابہ و تابعین کی توہین و تنقیص کرنا، ائمہ مجتہدین اور اُن کے اجتہادِ شرعی کا مذاق اُڑانا، اکابرین اُمت اور علمائے اسلام کے خلاف زبان درازی کرنا، بزرگانِ دین کی کرامات کے ساتھ ٹھٹھہ کرنا، دینی مدارس اور خانقاہوں کے مقابلے میں اسکولز و کالجز اور یونی ورسٹیز کو فالو کرنا' کیا یہ سب کچھ سادہ لوح مسلمانوں کو دین و مذہب سے بیزار کرنے، اسلامی تعلیمات کے مقابلے میں مغربی سوچ و فکر کو پروان چڑھانے اور رفض و تشیع اور رقادیانیت نوازی کا کھیل نہیں کھیلا جا رہا؟ کیا یہ سب کچھ یہود و نصاریٰ اور اسلام دُشمن عناصر کی خوش نودی کے لئے نہیں کیا جا رہا؟ اور کیا اِس سب کے پیچھے شیطانی طاقتوں اور باطل قوتوں کی پشت پناہی نہیں کی جا رہی؟ یقیناً اسلام اور اہل اسلام کو ختم کرنے اور اُن کو دُنیا سے مٹانے کی خاطر یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔

الحمد للہ! جب سے انجینئر محمد علی مرزا کے فتنے نے سر اُٹھایا ہے اُس وقت سے لے کر ابھی تک مختلف مکاتب فکر کے علماء نے "سوشل میڈیا" کے ذریعے اِس فتنے کی سرکوبی کے لئے قابل قدر کوششیں فرمائی ہیں، اور تقریباً تمام ہی مکاتب فکر کے علماء نے اِس فتنے کے تار و پود کھول کر اِس کی اصل حقیقت سے عوام الناس کو رُوشناس کرایا ہے اور اُس کے مسموم ہتھکنڈوں

اور اُس کے مذموم مقاصد سے اُن کو دُور رکھ کر اُن کے دین و ایمان کے بچانے کی قابلِ ذکر مساعی فرمائی ہیں۔ فجزاھم اللہ خیرا

تاہم تحریری انداز میں کتابی شکل میں چوں کہ اِس فتنہ پر کوئی قابلِ ذکر کام نہیں ہوا تھا اِس لئے اِس بات کی اشد ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ تقریری انداز کی طرح تحریری انداز میں بھی اِس پر کام کیا جائے تاکہ جو احباب سوشل میڈیا سے دُور رہنے کے عادی ہیں وہ کتابی شکل میں اِس فتنے کا مطالعہ کریں اور اِس کے زہریلی اثرات اور مسموم پروپیگنڈوں سے باخبر ہو کر مذہب اسلام پر اور زیادہ سختی سے پابند رہ کر زندگی گزار سکیں۔

خوب یاد پڑتا ہے کہ آج سے چند سال قبل جب اِس فتنے نے نیا نیا سر اُٹھایا تھا تو دل نے چاہا کہ تحریری میدان میں اُتر کر اِس فتنے کا مقابلہ کیا جائے اور عوام الناس کو اِس کے مضر اثرات سے محفوظ بنانے کی سعی کی جائے، لیکن اُس وقت اِس عزم کے لئے بوجوہ میں کوئی عملی اقدام نہ کرسکا، لیکن پھر اِس کے بعد قدرت کی فیاضی ملاحظہ کیجئے کہ گزشتہ سال اِن ہی دنوں میں جب میں ''ردِّ ناصبیت'' پر اپنی کتاب ''حضرت معاویہؓ اور عباراتِ اکابرؒ'' کے دوسرے ایڈیشن پر اپنا کام سمیٹ رہا تھا تو میرے بعض اساتذہ نے میرے پہلے کام کا خیر مقدم کرتے ہوئے مجھے ''ردِّ رافضیت'' یعنی ''فتنۂ انجینئر محمد علی مرزا'' پر اسی طرح کا ٹھیٹھ علمی و تحقیقی انداز میں کام کرنے کا حکم صادر فرمایا، چناں چہ اساتذہ کے اِس حکم کو میں نے اپنے حق میں نیک فال سمجھتے ہوئے اُسی وقت اِس فتنے پر کام شروع کردیا تھا، جو مکمل ایک سال کی شبانہ روز کی محنت پیہم کے نتیجے میں آج ''حضرت معاویہؓ اور روایاتِ حدیث'' کے نام سے اپنی تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

انجینئر محمد علی مرزا کی زندگی کا حقیقی و اصلی اور بڑا ہدف چوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کردار کشی ہی ہے اور وہ اُن ہی کے بغض و عداوت کی آگ میں وہ اپنے گم رَاہ کن افکار و نظریات کا پرچار کرتے ہیں، اِس لئے بندہ کا اصل ہدف بھی زیرِ نظر کتاب میں اُن کی جانب سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر وارد کئے گئے رافضیت گزیدہ مسموم پروپیگنڈوں، مذموم سازشوں، بے تکے اعتراضات اور بے سروپا خرافات کا علمی و تحقیقی انداز میں جائزہ لے کر اُن کے منہ توڑ اور دنداں شکن تر کی بہ تر کی جوابات پیش کرکے حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات متصف باصد صفات کا صحیح معنوں میں حقیقی مقام ومرتبہ اُجاگر کرنا اور آپ کی سیاست وسیادت کا صحیح روایات کی رُوشنی میں اصل چہرہ آشکارا کرنا تھا، مزید برآں یہ کہ بندہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بعض دیگر صحابہ کرام (حضرت عثمانِ غنی، حضرت ولید بن عقبہ، حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح) رضی اللہ عنہم پر بھی وارد کیے گئے اشکالات کے جوابات پیش کر کے اُن حضرات کا بھی دفاع کرنے کی کوشش کی ہے۔نیز اِس کے ساتھ ساتھ بندہ نے انجینئر محمد علی مرزا کی ذاتی حیثیت، علمی قابلیت، اُن کے مکروفریب، دجل وکید، عیاری ومکاری اور رافضیت وتشیّع نوازی سے بھی پردہ اُٹھایا ہے، جس سے اُن کے اِس فتنے کے حقیقی خدوخال نمایاں ہوتے ہیں اور اُس کے اصلی پس منظر کے دیکھنے اور سمجھنے میں بڑی مدد حاصل ہوتی ہے۔

میں سمجھتا ہوں میری زندگی کے یہ بہترین ایام ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق اور آپؓ کے دفاع میں گزرے ہیں۔بلاشبہ یہ میرے لئے سعادت اور فخر کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسے ناکارہ وآوارہ اور بے بضاعت وسرمایہ شخص سے دفاعِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظیم خدمت لی ہے:

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت ازو شناس کہ بہ خدمت بداشتت

زیرِ نظر کتاب کا موضوع چوں کہ "روایاتِ حدیث" کی رُوشنی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ اُجاگر کرنا تھا، جس کے لئے "فن حدیث" اور "فن اسماء الرجال" اور اِس کے ساتھ ساتھ "فن تاریخ" سے پوری طرح واقفیت ضروری تھی، اور بندہ اِن چیزوں سے تہی دامن ہے، بس جو کچھ بن پایا وہ اپنے اسلاف کے افادات کی رُوشنی میں پیش کر دیا ہے، اِس لئے احبابِ علم وفضل اور اربابِ دانش وکمال کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ اگر وہ کتاب ہذا میں کسی بھی قسم کی کوئی علمی، فنی، ادبی اور قلمی غلطی پائیں تو بندہ کو ضرور مطلع فرمائیں۔والسلام

ہیچمداں محمد وقاص رفیع (اسلام پورواہ کینٹ)

۲۶رذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ/ ۱۸رجولائی ۲۰۲۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بادِ سموم کا آوارہ پتا......انجینئر محمد علی مرزا

تمہید:

انجینئر محمد علی مرزا بنیادی طور پر مکینیکل انجینئر ہیں، جو ڈیفنس منسٹری میں سرکاری ملازم ہیں۔ جہلم میں اُنہوں نے ''قرآن وسنت ریسرچ اکیڈمی'' کے نام سے ایک ادارہ کھول رکھا ہے جس میں قرآن وسنت کے نام سے وہ اپنے گم راہ کن عقائد ونظریات کا پرچار کرتے ہیں۔

ذیل کی سطور میں سب سے ہم انجینئر محمد علی مرزا کی ابتدائی زندگی سے متعلق اُن کے کچھ حالات وواقعات کو بیان کریں گے اور اُس کے بعد اُن کے علم وتحقیق کا بہ نظرِ انصاف ایک عمیق جائزہ لیں گے اور پھر اُس کے بعد اصل ہدف کی طرف عود کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اُن کے گم راہ کن، اور رافضیت گزیدہ باطل عقائد ونظریات کا علمی وتحقیقی مع الدلائل رَدّ کر کے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ سر انجام دینے کی کوشش کریں گے۔ **فنقول وباللہ التوفیق وبہ نستعین فی التمیم:**

ابتدائی حالات:

انجینئر محمد علی مرزا نے مؤرخہ ۴/ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو ایک کٹر بریلوی خاندان میں جنم لیا۔ اور بڑی چھوٹی عمر سے ہی وہ عملی طور پر بریلوی ہو گئے تھے۔ دس بارہ سال کی عمر میں اُن کا تعلق مسجد کے ساتھ بن گیا۔ مئی ۱۹۹۲ء میں وہ بالغ ہوئے۔ بلوغت کے بعد ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۳ء میں اُن کو مولانا محمد الیاس قادری صاحب کی جماعت ''دعوتِ اسلامی'' کا قرب مل گیا تھا۔ جس کے بعد انہوں نے سبز پگڑی باندھنی شروع کر دی تھی۔ ۲۰۰۱ء تک وہ ''دعوتِ اسلامی'' میں رہے۔

اُس کے بعد کچھ اختلافات کی وجہ سے وہ "دعوتِ اسلامی" سے الگ ہو گئے۔اِس دوران وہ ڈگری کر کے انجینئرنگ یونی ورسٹی سے بھی فارغ ہو گئے تھے۔اور اسلام آباد کے ایک سرکاری محکمے میں اُن کی جاب بھی لگ گئی تھی۔

فکر و نظر کی تبدیلی:

انجینئر محمد علی مرزا نے میٹرک لیول سے کتابیں پڑھنی شروع کر دی تھیں۔چنانچہ سب سے پہلے اُنہوں نے جس کتاب کا مطالعہ شروع کیا وہ "بہارِ شریعت" تھی، جب پہلی مرتبہ ۱۹۹۴ء میں وہ دہلی سے کمپیوٹرائز چھپ کر آئی تو اُس وقت اُنہوں نے یہ کتاب تین سو روپے میں خریدی اور فقہ حنفی کا مطالعہ شروع کر دیا۔اُس کے بعد اُنہوں نے تصوف کی مختلف کتابوں مثلاً "رسالہ قشیریہ، کیمیائے سعادت، احیاء العلوم، مکاشفۃ القلوب، منہاج العابدین، غنیۃ الطالبین، عوارف المعارف" مطالعہ شروع کیا۔جس کی وجہ سے ۱۹۹۶ء میں جب وہ انجینئرنگ یونی ورسٹی میں سیکنڈ ائیر کے سٹوڈنٹ تھے کٹر قسم کے صوفی بن چکے تھے۔سبز پگڑی بھی باندھتے تھے اور امام غزالی رحمہ اللہ کو وہ اپنا آئیڈیل اور مرشد سمجھتے تھے۔ ۲۰۰۰ء کے (Mid) یعنی وسط میں وہ ڈگری کر کے فارغ ہوئے۔

مولانا غلام رسول سعیدیؒ سے ملاقات:

۲۰۰۰ء سے لے کر ۲۰۰۱ء تک کے ایک سال کا پیریڈ انجینئر محمد علی مرزا کے اوپر تھوڑا تکلیف دہ ثابت ہوا، دراصل اُن کی کمر میں تکلیف ہو گئی تھی، جس کی وجہ سے وہ ڈگری کرنے کے بعد جاب وغیرہ کی تلاش میں صحیح طرح سے نہیں سکے، بلکہ اُنہوں نے گھر میں آرام ہی کیا، لیکن اِس دوران اُن کو مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کا تعارف ہوا۔اور اُنہوں نے اُن کی شرح صحیح مسلم پڑھنی شروع کر دی، جس کی وجہ سے اُن کا ذہن اِس طرف گیا کہ بریلوی ہوتے ہوئے بھی آپ بریلوی علماء سے اختلاف کر سکتے ہیں۔

چناں چہ مؤرخہ ۲۲ر مارچ ۲۰۰۱ء کو انجینئر محمد علی مرزا نے مولانا غلام رسول سعیدی صاحب سے ڈیٹیل ملاقات کی، جو بہ قول انجینئر صاحب کے بڑی (Open Mind) یعنی

کھلے ذہن کی شخصیت تھے اور اُن کی وجہ سے انجینئر صاحب کا ذہن کافی کھلا۔

اِس کے بعد انجینئر محمد علی مرزا نے آہستہ آہستہ فیصل آباد کے مولانا غلام رسول رضوی کی شرح صحیح مسلم پڑھنا شروع کی۔ وہ خود کہتے ہیں کہ بخاری مسلم میں نے بریلوی طرز پے ہی پڑھا۔ اور اِس طریقے سے کام چلتا رہا۔

اسلامی عقائد سے تہی دامنی کا اعتراف:

مارچ ۲۰۰۷ء میں انجینئر محمد علی مرزا نے پہلی مرتبہ قرآنِ کریم کو (President Turnal) کے ساتھ امام کعبہ کی آواز اور فتح محمد جالندھری صاحب کے ترجمہ کے ساتھ پڑھنا اور سننا شروع کیا۔ اور ساتھ ساتھ "کنز الایمان" از امام احمد رضا بریلوی المتوفی ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔ اِس طرح ہوتے ہوتے اِس حوالے سے اُن کا دل ٹلٹ ہوگیا کہ قرآنِ کریم کے جو عقائد ونظریات ہیں اُن کے اوپر وہ کم از کم نہیں ہیں۔

پیر نصیر الدین نصیر صاحبؒ سے ملاقات:

اِس کے بعد پھر اُن کو پیر نصیر الدین نصیر صاحب کا تعارف ہوا تو اُن کی کتابیں پڑھنی شروع کردیں اور اِس طرح پیدائش سے لے کر اکتیس سال تک انجینئر محمد علی مرزا بریلوی مسلک سے منسلک رہے۔

بریلویت سے دیوبندیت کا سفر:

انجینئر محمد علی مرزا نے اِس دوران ۲۰۰۷ء کے آخر سے ہی تبلیغی جماعت کو بھی حق پر سمجھنا شروع کردیا تھا۔ اور مورخہ ۲ نومبر ۲۰۰۷ء کو اُنہوں نے رائے ونڈ اجتماع میں شرکت بھی کی، لیکن اِس سے بھی اُن کا دل مطمئن نہیں ہوا اور وہ ۲۰۰۷ء کے آخر میں تبلیغی جماعت سے بھی منحرف ہوگئے۔

انجینئر محمد علی مرزا خود اِس کی تفصیل یوں نقل کرتے ہیں:

"۲۰۰۸ء میں میرے آفس کے کلیگ مجھے اسلام آباد کے ایک دیوبندی مفتی صاحب کے پاس لے گئے اور کہنے لگے کہ یہ بہت

بڑے مفتی ہیں آپ اِن کے ساتھ ڈسکیشن کریں۔ میں نے جب اُن کے ساتھ تھوڑی سی ڈسکیشن کی تو وہ اپنا کون فیڈ یسن لوز کر گئے اور دلائل کے بغیر ایک تلخ رویئے پر اُتر آئے۔ میں نے اُن سے انگوٹھے چومنے کا مسئلہ پوچھا کہ بریلوی انگوٹھے چومتے ہیں تو آپ کیوں نہیں چومتے؟ اب میں دیوبندی ہو چکا تھا لیکن انگوٹھے بھی چومتا تھا، اِس لئے کہ میں اپنے بزرگوں کا کٹر فالور تھا۔ میں نے کہا کہ جی ''ردالمحتار'' یعنی فتاویٰ شامی کے اندر یہ لکھا ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام کے اوپر انگوٹھے چومے جائیں۔ اذان کا جواب دیتے ہوئے بھی۔ اور پہلی مرتبہ پڑھا جائے: ''قرۃ عینی یارسول اللہ! دوسری مرتبہ پڑھا جائے صلی اللہ علیک یارسول اللہ! تو میں پڑھتا تھا۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ کیوں نہیں پڑھتے ہیں؟ تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو ضعیف حدیث ہے! میں نے کہا کہ فضائل اعمال میں کئی ضعیف حدیثیں ہیں جن پر ہم عمل کر رہے ہیں۔ تو انگوٹھے چومنے والی روایت سے کیا مسئلہ ہے؟ تو اُنہوں نے پھر اپنے دل کی بات کردی اور فرمایا کہ یہ چوں کہ بریلوی کرتے ہیں اِس لئے ہم نہیں کرتے۔ اور مجھ سے فرمانے لگے کہ یہ جس قسم کی آپ گم راہ کن باتیں کرتے ہو اور ہمارے بزرگوں کے بارے میں۔ مجھے فرماتے ہیں کہ آپ اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم پڑھ لیں۔ اور بریلویوں کے پاس آپ چلے جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ آپ احمد یار نعیمی صاحب کی ''جاء الحق'' پڑھ لیں۔ اور اہلِ حدیث کے پاس چلے جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ آپ ''تلاشِ حق'' پڑھ لیں۔ اور شیعہ کے پاس چلے جائیں تو وہ کہتے ہیں وہ ایک سوڈان کے تیجانی مالکی سنی سے شیعہ ہوئے تھے اُن کی کتاب ''میں بھی سچوں میں ہو جاؤں'' پڑھ لیں۔ تو سب کے پاس اپنی اپنی کتابیں ہیں۔ کوئی اللہ کی کتاب نہیں بتاتا۔ تو کہتے ہیں پہلے مولوی کی کتاب

پڑھیں تا کہ تمہاری مت ماری جائے ۔ تو مجھے کہتے ہیں کہ آپ وہ پڑھیں
میں نے کہا وہ میں نے پڑھی ہوئی ہے اُس کے اندر اُس نے بڑے
بڑے بلنڈر لکھے ہوئے ہیں میں نے ایک دو بتائے۔ تو اُن کے اِدھر
سے جھاگ چھوٹنا شروع ہوگئی غصہ میں آگئے اور فرمانے لگے تو عن قریب
گم راہ ہوجائے گا اور تو غیر مقلد ہوجائے گا۔ میں نے کہا کہ میں تو اہل
حدیث کو گم راہ سمجھتا ہوں میں نے کہاں اہل حدیث ہونا ہے۔ تو فرمانے
لگے نہیں نہیں اِس طرح کی باتیں کرنے والا اہل حدیث ہوجاتا ہے۔
خیر جب ہم وہاں سے نکلے تو ہمارے ایک بھائی کہنے لگے کہ آپ اہل
حدیث کو بھی چیک کرلیں اُن کو چیک کرنے میں کیا حرج ہے؟ تو جب
میں نے اہل حدیث علماء کے بارے میں رابطہ کیا تو مختلف لوگوں کے نام
سامنے آئے۔ الٹی میٹلی خیر جس شخصیت تک میں پہنچا میری خوش قسمتی
ہے وہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تھے۔"

فروری ۲۰۰۸ء میں انجینئر محمد علی مرزا نے اپنی اہلیہ کے ہم راہ حج کیا اور وہاں سے واپس آتے ہی انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ (جو پہلے ہی سے اُن کے پاس موجود تھیں) صحاحِ ستہ کی بقیہ چار کتابیں (سنن ابو داود، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ اپنی خریدیں) اور اُن کا مطالعہ کرنا شروع کردیا۔ اور پھر اِس کے ساتھ ساتھ ہی اُنہوں نے ۲۰۰۸ء (Compiled Study) یعنی مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کو جا کر ملنے کا کام بھی شروع کردیا۔

دیوبندیت سے مسلک اہل حدیث کا سفر:

۲۰۰۸ء ہی میں انجینئر محمد علی مرزا نے اہل حدیث مسلک اختیار کیا اور اِس سلسلہ میں انہوں نے مؤرخہ ۲۸ مئی ۲۰۰۸ء کو مشہور غیر مقلد عالم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۳۵ھ) سے ملاقات کی ۔ اور اُسی دن اُنہوں نے (Properly) رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے

اُٹھتے وقت رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دی۔

اہلِ حدیث حضرات سے اختلاف:

انجینئر محمد علی مرزا کے بقول اُن کو اہلِ حدیثوں کے ساتھ جن مسائل میں اختلاف تھا، چاہے وہ یزید والا ایشو تھا، یا تین طلاق والا ایشو تھا، یا ڈاڑھی والا مسئلہ تھا تو اس قسم کے تمام مسائل کے بارے میں شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا مسلک تو وہی تھا جس پر انجینئر موصوف اپنی تحقیق کے ذریعے پہنچے ہوئے تھے اس لئے بقول موصوف کے میں نے اس اعتبار سے ان کو اچھا پایا۔ کافی عرصہ ان سے رابطہ رہا اور کافی علم اُن سے حاصل کیا۔ لیکن پھر ۲۰۰۸ء میں انجینئر محمد علی مرزا اہلِ حدیث سے منہج کے اعتبار سے نہیں بلکہ مکتبہ فکر کے حوالے سے بہت متنفر ہو گئے تھے۔

شیخ زبیر علی زئی اور انجینئر محمد علی مرزا:

مؤرخہ ۱۷ رجون ۲۰۰۹ء کو انجینئر محمد علی مرزا نے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا ایک انٹرویو ریکارڈ کیا جس میں انہوں نے موصوف کی زبانی اہلِ حدیثوں کی غلطیاں پوائنٹ آؤٹ کیں اور اُن کی ویڈیو منظرِ عام پر لائی تو لاکھوں لوگوں نے دیکھی، جس کی وجہ سے اہلِ حدیث علماء شیخ زبیر علی زئی اور انجینئر محمد علی مرزا دونوں کے خلاف ہو گئے تھے۔

چناں چہ انجینئر محمد علی مرزا خود نقل کرتے ہیں کہ:

> ”بعض اہلِ حدیث علماء یہ کہتے ہیں کہ: ”زبیر علی زئی نے علی مرزا کو گم راہ کیا اور علی مرزا نے زبیر علی زئی کو گم راہ کیا!“ شاید دونوں باتیں ٹھیک ہی ہوں، کیوں کہ اُن کی نظر میں یہ باتیں گم راہی ہیں۔“

اسی دوران انجینئر محمد علی مرزا کو یہ آئیڈیا ہوا کہ اہلِ حدیث مکتبہ فکر کے عوام بھی حقیقت میں اپنے علماء کے مقلد ہیں۔ اُن کے نزدیک جتنے بھی مکاتب فکر ہیں چاہے اہلِ سنت کے آف شوٹز ہوں یا اہلِ تشیع کے، حنفی، شافعی، مالکی حنبلی ہوں، اثنا عشری ہوں، یا زیدیہ ہوں، اہلِ حدیث میں سے سب سے بہتر حق کے اہلِ حدیث کے مسلک کو نہیں بلکہ اُن کے منہج کو سمجھتے ہیں یعنی کتاب وسنت اور اجماع کو حجت مانتے ہیں۔ باقی جو اختلاف رائے ہے اُن سے ”صحیح الاسناد“

احادیث کی رُوشنی میں وہ اپنی جگہ رہتا ہے۔

مسلک اہل حدیث سے شیعیت کا سفر:

بہرحال اِس کے بعد جب انجینئر محمد علی مرزا مسلک اہل حدیث سے بھی دل برداشتہ ہو گئے تو انہوں نے اُس کو بھی خیر آباد کہہ دیا اور اُسی وقت سے انہوں نے یہ تہیہ کرلیا کہ اب وہ بغیر کسی فرقے کے نیوٹرل پلیٹ فارم سے اپنے عقائد و نظریات کا پرچار کریں گے۔

لیکن اِس دوران انجینئر محمد علی مرزا کو ایک شیعہ عالم ثاقب اکبر صاحب کا تعارف ہوا جن کی وساطت سے اُن کو اہل تشیع کے کلچر کو دیکھنے کا موقع ملا جس کی وجہ سے وہ انہیں کے ہو کر رہ گئے اور تا دمِ تحریر وہ اُسی کلچر پر قائم دائم ہیں۔

یوٹیوب پر لیکچرز کا آغاز:

۲۰۱۰ء میں انجینئر محمد علی مرزا نے (Proper) قرآن پر اسپیس ریکارڈ کروانی شروع کیں، جو ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء ہی میں یوٹیوب پر اپلوڈ ہونا شروع ہو گئی تھیں اور پھر اُس کے بعد اُن کے لیکچرز آنا شروع ہو گئے۔

دیگر مسالک سے نظریاتی اختلاف

انجینئر محمد علی مرزا کے بقول اب وہ جس جگہ پر پہنچے ہیں وہ یہی ہے کہ دیوبندی بریلوی اہل حدیث، اہل تشیع (چاہے "اثنا عشری" ہوں، چاہے "زیدی" ہوں، اسی طریقے سے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) سے اختلاف رائے رکھنے کے باوجود "قادیانی" اور "نصیریہ" کے علاوہ سب کو وہ اپنا مسلمان بھائی سمجھتے ہیں۔

انجینئر محمد علی مرزا کی علمی قابلیت

انجینئر محمد علی مرزا نے علمی گھمنڈ کے مسموم جراثیم سے متاثر ہو کر خود اپنے بارے میں یہ دعوے کر رکھے ہیں کہ:

(۱) میں امام ہوں اور میرا نام ہی امام ہے انجینئر محمد علی مرزا (E,M,A,M) امام تو میں ہوں اپنے نام میں۔ میں اپنی ذات میں ایک امام ہوں اپنے نام کے اعتبار سے۔ باقی الحمد للہ تین چار نمازوں میں بھی میں امامت کرتا ہی ہوں روزانہ تقریباً۔

(۲) زندہ اور مردہ کسی عالم دین کی تقریر مجھے لا کر دیں میں اُس کے اندر صرف و نحو (یعنی عربی گرامر) کی غلطیاں نکالوں گا۔ میں نکال کے بتاؤں گا۔ نہ نکال سکوں ناتو مجھے آ کے پکڑ لیں!"

(۳) علمائے کرام اپنی تقریروں، مناظروں اور لیکچروں میں بازاری زبان استعمال کرتے ہیں۔

حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ انجینئر محمد علی مرزا خود اپنے لیکچرز میں ادبی گالیاں دیتے ہیں کبھی تابعین کو "غلیظ لوگ" کہتے ہیں۔ کبھی تابعین کو "چھڈو" اور "بوڑا" کہتے ہیں۔ کبھی علماء کو شیطان کہتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ "بزرگوں کے ختنے" چیک کئے جائیں وغیرہ وغیرہ۔

عربی دانی کا بھرم:

(۴) انجینئر محمد علی مرزا کا دعویٰ ہے کہ آپ قرآنِ پاک کہیں سے بھی کھولیں میں آپ کو ترجمہ کر کے بتا دوں گا۔ میں اُس کی باریکیاں نہ بتا سکوں لیکن ترجمہ من و عن کر کے بتا دوں گا۔ میں نے بیسک عربی اتنی ضرور سیکھ لی کہ میں قرآن پاک کا ترجمہ کر سکوں۔

قرآن خوانی کا بھرم:

لیکن یہ انجینئر محمد علی مرزا کی ''اپنے منہ میاں مٹھو'' بولنے والی مثال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انجینئر صاحب کو قرآنِ مجید کے ترجمہ کی ہوا بھی نہیں لگی۔ چناں چہ اِس حقیقت کے پیشِ نظر ذیل میں ہم انجینئر صاحب کی چند ایک مثالیں درج کرتے ہیں جن سے اُن کے مذکورہ بالا دعوے کا بھرم کھل جاتا ہے:

پہلی مثال:

چناں چہ ایک مرتبہ انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں قرآن مجید کی اِس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے: ﴿ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ﴾[1] (یعنی اے نبی! اِن سے کہہ دو کہ اگر اللہ مسیح ابن مریم کو اور اُن کی ماں کو اور زمین میں جتنے لوگ ہیں اُن سب کو ہلاک کرنا چاہے تو کون ہے جو اللہ کے مقابلے میں کچھ کرنے کی ذرا بھی طاقت رکھتا ہو؟) میں: ﴿ اُمَّهٗ ﴾ جو کہ ﴿ يُهْلِكَ ﴾ کا مفعول بہ ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب تھا اُس کو ﴿ اَرَادَ ﴾ کا فاعل سمجھ کر ﴿ اُمُّهٗ ﴾ مرفوع پڑھ دیا جس سے ترجمہ یہ بن گیا کہ (یعنی اے نبی! اِن سے کہہ دو کہ اگر اللہ اور مسیح کی ماں (دونوں شریک ہوکر) مسیح ابن مریم کو اور زمین میں جتنے لوگ ہیں اُن سب کو ہلاک کرنا چاہیں تو کون ہے جو اللہ کے مقابلے میں کچھ کرنے کی ذرا بھی طاقت رکھتا ہو؟) استغفر اللہ! اور اِس طرح انجینئر محمد علی مرزا کی جہالت و نادانی سے ہونے والی معمولی سی غلطی سے قرآنِ مجید کی آیت کا معنی و مفہوم کہیں سے کہیں چلا گیا، اور توحید سے جا کر شرک میں بٹ گیا۔

دوسری مثال:

اسی طرح ایک مرتبہ انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں قرآن مجید کی اِس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے: ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْ اَنِّيْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾[2] (یعنی میرے بندوں کو

---

[1] (المائدۃ: ۱۷/۵)

[2] (الحجر: ۱۵/۴۹)

بتادو کہ میں بہت ہی بخشنے والا بڑا مہربان ہوں) میں ﴿أَنِّي﴾ کے ہمزہ کے فتح کی جگہ کسرہ لگا کر اُس کو ﴿إِنِّي﴾ پڑھ دیا، حالاں کہ فنِ نحو یعنی عربی گرامر کے اُصول کے اعتبار سے لفظ "إنَّ" کلام کے شروع میں آتا ہے اور لفظ "أنَّ" کلام کے درمیان میں آتا ہے، لیکن یہاں انجینئر صاحب نے فنِ نحو سے جہالت و لاعلمی بناء پر لفظ "إنَّ" کو کلام کے درمیان میں لاکر نہ صرف یہ کہ عربی گرامر کی غلطی کی ہے بلکہ قرآنِ مجید کی آیت ہی غلط تلاوت کی ہے۔

تیسری مثال:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں قرآنِ مجید کی اِس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے: ﴿ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوْا ﴾[1] کو ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ﴾ پڑھا، اور دوسرا اِس کا ترجمہ بھی غلط کیا کہ: "تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے!"

انجینئر محمد علی مرزا نے اِس آیت میں تین غلطیاں کیں ہیں۔ پہلی غلطی تو یہ کی کہ لفظ ﴿إِلَّا﴾ کے بعد شروع میں لفظ "واوَ" بڑھا دیا، حالاں کہ قرآنِ مجید میں اِس جگہ لفظ "واوَ" نہیں ہے، بلکہ اصل میں ہے: ﴿إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوْا﴾ اور دوسری غلطی یہ کی کہ لفظ: ﴿مَعَهُمْ﴾ کی جگہ انہوں نے لفظ: ﴿مَعَكُمْ﴾ پڑھ دیا۔ اور تیسری غلطی یہ کی کہ لفظ: ﴿مَعَكُمْ﴾ کے آگے انہوں نے لفظ: ﴿كَانُوْا﴾ کی جگہ لفظ: ﴿كنتم﴾ پڑھ دیا۔ جس سے قرآنِ مجید کی آیت کا معنی و مفہوم بدل کر کہیں سے کہیں جا پہنچا۔

چوتھی مثال:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں قرآنِ مجید کی اِس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے: "﴿وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ﴾[2] ترجمہ: اور وہ گمان بھی نہ کرتے تھے کہ اُن کے قلعے اُن کو اللہ کے مقابلے پر بچا لیں گے۔

اِس میں لطف یہ ہے کہ انجینئر محمد علی مرزا کبھی اِس جملے کو ﴿مانعتهم﴾ پڑھتے ہیں

---

[1] (المجادلة: ۷/۵۸)

[2] (الحشر: ۲/۵۹)

کبھی لفظ ﴿مـا﴾ پر رُک کر "نعتهم" پڑھتے ہیں اور اپنی جہالت و نادانی کی بناء پر یہ سمجھتے ہیں کہ لفظ: ﴿ما﴾ الگ ہے لفظ: ﴿نعمتهم﴾ یا لفظ: ﴿نعتهم﴾ الگ ہے، حالاں ﴿مانعتهم﴾ مکمل ایک کلمہ ہے اور اِس پر دلیل یہ ہے کہ ترجمہ میں اُنہوں نے لفظ: ﴿مـا﴾ کو "نافیہ" سمجھ کر اُس کا یہ غلط ترجمہ کیا: "اور وہ گمان بھی نہ کرتے تھے کہ اُن کے قلعے اُن کو اللہ کے مقابلے پر۔" حالاں کہ اِس کا صحیح ترجمہ یہ ہے: "اور وہ بھی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اُن کے قلعے اُنہیں اللہ سے بچالیں گے، پھر اللہ اُن کے پاس ایسی جگہ سے آیا جہاں اُن کا گمان بھی نہیں تھا۔"

پانچویں مثال:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں قرآنِ مجید کی اِس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے: ﴿كَـانَـا يَـأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾[1] ترجمہ: وہ (حضرت مریم اور عیسیٰ علیہما السلام) دونوں کھانا کھاتے تھے) کی جگہ ﴿كَـانَ يَـأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾ پڑھ دیا لیکن اُس کا ترجمہ ٹھیک کیا کہ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔

اِس میں لطف یہ ہے کہ انجینئر محمد علی مرزا نے فنِ نحو یعنی عربی گرامر سے جہالت و لاعلمی کی بناء پر ﴿يَـأْكُلَانِ﴾ صیغہ تو تثنیہ کا پڑھا، لیکن اُس کے ساتھ جو ماضی استمراری کی علامت لفظ ﴿كَانَا﴾ متصل ہے (جو صیغہ کے بدلنے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے) اُس کو ﴿كَانَ﴾ واحد کرکے پڑھا اور پھر ترجمہ دونوں کا تثنیہ کا کرکے اپنی قرآن فہم کا ثبوت دیا کہ میں قرآنِ پاک کی آیت من وعن ترجمہ کرسکتا ہوں۔ حالاں کہ فنِ نحو یعنی عربی گرامر کی ابجد سے واقفیت رکھنے والا ادنیٰ سا طالب علم بھی یہ بات جانتا ہے کہ ماضی استمراری بناتے وقت فعل مضارع کے صیغے کے بدلنے کے ساتھ ساتھ اُس کی علامت لفظ ﴿كَـانَ﴾ بھی بدلتی رہتی ہے، لیکن حیرت ہے کہ انجینئر صاحب فنِ نحو یعنی عربی گرامر کے اِس چھوٹے اور بنیادی اُصول سے بھی لاعلم اور جاہل نکلے۔

قرآن فہمی کا بھرم:

انجینئر محمد علی مرزا کی قرآن خوانی کی غلطیوں کی طرح اُن کی قرآن فہمی کی غلطیاں بھی

---

[1] (المائدة: ۵/۷۵)

بے شمار ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں عربی زبان کے اُصول وقواعد اور اُس کی گرامر کی ہوا تو کجا اُس کا سایہ بھی اُن پر نہیں پڑا، ذیل میں ہم اُن میں سے چند ایک مثالیں پیش کرتے ہیں:

پہلی مثال:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں قرآنِ مجید کی آیت ﴿أُولٰٓئِکَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْنَ﴾[1] ترجمہ کیا: ''ایسے لوگ پھر عزت والی جنتوں میں ہوں گے۔'' اِس میں لطف یہ ہے کہ اِس آیت کے ترجمہ میں انجینئر صاحب نے ﴿جَنّٰتٍ﴾ کو موصوف بنایا اور ﴿مُکْرَمُوْنَ﴾ کو اُس کی صفت بنا دیا، حالاں کہ یہ ﴿جَنّٰتٍ﴾ کی نہیں بلکہ ﴿أُولٰٓئِکَ﴾ کی صفت ہے، جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ: ''وہ لوگ جنتوں میں عزت کے ساتھ رہیں گے۔''

دوسری مثال:

اسی طرح انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں قرآنِ مجید کی آیت: ﴿فَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِيْنَ﴾[2] کا ترجمہ کیا: ''آپ کافروں کی بات کا بُرا نہ منائیں۔'' حالاں کہ اِس کا صحیح ترجمہ یہ بنتا ہے: ''لہٰذا آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں۔''

اِس لئے کہ صیغہ ﴿لَا تُطِعْ﴾ ''اطاعت'' سے نکلا ہے جس کا معنی ہے اطاعت کرنا، فرماں برداری کرنا، اور اِس کے شروع میں ''لائے نہی'' ہے جس کا ترجمہ یہ بنتا ہے کہ: ''آپ اطاعت نہ کریں'' لیکن حیرت ہے کہ انجینئر صاحب نے اِس کا ترجمہ ''بات کا بُرا منانے'' سے کیا ہے، حالاں کہ دُنیا کی کسی بھی ''لغت'' (Dictionary) میں ﴿لَا تُطِعْ﴾ کا ترجمہ ''بات کا بُرا منانا'' نہیں لکھا ہوا ہے۔

" هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين "

ایک چوری اُوپر سے سینہ زوری:

پھر طرفہ تماشا یہ کہ اِس کے بعد جب اُن کو اُن کے اِس غلط ترجمہ پر ''پکڑی'' ملی تو پہلے

---

[1] (المعارج: ۳۵/۷۰)

[2] (الفرقان: ۵۲/۲۵)

تو اُنہوں نے بال کی کھال اُتارنی شروع کی (جس کا طعن وہ اکثر و بیشتر علماء کو دیتے ہیں کہ وہ اپنی غلطی کو تسلیم کرنے کے بجائے بال کی کھال اُتارتے ہیں) اور پھر اُس کے بعد اُس کی انتہائی بے ہودہ اور خلافِ حقیقت یہ تاویل پیش کی کہ "اطاعت نہ کرنا" اور "بات کا بُرا منانا" میں "اُنیس بیس ہی کا تو فرق ہے" "میں نے تو آیت کا مفہوم بیان کیا تھا" لیکن پھر جب اُنہوں نے دیکھا کہ یہاں دال گلتی نظر نہیں آرہی اور میری تاویل بے کار ثابت ہو رہی ہے تو پھر خود ہی اپنے اگلے لیکچر میں بتائے بغیر اپنی اِس غلطی کو فوراً دُرست کرلیا۔

دیگراں را نصیحت خود را فضیحت:

جب کہ خود انجینئر محمد علی مرزا نے کسی ایسے ہی موقع کی مناسبت سے مفتی طارق مسعود صاحب کے بارے میں یہ کہا تھا کہ:

"خود اتنی بھی حیاء نہیں آئی کہ بات کرتے ہوئے یہ کہہ دوں کہ میں نے انجینئر کا کلپ سن کر توبہ کی ہے، کیوں کہ پچھلے کلپ میں تو تم نے نہیں مانا ہوا تھا۔"

جب کہ خود انجینئر صاحب نے بعض علماء کے توجہ دلانے سے اپنی قرآن خوانی و قرآن فہمی اور محاورات وغیرہ جیسے بیسیوں غلطیوں سے چپکے سے توبہ کر کے بے حیائی کی تاریخ رقم کی ہے۔

ایک دلچسپ غلطی:

چناں چہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے جب شروع شروع میں انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے لئے یہ شعر گھڑا کہ:

نہ میں بابی نہ میں وہابی
میں ہوں مسلم علم و کتابی

تو بعض علماء نے اُن کو بتایا کہ اُردُو محاورے کے اعتبار سے اِس شعر کا آخری مصرع غلط ہے، یہ جملہ در حقیقت "علم و کتابی" نہیں، بلکہ "علمی کتابی" ہونا چاہیے، چناں چہ انجینئر

صاحب نے فوراً اُس سے رجوع کیا اور شعر کا مصرع دُرست کرلیا کہ:

نہ میں بابی نہ میں وہابی
میں ہوں مسلم علی کتابی

کہہ دیتے کہ میں نے فلاں مولانا صاحب کے کہنے پر اپنی اِس غلطی سے توبہ کی ہے۔

حیرت ہے کہ جب یہ بات مفتی طارق مسعود صاحب کے لئے بے حیائی والی بن سکتی ہے تو انجینئر محمد علی مرزا کے لئے کیوں نہیں بن سکتی؟ آخر وہ کس باغ کی مولی ہیں؟

ع: دیگراں را نصیحت خود را فضیحت

قول و فعل میں تضاد:

لہٰذا دیانت داری و حیاداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ انجینئر محمد علی مرزا بھی چپکے اور خاموشی سے قرآنِ مجید کی زیرِ بحث مذکورہ آیت کا ترجمہ صحیح نہ کرتے ، بلکہ علانیہ لوگوں کو بتاتے کہ پچھلے لیکچر میں مجھے اِس آیت کے ترجمہ میں غلطی لگ گئی تھی تو فلاں مولانا صاحب نے مجھے میری اِس غلطی پر ٹوکا تھا اور میری اصلاح کی تھی اور مجھے اِس کا صحیح ترجمہ بتایا تھا، لہٰذا میں علانیہ طور پر آپ تمام لوگوں کے سامنے اپنی اِس غلطی کا اعتراف کرتا ہوں اور اُس سے علی الاعلان رجوع کرتا ہوں اور فلاں مولانا صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں:

آپ ہی اپنی اداؤں پہ غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو بے ادبی ہوگی

تیسری مثال:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں قرآنِ مجید کی آیت: ﴿بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾[1] کا ترجمہ کیا ہے: "اُس کے سبب جو تمہیں کتاب کی تعلیم دی جاتی ہے اور اُس کے سبب جو تم کتاب پڑھاتے ہو۔" حالاں کہ اِس کا صحیح ترجمہ یہ ہے: "بہ سبب اُس کے جو آپ کتاب پڑھاتے رہے ہو اور جو کچھ پڑھتے رہے ہو۔"

---

[1] (آل عمران: ۷۹/۳)

اِس میں لطف یہ ہے کہ ایک تو انجینئر صاحب نے ﴿بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ﴾ میں پہلے صیغے ﴿كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ﴾ کا ترجمہ مجہول کا کیا ہے: ''تمھیں کتاب کی تعلیم دی جاتی ہے۔'' حالاں کہ یہ معروف کا صیغہ ہے، جس کا ترجمہ ہے: ''تم کتاب پڑھاتے رہے ہو۔'' اور دوسرے صیغے: ﴿كُنتُمْ تَدْرُسُونَ﴾ کا ترجمہ متعدی کا کیا ہے کہ: ''تم کتاب پڑھاتے ہو۔'' حالاں یہ کہ صیغہ لازم ہے: دَرَسَ (ن) دُرُوْساً : الکتاب او العلم : پڑھنا، جس کا ترجمہ بنتا ہے: ''تم پڑھتے ہو۔''

اندازہ لگائیے: کہ جس شخص کو ''فنِ صرف'' یعنی عربی گرامر کی ہوا بھی نہ لگی ہو اور اسے صیغے کے معروف و مجہول اور اُس کے لازم و متعدی ہی کا نہ پتہ ہو، بھلا وہ شخص قرآنِ مجید کی آیت کا صحیح ترجمہ یا اُس کا صحیح معنی و مفہوم کیوں کر بیان کر سکتا ہے؟

چوتھی مثال:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں قرآنِ مجید کی آیت: ﴿افلا تتفكرون﴾[1] کا ترجمہ یہ کیا: ''کیا یہ لوگ تفکر نہیں کرتے؟'' حالاں کہ اِس کا صحیح ترجمہ ہے کہ: ''کیا تم لوگ تفکر نہیں کرتے؟''

اِس میں لطف یہ ہے کہ انجینئر صاحب نے اپنی جہالت و نادانی اور فنِ صرف سے لاعلمی کی بنا اِس کو جمع مذکر غائب کا صیغہ سمجھ لیا، حالاں کہ یہ جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے، اور اِس میں جمع مذکر حاضر کی علامت لفظ ''ت'' اِس کے بالکل شروع میں واضح نظر آ رہی ہے۔ لیکن:

''ہنوز نہ چید اند لذتِ ادرک؟''

پانچویں مثال:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں قرآنِ مجید کی اِس آیت ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ﴾[2] میں اپنی جہالت و نادانی کی وجہ سے لفظ: ﴿كَيْفَ﴾ کو

---

[1] (الأنعام: ٦/٥٠)

[2] (البقرة: ٢/٢٦٠)

"شک" کے معنی میں لے کر اِس کی یہ انتہائی غلط اور خلافِ حقیقت تفسیر بیان کی کہ العیاذ باللہ! (اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں) "شک" تو کبھی انبیاء کو بھی ہو جاتا ہے (جیسا کہ اِس آیت میں (العیاذ باللہ!) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں شک ہوا کہ آپ کیسے مردہ کو زندہ کریں گے؟)" حالاں کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لفظ "کیف" حالات کی "کیفیت" بیان کرنے کے لئے بولا ہے، لیکن افسوس کہ انجینئر صاحب نے اپنی جہالت و نادانی کی وجہ سے قرآنِ مجید کی غلط تفسیر بیان کر کے نہ صرف یہ کہ قرآنِ مجید کی بے ادبی کا ارتکاب کیا ہے بلکہ انہوں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی بھی صریح توہین و تنقیص کی ہے۔

حدیث دانی کا بھرم:

انجینئر محمد علی مرزا کی قرآن خوانی کی غلطیوں اور قرآن فہمی کی غلطیوں کی طرح اُن کی حدیث دانی کی غلطیاں بھی بے شمار ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں واقعی عربی زبان کے اُصول و قواعد اور اُس کی مبادیات کی سرے سے ہی کوئی شدھ بدھ نہیں ہے، بلکہ وہ تراجم حدیث کی کتابیں دیکھ کر بھی حدیث شریف کے عربی الفاظ کا صحیح طرح سے ترجمہ کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے۔

چناں چہ ذیل میں ہم اُن میں سے چند ایک مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے اُن کی "حدیث دانی" کی اصل حقیقت وا ہوتی ہے:

پہلی مثال:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں ایک حدیث پڑھتے ہوئے: ﴿إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ﴾ [1] میں لفظ ﴿أَحَقَّ﴾ کے "ق" کے اُوپر "فتحہ" (زبر) پڑھنے کے بجائے ﴿أَحَقُّ﴾ "ضمہ" (پیش) پڑھ دیا، حالاں کہ عربی زبان کی ابتدائی جماعت کا طالب علم بھی یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ فنِ نحو یعنی عربی گرامر کے اُصول کے اعتبار سے لفظ "إِنَّ" کا اسم

---

[1] (صحيح البخاري: ج ۷ ص ۱۳۱ ح ۵۷۳۷ ط دار طوق النجاة)

ہمیشہ منصوب ہوتا ہے اور اُس پر "ضمہ" (پیش) نہیں بلکہ "فتحہ" (زبر) آتا ہے، اسی طرح لفظ ﴿ أجراً ﴾ (جو کہ ترکیب میں ﴿ أخلفتم ﴾ کا مفعول بہ واقع ہو رہا ہے) کی ﴿ ر ﴾ کے اُوپر "تنوین مفتوحہ" (دو زبریں) پڑھنے کے بجائے ﴿أجرٌ﴾ "ضمہ" (پیش) پڑھ دیا، حالاں کہ فن نحو سے واقفیت رکھنے والا ادنیٰ سا طالب علم بھی یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ مفعول بہ ہمیشہ منصوب ہوتا ہے، لیکن حیرت ہے کہ انجینئر صاحب کو فن نحو یعنی عربی گرامر کے اِس بنیادی اُصول کا بھی علم نہیں اور وہ لگے ہیں لوگوں کو حدیث سمجھانے میں۔

دوسری مثال:

انجینئر محمد علی مرزا اپنے ایک لیکچر میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ:

"سیدنا عمر کسی صحابی کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے جب تک حذیفہ بن یمان کو نہ دیکھ لیتے، اگر حذیفہ بن یمان جنازہ پڑھتے تو سیدنا عمر جنازہ پڑھتے، ورنہ کسی صحابی کا جنازہ نہ پڑھتے کہ کہیں یہ منافقین میں سے شامل نہ ہو۔ یہ قول حضرت قتادہ کا ہے جس کی سند انہوں نے بیان نہیں کی، دوسری بات روایت کے الفاظ یہ ہیں "ان عمر بن الخطاب كان اذا مات رجل يري أنه منهم نظر الي حذيفة فان صلي عليه والا تركه عمر رضي الله عنه" جب کوئی آدمی مرتا۔ یہ اُن بارہ منافقین کا قصہ ہے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا تھا، چھ تو بیماری میں ہی ہلاک ہو گئے تھے اور چھ باقی تھے، جب کوئی ایسا آدمی مرتا جس سے حضرت عمر کو شک ہوتا کہ یہ اُن منافقین میں سے ہے جنہوں نے مل کر حضور پر حملہ کیا تھا اور آپ نے اُن بارہ کے نام حضرت حذیفہ کو بتائے تھے جب عمر کو شک ہوتا تو وہ حذیفہ کی طرف دیکھتے اگر حذیفہ جنازہ پڑھ لیتے تو مطلب یہ ہوتا کہ یہ منافقین میں سے نہیں ہے حضرت عمر بھی پڑھ لیتے، اگر حضرت حذیفہ جنازہ نہ پڑھتے تو عمر بھی نہ

پڑھتے۔"

قارئین کرام! اندازہ لگائیے کہ یہاں منافقین کا حال بیان ہو رہا اور انجینئر محمد علی مرزا کہہ رہے ہیں کہ:

"حضرت عمر کسی صحابی کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے!.....الخ" (العیاذ باللہ!)

حالاں کہ یہاں انجینئر صاحب کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی منافق کا نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے، کیوں کہ کوئی منافق صحابی نہیں ہو سکتا، تو پھر کسی منافق کا نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کو صحابی کا نمازِ جنازہ نہ پڑھنے سے تعبیر کرنا نہ صرف یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ایک عظیم بہتان ہے بلکہ اِس میں تو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی صریح توہین و گستاخی ہے۔ أعاذنا الله منه

تیسری مثال:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں کہا ہے کہ:

"بخاری میں موجود ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک صحابی نے آ کر کہا تھا: ﴿جَزَاکِ اللّٰهِ خَيْرًا﴾

اِس میں لطف یہ ہے کہ انجینئر صاحب نے یہاں لفظ "اَللّٰهِ" کی "ہا" کے نیچے "کسرہ" (زیر) پڑھ دیا، حالاں کہ فنِ صرف یعنی عربی گرائمر کے اعتبار سے اِس کے اُوپر "فتحہ" (زبر) آنا چاہیے، کیوں کہ یہ لفظ صیغۂ ﴿جَزَاکِ﴾ کا فاعل بن رہا ہے اور قاعدہ ہے کہ فاعل ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے، لہٰذا یہ بھی مرفوع ہوگا، کیوں کہ مجرورات دُنیا میں دو ہی ہیں: ایک مجرور بہ حرف جر دوسرا مجرور مضاف الیہ۔

چوتھی مثال:

انجینئر محمد علی مرزا اپنے ایک لیکچر میں امام ابن سیرین رحمہ اللہ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں: ﴿كَانَ مُعَاوِيَةُ لَا يُتَّهَمُ فِي الْحَدِيْثِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾ اِس میں لطف یہ ہے کہ یہاں انجینئر صاحب نے فنِ صرف (عربی گرائمر) سے جہالت و نادانی کی

وجہ سے ﴿لَا يُتَّهَمُ﴾ کی جگہ ﴿لَا يُتَّهَّمُ﴾ (بتشدید الھاء) پڑھ دیا، جو کہ عربی گرامر کی رُو سے ایک فاش اور صریح غلطی ہے۔

پانچویں مثال:

انجینئر محمد علی مرزا اپنے اسی لیکچر میں ایک اور غلطی یہ کی کہ اُنہوں نے "حدیث حوب" کا لفظ ہی غلط پڑھا، حالاں کہ اِس کا صحیح تلفظ "حدیث حوأب" ہے اور دوسرا یہ کہ اِس کا ترجمہ بھی اُنہوں نے "کتوں والی حدیث" سے کر دیا ہے، حالاں کہ "حوأب" کتے کا نام نہیں بلکہ ایک جگہ کا نام ہے۔ اصل الفاظ "حدیث کلاب حوأب" ہیں۔

چھٹی مثال:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں: ﴿أَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ﴾ بفتح الصاد کو ﴿أَلصِّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ﴾ بکسر الصاد پڑھ دیا، بلکہ وہ عام طور پر بھی اردو زبان میں 'صَحابہ کرام' کے جملہ کو 'صِحابہ کرام' ہی پڑھتے ہیں۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ جس شخص کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ٹھیک طرح سے نام لینا نہیں آتا وہ بھی اُن کے خلاف زبانِ طعن دراز کر کے اپنے علمی کتابی ہونے کا ڈھونگ رچاتا ہے۔

ہلدی کی گرہ لے کر پنساری بن بیٹھنا:

انجینئر محمد علی مرزا کی اِن تمام تلفظ، ترجمہ، معنی، مفہوم اور فن صرف ونحو (عربی گرامر) کی واضح، صریح، فاش اور بنیادی غلطیوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُنہیں فن صرف ونحو یعنی عربی گرامر کا قطعی طور پر کوئی علم نہیں ہے اور اُنہیں اِس کی ادنیٰ سی بھی ہوا نہیں لگی ہے، لیکن حیرت ہے کہ وہ علماء کے مقابلے میں عوام الناس کو قرآن وحدیث کی رُوشنی میں مذہب اسلام سمجھانے اور علماء کی پگڑیاں اُچھالنے میں لگے ہوئے ہیں۔

کسی نے سچ کہا ہے:

" أنف في الماء واست في السماء "

اعترافِ حقیقت:

اِس میں شک نہیں قرآنِ مجید اور احادیث نبویہ کی تلاوت، اُن کا ترجمہ اور اُن کی تفسیر و تشریح کرتے وقت انسان ہونے کے ناطے بڑے بڑوں سے غلطیاں صادر ہو جاتی ہیں، جو قرآنِ مجید اور احادیث نبویہ کے فہم وتدبر سے خوب اچھی طرح واقف ہوتے ہیں، لیکن اُس سے کسی کے ذہن میں یہ تصور کبھی بھی نہیں اُبھر سکتا کہ وہ قرآنِ مجید اور احادیث نبویہ کی علوم و معارف سے نابلد ہیں یا اُن کے پاس قرآنِ مجید اور احادیث نبویہ کی تفسیر وتشریح بیان کرنے کے لئے علوم وفنون نہیں ہیں، یا اُن کو عربی گرائمر پر اچھی طرح عبور حاصل نہیں ہے، لیکن اِس کے برخلاف اگر یہی غلطی انجینئر محمد علی مرزا جیسے قرآنی علوم اور عربی گرائمر سے نابلد کسی جاہل اور ان پڑھ شخص سے واقع ہو جائے (جس نے باقاعدہ طور پر یہ علوم وفنون کسی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے اُس سے حاصل نہ کیے ہوں) تو خواہ وہ اُس الفاظ وکلمات ٹھیک پڑھ رہا ہو اور اُس کا ترجمہ تفسیر غلط بیان کر رہا ہو یا ترجمہ وتفسیر تو ٹھیک بیان کر رہا لیکن اُس کے الفاظ غلط پڑھ رہا ہو تو بہر حال اسے قرآنِ مجید اور احادیث نبویہ کے علوم و معارف کا ماہر اور اُس کا سمجھنے والا نہیں کہا جائے گا، اور نہ ہی اسے قرآنِ مجید اور احادیث نبویہ کے ترجمہ وتفسیر اور تشریح وتوضیح کرنے میں کسی بھی طرح لب کشائی کی اجازت دی جائے گی۔

تفسیر قرآن کے لئے پندرہ علوم پر مہارت ضروری ہے!:

چناں چہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۰۲ھ) لکھتے ہیں:

> ”قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے کا مطلب ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جن کو ہر شخص سمجھتا ہے اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا جس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد نے اشارہ کیا ہے کہ جو شخص قرآنِ پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اُس شخص نے خطاء کی۔ بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اِس کے الفاظ فرمائے ہیں کہ جن کی تلاوت میں ہر شخص

برابر ہے اور باطن سے مراد اس کے معنی اور مطالب ہیں جو حسبِ استعداد مختلف ہوتے ہیں۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآنِ پاک کے معانی میں غور وفکر کرو کہ اِس میں اوّلین وآخرین کا علم ہے، مگر کلام پاک کے معنی کے لئے جو شرائط وآداب ہیں اُن کی رعایت ضروری ہے، یہ نہیں کہ ہمارے زمانے کی طرح سے جو شخص عربی میں چند الفاظ کے معنی جان لے، بلکہ اِس سے بھی بڑھ کر بغیر کسی لفظ کے معنی جانے اُردو تر جمہ دیکھ کر اپنے رائے کو اس میں داخل کر دے۔ اہل فن نے تفسیر کے لئے پندرہ علوم پر مہارت ضروری بتلائی ہے۔ وقتی ضرورت کی وجہ سے مختصراً عرض کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ بطن کلام پاک تک رسائی ہر شخص کو نہیں ہو سکتی۔ اوّل لغت جس سے کلام پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جاویں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُس کو جائز نہیں کہ بدونِ معرفت لغاتِ عرب کے کلام پاک میں کچھ لب کشائی کرے۔ اور چند لغات کا معلوم ہو جانا کافی نہیں۔ اِس لئے کہ بسا اوقات لفظ چند معانی میں مشترک ہوتا ہے اور وہ اُن میں سے ایک دو معنی جانتا ہے اور فی الواقع اُس جگہ کوئی اور معنی مراد ہوتے ہیں۔ دوسرے نحو کا جاننا ضروری ہے، اِس لئے کہ اعراب کے تغیر وتبدل سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں اور اعراب کی معرفت نحو پر موقوف ہے۔ تیسرے صرف کا جاننا ضروری ہے، اِس لئے کہ بنا اور صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہو جاتے ہیں۔ ابن فارسؒ کہتے ہیں کہ جس شخص سے علم صرف فوت ہو گیا اُس سے بہت کچھ فوت ہو گیا۔ علامہ زمخشری اعجوباتِ تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کلام پاک کی آیت ﴿یوم ندعوا کل انس بامامھم﴾[1]

---

[1] (الاسرائیل: ۱۷/۷۱)

(ترجمہ: جس دن کہ پکاریں گے ہم ہر شخص کو اُس کے مقتدا اور پیش رو کے ساتھ) اِس کی تفسیر صرف سے ناواقفیت کی وجہ سے یہ کی کہ: جس دن پکاریں گے ہر شخص کو اُن کی ماؤں کے ساتھ' امام کا لفظ جو مفرد تھا اُس کو "ام" کی جمع سمجھ گیا۔ اگر وہ صرف سے واقف ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ "ام" کی جمع "امام" نہیں آتی۔ چوتھے اشتقاق کا جاننا ضروری ہے، اِس لئے کہ لفظ جب کہ دو مادّوں سے مشتق ہو تو اُس کے معنی مختلف ہوں گے، جیسا کہ "مسیح" کا لفظ ہے کہ اِس کا اشتقاق "مسح" سے بھی ہے، جس کے معنی چھونے اور تر ہاتھ کسی چیز پر پھیرنے کے ہیں اور "مساحت" سے بھی ہیں جس کے معنی "پیمائش" کے ہیں۔ پانچویں علم معانی کا جاننا ضروری ہے، جس سے کلام کی ترکیبیں معنی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ چھٹے علم بیان کا جاننا ضروری ہے، جس سے کلام کا ظہور و خفا، تشبیہ و کنایہ معلوم ہوتا ہے۔ ساتویں علم بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تینوں فن علم بلاغت کہلاتے ہیں۔ مفسر کے اہم علوم میں سے ہیں۔ اِس لئے کہ کلام پاک جو سراسر اعجاز ہے اِس سے اِس کا اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ آٹھویں علم قرأت کا جاننا بھی ضروری ہے، اِس لئے کہ مختلف قرأتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعض معنی کی دوسرے معنی پر ترجیح معلوم ہو جاتی ہے۔ نویں علم عقائد کا جاننا بھی ضروری ہے، اِس لئے کہ کلام پاک میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کے ظاہری معنی کا اطلاق حق سبحانہ و تقدس پر صحیح نہیں، اِس لئے اُن میں کسی تاویل کی ضرورت پڑے گی، جیسے کہ ﴿ید اللہ فوق ایدیھم﴾[1] دسویں اُصولِ فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جس سے وجوہ استدلال و استنباط معلوم ہو سکیں۔ گیارھویں اسباب نزول کا معلوم ہونا

---

[1] (الفتح: ۴۸/۱۰)

بھی ضروری ہے کہ شانِ نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح ہوں گے اور بسااوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی شانِ نزول پر موقوف ہوتا ہے۔ بارھویں ناسخ ومنسوخ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے، تا کہ منسوخ شدہ احکام ''معمول بہا'' سے ممتاز ہوسکیں۔ تیرھویں علم فقہ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں۔ چودھویں اُن احادیث کا جاننا ضروری ہے جو قرآنِ پاک کی مجمل آیات کی تفسیر واقع ہوئی ہیں۔ اِن سب کے بعد پندھرواں وہ ''علم وہبی'' ہے جو حق سبحانہ وتقدس کا عطیۂ خاص ہے، اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔[1]

بوزنہ چہ داند لذتِ ادرک؟

انجینئر محمد علی مرزا کو تو ابھی تک قرآنِ مجید کے ٹھیک طرح سے الفاظ پڑھنے نہیں آتے وہ کیا جانیں اِن پندرہ علوم کو کہ وہ کیا ہوتے ہیں؟ اِن کو حاصل کرنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑھتے ہیں، جہابذہ اہل علم کے سامنے زانوئے تملذ طے کرنے پڑتے ہیں اور برسوں اللہ والوں کی جوتیاں سیدھی کرنی پڑتی ہیں کہ:

صوفی نہ شود صافی
تا در نہ کشد جامے
بسیار سفر باید
تا پختہ شود خامے

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ کی شدید ترین گستاخی کی ہے اور اُن پر یہ تہمت لگائی ہے کہ العیاذ باللہ! انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر

---

[1] (فضائل قرآن: ص ۲۰،۲۱ط کتب خانہ فیضی لاہور پاکستان)

کوٹ کوٹ کر گناہ بھر دیئے تھے۔

چناں چہ انجینئر موصوف فرماتے ہیں:

”اسی لیول کا ایک گناہ صحابہ کرام میں کوٹ کوٹ کے نبی علیہ السلام نے بھرا تھا!“[1]

استغفر اللہ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنی بڑی تہمت کہ اُنہوں نے العیاذ باللہ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم دکھانے کے بجائے اُنہیں گناہوں پر ڈال رکھا تھا اور اُن میں گناہ کوٹ کوٹ کر بھر دیئے تھے تو سوال یہ ہے کہ بقول تمہارے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی (العیاذ باللہ!) اُمت کو گناہوں پر ڈال دیا تھا اور گناہوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا تو پھر مسلمانی کہاں باقی رہ گئی تھی، لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرنے والا کون تھا؟ اُن کو دین سمجھانے اور سکھانے والا کون تھا؟:

ع: چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

حقیقت یہ ہے کہ اِن کفریہ اور گستاخانہ کلمات سے انجینئر محمد علی مرزا ایمان سے نکل گئے ہیں اور اُن کا نکاح بھی ٹوٹ گیا ہے، اور وہ مرتد ہو گئے ہیں، اُنہیں اب دوبارہ سرِ عام اسلام قبول کرنا چاہیے، اپنے ایمان و نکاح کی تجدید کرنی چاہیے اور اللہ رب العزت کے حضور اپنے اِس جرم اور گناہ کی معافی مانگنی چاہیے اور اب آئندہ کے لئے اُنہیں دوسروں کو دین سکھانے کے بجائے خود طالب علم بن علمائے کرام سے دینِ اسلام سیکھنا چاہیے، کہ اِسی میں اُن کے ایمان کی حفاظت و بقاء ہے اور اسی کے ذریعے اب وہ اپنے آپ کو راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم پر باقی رکھ سکتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی:

انجینئر محمد علی مرزا اپنے ایک لیکچر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین و تنقیص کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”تو آج کے دور میں جو موبائل سے دیکھ کے (قرآن) پڑھ

---

[1] (یوٹیوب لیکچر بہ عنوان: ”سیدہ عائشہ کا قاتل کون؟“)

رہا ہے، اُس کو صحابہ کرام (جو زبانی پڑھتے تھے) اُس سے زیادہ ثواب ہے، اگر اُن کا وہ لیول اور نیت بھی اُس لیول کی ہو وہ ایک علیحدہ سے بات ہے اُس میں نہیں ہم پڑ رہے، میں اوور آل گنتی کی بات کر رہا ہوں، ایک آدمی دیکھ رہا ہے اور ساتھ پڑھ بھی رہا ہے یہ ڈبل ثواب ہے اور ایک بندہ صرف زبانی پڑھے، صحابہ تو زبانی پڑھتے تھے۔"

انجینئر محمد علی مرزا نے اِس لیکچر میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شدید ترین توہین و تنقیص اور اُن کی سخت ترین گستاخی کی ہے، آج کے چودہ سو سال بعد کے گناہ گار مسلمانوں کے موبائل میں دیکھ کر قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے کو اُن نیک اور پاکیزہ ہستیوں کے زبانی قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے سے افضل اور بہتر بتا رہے ہیں اور زیادہ ثواب کی چیز بتلا رہے ہیں، حالاں کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لایستوي منکم من أنفق من قبل الفتح و قاتل أولئک أعظم درجة من الذین أنفقوا من بعد وقاتلوا﴾ [1]

ترجمہ: تم میں سے جنہوں نے (مکہ کی) فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی لڑی، وہ (بعد والوں کے) برابر نہیں ہیں، وہ درجے میں اُن لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں، جنہوں نے (فتح مکہ کے بعد) خرچ کیا اور لڑائی لڑی۔ [2]

اسی طرح حدیث مبارک میں آتا ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"لاتسبوا أصحابي فان أحدکم لو أنفق مثل أحد ذهبا مابلغ مد أحدهم ولا نصیفه." [3]

---

[1] (الحدید: ۵۷/۱۰)

[2] (آسان ترجمۂ قرآن: ۳/۱۶۷۶ ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

[3] (صحیح البخاري: ج ٥ ص ٨ ح ٣٦٧٣) و (صحیح المسلم: ج ٤ ص ١٩٦٧ ح-

ترجمہ: میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو، کیوں کہ اگر تم میں سے کوئی شخص "اُحد" پہاڑ کے برابر بھی "سونا" اللہ کے راستہ میں خرچ کرڈالے تو اُن میں سے کسی ایک کے ایک "مُد" بلکہ آدھے "مُد" کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔ (ترجمہ ختم)

قرآن وحدیث کے اِن نصوص میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہ طورِ مثال اِن دو چند اعمال کا ذکر کرکے اُن کو تمام اُمت کے مقابلے افضل وبرتر قرار دیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تمام اعمال کا یہی حال ہے کہ اُن کے بعد آنے والی تمام اُمت اپنے اعمال میں اُن کے کسی ایک عمل کی ہم سری تو کجا؟ اُس کے عشرِ عشیر کا بھی مقابلہ بھی نہیں کرسکتی۔

چناں چہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"مُد" عرب کا ایک پیمانہ ہے جو وزن کے لحاظ سے آج کل کے مروّج تقریباً ایک سیر کے برابر ہوتا ہے۔ اِس حدیث نے بتلایا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وصحبت وہ نعمت عظیمہ ہے، جس کی برکت سے صحابی کا ایک عمل دوسروں کے مقابلے میں وہ نسبت رکھتا ہے

۲۵٤٠) و (جامع الترمذي: ج٥ ص ٦٩٥ ح ٣٨٦١) و (سنن أبي داؤد: ج٤ ص ٢١٤ ح ٤٦٥٨) و (سنن ابن ماجة: ج ١ ص ٥٧ ح ١٦١) و (مصنف ابن أبي شيبة: ج٦ ص ٤٠٤ ح ٣٢٤٠٤) و (فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل ج ١ ص ٥٠، ٥١، ٥٤ ح ٥، ٦، ١١ و ج ٢ ص ٣٦٥، ٤١٩، ٩٠٩ ح ٥٣٤، ٥٣٥، ٦٥٤، ١٧٣٥) و (مسند أحمد: ج ١٧ ص ١٣٨، ١٣٩ ح ١١٠٧٩ و ج ١٨ ص ٨٠، ١٥٢ ح ١١٥١٦، ١١٦٠٨) و (السنن الكبرى للنسائي: ج ٧ ص ٣٧٢ ح ٨٢٥٠، ٨٢٥١) و (صحيح ابن حبان: ج١٦ ص ٢٤٢ ح ٧٢٥٥) و (المعجم الأوسط للطبراني: ج ١ ص ٢١٢ ح ٦٨٧ و ج ٥ ص ٩٤ ح ٤٧٧١ و ج٦ ص ٣٣٨ ح ٦٥٦٧) و (المعجم الصغير للطبراني: ج ٢ ص ١٧٦ ح ٩٨٢) و (السنن الكبري للبيهقي: ج ١٠ ص ٣٥٢ ح ٢٠٩٠٧) و (شرح السنة للبغوي: ج ١٤ ص ٦٩ ح ٣٨٥٩) و (شعب الايمان للبيهقي: ج ٣ ص ٩٠ ح ١٤٢١)

کہ اُن کا ایک سیر بلکہ آدھا سیر دوسروں کے پہاڑ برابر وزن سے بڑھا ہوا ہوتا ہے،اُن کے اعمال کو دوسروں کے اعمال پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔" [1]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ قسم کھا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

" واللہ لمشهد رجل من منهم مع النبي صلي الله عليه وسلم يغبر فيه وجهه خير من عمل أحدكم و لو عمر عمر نوح ." [2]

ترجمہ: اللہ کی قسم! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کسی جہاد میں شرکت کرنا جس میں اُس کا چہرہ غبار آلود ہو جائے ،تم (غیر صحابہ) میں سے ہر شخص کے (عمر بھر کی عبادت اور) عمل سے بہتر ہے، اگر چہ اسے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر عطاء کی جائے۔(ترجمہ ختم)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

" من كان متاسيا فليتاس بأصحاب رسول الله صلي الله عليه وسلم فانهم أبر هذه الأمة قلوبا و أعمقها علما و أقلها تكلفا و أقومها هديا و أحسنها حالا قوم اختارهم الله بصحبة نبيه و اقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم و اتبعوا آثارهم فانهم كانوا علي الهدي المستقيم ." [3]

ترجمہ: جو شخص اقتدا کرنا چاہے، اُس کو چاہیے کہ وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرے، کیوں کہ وہ حضرات تمام اُمت سے زیادہ اپنے قلوب کے اعتبار سے پاک، اور علم کے اعتبار سے گہرے، اور تکلف

---

[1] (مقام صحابہ ص ۴۳ ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

[2] (جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد: ج۲ ص ۴۹۲ ط مكتبة ابن كثير الكويت)

[3] (شرح العقيدة السفارينية: ج ۲ ص ۲۸۰ ط دار الوطن للنشر الرياض السعودية)

وبناوٹ سے دُور، اور عادات کے اعتبار سے معتدل، اور حالات کے
اعتبار سے بہتر ہیں، یہ وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت
اور اقامت دین کے لئے چنا ہے، لہٰذا تم اُن کی قدر پہچانو! اور اُن کے
آثار کا اتباع کرو! کیوں کہ یہ لوگ سیدھے راستے پر ہیں۔ (ترجمہ ختم)

حضرت ابراہیم بن سعید جوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو اُمامہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ میں سے افضل کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ:

"لا نعدل بأصحاب محمد صلى الله عليه وسلم أحدا."[1]

ترجمہ: ہم اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے (افضل ہونا تو کجا؟ اُن کے) برابر بھی کسی کو نہیں سمجھتے۔ (ترجمہ ختم)

مقامِ حیرت ہے کہ جب فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے "انفاق فی سبیل اللہ" اور "قتال فی سبیل اللہ" وغیرہ اعمالِ صالحہ میں فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے "انفاق فی سبیل اللہ" اور "قتال فی سبیل اللہ" وغیرہ اعمالِ صالحہ کی ہم سری و برابری نہیں کر سکتے تو آج چودھویں صدی کا ایک گناہ گار مسلمان موبائل میں دیکھ کر قرآنِ مجید کی تلاوت کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زبانی قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے سے زیادہ اجر و ثواب کیسے حاصل کر سکتا ہے، بالخصوص جب کہ حدیث مبارک میں اُن کے اعمال کی ہم سری و برابری تو کجا اُن کے نصف کی برابری کی بھی نفی آئی ہے، بلکہ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ تمام اُمت مل کر اُن کے اعمال کے عشرِ عشیر کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی، چہ جائے کہ آج کی چودھویں صدی کا ایک گناہ مسلمان موبائل میں دیکھ کر قرآنِ مجید کی تلاوت کر کے اُن کے زبانی قرآنِ مجید کی تلاوت کے مقابلے میں اُن سے زیادہ ثواب حاصل کر سکے:

مع: "ایں خیال است و محال است و جنوں"

---

[1] (الروضة الندية شرح العقيدة الواسطية لابن تيمية: ص ٤٠٥ ط)

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی توہین:

انجینئر محمد علی مرزا اپنے ایک لیکچر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی توہین وتنقیص کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سپورٹر کون تھا؟ کیا یوشفع ابن نونؑ تھے؟ حضرت ہارونؑ تھے۔ نبی علیہ السلام کے ساتھ اِس لیول کا سپورٹر نہ ابوبکرؓ تھے نہ عمرؓ تھے صرف حضرت علیؓ تھے۔"

اِس لیکچر میں انجینئر محمد علی مرزا نے بالکل واضح اور صریح طور پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی توہین وتنقیص کی ہے، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح کی مدد ونصرت اور اعانت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کی ہے وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی نہیں کی۔ العیاذ باللہ!

نیز اِس لیکچر میں انجینئر صاحب نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا نام بھی غلط لیا ہے: "...... یوشفع بن نون ......" اور اِس طرح انجینئر صاحب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مصنوعی محبت وعقیدت میں غلو کرکے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی گستاخی کے مرتکب ہوگئے۔

سچ ہے کہ:

" حبک الشیٔ یعمي ویصم "

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی توہین وگستاخی:

انجینئر محمد علی مرزا اپنے ایک لیکچر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی توہین وتنقیص اور گستاخی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا جھگڑا ہوا، تو جذبات میں آکر خالد بن ولید نے عبد الرحمٰن بن عوف کو گالیاں دیں، نبی علیہ السلام تک شکایت پہنچی، آپ نے حضرت خالد بن ولید کو بلا کر ڈانٹا، اور فرمایا کہ: "تو میرے صحابہ کو برا

مت کہہ!“ حالاں کہ خالد بن ولید بھی صحابی تھے، لیکن اُن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی نہیں کہا، اِس لئے کہ وہ قانوناً ضرور صحابی تھے، لیکن وہ اُس وقت میں صحابی ہوئے جب اسلام کا گولڈن پیریڈ شروع ہو گیا۔“

استغفر اللہ العظیم! اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد اُس کا گولڈن پیریڈ شروع ہونے سے پہلے حقیقت میں صحابی نہیں تھے بلکہ اُس کے بعد قانوناً وہ صحابی ہوئے، کیا انجینئر صاحب اپنے اِس دعوے پر قرآن وحدیث سے یا علمائے اہلِ سنت کے فرامین سے کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں کہ اُنہوں نے صحابی ہونے کے لئے اسلام کے گولڈن پیریڈ کی شرط لگائی ہو، نیز کیا اسلام کا گولڈن پیریڈ شروع ہونے سے قبل شروع شروع میں جو صحابہ (حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت خدیجہ وغیرہ رضی اللہ عنہم) ایمان لائے کیا وہ بھی حقیقت میں صحابہ نہیں تھے اور کیا وہ بھی اسلام کا گولڈن پیریڈ شروع ہونے کے بعد قانوناً صحابی ہوئے؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اسلام کا گولڈن پیریڈ شروع ہونے سے پہلے قانوناً صحابی نہ ہونے بلکہ اُس کے بعد اُن کے قانوناً صحابی ہونے کی یہ کتنی بھونڈی اور بے تکی مثال انجینئر صاحب نے پیش کی ہے کہ:

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بلا کر ڈانٹا، اور فرمایا کہ: ”تو میرے صحابہ کو برا مت کہہ!“ حالاں کہ خالد بن ولید بھی صحابی تھے، لیکن اُن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی نہیں کہا۔“

تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی جماعت وقوم کی کسی مشترک صفت کا اگر کسی خاص موقع پر اُن میں سے اکثر یا بعض افراد پر اطلاق کیا جائے تو کیا وہ مشترک صفت اُس جماعت وقوم کے دیگر تمام افراد سے مسلوب ہو جاتی ہے؟ یقیناً نہیں اور ہرگز نہیں، اِس لئے کہ ایسے موقع پر اُس مشترک صفت کے اطلاق سے اُس جماعت وقوم کے دیگر افراد سے اُس مشترک صفت کی مسلوبیت مقصود نہیں ہوتی بلکہ اُس سے صرف اُس خاص جماعت وقوم کے وہ مخصوص افراد مراد ہوتے ہیں، جنہیں اُس خاص موقع پر خطاب کیا گیا ہوتا ہے۔

انجینئر محمد علی مرزا کو الزامی جواب:

اسی سے ملتا جلتا حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی باہمی رنجش کا ایک واقعہ محدثین عظام نے اپنی کتب میں اِس طرح نقل فرمایا ہے کہ:

"حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ عَائِذِ اللَّهِ أَبِي إِدْرِيسَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ آخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهِ حَتَّى أَبْدَى عَنْ رُكْبَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ فَسَلَّمَ وَقَالَ إِنِّي كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَغْفِرَ لِي فَأَبَى عَلَيَّ فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ فَقَالَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَأَتَى مَنْزِلَ أَبِي بَكْرٍ فَسَأَلَ أَثَمَّ أَبُو بَكْرٍ فَقَالُوا لَا فَأَتَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَعَّرُ حَتَّى أَشْفَقَ أَبُو بَكْرٍ فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ أَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوا لِي صَاحِبِي مَرَّتَيْنِ فَمَا أُوذِيَ بَعْدَهَا ." [1]

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی چادر کا ایک کنارہ اٹھائے آئے،

---

[1] (صحیح البخاري: ج ٥ ص ٥ ح ٣٦٦١ ط دار طوق النجاة)

یہاں تک کہ اُن کا گھٹنا ننگا ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے دوست کسی سے لڑ کر آئے ہیں۔'' پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور عرض کیا کہ: ''میرے اور خطاب کے بیٹے کے درمیان کسی بات پر کچھ جھگڑا ہوا، تو میں نے جلدی کی، پھر مجھے ندامت ہوئی، اور میں نے اُن سے معذرت کی اور معافی چاہی، لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ اِس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے ابو بکرؓ! اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائیں۔'' یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ندامت ہوئی اور وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر حاضر ہوئے، اور دریافت کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہاں موجود ہیں؟ گھر والوں نے جواب دیا: ''نہیں۔'' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور متغیر ہونے لگا، یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ڈرے اور دو زانو بیٹھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اللہ کی قسم! میں نے ہی زیادتی کی تھی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ دو مرتبہ کہا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا، تو تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا، لیکن ابو بکرؓ نے مجھے سچا کہا اور اِنہوں نے اپنے مال و جان سے میری خدمت کی، تو کیا تم میری خاطر میرے دوست کو (ستانا) چھوڑ دو گے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ دو مرتبہ ارشاد فرمایا، اِس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پھر کسی نے نہیں ستایا۔ (ترجمہ ختم)

اب اِس حدیث کی رُو سے انجینئر صاحب ہمیں بتائیں کہ اُن کا حضرت ابو بکر رضی

اللہ عنہ کے علاوہ دیگر تمام صحابہ کے بارے میں کیا خیال ہے جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

" فھل انتم تارکوا الی صاحبی "

یعنی کیا اِس کلام میں لفظ "صاحبی" سے دیگر تمام صحابہ کی صاحبیت کی نفی ہو گئی ہے؟ کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب (صحابی) صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی تھے؟ اور باقی صحابہ آپ کی صاحبیت (صحابیت) سے مستثنیٰ تھے؟ کیوں کہ آپ نے اُن کے لئے تو "صاحبی" کے الفاظ نہیں بولے تھے اور انہیں تو اپنا صاحب (صحابی) نہیں کہا تھا۔

" فما ھو جوابکم فھو جوابنا "

اسی طرح ہمارے معاشرے میں آج کل ہمارا تقریباً روز ہی کا مشاہدہ ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کو کچھ کہہ دے یا ایک طالب علم دوسرے طالب علم کو کچھ کہہ دے اور شکایت باپ اور استاد تک پہنچ جائے تو باپ اپنے بیٹے سے یہی کہتا ہے کہ تم نے میرے بیٹے کو کیوں کچھ کہا ہے اور استاد اپنے طالب علم سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے طالب علم کو کیوں کچھ کہا ہے؟ تو اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ زیادتی کرنے والا بیٹا اِس باپ کا بیٹا اور زیادتی کرنے والا شاگرد اِس استاد کا شاگرد نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ دونوں ہی باپ کے بیٹے اور دونوں ہی استاد کے شاگرد ہیں، لیکن اِس موقع پر باپ اور استاد زیادتی کرنے والے بیٹے اور شاگرد سے اُس زیادتی کے بارے میں باز پرس کرتے ہوئے زیادتی کئے جانے والے بیٹے اور شاگرد کی طرف داری کرتے ہوئے اُن کے لئے "بیٹا" اور "شاگرد" کا لفظ استعمال کر دیتا ہے، اِس لئے اِس جملے سے زیادتی کرنے والے بیٹے اور شاگرد کا بیٹا پن اور شاگرد پن ہرگز مسلوب نہیں ہوتا۔

پس زیرِ بحث واقعہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو "لاتسبوا اصحابی" کہنے سے اُن سے صحابیت کی نفی نہیں ہوتی اور نہ ہی اُن سے صحابیت کی صفت کسی طرح مسلوب ہوتی ہے، بلکہ وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے بعد پہلے دن سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ کے شیر دل صحابی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ پر جھوٹ:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں فقہ حنفی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ:

"علمائے احناف جھوٹ بولتے ہیں کہ قبر میں جب مردے کو رکھا جاتا ہے تو اُس سے تین سوالات کئے جاتے ہیں حالاں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی کتاب الجنائز چیپٹر میں متفق الحدیث ہے کہ (قبر میں تین نہیں بلکہ) چار سوالات کئے جائیں گے۔"

صحیح بخاری کی اصل عبارت:

یہ انجینئر محمد علی مرزا کا امام بخاری رحمہ اللہ پر صریح جھوٹ ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ:

"حدثنا عياش حدثنا عبد الأعلي حدثنا سعيد قال وقال لي خليفة حدثنا يزيد بن زريع حدثنا سعيد عن قتادة عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلي الله عليه وسلم قال العبد اذا وضع في قبره وتولي وذهب أصحابه حتي انه ليسمع قرع نعالهم أتاه ملكان فأقعداه فيقولان له ما كنت تقول في هذا الرجل محمد صلي الله عليه وسلم فيقول أشهد أنه عبد الله ورسوله فيقال أنظر الي مقعدک من النار أبدلک الله به مقعدا من الجنة قال النبي صلي الله عليه وسلم فيراهما جميعا وأما الكافر أو المنافق فيقول لا أدري كنت أقول مايقول الناس فيقال لادريت ولاتليت ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين أذنيه فيصيح صيحة يسمعها من يليه الا الثقلين ."[1]

---

[1] (صحيح البخاري : ج ۲ ص ۹۰ ح ۱۳۳۸ ط دار طوق النجاة)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور "دفن" کر کے اُس کے لوگ جب پیٹھ موڑ کر رُخصت ہوتے ہیں تو وہ اُن کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پھر دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اِس شخص (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ اِس جواب پر اُس سے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ جہنم کا اپنا ایک ٹھکانا، لیکن اللہ تعالی نے جنت میں تیرے لئے ایک مکان اِس کے بدلے میں بنا دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اِس مؤمن شخص کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں۔ باقی رہا کافر یا منافق تو اُس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں۔ میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا میں بھی وہی کہتا رہا۔ پھر اُس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو تو نے کچھ سمجھا اور نہ (اچھے لوگوں) کی پیروی کی۔ اِس کے بعد اسے لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جاتا ہے۔ اور اتنے بھیانک طریقے سے چیختا ہے کہ انسان اور جن کے سوا ارد گرد کی تمام مخلوق (اُس کی چیخ و پکار) سنتی ہے۔ (ترجمہ ختم)

امام بخاری رحمہ اللہ کی عبارت سے دھوکہ:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں صرف ایک سوال ذکر کیا ہے جو قبر میں آدمی سے پوچھا جائے گا، یہ انجینئر محمد علی مرزا کا امام بخاری رحمہ اللہ پر صریح جھوٹ ہے کہ انہوں نے صحیح بخاری کے حوالے سے قبر میں پوچھے جانے والے چار سوالات ذکر کئے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ پر جھوٹ:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں پہلے امام مسلم رحمہ اللہ کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ:

"ضعیف حدیث (کے بارے میں) صحیح مسلم کے مقدمہ میں امام مسلم رحمہ اللہ نے (Categorically mentioned) (یعنی واضح طور پر ذکر) کردیا ہے کہ ضعیف حدیث نہ فضائل میں لی جائے گی اور نہ احکامات کے اندر لی جائے گی۔"

انجینئر محمد علی مرزا کا یوٹرن:

لیکن جب خود انجینئر محمد علی مرزا کی علماء نے گرفت کی اور اُن کو اُن کی غلطی دکھلائی تو انہوں نے فوراً یوٹرن لیا اور پینترا بدلتے ہوئے کہنے لگے کہ:

"میں نے اِس سے نتیجہ نکالا ہے کہ امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ جو حدیثیں ہیں یا تو حلال وحرام کے لئے لی جاتی ہیں، یا امر ونہی کے لئے لی جاتی ہیں، یا ترغیب وترہیب کے لئے لی جاتی ہیں، لہٰذا احادیث کا پرکھنا ضروری ہے۔ اور جو لوگ یہ ضعیف حدیثیں اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں اُن کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں پہ اپنی علمیت جھاڑیں کہ ہم نے اتنی روایتیں جمع کرلی ہیں حالاں کہ ایسے علماء جاہل کہلانے کے حق دار ہیں جو ضعیف روایتیں اُن کا ضعف بتائے بغیر اپنی کتابوں کے اندر نقل کررہے ہیں۔ اسی کے تحت میں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ امام مسلم ضعیف حدیث کو فضائل میں بھی لینے کے قائل نہیں ہیں۔ اور یہ قاعدہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کو بھی پتہ ہے، چناں چہ جب وہ ضعیف احادیث کے فضائل پہ لیکچر ریکارڈ کرواتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ: "امام مسلم رحمہ اللہ کا یہ مؤقف ہے۔" لیکن باقی علماء کا یہ مؤقف نہیں

ہے۔اُن کو بھی اتنا ئیس ہے کہ یہ امام مسلم کا موقف ہے۔"

انجینئر محمد علی مرزا کی دو رُخی پالیسی:

قارئین کرام! آپ نے انجینئر صاحب نے یہ دو رُخی پالیسی ملاحظہ فرمائی کہ پہلے انہوں نے کہا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں فرمایا ہے کہ:

"ضعیف حدیث نہ فضائل میں لی جائے گی اور نہ احکامات کے اندر لی جائے گی!"

امام مسلمؒ سے ضعیف حدیث کا نا قابل حجت ہونا کہیں بھی ثابت نہیں!

لیکن بعد میں جب اُن کا جھوٹ پکڑا گیا اور امام مسلم رحمہ اللہ کی طرف اِس بات کی نسبت غلط ثابت ہوئی تو فوراً انہوں نے اپنا پینترا بدلا اور کہنے لگے کہ:

"اسی کے تحت میں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ امام مسلم ضعیف حدیث کو فضائل میں بھی لینے کے قائل نہیں ہیں۔"

اندازہ لگائیے کہ "کسی شخص کا کسی بات کو واضح اور دوٹوک انداز میں بیان کرنے" اور کسی دوسرے شخص کا اُس کی بات سے اپنی مرضی کا نتیجہ نکالنے" میں کتنا بڑا فرق ہوتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ سے مطلقاً ضعیف حدیث کا نا قابل حجت، نا قابل استدلال اور نا قابل عمل ہونا کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ کی آڑ میں ڈاکٹر طاہر القادری صاحب پر جھوٹ:

جب علماء نے انجینئر صاحب کے جھوٹ کا پردہ چاک کیا تو پھر انہوں نے بجائے ماننے اور اپنی غلطی کی طرف رجوع کرنے کے مزید یہ جھوٹ بولا کہ طاہر القادری صاحب نے بھی کہتے ہیں کہ امام مسلم کے نزدیک ضعیف حدیث نہ فضائل میں لی جائے گی اور نہ احکامات کے اندر لی جائے گی۔

جب کہ طاہر القادری صاحب فرماتے ہیں کہ:

"حدیث ضعیف کے بارے میں چار قول ہیں۔ پہلا قول یہ

ہے کہ: "لا یعمل به مطلقا لافي الفضائل ولافي الأعمال" یعنی حدیث ضعیف پر مطلقاً عمل نہیں کیا جائے گا خواہ احکام ہوں خواہ فضائل ہوں۔ یہ مذہب بلامذہب اور قول بلاقول ہے، اِس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے، مگر کتابوں میں یہ قول لکھا ہوا ہے۔ سو میرا فرض ہے کہ میں اسے بیان کروں۔ اِس قول کو سید الناس نے بیان کیا اور یحییٰ بن معین کی طرف منسوب کیا۔ مگر جس بات کو اُچھالا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کہا یہ جاتا ہے کہ یہ قول معاذ اللہ! امام بخاری و مسلم کا ہے اور یہ اُن کا مسلک ہے۔ آپ نئے دور کی جس کتاب کو اُٹھائیں گے جنہوں نے اب تقسیم کیں اور کچھ پہلے لوگوں نے اِس کو غلطی سے امام بخاری اور امام مسلم کی طرف منسوب کردیا۔ میں آج اِس درسِ اُصولِ حدیث میں بڑی ذمہ داری کے ساتھ یہ جملہ بول رہا ہوں کہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں سے یہ قول کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔ نہ یہ قول کبھی زندگی میں امام بخاری نے کہا اور نہ ہی امام مسلم نے کہا امام بخاری اور امام مسلم سے یہ قول کسی کتاب سے ثابت نہیں ہے۔ تو امام بخاری کا مذہب ثابت ہوگیا کہ اُن کے ہاں جہاں حدیث صحیح جب کسی مسئلہ پر دست یاب نہ ہو اور مسئلہ کفرو ایمان کے عقیدے کا یا حلال وحرام کا نہ ہو تو شریعت کے باقی احکام اور مناقب و فضائل کا مسئلہ ہو ترغیب وترہیب کا تو حدیث ضعیف کو قبول کرنا، درج کرنا اور اُس سے حکم ثابت کرنا سب کچھ امام بخاری کے ہاں جائز ہے۔ یہ امام بخاری کا مذہب ہے۔ اب دوسری بات کہی گئی امام مسلم کی کہ امام مسلم کا مذہب بھی حدیث ضعیف کو مطلقاً قبول نہ کرنا یہ بھی غلط بیانی ہے۔ یہ بھی سن لیں میں نے اُس وقت سے کہہ دیا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ بات زندگی میں نہ کبھی کہی نہ لکھی۔"

اِس سے ثابت ہوا کہ انجینئر محمد علی مرزا نے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے اوپر بھی

جھوٹ بولا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ کی آڑ میں محدثین کرام رحمہم اللہ کی نیتوں پر حملہ:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے اسی لیکچر میں یہ بھی دعویٰ کیا کہ:

"جو لوگ یہ ضعیف حدیثیں اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں اُن کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں پہ اپنی علمیت جھاڑیں کہ ہم نے اتنی روایتیں جمع کرلی ہیں حالاں کہ ایسے علماء جاہل کہلانے کے حق دار ہیں جو ضعیف روایتیں اُن کا ضعف بتائے بغیر اپنی کتابوں کے اندر نقل کر رہے ہیں۔"

انجینئر محمد علی مرزا سے ایک سوال:

اگر یہی بات ہے جو انجینئر صاحب فرما رہے ہیں تو پھر ہمارا اُن سے سوال ہے کہ آپ کا اُن کبار محدثین عظام وغیرہ کے بارے میں کیا خیال ہے جنہوں نے ضعیف احادیث اپنی اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں (جیسے امام بخاریؒ نے الادب المفرد میں، امام ابو داوٗدؒ نے سنن ابی داوٗد میں، امام نسائیؒ نے سنن نسائی، امام ابن ماجہؒ نے سنن ابن ماجہ میں، امام احمد بن حنبلؒ نے مسند احمد میں، امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ نے مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہم نے اپنی اپنی کتابوں میں جو ضعیف احادیث نقل کی ہیں لیکن اُن کا "ضعیف" ہونا انہوں نے بیان نہیں کیا، بلکہ بعد کے محققین نے اُن کی تحقیق کر کے اُن پر "ضعیف" ہونے کا حکم لگایا ہے تو کیا اُن تمام محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا مقصد صرف لوگوں پر اپنی علمیت جھاڑنا تھا اور کیا وہ تمام محدثین عظام جاہل علماء کہلانے کے حق دار ہیں؟

امام مسلم رحمہ اللہ کی مراد کی وضاحت:

حقیقت یہ ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے علی الاطلاق یہ بات ارشاد نہیں فرمائی، بلکہ اُن لوگوں کے بارے میں فرمائی ہے جو ضعیف احادیث اور مجہول سندوں کی خامی اور کمزوری جاننے کے باوجود محض اِس وجہ سے لوگوں کے سامنے بہ کثرت روایت نقل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں

تا کہ لوگوں کے سامنے اُن کی علمیت کا سکہ جمے اور لوگ اُن کے بارے میں کہیں کہ دیکھو جی فلاں نے کتنی احادیث جمع کر لی ہیں اور کتنی تعداد میں اُن کی تالیف کر لی ہے۔

چناں چہ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" ولا أحسب كثيرا ممن يعرج من الناس علي ما وصفنا من هذه الأحاديث الضعاف والأسانيد المجهولة ويعتد بروايتها بعد معرفته بما فيها من التوهن والضعف الا أن الذي يحمله علي روايتها والاعتداد بها ارادة التكثير بذلك عند العوام ولأن يقال ما أكثر ماجمع فلان من الحديث وألف من العدد ." [1]

ترجمہ: جن ضعیف حدیثوں اور مجہول سندوں کے بارے میں ہم نے تفصیل سے بیان اُن کے انبار لگانے اور اُن کی خامی اور کم زوری جاننے کے باوجود اُن کی روایت کا اہتمام کرنے والوں کے متعلق میں اِس کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا کہ جو چیز اُنہیں اِن (کم زور احادیث) کی روایت اور اُن کے بارے میں اہتمام پر آمادہ کرتی ہے وہ عام لوگوں کے سامنے زیادہ احادیث بیان کرنے کی خواہش ہے، اور یہ بات کہ کہا جا سکے کہ (دیکھو!) فلاں نے کتنی احادیث جمع کر لی ہیں اور کتنی تعداد میں اُن کی تالیف کر لی ہے۔ (ترجمہ ختم)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہاں اُن علماء کو مراد نہیں لیا جو ضعیف احادیث کو اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں، بلکہ صرف اُن علماء کو مراد لیا ہے جن کا مقصد ہی ضعیف احادیث کے روایت کرنے سے صرف یہ ہوتا ہے تا کہ اِس کے ذریعے وہ لوگوں پہ اپنی علمیت جھاڑیں کہ دیکھئے کہ ہم نے اتنی روایتیں نقل کر لی ہیں اور ہم نے اتنی روایتیں جمع کر لی ہیں۔

---

[1] (صحیح المسلم: ج ۱ ص ۲۸ ط دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

امام مسلم رحمہ اللہ سے متعلق انجینئر محمد علی مرزا کا دجل وفریب:

انجینئر محمد علی مرزا نے امام مسلم رحمہ اللہ کی مؤقف سے انتہائی دجل وفریب اور عیاری و مکاری کے ساتھ اپنا من چاہا مطلب و مفہوم کشید کر کے اُن سمیت امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام احمد بن حنبل اور امام ابو بکر ابن ابی شیبہ رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے سینکڑوں ہزاروں محدثین کی نیتوں پر بدترین حملہ کر کے اُن کی شدید توہین و تنقیص کی ہے اور اُن کا محدثانہ مقام و مرتبہ گرانے کی مذموم انجینئر نگ اور انتہائی سعی نامشکور کی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ پر جھوٹ:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ایک لیکچر میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) امام ابو یوسف رحمہ اللہ پر یہ جھوٹ باندھا ہے کہ:

> "میں قاضی ابو یوسف کے بارے میں وہ چیزیں کھولنا نہیں چاہتا، آپ تاریخ الخلفاء پڑھ لیں کہ خلیفہ ہارون الرشید کو ایک لونڈی پسند آگئی تو انہوں نے قاضی ابو یوسف سے کہا کہ یہ لونڈی مجھے پسند ہے، لیکن اِس لونڈی نے کہا ہے کہ تیرا باپ مجھ سے صحبت کر چکا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے پسند ہے اور یہ کہتا ہے کہ قرآن کی رُو سے تو یہ مجھ پر حرام ہے تو اِس کا کوئی سلوشن یعنی حل نکالو تو قاضی ابو یوسف نے اُس کو کہا کہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، میں تو اتنے ہزار دینار لوں گا، بہت بڑی رقم آج کے لحاظ سے لاکھوں کروڑوں کی رقم اُس نے ڈیمانڈ کی کہ آپ یہ پیسے مجھے دے دو تو میں آپ کو فتویٰ دوں گا، تو اُس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ اُس نے کہا کہ فتویٰ یہ ہے کہ یہ لونڈیاں ہیں یہ تو جھوٹ بھی بول سکتی ہیں، لہٰذا اِس نے آپ سے جان چھڑانے کے لئے آپ سے جھوٹ بولا ہے، اِس کو ہم جھوٹا ڈکلیئر کرتے ہیں، کیوں کہ یہ جھوٹی ہے لہٰذا آپ کے باپ نے اِس سے صحبت ہی کوئی نہیں کی ہے تو اِس کو کریں، یہ فتویٰ دے دیا، اِس کے

بعد اُس نے کہا کہ میری وہ رقم؟ تو اُس نے کہا کہ یہ رات کا وقت ہے، صبح خزانچی آئے گا تو میں دے دوں گا، تو انہوں نے کہا کہ نہیں ابھی صبح کے وقت تو تیرا مطلب پورا ہو گیا ہوگا تو تو پیچھے چڑھ جائے گا، رات کے وقت انہوں نے خزانہ کھلوایا قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے اور انہوں نے دینار لئے اُس سے وہ پیسے لئے سرے وہ دینا لئے اُس کے بعد جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ میں تعجب کروں اُس خلیفہ وقت کے اوپر یا اِس امام کے اوپر انہوں نے با قاعدہ اِس واقعہ کی تصحیح کر کے اِس کا اظہار کیا اتنا بڑا مسلمانوں کا امیر المؤمنین یا امیر المسلمین کہہ لیں اُس کی حالت دیکھیں اور یہاں پہ آپ دیکھ لیں کہ چیف جسٹس صاحب بنو عباس اُس کا حال دیکھ لیں وہ کہتا ہے کہ اِس کے اوپر رونا روؤں یا اِس کے اوپر رونا روؤں؟

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے متعلق انجینئر محمد علی مرزا کا دجل وفریب:

اِس لیکچر میں انجینئر محمد علی مرزا کی پُرفریب انجینئر ملاحظہ فرمائیے کہ انہوں نے امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب "تاریخ الخلفاء" کے مختلف واقعات (جو تین مختلف سندوں سے منقول ہیں اُن) کو ایک دوسرے میں مدغم کر کے اُن کی کھچڑی بنا کر اُس سے اپنے من چاہا مطلب و مفہوم کشید کر کے امام ابو یوسف رحمہ اللہ پر یہ جھوٹ باندھا کہ انہوں نے ایک بھاری اور خطیر رقم کے عوض دین کا ایک مسئلہ بیچ ڈالا، حالاں کہ حقیقت میں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے یہاں تین مختلف واقعات تین مختلف سندوں سے نقل فرمائے ہیں جن کا ایک دوسرے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

"تاریخ الخلفاء" کی اصل عبارت:

چناں چہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (التوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

" أخرج السلفي في الطيوريات بسنده عن ابن

المبارک قال لما أفضت الخلافة الي الرشيد وقعت في نفسه جارية من جواري المهدي فراودها عن نفسها فقالت لا أصلح لک ان أباک قد طافت بي فشغف بها فأرسل الي أبي يوسف فسأله أعندک في هذا شئ فقال يا أمير المؤمنين أو کلما ادعت أمة شيئا ينبغي أن تصدق لاتصدقها فانها ليست بمأمونة قال ابن المبارک فلم أدر ممن أعجب من هذا الذي قد وضع يده في دماء المسلمين و أموالهم يتحرج عن حرمة أبيه أو من هذه الأمة التي رغبت بنفسها عن أمير المؤمنين أو من هذا فقيه الأرض وقاضيها قال اهتک حرمة أبيک واقض شهوتک وصيره في رقبتي ...... و أخرج عن اسحاق بن راهويه قال دعا الرشيد أبا يوسف ليلا فأفتاه فأمر له بمائة ألف درهم فقال أبو يوسف ان رأي أمير المؤمنين أمر بتعجيلها قبل الصبح فقال عجلوها فقال بعض من عنده ان الخازن في بيته والأبواب مغلقة فقال أبو يوسف قد كانت الأبواب مغلقة حين دعاني ففتحت ."[1]

ترجمہ: سلفی نے طیوریات میں ابن مبارک رحمہ اللہ کی سند سے لکھا ہے کہ جب ہارون الرشید خلیفہ ہوا تو اُس کا دل مہدی کی ایک کنیز پر آگیا۔ ہارون الرشید نے جب اُس کو طلب کیا تو اُس نے یہ کہا کہ میں تمہارے والد کی ہم بستر رہ چکی ہوں انکار کردیا، لیکن ہارون الرشید محبت کے ہاتھوں مجبور تھا، اُس نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اِس کے متعلق دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ امیر المؤمنین! اگر کنیز کوئی

---

[1] (تاريخ الخلفاء للسيوطي : ج ۱ ص ۲۱۵ ط مكتبة نزار مصطفى الباز)

بات کہے تو کیا ضروری ہے کہ وہ سچ ہی بولتی ہو؟ کیوں کہ کنیز کہیں کی
پارسا نہیں ہے لہٰذا اِس کی تصدیق مت کیجئے! ابن مبارک کہتے ہیں کہ
میں کن کن باتوں پر تعجب اور افسوس کروں؟ آیا اُس بادشاہ اور خلیفہ پر کہ
جس کے ہاتھوں میں مسلمانوں کا خون اور مال ہے اور اُس نے اپنے
باپ کی حرمت کا خیال بھی نہ کیا یا اُس کنیز پر جس نے امیر المؤمنین جیسے
عظیم الشان خلیفہ تک سے بھی کنارہ کشی اختیار کی یا اُس فقیہ زمانہ اور
قاضی اسلام (امام ابو یوسف) پر کہ جس نے خلیفہ کو اُس کے باپ کی
توہین اور اُس کے باپ کی ہم خوابہ سے ہم بستری کرنے کا مشورہ دیا اور
اپنی گردن پر گناہوں کا بوجھ رکھا...... اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کہتے ہیں
کہ ایک دن رات کو ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کو بلا کر
کوئی مسئلہ دریافت کیا، جب اُنہوں نے یہ مسئلہ بتادیا تو ہارون نے اُن
کے لئے پھر ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا۔ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے
فرمایا کہ اگر امیر المؤمنین مجھے یہ درہم صبح ہونے سے پہلے عطا کردیں تو
بہت اچھا ہو۔ ہارون الرشید نے صبح ہونے سے پہلے دینے کا حکم دیا۔ مگر
ایک شخص نے کہا کہ خزانچی اپنے گھر میں ہے اور خزانہ بند ہے۔ قاضی ابو
یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب مجھے بلایا تھا تب بھی دروازہ بند تھا یہ سن
کر خزانہ کا دروازہ کھلوا دیا گیا۔ (ترجمہ ختم)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا دامن دین فروشی سے پاک ہے!:

اِس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ عرض ہے کہ یہ ایک تاریخی روایت ہے جس کی پوری سند
بھی یہاں منقول نہیں ہے اور نہ ہی دیگر کتب تواریخ میں اِس کا کوئی متابع اور شاہد پایا جاتا ہے
جس سے اِس کو تقویت اور استناد کا درجہ حاصل ہوسکتا ہے۔

ہم عصر کی جرح قابل قبول نہیں!

اور دوسرے یہ کہ امام ابن مبارک رحمہ اللہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہم عصر ہیں اور امام ابن مبارک رحمہ اللہ کی یہ اپنی ذاتی رائے ہے، اور یہ اُصول عند العلماء مسلم ہے کہ ہم عصر کی جرح ہم عصر کے بارے میں قبول نہیں کی جاتی، لہٰذا امام ابن مبارک رحمہ اللہ کی جرح بھی اُن کے ہم عصر امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں بھی قابل قبول نہیں سمجھی جائے گی۔

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا:

اور تیسرے یہ کہ یہ واقعہ دو مختلف سندوں سے مروی ہے، جس کا آدھا حصہ امام ابن مبارک رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہے اور دوسرا آدھا حصہ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہے، پھر جو دوسرا آدھا حصہ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ سے مروی ہے اُس میں یہ ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو بلا کر کوئی مسئلہ دریافت کیا، لیکن جب مسئلہ حل ہو گیا تب بھی اُس کو بیان نہیں کیا گیا کہ وہ کون سا مسئلہ تھا؟ اور پھر مسئلہ بتانے سے پہلے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے خلیفہ ہارون الرشید نے کسی بھی قسم کا کوئی مطالبہ بھی نہیں کیا، بلکہ جب مسئلہ حل فرما دیا تو خلیفہ ہارون الرشید نے اپنی خوشی اور اپنی مرضی سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا۔

حاصل کلام:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ انجینئر محمد علی مرزا نے یہاں بھی خوب دجل و فریب اور چرب زبانی سے کام لیتے ہوئے یہ مکروہ انجینئر تنگ کرنے کی سعی نا تمام کی ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے دو مختلف السند واقعات کو ایک دوسرے میں مدغم کیا اور پھر اُس کے بعد اُس سے اپنی مرضی و منشاء کے مطابق ایک نہایت ہی غلیظ اور خلافِ حقیقت کہانی تیار کی اور پھر آخر میں اُس کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے سر تھوپ کر اُن پر ہوئی پرستی کا الزام لگایا اور اُنہیں دُنیا کے عوض دین فروخت کرنے والا فقیہ باور کروایا۔ اعاذنا اللہ منہ

امام مالک رحمہ اللہ پر چار مقامات میں رفع الیدین کرنے کا جھوٹ:

انجینئر محمد علی مرزا نے پہلے اپنے ایک لیکچر میں یہ کہا کہ:

"المدونۃ الکبری" ایک کتاب امام مالک رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے، لیکن اُس کی سند ثابت نہیں ہے (مطلب یہ ہے کہ اِس کی نسبت امام مالک رحمہ اللہ کی طرف صحیح نہیں بلکہ مشکوک معلوم ہوتی ہے) اُس میں ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔

لیکن پھر اُس کے بعد اپنے دوسرے لیکچر میں وہ یہ کہتے ہیں کہ:

"امام مالک رحمہ اللہ کے فقہ کی بنیادی کتاب "المدونۃ الکبری" ہے، اِس کے اُوپر پوری فقہ مالکی کی بیس ہے، اِس میں ڈائریکٹ امام مالک رحمہ اللہ سے سوال پوچھے گئے ہیں اور اُنہوں نے جواب دیئے ہیں اور اِس کتاب کو مالکی اپنی بنیادی کتاب مانتے ہیں۔ مؤطا امام مالک میں ہاتھ باندھنا اور اس میں ہاتھ چھوڑنا ہے تو ظاہر ہے پھر اِس کی حیثیت ثانوی ہوگی۔"

امام مالکؒ سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کہیں بھی رفع الیدین ثابت نہیں!

انجینئر محمد علی مرزا نے دعویٰ کیا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ چار مقامات پر رفع الیدین کرتے تھے حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ سوائے تکبیر تحریمہ کے اور کسی مقام پر بھی رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ کی شہادت:

چناں چہ امام نووی رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے دو روایات نقل فرمائی ہیں۔ ایک صحیح اور مشہور روایت اور دوسری غیر مشہور اور ضعیف روایت۔ غیر مشہور اور ضعیف روایت میں آتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ رفع الیدین کرتے تھے۔ اور صحیح اور مشہور روایت میں آتا ہے کہ وہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ کی اپنی شہادت:

چناں چہ امام مالک رحمہ اللہ "رفع الیدین في الرکوع والاحرام" کے عنوان

کے تحت خود فرماتے ہیں:

" لا أعرف رفع اليدين في شئ من تكبير الصلاة لا في خفض ولا في رفع الا في افتتاح الصلاة ...... قال ابن القاسم وكان رفع اليدين عند مالک ضعيفا الا في تكبيرة الاحرام." [1]

ترجمہ: نماز کی کسی بھی تکبیر میں رفع الیدین کو میں نہیں جانتا، نہ جھکتے وقت اور نہ ہی اُٹھتے وقت، سوائے افتتاحِ صلوٰۃ میں ......ابن قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع الیدین ضعیف تھا۔ (ترجمہ ختم)

امام مالک رحمہ اللہ کا حدیث ابن مسعودؓ سے استدلال:

امام مالک رحمہ اللہ نے تھوڑا آگے چل کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث بھی نقل فرمائی ہے جس میں آتا ہے کہ اُنہوں نے لوگوں کو کہا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ سکھلاؤں؟ تو اُس میں بھی ہے کہ:

" فصلي ولم يرفع يديه الا عند التكبيرة التحريمة ." [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور سوائے تکبیر تحریمہ کے وقت کے رفع الیدین نہیں کیا۔ (ترجمہ ختم)

امام مالک رحمہ اللہ رفع الیدین کے قائل ہوتے تو یہ احادیث " المدونة الكبري" میں نقل نہ فرماتے۔

انجینئر محمد علی مرزا کا سوال:

اِس سے جب یہ ثابت ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے تو انجینئر

---

[1] (المدونة الكبري للامام المالك : ج ۱ ص ٦٨ ط وزارة الشؤون الاسلامية السعودية)

[2] (المدونة الكبري للامام المالك : ج ۱ ص ٦٩ ط وزارة الشؤون الاسلامية السعودية)

محمد علی مرزا امام مالک رحمہ اللہ سے رفع الیدین ثابت کرنے میں پوراز ور لگایا اور کہا کہ: ”بھائی کہاں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے؟ امام مالک رحمہ اللہ کی اپنی کتاب روئے ارض پہ موجود ہے ”المؤطا امام مالک“ اُس میں نماز کا چپٹر کھولیں، نماز کے طریقے پر ایک ہی حدیث لے کر آئے ہیں وہ عبداللہ بن عمر والی جو بخاری و مسلم میں بھی ہے وہ رفع الیدین کے ساتھ ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا جواب:

اِس کا جواب حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ احکام اور فتاویٰ میں فقہائے مالکیہ اُن روایات پر اعتماد کرتے ہیں جن کو عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے، چاہے وہ مؤطا امام مالک کی روایات کے موافق ہوں یا اُن کے مخالف ہوں۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”بل اعتمادهم في الأحكام والفتوي علي مارواه ابن القاسم عن مالك سواء وافق ما في الموطا أم لا۔“[1]

ترجمہ: بلکہ اُن (فقہائے مالکیہ) کا احکام اور فتویٰ میں اُن روایات پر اعتماد ہے جن کو عبدالرحمٰن بن قاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے چاہے وہ اُن روایات کے موافق ہوں جو مؤطا میں ہیں یا اُن کے مخالف ہوں۔ (ترجمہ ختم)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تصریح:

اسی طرح ایک دوسری جگہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے یہ بھی تصریح بھی فرمائی ہے کہ:

---

[1] (مقدمة تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي: ص ٢١٠ ط دار الكتب العلمية بيروت)

"المعتبر عند المالكية رواية بن القاسم وافقت
رواية مؤطا أو خالفت ." ؎

ترجمہ: مالکیہ کے نزدیک ابن قاسم رحمہ اللہ کی روایت معتبر ہے، چاہے وہ مؤطاء کی روایت کے موافق ہو یا اُس کے مخالف۔

انجینئر محمد علی مرزا کا اپنا اقرار:

اور اس چیز کا اقرار خود انجینئر محمد علی مرزا نے بھی کیا ہے کہ:

" مؤطا امام مالک" کو ثانوی حیثیت حاصل ہوگی اور "المدونة الكبري" کو پہلی حیثیت حاصل ہو گی۔

امام مالکؒ سے اثباتِ رفع الیدین میں انجینئر محمد علی مرزا کا استدلال:

باقی رہا انجینئر محمد علی مرزا کا امام مالک رحمہ اللہ کے لئے رفع الیدین ثابت کرنے میں یہ دلیل پیش کرنا کہ:

"امام مالک رحمہ اللہ کی اپنی کتاب روئے ارض پہ موجود ہے "المؤطا امام مالک" اُس میں نماز کا چیپٹر کھولیں، نماز کے طریقے پہ ایک ہی حدیث لے کر آئے ہیں وہ عبداللہ بن عمر والی جو بخاری و مسلم میں بھی ہے وہ رفع الیدین کے ساتھ ہے۔"

نقلِ حدیث سے عمل بالحدیث لازم نہیں آتا!

تو اُس کا جواب یہ ہے کہ کسی حدیث کے کسی حدیث کی کتاب میں لکھے ہونے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا اُس کے مصنف کا عمل بھی اُسی حدیث کے مطابق ہوگا، اِس لئے کہ بہت سی روایات کتبِ حدیث میں ایسی موجود ہیں کہ جن کے مصنفین کا عمل ویسا نہیں ہے جو اُن احادیث میں آیا ہے۔

؎ (تعجيل المنفعة بزوائد رجال ائمة العشرة لابن حجر : ص ۱۸ ط دار البشائر بيروت لبنان)

پہلی مثال:

مثال کے طور پر امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ:

"أكان النبي صلي الله عليه وسلم يصلي في نعليه."[1]

ترجمہ: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتوں میں نماز پڑھتے تھے؟

تو اُنہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں! تو اگر یہ اُصول و قاعدہ بنالیا جائے کہ کسی محدث کی حدیث کی کتاب میں جو حدیث نقل ہے اُس حدیث پر اُس محدث کا عمل بھی ہوگا تو اِس کا مطلب ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے، کیوں کہ بخاری شریف کے اندر ایک بھی ایسی حدیث نہیں ہے جس میں یہ آتا ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے اُتار کے نماز پڑھی ہے۔

دوسری مثال:

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب فرماتے تھے، تو کیا اُس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام بخاری رحمہ اللہ ساری زندگی کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے؟ کیوں کہ بخاری شریف کے اندر ایک بھی ایسی حدیث نہیں ہے جس میں یہ آتا ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔

تیسری مثال:

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء رفع الیدین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سجدوں کی رفع الیدین نقل کی ہے تو کیا اِس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ سجدوں میں رفع الیدین کرتے تھے؟

اِس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی محدث کے کسی حدیث کو اپنی کتاب میں نقل کرنے سے اُس حدیث پر اُس محدث کا عمل پیرا ہونا ہرگز ضروری نہیں ہے۔

---

[1] (صحيح البخاري: ج ١ ص ٨٦ ح ٣٨٦ دار طوق النجاة)

امام شافعیؒ وامام احمد بن حنبلؒ پر جھوٹ:

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے لیکچر میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ:

"اہل سنت کہلوانے والے تمام گروہ (چاہے وہ مالکی ہوں، چاہے وہ حنبلی ہوں، چاہے وہ شافعی ہوں، چاہے وہ سلفی ہوں، چاہے وہ اہل حدیث ہوں) سوائے احناف کے اور اہل تشیع کے بھی تمام گروہ اِس بات پر متفق ہیں کہ امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چار مواقع پر رفع الیدین فرمایا کرتے تھے، یہاں تک تو اتفاق ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ریفرنس سے (۱) نماز شروع کرتے وقت (۲) رکوع میں جاتے وقت (۳) رکوع سے اُٹھنے کے بعد (۴) دو رکعتوں سے اُٹھنے کے بعد۔ یعنی طاق رکعتیں رفع الیدین سے شروع ہو رہی ہیں، پہلی اور تیسری، تو اِن چار رفع الیدین پر اہل سنت کے تمام گروہ اور اہل تشیع متفق ہیں، سوائے کوفہ کے۔"

انجینئر محمد علی مرزا کے بطلانِ دعویٰ پر دلائل:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ انجینئر محمد علی مرزا کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کیوں کہ اُنہوں نے اپنے دعوے کے اثبات پر کوئی دلیل پیش نہیں کی جس سے اُن کے دعویٰ کی حیثیت کمزور پڑ گئی ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ انجینئر محمد علی مرزا نے یہاں اہل تشیع کو اہل سنت کی جماعت میں شامل کر دیا ہے، حالاں کہ اہل سنت کا اہل تشیع کے ساتھ سرے سے کسی قسم کا کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ تین مواقع پر رفع الیدین کرتے تھے!

بہر حال انجینئر محمد علی مرزا نے امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں یہ جو

جھوٹ بولا ہے کہ وہ چار مواقع پر نماز میں رفع الیدین کرتے تھے، تو یہ بات بھی صحیح نہیں، بلکہ وہ دونوں حضرات صرف تین مواقع پر نماز میں رفع الیدین کرتے تھے۔

امام شافعی کے مسلک کا اثبات اُن کی کتاب ''الام'' سے:

چناں چہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الأم" میں نماز میں رفع الیدین کرنے کے بارے میں اپنا مسلک یہ لکھا ہے:

''وبهذا نقول فنأمر كل مصلي اماما أو ماموما أو منفردا رجلا أو امرأة أن يرفع يديه اذا افتتح الصلاة واذا كبر للركوع واذا رفع رأسه من الركوع ويكون رفعه في كل واحدة من هذه الثلاث ...... ولا نأمره أن يرفع يديه في شئ من الذكر في الصلاة التي لها ركوع وسجود الا في هذه المواضع الثلاثة۔''

ترجمہ: ہم ہر نماز پڑھنے والے کو اِس بات کا حکم دیتے ہیں چاہے وہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو چاہے وہ مرد ہو چاہے وہ عورت ہو کہ وہ رفع الیدین کرے جب وہ نماز کو شروع کرے اور جب وہ رکوع کی تکبیر کہے اور جب رکوع سے اپنا سر اُٹھائے اِن تین مقامات پر رفع الیدین کرنے کا ہم حکم دیتے ہیں ...... ہم اِن تین مقامات کے علاوہ کسی بھی مقام پر رفع الیدین کرنے کا حکم نہیں دیتے۔ (ترجمہ ختم)

امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک کا اثبات امام ابو داوٗدؒ سے:

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نماز میں رفع الیدین کرنے کے بارے میں امام ابو داوٗد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''رأيت أحمد يرفع يديه عند الركوع وعند الرفع

لے (كتاب الأم للشافعي: ص ٣٥٤ ط دار المعرفة بيروت لبنان)

من الركوع كرفعه عند افتتاح الصلاة ."

ترجمہ: میں نے امام احمد رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ رکوع (میں جانے) کے وقت اور رکوع سے اُٹھنے کے وقت ایسے رفع الیدین کرتے تھے جیسا کہ افتتاحِ صلوٰۃ کے وقت رفع الیدین کیا جاتا ہے۔(ترجمہ ختم)

حاصل کلام:

اِن دونوں حوالوں سے ثابت ہوا کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ تو نماز میں صرف تین مواقع پر رفع الیدین کرتے تھے، انجینئر محمد علی مرزا نے جو اِن دونوں حضرات کے بارے میں نماز میں چار مواقع پر رفع الیدین کرنے کا جو دعویٰ بلا دلیل کیا ہے وہ بالکل باطل ہے اور اِن ائمہ اہل سنت پر ایک صریح اور کھلا جھوٹ ہے۔

علامہ اقبالؒ پر حضرت ابراہیمؑ کے خودکشی کی گستاخی کا الزام:

انجینئر محمد علی مرزا نے علامہ اقبال رحمہ اللہ پر یہ نقد کیا ہے کہ اُنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اپنے اِس شعر میں "خودکشی" کا الزام لگایا ہے کہ:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اور کہا ہے کہ ٹیکنیکل یہ شعر ہی غلط ہے کیوں کہ "بے خطر کودا تو کوئی نہیں ہے" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود تو چھلانگ نہیں ماری ہے، ابراہیم علیہ السلام کو تو دھکا دے کر پھینکا گیا ہے آگ کے اندر۔ خود کودتے تو خودکشی ہوتی ہے اور خودکشی تو اسلام میں حرام ہے۔"

ہنر بہ چشم عداوت بزرگ ترعیب است!:

قارئین کرام! انجینئر محمد علی مرزا کی علمی سطح و فکری سلامتی ملاحظہ فرمائیے کہ اُنہوں نے اپنی جہالت و لاعلمی کی بناء پر علامہ اقبال رحمہ اللہ کے ایک ایسے شعر کو جس میں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استقامت و ثابت قدمی پر اُن کو خراجِ تحسین پیش کر رہے ہیں اسے حضرت ابراہیم

علیہ السلام کی توہین و گستاخی قرار دیا ہے اور علامہ اقبال رحمہ اللہ پر بالکل غلط اور خلاف حقیقت یہ الزام عائد کیا ہے کہ العیاذ باللہ! انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر "خودکشی" کا الزام لگایا ہے۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ نے سچ کہا ہے:

"ہنر بہ چشم عداوت بزرگ ترعیب است"

علامہ اقبال رحمہ اللہ کو اِس دُنیائے فانی سے رُخصت ہوئے پون صدی کا عرصہ گزر چکا اِس دوران دسیوں محققین علماء، بیسیوں شعراء اور سینکڑوں نقاد وادباء کی نظروں کے سامنے اُن کا یہ مشہور زمانہ شعر کئی مرتبہ گزرا ہوگا، لیکن حیرت ہے کہ اُن میں سے تو کوئی ایک بھی ایسا نہ گزرا جو علامہ اقبال رحمہ اللہ کے اِس شعر پر نقد کرتا جس پر آج سات دھائیوں بعد انجینئر محمد علی مرزا نقد کر رہے ہیں جنہیں فن ادب و بلاغت کی ہوا بھی نہیں لگی۔

علامہ اقبالؒ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خراجِ تحسین:

حقیقت یہ ہے کہ اِس شعر میں علامہ اقبال رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تو نام تک نہیں لیا ہے، بلکہ اُنہوں نے تو یہ فرمایا ہے کہ "آتش نمرود میں عشق بے خطر کود پڑا" گویا علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اِس شعر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عشق الٰہی میں اُس بے مثال استقامت اور با کمال ثابت قدمی کو بیان کیا ہے جس نے اُنہیں "آتش نمرود" میں جانے سے باز نہیں رکھا اور جب نمرودیوں نے اُنہیں کلمہ توحید بلند کرنے کی پاداش میں "آتش نمرود" میں ڈالنا چاہا تو اُن کا "عشق الٰہی" بے خطر "آتش نمرود" میں کود پڑا تھا تو "عشق الٰہی" کے "آتش نمرود" میں کود جانے کو بھلا "خودکشی" سے کیسے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ اِس لئے کہ یہاں "عشق" سے مراد "استقامت" ہے اور "آتش" سے مراد "راہِ حق کے مصائب" ہیں تو کیا "راہِ حق میں پیش آمدہ مصائب" کے سامنے "استقامت و ثابت قدمی" دکھانا اور اُنہیں اپنے اوپر لے لینا "خودکشی" کہلاتا ہے؟ اگر یہ "خودکشی" ہے تو پھر ہم انجینئر صاحب سے یہ بات پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اسلام اور کلمہ توحید کی خاطر جن فرزندانِ اسلام نے آج تک جام شہادت نوش کیے ہیں اُن

کے بارے میں موصوف کا کیا فتویٰ ہے؟ کیا وہ سب کے سب بھی العیاذ باللہ! ''خودکشی'' کے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں؟ تو جو اِس کے بارے میں موصوف کا فتویٰ ہوگا وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ''عشق'' کے بے خطر ''آتشِ نمرود'' میں کود جانے کے متعلق بھی فتویٰ ہوگا۔

'' فما ھو جوابکم فھو جوابنا ''

گر نہ بیند بہ روز شپرہ چشم، چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟:

قارئین کرام! یہ ہے انجینئر محمد علی مرزا کی علمی اپروچ اور اُن کی ذہنی سطح جس کی بنیاد پر وہ علامہ اقبال رحمہ اللہ جیسے بلند پایہ فصیح و بلیغ اور شاعر و ادیب صاحبِ فن پر نقد و جرح کر رہے ہیں اور اُنہیں اپنی جہالت و لاعلمی کی بناء پر بالکل ہی خلافِ حقیقت اور انتہائی غلط طور پر موردِ الزام ٹھہرا کر انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ناقد و گستاخ باور کرانے کی سعی لاحاصل کر رہے ہیں۔

''شرم تم کو مگر نہیں آتی''

انجینئر محمد علی مرزا کی ''کشف المحجوب'' سے متعلق دوغلی پالیسی:

(۱) انجینئر محمد علی مرزا پہلے اپنے ایک لیکچر میں یہ فرماتے ہیں کہ:

''اِس کتاب (کشف المحجوب) کو چوراہے پر رکھ کر آگ لگائیں!''

لیکن پھر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے شدید بغض و عناد کی وجہ سے اُن کی تابعیت کا اسی کتاب کشف المحجوب سے ردّ پیش کرتے ہوئے اپنے ایک دوسرے لیکچر میں فرماتے ہیں کہ:

''کشف المحجوب'' میں علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ نے تبع تابعین کے چیپٹر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو رکھا ہے۔''

انجینئر محمد علی مرزا کی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ سے متعلق دوغلی پالیسی:

اسی طرح اپنے ایک لیکچر میں فرماتے ہیں کہ:

"ایک نجی چینل پر علماء نے دعویٰ کیا ہے کہ مولیٰ علی علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن قبروں کو زمین کے برابر کرنے کا حکم دیا تھا وہ کافروں کی قبریں تھیں نہ کہ مسلمانوں کی، جھوٹ بولا جی۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔"

لیکن اپنے دوسرے لیکچر میں فرماتے ہیں کہ:

"یہ حدیث پیش کرتے ہیں ۲۲۴۳ صحیح مسلم سے انٹرنیشنل نمبرنگ کے مطابق، اُس میں یہ الفاظ ہیں: "اُس میں سیدنا علی حجاج اسدی سے کہتے ہیں:" الا ابعثک علی ما بعثنی علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم " کہ اے ابوحجاج! میں تجھے اسی کام پہ مامور نہ کروں جس پہ مجھے نبی علیہ السلام نے مامور کیا تھا کہ میں کوئی بھی تصویر یا کوئی بھی اونچی قبر یا کوئی تمثیل (بت) دیکھوں، مگر یہ کہ اسے زمین کے برابر کردوں؟ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو نبی علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ کافروں کی قبریں اور کافروں کی بنائی ہوئی تصویریں آپ ختم کریں، مسلمانوں کا حکم نہیں دیا تھا۔ اور مسلمان تو بناتے ہی نہیں تھے۔ مسلمانوں کو کہاں سے حق دینا تھا؟"

دروغ گو را حافظہ نہ باشد!:

قارئین کرام! آپ نے انجینئر محمد علی مرزا کی دوغلی پالیسی ملاحظہ فرمالی کہ پہلی مثال میں اُنہوں نے حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ کی کتاب "کشف المحجوب" کو غیر مستند اور غیر معتبر قرار دے کر یہ فرمایا کہ: "اسے چوراہے پر رکھ کر آگ لگا دی جائے، لیکن پھر جب اُن کے سامنے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کے انکار کا مرحلہ آیا تو اُنہوں نے اِسی کتاب کا حوالہ پیش کیا کہ: "کشف المحجوب" میں علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ نے تبع تابعین کے چیپٹر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو رکھا ہے۔"

اسی طرح دوسری مثال میں پہلے انجینئر محمد علی مرزا نے یہ فرمایا کہ: ”حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن قبروں کو زمین کے برابر کرنے کا حکم دیا تھا وہ کافروں کی قبریں تھیں نہ کہ مسلمانوں کی“ یہ سب جھوٹ ہے۔“ لیکن اُس کے بعد اپنے دوسرے لیکچر میں فرماتے ہیں کہ: ”حضرت علی رضی اللہ کو نبی علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ کافروں کی قبریں اور کافروں کی بنائی ہوئی تصویریں آپ ختم کریں، مسلمانوں کا حکم نہیں دیا تھا، اور مسلمان تو بناتے ہی نہیں تھے، مسلمانوں کو کہاں سے حق دینا تھا؟“

سچ ہے کہ:

”دروغ گورا حافظہ نباشد“

حضرت عثمانؓ اور حضرت ولید بن عقبہؓ کی گورنری

انجینئر محمد علی مرزا اپنے ایک لیکچر میں فرماتے ہیں:

"﴿یاأیھاالذین آمنوا ان جائکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالة فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین﴾ یعنی اے ایمان والو اگر کوئی فاسق شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے آئے تو تم پہلے تم اُس کی تحقیق کرو کہ یہ جو بات کر رہا ہے صحیح ہے یا نہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو تم جہالت کے اندر انجانے میں نقصان پہنچا بیٹھو اور اُس کے بعد تم پچھتانے لگو کہ یہ کیا ہو گیا۔ تمام محدثین نے اِس کے بارے میں نقل کیا ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ولید بن عقبہ صحابی ہیں لیکن طلقاء میں سے ہیں یعنی فتح مکہ پر جو لوگ معافی مانگ کر مسلمان ہوئے اُن میں سے ایک ہیں، اور یہ کٹر دُشمن رسول تھا، فتح مکہ پہ جب آپ نے عام معافی کا اعلان کیا ولید بن عقبہ طلقاء میں سے تھا اُس کی ویسی تربیت نہیں ہوئی تھی، معافی مانگ کر مسلمان ہوئے تھے، نبی علیہ السلام نے صدقات اکٹھے کرنے کے لئے صحابہ کو ایک جگہ بھیجا اُس میں ولید بن عقبہ بھی شامل تھا، اِس نے آ کر خبر دی کہ فلاں قبیلہ زکوٰۃ کا منکر ہو گیا ہے، اب زکوٰۃ کی انکاری کا مطلب یہ ہے کہ وہ حکومت وقت سے ٹکرا گیا ہے، تو نبی علیہ السلام اُن سے قتال کے لئے پوری مہم روانہ کرنے لگے تھے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے بتا دیا کہ

اِس نے جعلی خبر دی ہے، اِس نے خود سے ایز یوم کرلیا ہے، اب اُس قوم نے تو زکوٰۃ دینے انکار کیا ہی نہیں تھا وہ تو آپ کے جاں نثار ہیں آپ کے ساتھی ہیں، تو پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر یہ فاسق اِس قسم کا کوئی بندہ ، حالاں کہ یہ صحابی تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ''فاسق'' کہا، کیوں کہ تربیت نہیں ہوئی تھی، تو اسی آیت کو امام مسلم نے صحیح مسلم میں کے مقدمہ میں بھی نقل کیا ہے اِس بات کی دلیل پر کہ فاسق شخص اگر صحابی ہے تو اُس کی روایت قبول نہیں ہو رہی تو کوئی راوی جو ہے وہ اگر ثقہ نہیں ہو گا تو اُس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی اور اُس کی دلیل میں یہ ہی آیت لے کر آئے ہیں۔ ولید بن عقبہ صرف حضور کے زمانے کا نہیں بلکہ بعد میں بھی مسلمانوں کے گلے کا کانٹا بنا رہا ہے حالاں کہ صحابی ہے، اسی کو کوفہ کا گورنر لگا دیا تھا حضرت عثمان نے، آپ دیکھیں کہ نبی علیہ السلام کی وفات ہوئی ، اُس کے بعد حضرت ابو بکر کا دور، پھر حضرت عمر کے بھی دور تیرہ چودہ سال ہو گئے ہیں اِس کو مسلمان ہوئے لیکن اِس کی حرکتیں ٹھیک نہیں ہوئیں، صحیح مسلم میں آتا ہے کہ اِس نے شراب پی کر فجر کی نماز پڑھائی، سلام پھیر کے کہتا ہے دو پڑھائیاں نے کہ چار؟ لوگوں نے کہا کہ یار یہ کیا چکر ہوا ہے قریب آئے منہ چیک کیا تو بدبو آرہی تھی شراب کی، حضرت عثمان کو خط لکھ دیا کہ یہ جناب آپ نے جو تحفہ بھیجا نا گورنر بنا کے، حالاں کہ حضرت عمر نے منع کیا تھا کہ جو فتح مکہ پہ معافی مانگ کے مسلمان ہوئے اِن کی تین نسلوں میں بھی کسی کو مسلمانوں کے اوپر امیر نہیں لگانا، کیوں کہ اِن کی تو وہ تربیت ہی نہیں، لیکن دیکھ لیں کہ وہ پھر گاٹے فٹ ہو گیا، چوں کہ یہ حضرت عثمان کا رشتہ دار تھا، یہ سوتیلا بھائی بھی لگتا تھا، حضرت عثمان کو لیٹر پہنچ گیا، پھر حضرت عثمان نے کہا کہ میں سن رہا ہوں کہ لوگ باتیں کر رہے ہیں کہ یہ میرا رشتہ دار ہے تو میں اِس کو چھوڑ دوں گا

تو میں اِس کو چھوڑوں گا نہیں، کوڑے لگواوں گا، مسلم شریف کے الفاظ ہیں کہ حضرت عثمان نے حضرت علی کو کہا کہ اِس کو کوڑے لگائے جائیں، حضرت علی نے اپنے بیٹے حسن ابن علی کو کہا کہ حسن اُٹھ! اور اِس شرابی کو کوڑے لگا، تو حضرت حسن غصے میں آگئے اور کہا کہ جو اِس کی میٹھی کھاتا ہے وہی اِس کی کڑوی چکھے، یعنی عثمان کیوں لگاتا ہے اِس طرح کے بندوں کو گورنر، اِن کی میٹھی کھاتا ہے یعنی اِن سے بینیفیشن ہے کہ اِن کو گورنر بھی لگاتا ہے اب کڑوی بھی خود چکھے، ہم کیوں کوڑے لگائیں اور اُٹھ کے وہاں سے چلے گئے اپنے باپ حضرت علی کی بات نہیں مانی، اِس لئے کہ اُس وقت قبائلی سسٹم تھا، یہ بنو ہاشم سے تھے وہ بنو اُمیہ سے تھا، تو حضرت حسن نے کہا کہ میں کوڑے لگاؤں گا تو یہ کہیں گے کہ بنو ہاشم کے بندے نے کوڑے مارے ہیں ولید بن عقبہ کو، اور آپ دیکھ لیں تا کہ بعد میں یہی کچھ ہی ہوا کہ حضرت معاویہ حضرت علی کے خلاف جو کھڑے ہوئے اور بغاوت کی تو وہ اسی بنیاد پر خاندانی تعصب ہی تھا، حضرت حسن نے اُسی وقت بھانپ لیا، پھر حضرت علی نے ایک اور شخص کو کہا کہ تو کھڑے ہو کے کوڑے لگا، اُس نے کوڑے لگائے ......یہی (ولید بن عقبہ) وہ بندہ تھا جس کی وجہ سے لوگ حضرت عثمان کے خلاف ہونا شروع ہو گئے تھے کہ کس طرح کے لوگوں کو ہم پہ امیر لگاتے ہو؟ پھر آہستہ آہستہ پھر شہادت تک معاملات چلے گئے۔ ایک تو وہ جعلی اسباب ہیں کہ عبداللہ بن سبا تھا یہ کر دیا ساروں کو پاگل بنا دیا اکیلے بندے نے، حالاں کہ عبداللہ بن سبا بعد کی پیداوار ہے اُس کو حضرت علی نے قتل کروا لیا تھا، اُس کا شہادتِ عثمان میں کوئی تعلق نہیں، حضرت عثمان کی کچھ پالیسیوں سے صحابہ کو اختلاف ہوا تھا، صحابہ ہی اُن کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے، ولید بن عقبہ اِس اعتبار سے بھی بدنام ہوا شخص تھا کہ جزء رفع الیدین کے

اندر بھی موجود ہے، امام بخاری کی ایک کتاب ہے رفع الیدین پر "جزء رفع الیدین" اُس میں یہ روایت موجود ہے کہ یہ اپنی بیوی کو بہت مارا کرتا تھا، نبی علیہ السلام نے سمجھایا کہ نہ مار، دو بار، تین بار نہیں باز آیا، پھر حضور نے یوں ہاتھ اُٹھا کے اِس پر لعنت کی اور اِس پر بد دُعاء کی، وہ لعنت ہی پڑ گئی پھر جو پوری زندگی ساتھ ہی رہی۔"

ابتدائی حالات:

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا شمار اُن صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے جو فتح مکہ کے موقع پر حلقہ بہ گوشِ اسلام ہوئے، اور اپنے خدا داد اوصاف و کمالات اور طبعی صلاحیتوں کے سبب دین اسلام کی نمایاں خدمات سر انجام دیں۔

چناں چہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

" الوليد بن عقبة بن أبي المعيط ...... من مسلمة الفتح ."[1]

ترجمہ: حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والوں سے ہیں۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"وأسلم الوليد وأخوه عمارة يوم الفتح ."[2]

ترجمہ: حضرت ولیدؓ اور اُن کے بھائی حضرت عمارہؓ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔

آپ قریش کے ممتاز ترین افراد میں سے تھے، آپ اپنی طبعی لیاقت اور خدا داد صلاحیت کی بناء پر شرفائے قوم میں ایک منفرد مقام رکھتے تھے، شجاعت بہادری اور سخاوت و فیاضی میں آپ کا نام خاصا مشہور تھا، اور آپ اپنے دور کے بلند پایہ شاعر و ادیب بھی تھے۔

---

[1] (تجريد اسماء الصحابه للذهبي : ج ۲ ص ۱۳۹)

[2] (ألاصابة في تميز الصحابة لابن حجر العسقلاني :)

چناں چہ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

"فلقد كان من رجال قريش ظرفا وحلما وشجاعة وادبا وكان من الشعراء المطبوعين"[1]

ترجمہ: حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ قریش کے ظریف و حلیم اور شجاعت و ادیب لوگوں میں سے تھے اور اُن کا شمار بلند پایہ شعراء میں ہوتا تھا۔ (ترجمہ ختم)

عامل زکوٰۃ کا عہدہ:

اِن ہی نیک صفات اور عمدہ اوصاف کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اسلام قبول کرتے ہی چند ماہ بعد خدماتِ اسلام کے لئے منتخب فرمالیا تھا، اور ۹ھ میں آپ نے اُن کو قبیلہ بنی مصطلق کے صدقات کی وصولی پر عامل بنا کر روانہ فرمادیا تھا۔

شیطان کی چال اور ایک دل خراش واقعہ:

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کی اِس قبیلہ سے پرانی دُشمنی چلی آرہی اِس تقرر کے وقت تو اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ کے سامنے اپنا کوئی عذر بیان نہیں کیا، بلکہ حکم کی تعمیل میں فوراً روانہ ہوگئے، لیکن دل میں اُنہیں یہ خطرہ ضرور محسوس ہو رہا تھا کہ کہیں وہ لوگ مجھے تنہا پا کر قتل نہ کردیں۔

اُدھر دوسری طرف قبیلہ کے لوگوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ عامل زکوٰۃ بن کر ہمارے طرف آرہے ہیں تو اُن میں سے بعض لوگ اُن کے استقبال کے لئے پیش قدمی کرکے باہر نکل آئے۔ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے جب اُنہیں اِس طرح پیش قدمی کرتے باہر آتے دیکھا تو شیطان نے اُن کو آکر یہ خبر سنائی کہ یہ لوگ آپ کے قتل کے ارادے سے آرہے ہیں، حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ

---

[1] (الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر: ج ٤ ص ١٥٥٤ ط دار الجيل بيروت)

[2] (المحبر: ص ١٢٦ ط دار الكتاب العربي) و (تهذيب التهذيب: ج ١١ ص ١٤٢ ط الهند)

عنہ کے دل میں جو شبہ تھا اب اُس نے یقین کا درجہ حاصل کرلیا، اِس لئے وہ اِس خبر کے سنتے ہی خوف کھا کر راستہ سے واپس چل دیئے اور جا کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سارا ماجرا بیان کیا اور عرض کیا کہ بنی مصطلق صدقات سے انکاری ہوگئے ہیں اور میرے قتل کے درپے ہوگئے ہیں۔

امام ابن قیم جوزی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ امام ابن قیم جوزی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

"فحدثه الشيطان أنهم يريدون قتله فهابهم فرجع من الطريق الي رسول الله صلي الله عليه وسلم فقال ان بني المصطلق منعوا صدقاتهم فأرادوا قتلي." [1]

ترجمہ: شیطان نے اُن (حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ) کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں، چناں چہ اُنہوں نے خوف کھایا اور وہ راستہ سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ گئے اور عرض کی کہ بنی مصطلق نے اپنے صدقات روک لئے اور اُنہوں نے میرے قتل کا ارادہ کرلیا۔ (ترجمہ ختم)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سنا تو آپ کو افسوس ہوا اور آپ نے اُس قبیلہ کے لئے تادیبی کارروائی کرنے کا ارادہ کرلیا۔

اُدھر دوسری طرف اہل قبیلہ نے جب یہ دیکھا کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف نہیں لائے بلکہ دُور ہی سے ہمیں دیکھ کر واپس چلے گئے ہیں تو اُنہیں محسوس ہوا کہ ضرور اُن کو ہمارے بارے میں کوئی غلط فہمی واقع ہوئی ہوگی، اِس لئے اُنہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے کچھ نمائندے روانہ کیے، تاکہ اِس غلط فہمی کا ازالہ کیا جاسکے۔

[1] (مدارج السالکین بین منازل ایاك نعبد وایاك نستعین لابن قیم: ج ۱ ص ۳۶۸ ط دار الکتاب العربي بیروت لبنان)

ابھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ قبیلہ کی تادیبی کارروائی کے لئے اُن کی طرف اپنا کوئی فوجی دستہ روانہ کرنے والے ہی تھے کہ اُن کے نمائندے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے اور اصل واقعہ کی ساری صورتِ حال اُنہوں نے آپ کے سامنے کھول کر بیان کردی۔

چناں چہ اِس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

"يا أيها الذين آمنوا ان جائكم فاسق بنبا فتبينوا أن تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا علي ما فعلتم نادمين ." [۱]

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا بیٹھے، اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ! [۲]

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے الزام فسق کی نفی:

اِس آیت کے شانِ نزول سے متعلق اگرچہ مفسرین نے مختلف قسم کی صحیح وضعیف تفسیری احادیث بہ کثرت نقل کی ہیں، جن میں سے اکثر و بیشتر روایات سنداً کمزور ہیں اور اُن میں سے بھی زیادہ تر روایات روایات مرفوع نہیں بلکہ مجاہد و قتادہ اور ابن ابی لیلیٰ پر موقوف ہیں، اور جو بعض صحیح الاسناد روایات روایات جو حضرت اُمِ سلمہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہیں بھی تو اُن کی اسانید بھی کوئی صحیحین کی اسانید کی طرح قوی اور مضبوط نہیں بلکہ اُن پر نقد و جرح کے مواقع موجود ہیں۔

لہٰذا اِن روایات سے اتنی حقیقت تو بلاشک و شبہ ثابت ہوتی ہے کہ یہ آیت حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے، لیکن اُن سے کسی بھی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ اِس آیت میں لفظ "فاسق" کا اطلاق حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر کیا گیا ہے۔

---

۱ (الحجرات : ۶/۴۹)

۲ آسان ترجمہ قرآن: ۳/۱۵۸۱، ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

امام رازی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ "تفسیر کبیر" میں لکھتے ہیں:

" بل نقول هو نزل عاما لبيان تثبت وترك الاعتماد علي قول الفاسق ويدل علي ضعف قول من يقول انها نزلت لكذا ان الله تعالي لم يقل اني أنزلتها لكذا والنبي صلي الله عليه وسلم لم ينقل عنه أنه بين أن الآية وردت لبيان ذلك فحسب غاية مافي الباب أنها نزلت في ذلك الوقت وهو مثل التاريخ لنزول الآية ونحن نصدق ذلك ويتأكد ماذكرنا أن اطلاق لفظ الفاسق علي الوليد شئ بعيد لأنه توهم وظن فأخطأ والمخطئ لايسمي فاسقا ."[1]

ترجمہ: بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ (آیت) عام طور پر (کسی شخص کے) بیان کے ثبت (حقیقت کی جستجو کرنے) اور فاسق کے قول پر ترکِ اعتماد کے لئے نازل ہوئی ہے، اور وہ اُس شخص کے قول کے ضعف پر دلالت کرتی ہے جو کہتا ہے کہ یہ آیت حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ جیسے شخص کے لئے نازل ہوئی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے یہ آیت اِس جیسے شخص کے نازل کی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ منقول نہیں کہ انہوں نے بیان فرمایا ہو کہ یہ آیت اِن ہی کے بیان کے لئے وارد ہوئی ہے اور بس! غایت مافی الباب یہ ہے کہ یہ آیت اُسی وقت کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور وہ وقت نزولِ آیت کے لئے تاریخ کی طرح ہے اور ہم اِس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اُس کی تاکید اِس بات سے بھی ہوتی ہے کہ

---

[1] (التفسير الكبير للرازي : ج ۲۸ ص ۹۸ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر لفظ ''فاسق'' کا اطلاق ایک بعید چیز ہے، کیوں اُنہوں نے وہم وگمان کیا اور وہ چوک اور چوک جانے والے شخص کو ''فاسق'' موسوم نہیں کیا جاسکتا۔(ترجمہ ختم)

امام خازن رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح امام علاء الدین الخازن رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۱ھ) لکھتے ہیں:

"قيل هو عام نزلت لبيان التثبت وترك الاعتماد علي قول الفاسق وهو أولي من حكم الآية علي رجل بعينه لأن الفسوق خروج عن الحق ولايظن بالوليد ذلك الا انه ظن و توهم فاخطأ." [1]

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ یہ آیت عام ہے (کو کسی شخص کے) بیان کے تثبت (حقیقت کی جستجو کرنے) اور فاسق کے قول پر ترکِ اعتماد کے لئے نازل ہوئی ہے، اور یہ کسی شخص معین پر آیت کا حکم (لگانے) سے اولیٰ ہے، کیوں کہ فاسق ہونا حق سے نکل جانا ہوتا ہے اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اِس کا گمان نہیں کیا جاسکتا مگر یہ کہ اُنہیں وہم و گمان ہوا تو وہ چوک گئے۔(ترجمہ ختم)

خطائے اجتہادی سے عدالت کی نفی اور فسق کا اثبات لازم نہیں آتا!:

چناں چہ زمانہ جاہلیت کی سابقہ عداوت کی وجہ سے اگر حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو وہم ہوگیا اور وہ اِس معاملہ میں چوک گئے ،لیکن اُن پر ''فسق'' کا اطلاق صحیح نہیں، اِس لئے کہ وہ اہل اجتہاد میں سے تھے اور اِس معاملہ میں اُن سے غلط فہمی کی بناء پر اجتہادی خطاء صادر ہوگئی تھی ،جس سے مجتہد کی عدالت کسی بھی طرح مجروح نہیں ہوتی، لہٰذا اُن سے بھی غلط فہمی کی صورت میں خطائے اجتہادی کے صادر ہونے پر اُن کی عدالت کو مجروح کر کے اُن پر ''فسق'' کا

---

[1] (تفسير الخازن: ج ٤ ص ١٧٨ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

حکم نہیں لگایا جائے گا۔

لفظ فاسق کے مصداق سے متعلق مولانا ابوالکلام آزادؒ کی عمدہ توجیہ:

رہی یہ بات کہ پھر اس آیت میں لفظ ''فاسق'' سے مراد کون ہے؟ تو اس کا سب سے بہترین اور عمدہ جواب مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے دیا ہے کہ:

> ''ممکن ہے کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کسی شریر شخص نے اِس استقبال کے متعلق غلط خبر دی ہو اور اسے اقدام و ہجوم (حملے) کی شکل میں دکھایا ہو، اِس پر خدا (تعالیٰ) نے فاسق کا اطلاق اُسی شخص پر کیا ہو۔'' [1]

حضرت ولید بن عقبہؓ دورِ نبوی، دورِ صدیقیؓ اور دورِ فاروقیؓ میں:

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی عدالت کا اِس بات سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اِس واقعہ کے بعد بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں خدماتِ حکومت سے محروم نہیں کیا بلکہ اُنہیں اِس جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ مامور فرما دیا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں اُنہیں قبیلہ بنی قضاعہ کے صدقات کی وصولی پر عامل بنا کر بھیجا تھا۔ [2] اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں اُن کو قبیلہ بنی تغلب کے صدقات کی وصولی پر عامل بنایا اور جزیرۃ العرب کے علاقہ پر حاکم مقرر فرمایا، لیکن اِن تینوں ادوار (دورِ نبوی، دورِ صدیقی اور دورِ فاروقی) میں اُن کو کسی نے بھی اِس آیت کا مصداق قرار نہیں دیا، نہ اُن پر کسی نے ''فاسق'' کا اطلاق کیا اور نہ ہی کبھی کسی نے اُن کو اِس کا طعنہ دیا۔

اِس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اِن تینوں حضرات کے نزدیک بھی حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی عدالت ثابت تھی اور اُنہوں نے کبھی بھی اِس واقعہ کی وجہ سے اُن پر جرح وتنقید

---

[1] (ترجمان القرآن: ج ۳ ص ۶۸۲)

[2] (تاریخ الطبری: ص تحت ۱۳ هجری)

نہیں کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے رشتہ داری:

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ رشتے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اخیافی (ماں شریک) بھائی لگتے تھے، کیوں کہ اُن کی والدہ حضرت اروی بنت کریز رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی کے والد عفان بن ابی العاص بن اُمیہ سے ہوا تھا جن سے عثمانؓ اور آمنہ تولد ہوئے۔

عفان بن ابی العاص کی وفات کے بعد حضرت اروی بنت کریز رضی اللہ عنہا کا دوسرا نکاح حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے والد عقبہ بن ابی المعیط سے ہوا جن سے تین بیٹے ولید خالد اور عمارہ اور تین بیٹیاں اُم کلثوم، اُم حکیم اور ہند تولد ہوئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا حاکم بنایا، جس کے بعد وہ عرب الجزیرہ سے کوفہ کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ [۱] جہاں پانچ سال تک وہ کوفہ کے گورنر رہے، اِس مدت میں اُن کی حویلی پر عوام کو روکنے کے لئے کوئی دربان مقرر نہیں تھا بلکہ مستغیث کو اپنی معروضات پیش کرنے کی ہمہ وقت اجازت حاصل تھی۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (المتوفی ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

"وكان الوليد بن عقبة علي عرب الجزيرة عاملا لعمر بن الخطاب فقدم الوليد في السنة الثانية من امارة عثمان ...... فقدم الكوفة وكان أحب الناس في الناس وأرفقهم بهم فكان بذلك خمس سنين وليس علي داره باب." [۲]

---

[۱] (تهذيب التهذيب لابن حجر: ج ۱۱ ص ۱۴۳ ط دائرة المعارف النظامية الهند)

[۲] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ۲۷۱ ط دار التراث بيروت لبنان)

ترجمہ: حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ عرب الجزیرہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال کوفہ تشریف لائے، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے اور اُن پر سب سے زیادہ نرمی کرنے والے تھے، وہ پانچ سال کوفہ میں گورنر رہے اور اُن کے گھر پر دروازہ نہیں تھا۔ (ترجمہ ختم)

کوفہ میں شر پسندوں کی شورش:

اِن ہی ایام میں یہ واقعہ پیش آیا کہ قبیلہ بنی خزاعہ کے ایک شخص "ابنُ الحَیسُمان" کو چند نوجوانوں نے اُس کے گھر میں گھس کر قتل کردیا، اُس نے شور مچایا مگر اُس کی مدد کو کوئی نہیں پہنچ سکا۔ حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ اپنے صاحب زادے کے ساتھ قریب ہی مکان میں قیام فرما رہے تھے، اُنہوں نے کچھ شور سنا تو چھت پر چڑھے، اُن شرارت پسندوں کو ڈانٹا، مگر اِس دوران وہ اپنا کام کر چکے تھے۔ مقدمہ قتل پیش ہوا تو حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ اور اُن کے صاحب زادے نے گواہی دی۔ قصاص کا حکم ہوا، پھر حسب قاعدہ مقدمہ کی مسل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کی گئی، خلیفہ کی جانب سے فیصلہ کی تصدیق ہوئی۔ ملزم کو قصر امارت کے سامنے چوک میں قتل کردیا گیا۔

مخالفت کا آغاز:

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ اور اُن کے صاحب زادے تو چند روز کے لئے گئے تھے وہ مدینہ واپس چلے آئے، لیکن جو قاتل قصاص میں قتل کیے گئے تھے اُن کے وارثوں کے دلوں میں حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کینہ بیٹھ گیا[1] جس کے بعد انہوں نے اُن کے خلاف عیب جوئی و نکتہ چینی کرنی شروع کردی اور پھر اُس کی بنیاد پر وہ اُن کے خلاف

---

[1] (تاریخ الطبري : ج ٤ ص ٢٧٢ ط دار التراث بیروت لبنان) و(تاریخ ابن خلدون : ج ٢ ص ٥٨١ ط دار الفکر بیروت لبنان)

پروپیگنڈے اور سازشیں کرنے لگے۔

شراب نوشی کا الزام:

قبیلہ بنی تغلب ایک مشہور قبیلہ تھا، اُس نے اگر چہ اپنا سابقہ مذہب عیسائیت نہیں چھوڑا تھا، مگر اس کے باوجود اُس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہ رعایت ضرور حاصل کر لی تھی کہ اُن سے جزیہ نہیں لیا جائے، بلکہ وہ لوگ جزیہ کے بجائے مسلمانوں کی زکوٰۃ کی دوگنی قیمت ادا کیا کریں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ عرب الجزیرہ کے گورنر تعینات ہوئے تو اُس وقت اُن کا قیام اسی قبیلہ میں تھا، اُس قبیلے میں ابو زبید نامی ایک شخص تھا جس کا اُس قبیلہ سے ننھیال کا تعلق تھا، اِس ننھیالی تعلق کی بناء پر اُس نے قبیلہ کے آدمیوں سے قرض لے رکھا تھا، کچھ عرصہ بعد ابو زبید نے عیسائی مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا، جس کی وجہ سے قبیلہ کے عیسائی قرض خواہوں نے اُس سے قرض کی واپسی کا شدت سے مطالبہ شروع کر دیا، ابو زبید جب زیادہ پریشان ہوا تو حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اُس کی یہ مدد کی کہ اُس کے قرض کی ادائیگی اپنے ذمہ لے لی۔[1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت کے دوسرے سال جب حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تو ابو زبید بھی کوفہ چلا آیا، خلاء ملاء پہلے سے تھا، وہی انداز یہاں بھی رہا، مگر شاعر تھا، شاعرانہ مزاج رکھتا تھا، اسی کمزوری سے کینہ پروروں نے (جن کے بیٹے قصاص میں قتل کئے گئے تھے) فائدہ اُٹھایا، اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ اور ابو زبید دونوں پر شراب نوشی کا الزام لگا دیا۔

شراب نوشی کے الزام کا حقیقی پس منظر:

چناں چہ یہی کینہ پرور اور شرپسند لوگ باقاعدہ ایک طے شدہ منصوبے کے تحت ایک

---

[1] (تاریخ الطبري: ج ٤ ص ٢٧٣ ط دار التراث بیروت لبنان) و (تاریخ ابن خلدون: ج ٢ ص ٥٨١ ط دار الفکر بیروت لبنان)

روز حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچے، اُن کا دروازہ ہر آنے جانے والے کے لئے ہمہ وقت کھلا رہتا تھا، یہ دفعتاً وہاں پہنچ گئے، تو حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آگے سے ایک طشت ہٹا کر چوکی کے نیچے کر دیا،، اِس پر اُن کو موقع مل گیا، اور باہر آ کر کہنا شروع کر دیا کہ ولید اور ابو زبید شراب پی رہے ہیں، اب ایک مجمع وہاں پہنچ گیا، حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ مجمع کو دیکھ کر حیران ہوئے، سبب دریافت کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ اُن پر یہ الزام لگایا گیا ہے۔ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے چوکی کے نیچے سے طشت نکال کر دکھا دیا کہ اُس میں انگور کے خوشے تھے، خوشے ختم ہو گئے ہیں، بکھرے ہوئے دانے رہ گئے ہیں، یہ حضرات آئے تو اِس خیال سے کہ اِن بکھرے ہوئے دانوں پر مَیں اُن کی خاطر نہیں کر سکتا، مَیں نے اِس طشت کو چوکی کے نیچے کر دیا تھا، جو لوگ شراب نوشی کی خبر سن کر آئے تھے، جب اُن کو حقیقت حال کا علم ہوا تو انہوں نے اُن خبر دینے والوں کی ملامت کی۔ [۱]

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی وسعت ظرفی:

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ اُن کو تنبیہ فرما سکتے تھے، اُن کی شکایت دربار خلافت تک پہنچاتے تو وہاں سے اُن کے خلاف کوئی کارروائی ہو سکتی تھی، مگر حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی وسعت ظرفی نے اِس معاملہ کو دبا دیا، اور کوئی شکایت اوپر نہیں پہنچائی، مگر یہ حاسدین و معاندین ایسے حیادار کب تھے کہ خاموش ہو جاتے، اُن میں سے ایک ''جندب'' نامی شخص (جس کا بیٹا ''زہیر'' قصاص میں قتل کیا گیا تھا) کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر قاضی اور مفتی شہر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا، اور اُن کے کان بھرے کہ ولید شراب پیتا ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُن کو ٹال دیا کہ جب تک ہمارے سامنے کوئی مقدمہ نہیں آتا تو یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ لوگوں کے اندرونی حالات ٹٹولیں۔ [۲]

اُن لوگوں نے صرف حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے چغلی کھائی تھی تا کہ انہیں بدظن کر دیں، دعویٰ دائر نہیں کیا تھا، اِس لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ثبوت بھی

[۱] (تاريخ الطبري : ج ٤ ص ٢٧٤ ط دار التراث بيروت لبنان)

[۲] (تاريخ الطبري : ج ٤ ص ٢٧٤، ٢٧٥ ط دار التراث بيروت لبنان)

طلب نہیں کیا اور معاملہ کو ٹال دیا، لیکن حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو اپنی صفائی اور برأت پر اتنا یقین تھا کہ اُن کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے شکایت پیدا ہوگئی کہ انہوں نے الزام کی تحقیق کیوں نہیں کی؟ اور میرے متعلق ایسا شرم ناک الزام سننے کے بعد معاملہ کو ٹال کیوں دیا؟

شعبدہ بازی کرانے کا الزام:

اُس زمانہ میں حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے یہاں کوئی شخص آیا، جو شعبدے دکھاتا تھا، ایسے لوگ شاہِ ایران یا امرائے ایران کے پاس جاتے، تو وہاں سے انعام پاتے، اسی توقع پر وہ ''امیر کوفہ'' کے پاس بھی آیا اور کوئی شعبدہ دکھایا، شورش پسندوں کے ہاتھ ایک اور موقع لگ گیا، انہوں نے جادو کے متعلق سوالات شروع کر دیئے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے یہاں شکایتی درخواست پیش کر دی کہ اِس جادوگر کو سزا ملنی چاہیے، اُس شعبدہ باز کو بلایا گیا، اُس نے اقرار کیا اور ایک شعبدہ کر کے بھی دکھایا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے ہوئی کہ اُس کو قتل کر دینا چاہیے، مگر پھر گورنر کوفہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو ہوئی تو دونوں کا فیصلہ یہ ہوا کہ اُس کو قید میں ڈال دیا جائے، لیکن یہ شعبدہ باز بھی مضبوط آدمی تھا، اُس نے دربارِ خلافت میں اپیل پہنچا دی، وہاں سے جواب آیا کہ قید میں ڈال دینا بھی صحیح نہیں، بلکہ اُس سے حلفیہ بیان لیا جائے اور فہمائش کر کے چھوڑ دیا جائے۔

سبائیوں کی شورش اور حضرت ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی مطالبہ:

لیکن شر پسندوں نے جب یہ دیکھا کہ یہاں بھی اُن کی دال نہیں گلی اور اُن کو منہ کی کھانی پڑی تو وہ اپنی حرکتوں سے باز آنے کے بجائے مزید سازشیں کرنے لگے، اور کچھ آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ پہنچ گئے اور امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے احتجاج کرنے لگے کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا جائے، لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اُن کی یہ درخواست قبول نہیں کی تو اب اُنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ولید رضی اللہ عنہ دونوں کے خلاف افواہیں پھیلانا شروع کر دیں۔

اِس کے بعد ایک روز وہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچے، اُس وقت وہ آرام فرما رہے تھے، اُنہوں نے اُن کی اُنگلی سے (مہر والی) انگوٹھی نکالی اور اُس کو بھی مدینہ منورہ بھیج دیا، تاکہ شراب نوشی اور بدمستی کے ثبوت میں پیش کیا جا سکے۔

چناں چہ اِس مرتبہ شورش پسند اپنی سازش میں کامیاب ہو گئے اور ایک شخص نے گواہی دی کہ میں نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے، دوسرے نے گواہی دی کہ میں نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو شراب کی قے کرتے دیکھا ہے، جس سے اُن کی ڈاڑھی بھی تر ہو گئی تھی۔

سبائیوں کی شورش کے اثرات صحابہ کرامؓ پر:

کوفہ کے اُن شر پسندوں کو سازش اور پروپیگنڈہ کرنے میں اس قدر مہارت حاصل تھی کہ شاید اُس کی مثال آج کل کے جدید ترقی یافتہ دور میں بھی ملنی مشکل ہو، بجا کہ کوفہ میں جو کچھ اُنہوں نے حرکتیں کیں، اُن کا نتیجہ ندامت ہی رہا اور اُنہیں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی تاہم کوفہ کے بعد مدینہ منورہ میں جا کر اُنہوں نے جو گھناؤنی سازشیں تیار کیں وہ اتنی مضبوط اور پختہ تھیں کہ اُس دور کے کبار صحابہ کو بھی اُن پر یقین آ گیا۔

صحیح بخاری کا حوالہ:

چناں چہ صحیح بخاری میں ہے:

”حدثنا عبد الله بن محمد الجعفي حدثنا هشام أخبرنا معمر عن الزهري حدثنا عروة بن الزبير أن عبيد الله بن عدي بن الخيار أخبره أن المسور بن المخرمة وعبد الرحمان بن الأسود بن عبد يغوث قالا له مايمنعک أن تكلم خالک عثمان في أخيه الوليد بن عقبة وكان أكثر الناس فيمافعل به قال عبيدالله فانتصبت لعثمان حين خرج الى الصلاة فقلت له ان لي اليک حاجة وهي نصيحة فقال

أيها المرء أعوذ بالله منک فانصرفت فلما قضيت الصلاة جلست الي المسور والي ابن عبد يغوث فحدثتهما بالذي قلت لعثمان وقال لي فقالا قد قضيت الذي كان عليک فبينما أنا جالس معهما اذ جائني رسول عثمان فقالا لي قد ابتلاک الله فانطلقت حتي دخلت عليه فقال مانصيحتک التي ذكرت آنفا قال فتشهدت ثم قلت ان الله بعث محمدا صلي الله عليه وسلم وأنزل عليه الكتاب وكنت ممن استجاب لله ورسوله صلي الله عليه وسلم وآمنت به وهاجرت الهجرتين الأولين وصحبت رسول الله صلي الله عليه وسلم ورأيت هديه وقد أكثر الناس في شأن الوليد بن عقبة فحق عليک أن تقيم عليه الحد فقال لي يا ابن أخي أدركت رسول الله صلي الله عليه وسلم قال قلت لا ولكن قد خلص الي من علمه ما خلص الي العذرآء في سترها قال فتشهد عثمان فقال ان الله قد بعث محمدا صلي الله عليه وسلم وأنزل عليه الكتاب وكنت ممن استجاب لله ورسوله صلي الله عليه وسلم وآمنت بما بعث به محمد صلي الله عليه وسلم وهاجرت الهجرتين الأولين كما قلت وصحبت رسول الله صلي الله عليه وسلم وبايعته والله ماعصيته ولا غششته حتي توفاه الله ثم استخلف الله أبا بكر فوالله ماعصيته ولا غششته ثم استخلف عمر أفليس لي عليكم مثل الذي كان لهم علي قال بلي قال فما هذه الأحاديث التي تبلغني عنكم فأما ماذكرت من شأن الوليد بن عقبة فسنأخذ فيه ان شاء الله

بالحق قال فجلد الوليد أربعين جلدة وأمر عليا أن يجلده وكان هو يجلده .“ [1]

ترجمہ: حضرت عبید اللہ بن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبد الرحمٰن بن الاسود بن عبد یغوث نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں اپنے ماموں عثمانؓ سے اُن کے (ماں شریک) بھائی ولید کے بارے میں بات کرنے سے کس چیز نے رُوک رکھا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اِس معاملہ میں ڈھیل دینے سے لوگ چہ می گوئیاں کررہے ہیں عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس وقت نماز کے لئے نکلے میں راستہ میں کھڑا ہوگیا، میں نے اُن سے عرض کی کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے، اور وہ آپ کی خیر خواہی ہی کی بات ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جی حضرت! تم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، !“ چناں چہ میں لوٹ آیا، پھر جب میں نماز ادا کرچکا تو میں حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عبد یغوث کے پاس جا بیٹھا اور میں اُن کو بتایا کہ میں نے یہ کہا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا، اِس پر اُنہوں نے فرمایا کہ تم نے اپنا فرض پورا کردیا، حضرت عبید اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی اُنہیں کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاصد (مجھے بلانے) آگیا، اُن دونوں حضرات نے مجھے کہا کہ (اب تمہاری خیر نہیں) تمہیں اللہ نے آزمائش میں ڈال دیا ہے، چناں چہ میں چل پڑا یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوگیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری وہ خیر خواہی کی بات کیا ہے جو ابھی تم نے (نماز سے پہلے مجھ سے) ذکر کی؟ میں نے کلمہ شہادت پڑھا، پھر کہا کہ بے شک اللہ

---

[1] (صحيح البخاري : ج ٥ ص ٤٩ ح ٣٨٧٢ ط دار طوق النجاة)

تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور اُن پر کتاب نازل کی، آپ اُن لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اللہ او راُس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا اور اُن پر ایمان لائے، اور آپ نے پہلی دو ہجرتیں کیں، اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، اور آپ نے اُن کی سیرت کو دیکھا، لوگ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق (آپ کے تامل کی وجہ سے) بہت کچھ کہہ رہے ہیں، لہٰذا آپ کا حق بنتا ہے کہ آپ اُن پر حد جاری فرمائیں، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: ''اے میرے بھتیجے! تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا؟ میں نے کہا نہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تعلیمات پردے میں کنواری لڑکی تک پہنچ چکی ہیں وہ مجھے بھی پہنچی ہیں، حضرت عبید اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا، اُن پر کتاب نازل کی، میں اللہ اور اُس کے رسول کی دعوت کو قبول کرنے والوں میں سے تھا، میں اُس دعوت پر ایمان لایا جس کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ مبعوث کیے گئے، اور جیسا کہ تم نے کہا پہلی دو ہجرتیں بھی کیں، میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب بھی ہوا اور میں نے اُن سے بیعت بھی کی، اللہ کی قسم! میں نے نہ کبھی اُن کی نافرمانی کی اور نہ کبھی اُن کو دھوکہ دیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو وفات دے دی، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تو اللہ کی قسم! میں نے نہ کبھی اُن کی نافرمانی کی اور کبھی نہ اُن کو دھوکہ دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو اللہ کی قسم! میں نے نہ کبھی اُن کی نافرمانی کی اور نہ کبھی اُن کو دھوکہ دیا تو کیا مجھے تم پر وہ حقوق حاصل نہ ہوں گے جو اُن حضرات کو مجھ پر حاصل تھے؟ حضرت عبید اللہ

رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں؟ تو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''پھر یہ کیا باتیں ہیں جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچ رہی ہیں؟ بہر حال حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق تم نے جو کچھ ذکر کیا ہے تو ان شاء اللہ! اِس بارے میں ہم حق ہی کو لیں گے، حضرت عبید اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو چالیس کوڑے مارے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اُن کو کوڑے ماریں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کوڑے مارا کرتے تھے۔ (ترجمہ ختم)

حضرت ولید رضی اللہ عنہ کا مقدمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت میں:

صحیح بخاری کی اِس روایت سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اُس وقت شر پسندوں نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف سازشیں کر کے مدینہ کی فضاء کو اِس قدر مکدر کر دیا تھا کہ بعض اکابر صحابہ بھی اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چوں کہ شروع میں اِس الزام کی تصدیق میں تامل تھا اور وہ معاملہ کی تحقیق میں منہمک رہے، جس سے سزا کے نفاذ میں تاخیر ہوتی گئی اور لوگوں میں چہ می گوئیاں شروع ہونے لگیں کہ شاید اقرباء پروری کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اِس معاملہ کو ٹالنا چاہتے ہیں، اسی لئے انہوں نے اپنے بھانجے کی بات سننے سے انکار کر دیا تھا اور اُس سے اللہ کی پناہ لے لی تھی، لیکن بعد میں جب انہوں نے محسوس کیا کہ اُن کے بعض قریبی لوگ بھی اِس عام فضا سے کسی حد تک متاثر ہیں اور اُن پر اقرباء پروری کا الزام تراشنے کے لئے تیار ہیں، تو پھر انہوں نے اِس معاملہ کو جلدی کنارے لگانے کی ٹھان لی۔

چناں چہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شکایت سن حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بلوایا اور اِس معاملہ میں اُن سے ساری پوچھ گچھ کی، تو حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا معاملہ بیان کیا، اور قسم اُٹھا کر کہا کہ میں نے شراب نوشی نہیں کی، لیکن دوسری

طرف شورش پسندوں نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اپنے دو گواہ پیش کردیئے، جنہوں نے گواہی دی کہ ہم ولید کے پاس آنے جانے والے لوگ ہیں، پھر اُن میں سے ایک نے یہ گواہی دی کہ میں نے ولید کو شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ میں نے ولید کو شراب کی قے کرتے دیکھا ہے، جس سے اُس کی ڈاڑھی بھی تر ہوگئی تھی۔[1]

صحیح مسلم کا حوالہ:

چناں چہ صحیح مسلم میں ہے:

”حدثنا أبوبكر بن أبي شيبة وزهير بن حرب وعلي بن حجر قالوا حدثنا اسماعيل وهو ابن علية عن ابن أبي عروبة عن عبد الله الداناج ح وحدثنا اسحاق بن ابراهيم الحنظلي واللفظ له أخبرنا يحي بن حماد حدثنا عبد العزيز بن المختار حدثنا عبد الله بن فيروز مولي بن عامر الداناج حدثنا حضين بن المنذر أبو ساسان قال شهدت عثمان بن عفان وأتي بالوليد قد صلي الصبح ركعتين ثم قال أزيدكم فشهد عليه رجلان أحدهما حمران أنه شرب الخمر وشهد آخر أنه رآه يتقيأ فقال عثمان انه لم يتقيأ حتي شربها فقال يا علي قم فاجلده فقال علي قم يا حسن فاجلده فقال الحسن ول حارها من تولي قارها فكأنه وجد عليه فقال يا عبد الله بن جعفر قم فاجلده فجلده وعلي يعد حتي بلغ أربعين فقال أمسك ثم قال جلد النبي صلي الله عليه أربعين وجلد أبوبكر أربعين وعمر ثمانين

---

[1] (تاريخ الطبري : ج ٤ ص ٢٧٦، ٢٧٧ ط دار التراث بيروت لبنان)

وعمر ثمانين وكل سنة وهذا أحب الي ." [1]

ترجمہ: حضرت حضین بن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہاں حاضر تھا کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا جنہوں نے صبح کی دو رکعتیں پڑھائیں، پھر کہنے لگے کہ کیا تمہیں اور پڑھا دوں؟ چناں چہ اُن کے خلاف دو آدمیوں نے گواہی دی، اُن میں سے ایک کا نام حمران ہے جس نے گواہی دی کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے شراب پی ہے، اور دوسرے نے گواہی دی کہ میں نے اُن کو (شراب کی) قے کرتے دیکھا ہے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے شراب نہ پی ہوتی تو قے نہ کرتے، پھر فرمایا اے علی! کھڑے ہو جائیے اور اِنہیں کوڑے لگائیے! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حسن کھڑے ہو جائیے اور اِنہیں کوڑے لگائیے! اُن نے کہا کہ اِس کام کی تپش وہی سہے جسے اُس کی ٹھنڈک ملی ہو، گویا کہ وہ اِس بات پر ناراض تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عبداللہ بن جعفر! کھڑے ہو جائیے اور اِنہیں کوڑے لگائیے، چناں چہ اُنہوں نے کوڑے لگائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شمار کرتے رہے، جب چالیس کوڑے ہو گئے تو فرمایا کہ بس کیجئے، پھر فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے لگوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے لگوائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے لگوائے، ہر ایک سنت ہے، مگر مجھے یہی پسند ہے۔ (ترجمہ ختم)

حضرت ولید ؓ پر حد خمر کا اجراء اور ایک غلط فہمی کا ازالہ:

چوں کہ یہ واقعہ حدیث کے دو صحیح ترین مجموعوں میں موجود ہے، اِس لئے اگر اسے یہ

[1] (صحيح المسلم: ج ۳ ص ۱۳۳۱ ح ۱۷۰۷ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

کہہ کر مسترد کر دیا جائے کہ ایک صحابی سے ایسا شنیع فعل ممکن ہی نہ تھا تو اِس دلیل کے مطابق صحیح بخاری و مسلم بلکہ تمام کتب حدیث کی وہ تمام روایات مسترد ماننا پڑیں گی جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حدود کے نفاذ کا ذکر ہے، کیوں کہ اگر ہم بعد کے دور میں بھی ایسی خطا کا وقوع ناممکن مانیں، تو پھر شمع رسالت کی موجودگی میں اس کا امکان ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لیکن اگر جمہور علماء کی پیروی میں یہ مان لیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں بھی اِکا دُکا بعض صحابہؓ سے بشری تقاضے کے تحت ایسی لغزشیں ہوئی تھیں، تو پھر یہ ماننے میں کوئی اُصولی رُکاوٹ نہیں رہتی کہ بعد کے دور میں بھی ایسی لغزشوں کا امکان ہے۔

یہ سوچنا بھی غلط ہوگا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جرم ثابت ہوئے بغیر ہی ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر حد جاری کر دی ہوگی، کیوں کہ اِس طرح تو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بچانے کی کوشش میں اُن سے کہیں زیادہ برگزیدہ صحابہ پر ظلم کا الزام لگ جائے گا۔ [1]

شربِ خمر کا الزام عہدہ سے معزولی کا شاخسانہ تھا!:

تاہم حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے اِس واقعہ کے پس منظر کے متعلق محدثین عظام رحمہم اللہ عموماً خاموش نظر آتے ہیں، انہوں نے اِس واقعہ کے متعلق نہ کچھ کلام کیا اور نہ ہی اِس کی صحت و سقم کا کوئی سراغ لگایا، بلکہ صرف حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے شراب نوشی پر شہادت پائے جانے سے حد لگوانے کا واقعہ نقل کر دیا ہے، اب غور طلب امر یہ ہے کہ اِس بات کا سراغ لگایا جائے کہ شہادت دینے والے کون لوگ تھے؟ کیسے افراد تھے؟ شہادت مبنی بر حقیقت تھی یا کسی سازش کا حصہ تھی؟ تو اِس بارے میں مؤرخین نے یہ کرید کی ہے کہ واقعہ ہذا کوفہ کے چند شرپسند (ابو زینب، مورع اور جندب نامی) شخصوں کی سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ تھی اور گواہ بھی جھوٹے تھے جنہوں نے خلیفہ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کردار کشی اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کرنے کے لئے یہ سارا کھیل کھیلا تھا۔ [2]

---

[1] (حاشیہ تاریخ اُمت مسلمہ: ۲/۱۱۰، ط المنبل پبلشرز کراچی)

[2] (تاريخ الطبري : ج ٤ ص ٢٧٦ ط دار التراث بيروت لبنان)

ہمارے اِس دعوے پر مندرجہ ذیل کبار علماء کی آراء شاہدِ عدل ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"ویقال ان بعض أهل الكوفة تعصبوا عليه فشهدوا عليه بغير الحق." [۱]

ترجمہ: اور کہا جاتا ہے کہ بعض اہلِ کوفہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے تعصب رکھتے تھے تو انہوں نے اُن کے خلاف ناحق گواہی دی۔ (ترجمہ ختم)

حافظ سخاوی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں:

"قيل في الوليد بخصوصة أن بعض أهل الكوفة تعصبوا عليه فشهدوا عليه بغير الحق." [۲]

ترجمہ: حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں خصوصیت سے کہا گیا ہے کہ بعض اہلِ کوفہ اُن سے تعصب رکھتے تھے تو انہوں نے اُن کے خلاف ناحق گواہی دی۔ (ترجمہ ختم)

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ:

لیکن یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ واقعہ ہٰذا کا پس منظر تو تاریخ طبری کی ضعیف الاسناد روایات سے ثابت ہوتا ہے جب کہ شربِ خمر پر حد جاری کرنے کا مسئلہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہے تو پھر تاریخ طبری کی ضعیف الاسناد روایات کے مقابلے میں صحیحین کی روایات کو کیوں کر مسترد کیا جا سکتا ہے؟ تو اُس کا جواب شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے یہ دیا ہے

---

[۱] (ألاصابة في تمييز الصحابة لابن حجر: ج ٦ ص ٤٨٢ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[۲] (فتح المغيث بشرح ألفية الحديث للسخاوي: ج ٤ ص ٩٨ ط مكتبة السنة مصر)

کہ:

"ان روایة صحیح مسلم انما تدل علي أن الولید أقیم علیه الحد بشهادة شهود ولاتدل علي شرب الخمر في نفس الأمر وان الامام انما یعمل بظاهر الشهادات وان عمله في اقامة الحد علي رجل لایستلزم أن یکون الرجل جانیا في الواقع کما هو مقتضي قوله علیه الصلاة والسلام ولعل بعضکم أن یکون ألحن بحجته من الآخر ."[1]

ترجمہ: صحیح مسلم کی روایت تو صرف اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر گواہوں کی گواہی کی وجہ سے حد قائم کی گئی ہے، نفس الامر میں شربِ خمر پر دلالت نہیں کرتی، اور یہ کہ امام (خلیفہ وقت) صرف ظاہری گواہیوں پر ہی عمل کرتا ہے، اور یہ کہ کسی شخص پر حد کے قائم کرنے میں امام کا عمل فی الواقع اُس شخص کے جنایت کرنے والے ہونے کو مستلزم نہیں ہوتا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِس قول: "کہ تم میں سے بعض لوگ دلیل دینے میں دوسرے سے زیادہ تیز ہوں" کا یہی مقتضی ہے کہ ہوسکتا ہے۔ (ترجمہ ختم)

شربِ خمر کے نفاذِ حد کے باوجود حضرت عثمانؓ کو صحت واقعہ میں تردد تھا!:

چناں چہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی شروع میں اِس واقعہ کی صحت میں تردد تھا، یہی وجہ ہے کہ اُنہوں نے حد جاری کرنے میں تاخیر سے کام لیا تا کہ اِس معاملہ کی مکمل صحیح تحقیق سامنے آجائے لیکن جب اُنہوں نے دیکھا کہ تاخیر کرنے سے لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئی ہیں اور بعض اپنے قریبی لوگ بھی اِس عام فضاء سے متاثر ہونے لگ گئے ہیں تو تب اُنہوں نے دو گواہوں سے گواہیاں لیں اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر شراب نوشی کی حد جاری

---

[1] (تکملة فتح الملهم في شرح صحیح المسلم للعثماني : ج ۲ ص ۴۳۹ ط دار القلم دمشق)

کردی، لیکن اِس کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اِس واقعہ کو جعلی خیال فرماتے تھے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (المتوفی ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

”فحلف له الوليد وأخبره خبرهم فقال نقيم الحدود ويبوء شاهد الزور بالنار فاصبر يا أخي فأمر سعيد بن العاص فجلده .“[1]

ترجمہ: پس حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اِس کام پر قسم اُٹھائی (کہ میں نے شراب نہیں پی) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اُن کے سارے کاموں کی خبر دے دی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم حدود قائم کریں گے، گواہ اگر جھوٹے ہیں تو وہ جہنم کی آگ کی طرف لوٹ کر جائیں گے، لہٰذا میرے بھائی صبر کیجئے، پھر سعید بن العاص کو حکم دیا تو انہوں نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارے۔ (ترجمہ ختم)

تاریخ طبری کی اِس روایت سے واضح اور صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی شراب نوشی کا واقعہ جعلی اور من گھڑت تھا، لیکن چوں کہ اِس پر قانونِ شرعی کے اعتبار سے گواہیاں مکمل تھیں، اِس لئے شرعی قانون کے اعتبار سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُن کو رد نہیں کیا بلکہ اُن پر عمل درآمد کیا اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو شربِ خمر کی حد لگوائی۔

تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اِس سزا پر حضرت ولید رضی اللہ عنہ کو صبر کی تلقین کی اور گواہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا کہ اگر وہ سچے ہیں تو اُن کے لئے نجات ہے اور اگر انہوں نے جھوٹی گواہیاں دی ہیں تو جہنم اُن کا ٹھکانہ ہے اور وہیں انہیں لوٹ کر جانا پڑے گا۔

---

[1] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٢٧٦ ط دار التراث بيروت لبنان)

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی نیت پر حملہ:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے لیکچر میں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ:

''حضرت عمر نے منع کیا تھا کہ جو فتح مکہ پہ معافی مانگ کے مسلمان ہوئے اِن کی تین نسلوں میں بھی کسی کو مسلمانوں کے اُوپر امیر نہیں لگانا، کیوں کہ اِن کی تو وہ تربیت ہی نہیں، لیکن دیکھ لیں کہ ولید بن عقبہ گا ٹے فٹ ہوگیا، وہ حضرت عثمان کا رشتہ دار تھا، سوتیلا بھائی بھی لگتا تھا اِس لئے انھوں نے اُس کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔''

انجینئر محمد علی مرزا کا جھوٹ:

انجینئر محمد علی مرزا نے یہاں پہلا جھوٹ تو یہ بولا کہ: ''حضرت عمر نے منع کیا تھا کہ جو فتح مکہ پہ معافی مانگ کے مسلمان ہوئے اُن کی تین نسلوں میں بھی کسی کو مسلمانوں کے اُوپر امیر نہیں لگانا'' حالاں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فتح مکہ پر مسلمان ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ ممانعت کہیں بھی منقول نہیں ہے، بلکہ اُن سے تو صرف بنی معیط کی اولاد کے بارے میں یہ ممانعت منقول ہے کہ اُن کو لوگوں پر گورنر مت لگائیےگا۔

چناں چہ ''مصنف عبد الرزاق'' میں سند متصل کے ساتھ ایک صحیح روایت میں آتا ہے کہ:

" وان كنت يا عثمان علي شئ فاتق الله ولاتحمل بني أبي المعيط علي رقاب الناس ."[1]

ترجمہ: اے عثمان! اگر تمہیں کوئی عہدہ ملے تو تم بنی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کرنا (اور اُن کو گورنر نہ بنانا)

---

[1] (مصنف عبد الرزاق: ح ٩٧٧٦) ورواه أبو محمد الحارث بن أبي أسامة (المتوفي ٢٨٢ هجرية) باسناد متصل رجاله ثقات (مسند الحارث مع بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث: ج ٢ ص ٦٢٢) و (مصنف بن أبي شيبة: ح ٣٧٠٧١، بسند صحيح الي حسن بن محمد بن الحنفية)

انجینئر محمد علی مرزا کا دوسرا جھوٹ:

اِس کے ساتھ ہی دوسرا جھوٹ انجینئر محمد علی مرزا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اُس ممانعت کی علت بیان کرتے ہوئے یہ بولا کہ: ''کیوں کہ اُن (طلقاء) کی تو وہ تربیت ہی نہیں ہوئی تھی'' حالاں کہ بنی معیط کی اولاد کو لوگوں پر گورنر مقرر نہ کرنے کی علت قطعاً یہ نہیں تھی کہ وہ تربیت یافتہ نہیں تھے، بلکہ ملکی سیاست اور انتظامی حکمت عملی کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ممانعت کا اصل مقصد یہ تھا کہ کہیں کل کلاں کسی بد خواہ کے ہاتھ یہ غلط فہمی پھیلانے کا موقع نہ لگ جائے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اعزہ واقارب کو اعلیٰ عہدوں اور بڑے منصبوں پر فائز کر کے منصب خلافت پر اپنے خاندان اور اپنے رشتہ داروں کی اجارہ داری قائم کردی ہے۔

اِس لئے کہ اگر بنی معیط کی اولاد (حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ) کی عدمِ تربیت ہی کا مسئلہ درپیش ہوتا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے معاً بعد ۹ھ میں اُن کو تربیت یافتہ نہ ہونے کے سبب قبیلہ بنی مصطلق کے صدقات کی وصولی کے لئے عامل زکوٰۃ بنا کر نہ بھیجتے، اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی اپنے دورِ خلافت میں اُن کو تربیت یافتہ نہ ہونے کے سبب قبیلہ بنی قضاعہ کے صدقات کی وصولی کے لئے عامل زکوٰۃ بنا کر نہ بھیجتے، اور اسی طرح خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے دورِ خلافت میں تربیت یافتہ نہ ہونے کے سبب اُن کو عرب الجزیرہ پر گورنر تعینات نہ فرماتے اور نہ اُن کو قبیلہ بنی تغلب کے صدقات کی وصولی کے لئے عامل زکوٰۃ بنا کر بھیجتے۔

کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول و فعل میں (نعوذ باللہ!) تضاد تھا؟

انجینئر محمد علی مرزا ہمیں بتائیں کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول و فعل میں تضاد تھا کہ ایک طرف تو خود وہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو تربیت یافتہ ہونے کے سبب عرب الجزیرہ پر گورنر بھی تعینات فرماتے ہیں اور انہیں قبیلہ بنی تغلب کے صدقات کی وصولی کے لئے عامل زکوٰۃ بنا کر بھی بھیجتے ہیں، لیکن دوسری طرف وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اِن کے تربیت یافتہ نہ ہونے سبب گورنر تعینات کرنے سے منع فرماتے ہیں، اور (العیاذ باللہ!) آیت: '' یا ایھا

الذین آمنوا لم تقولون مالاتفعلون ." [1] کا مصداق بنتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کی ممانعت کے باوجود حضرت عثمانؓ کے اقدام کی وضاحت:

اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جو بنی معیط کی اولاد حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر گورنر تعینات کرنے سے منع کیا تھا تو وہ کسی فرضِ قطعی او رواجب لابدی کے درجہ میں نہیں تھا کہ جس کا ایفاء بہر حال لازم تھا یا جس کی مخالفت سے کوئی گناہ وغیرہ لازم آنے کا خدشہ تھا، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ممانعت حفظ ماتقدم کے پیش نظر محض مذکورہ بالا حکمت عملی اور دُور اندیشی کے نتیجے میں تھی، لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سیاسی انتظامات اور ملکی اُمور چلانے میں اچھی مہارت اور عمدہ تجربہ رکھتے ہیں تو انہوں نے سربراہِ مملکت کی حیثیت سے ملکی اور قومی مفاد کے پیش نظر او رسیاسی وانتظامی ضروریات کے تحت اُنہیں عرب الجزیرہ سے بلا کر کوفہ پر گورنر تعینات فرما دیا، جہاں اُنہوں نے انتہائی ذمہ داری اور بڑی خوش اُسلوبی کے ساتھ تقریباً پانچ سال تک اپنی خدمات سرانجام دیں اور عوام الناس کے دل جیت لئے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (المتوفی ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

" فقدم الولید في السنة الثانیة من امارة عثمان ...... فقدم الکوفة وکان أحب الناس في الناس وأرفقهم بهم فکان ذلک خمس سنین ولیس علي بابه دار ." [2]

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امارت کے دوسرے سال حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لے آئے، اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ تھے، اور لوگوں پر سب سے زیادہ نرمی کرنے

[1] (الصف: ۲/۶۱)

[2] (تاریخ الطبري: ج ٤ ص ٢٧١ ط دار التراث بیروت لبنان)

والے تھے، پانچ سال تک وہ کوفہ کے گورنر رہے اور (اِس دوران) اُن کے گھر پر دروازہ (تک) نہیں تھا۔ (ترجمہ ختم)

حضرت عمر کی ممانعت کے باوجود حضرت علیؓ کے اقدام کا اثبات:

ہمارے مذکورہ بالا موٴقف کی تائید اِس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیاسی دُوراندیشی اور انتظامی حکمت عملی کے تحت جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اولادِ بنی معیط کو گورنر بنانے سے منع فرمایا تھا، اسی طرح انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اولادِ بنی ہاشم کو بھی گورنر بنانے سے منع فرمایا تھا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ امام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

"وان كنت يا عثمان علي شئ من أمر الناس فلا تحملن بني أبي معيط علي رقاب الناس وان كنت يا علي علي شئ من أمر الناس فلاتحملن بني هاشم علي رقاب الناس."[1]

ترجمہ: اے عثمانؓ! اگر تم لوگوں کے کسی معاملے کے ذمہ دار بن گئے تو تم ابی معیط کی اولاد کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کرنا، اور اے علیؓ! اگر تم لوگوں کے کسی معاملے کے ذمہ دار بن گئے تو تم بنی ہاشم کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کرنا۔ (ترجمہ ختم)

لیکن تاریخ گواہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں بنو ہاشم (حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبید اللہ بن عباس، حضرت قثم بن عباس، حضرت تمام بن عباس رضی اللہ عنہم اور اپنے لے پالک حضرت محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ میں سے ہر ایک) کو عہدہ دیا اور ہر ایک کو گورنر بنایا۔

---

[1] (شرح مشكل الآثار للطحاوي: ج ١٢ ص ٤٧٩ ح ٤٩٥٥ ط مؤسسة الرسالة بيروت)

مؤرخ خلیفہ بن خیاط رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ مؤرخ خلیفہ بن خیاط رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۰ھ) لکھتے ہیں:

"مكة ...... ولي قثم بن عباس ...... وولي عبيد الله بن العباس اليمن ...... علي المدينة ولي تمام بن عباس ...... بصرة ولي عبد الله بن عباس ......مصر ولي محمد بن أبي بكر."[1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر کیا، حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر مقرر کیا، حضرت تمام بن عباس رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا اور حضرت محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ (ترجمہ ختم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ امتیازی سلوک:

لیکن اِس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی رافضی و نیم رافضی یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکم عدولی کی اور اُن کے فرمان کو پس پشت ڈالا، جب کہ یہی کام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا تو اُن پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے، اُن پر اقرباء پروری کے جملے کسے جاتے ہیں، اور انہیں ہدفِ تنقید بنا کر نہایت سخت ملامت کیا جاتا ہے، کیا یہ دوہرا معیار نہیں ہے؟ کیا یہ بد دیانتی نہیں ہے؟ اور کیا یہ امتیازی سلوک نہیں ہے جو مظلوم مدینہ خلیفہ سوم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ذات کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اِن لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسیوں سے نہیں بلکہ اصل میں اُن کی ذات سے عداوت اور کینہ ہے، جس پر براہِ راست حملہ کرنے کے بجائے وہ اُن کی پالیسیوں کی آڑ میں چھپ کر اُن پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اُن کے بلند مقام صحابیت کو طشت ازبام کرنے

[1] (تاريخ خليفة بن خياط: ج ۱ ص ۲۰۱ ط دار القلم دِمَشق/ مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔

اقرباء پروری کا الزام اور اُس کا ازالہ:

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سینتالیس افراد بڑے اور اہم عہدوں پر برفائز تھے، جن میں سے صرف چھ افراد اُن کے اعزہ واقارب میں سے تھے:

۱-حضرت سعید بن العاص (چچازاد)

۲-حضرت معاویہ بن ابی سفیان (چچازاد)

۳-مروان بن حکم (چچازاد)

۴-حضرت ولید بن عقبہ (ماں شریک بھائی)

اور بنواُمیہ سے باہر کے رشتہ دار صرف دو افراد تھے:

۵-حضرت عبداللہ بن عامر عبشمی (ماموں زاد)

۶-حضرت عبداللہ بن ابی سرح بنو عامری (رضاعی بھائی)

اِن چھ عہدے داروں کو چھوڑ کر باقی اکتالیس عہدے داروں کا تعلق دیگر قبائل سے تھا۔

چناں چہ فتح مکہ سے لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک کے دور کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے دور سے پہلے بنواُمیہ کے عہدے دار بہ کثرت تھے، جو اُن کے زمانۂ خلافت میں تدریجی طور پر کم ہوتے گئے۔

چناں چہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں حکومتی مشینری میں بنواُمیہ کے دس افراد تھے:

۱-حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

۲-حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ

۳-حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

۴-حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

۵-حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ

۶-حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

۷-حضرت عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

۸-حضرت ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

۹-حضرت سعید بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

۱۰-حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ

اِس لئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

"ولا نعرف قبيلة من قبائل قريش فيها عمال لرسول الله صلي الله عليه وسلم أكثر من بني عبد شمس لأنهم كانوا كثيرين و كان فيهم شرف و سؤدد ."[1]

ترجمہ: قبائل قریش میں سے ہم کسی قبیلے کو نہیں پہچانتے جس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ عہدے دار بنو عبد شمس (بنو اُمیہ) سے زیادہ ہوں، کیوں وہ تعداد میں زیادہ تھے اور اُن میں شرافت و سیادت تھی۔ (ترجمہ ختم)

یعنی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ تعداد میں عہدے دار خاندانِ بنو اُمیہ سے مقرر کئے تھے، جس کی وجہ بنو اُمیہ کی فطری، عسکری، سیاسی وانتظامی قابلیت تھی، اسی لئے وہ ایک صدی سے عرب کی سیاست میں ممتاز تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اِس صلاحیت کو پوری طرح استعمال فرمایا۔

اِن دس اُموی عہدے داروں میں سے آخری یعنی حضرت سعید بن سعید رضی اللہ عنہ غزوۂ طائف ۸ھ میں شہید ہو گئے تھے، اِس لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے وقت باقی نو عمال ملے جن کو انہوں نے آخر تک برقرار رکھا۔

---

[1] (منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية لابن تيمية : ج ٦ ص ١٩٢ ط جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية)

اِن حضرات میں سے حضرت خالد بن سعید بن العاص، حضرت عمرو بن سعید بن العاص، حضرت ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم جنگ اجنادین میں شہید ہو گئے۔ اور حضرت عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ بھی وفات پا گئے، چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے دورِ خلافت میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ اُموی عہدے داروں میں سے پانچ افراد ملے:

۱۔حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

۲۔حضرت ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ

۳۔حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

۴۔حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

۵۔حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مرکز شوریٰ میں شامل رہے، بقیہ حضرات عسکری مہمات کی قیادت کرتے رہے۔ پھر اِن پانچوں میں سے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ طاعون سے ۱۸ھ میں اللہ کو پیارے ہو گئے اور احضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ عمر رسیدگی کی وجہ سے فعال نہیں رہے۔ چناں چہ حضرت رضی اللہ عنہ نے بنو اُمیہ کے ایک اور نوجوان حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھی عہدے دار بنادیا۔ اِس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بنو اُمیہ کے صرف تین عمال ملے:

۱۔حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

۲۔حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

۳۔حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اِن تینوں حضرات کو اُن کے پرانے عہدوں پر جوں کا توں برقرار رکھا اور انہیں اُن کے عہدوں سے برطرف نہیں کیا۔

چناں چہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک شام کے گورنر رہے، جو دورِ فاروقی سے شام کے گورنر تھے۔ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ

کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۲۵ھ میں ترقی دے کر عرب الجزیرہ سے بلا کر کوفہ کا گورنر بنایا، جہاں وہ پانچ سال تک رہے۔ پھر ۲۹ھ میں اُنہیں وہاں سے معزول کر کے اُن کی جگہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا وہاں تقرر کیا اور پھر ۳۴ھ میں بعض شورش پسندوں کے احتجاج پر اُنہیں بھی وہاں سے معزول کر دیا۔ غرض یہ کہ یہ تینوں اُموی صحابی پہلے ہی سے حکومتی عہدوں پر فائز تھے۔ [1]

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے مصر کے علاقے "الصعید" کے والی تھے [2] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُنہیں صرف ترقی دی اور ۲۷ھ میں اُن کو پورے مصر کا گورنر بنایا [3] یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اختیارات میں صرف اضافہ تھا ورنہ وہ سرکاری افسر پہلے سے چلے آرہے تھے۔ صرف دو رشتہ دار ایسے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نئے منتخب کیے:

(۱) حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ (ماموں زاد بھائی جنہیں ۲۹ھ میں بصرہ اور فارس کا گورنر بنایا) [4] (۲) مروان بن حکم۔

فتح مکہ سے لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک کے دور کا یہ تفصیلی جائزہ بتا رہا ہے کہ پہلے بنو اُمیہ کے عہدے دار بہ کثرت تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں وہ زیادہ نہیں بلکہ عدد کے لحاظ سے کم ہوئے تھے۔ [5]

حضرت عثمانؓ کے عہدے داروں میں کوئی اُن کا بیٹا شامل نہیں تھا!:

علاوہ بریں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدے داروں میں اُن کا کوئی بیٹا یا داماد

---

[1] (تاريخ خليفة بن الخياط : تحت سنة ۲۵، ۲۹، ۳٤ هجرية ط دار القلم/مؤسسة الرسالة)

[2] (سير اعلام النبلاء للذهبي : ج ۳ ص ۳٤ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[3] (تاريخ خليفة بن الخياط : تحت سنة ۲۷ هجرية ط دار القلم/مؤسسة الرسالة)

[4] (تاريخ خليفة بن الخياط : تحت سنة ۲۹ هجرية ط دار القلم/مؤسسة الرسالة)

[5] (تاریخ اُمت مسلمہ: ج ۲ ص ۶۹۲ ...... ۶۹۶ ط المنہل پبلشرز کراچی)

شامل نہ تھا۔ حالاں کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی عمر ستر،اسی کے درمیان تھی۔ اور آپؓ کے بیٹوں میں سے بعض جوان اور بعض ادھیڑ عمر ہو چکے تھے۔ سب کے سب نہایت لائق اور قابل تھے۔ آپؓ کے نو بیٹے تھے، دو بیٹوں :عبد اللہ اور عبد الملک نے کم سنی میں وفات پائی تھی، باقی سات لڑکے: عبد اللہ، اصغر، عمرو، خالد، ابان، عمر، ولید اور سعید جوان ہوئے اور علم و فضل کی بلندیوں کو پہنچے، مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں کبھی اُن کو آگے لانے کی کوشش نہیں کی۔

بعد میں حضرت سعید رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابان رحمہ اللہ نے عبد الملک بن مروان کے دور میں حکومتی عہدوں پر فائز ہو کر شہرت پائی، مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بقیہ پانچ بیٹوں کو دُنیا جانتی تک نہیں، اور جن کو جانتی ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اتنے گم نام رہے کہ اُس دور کی تاریخ میں اُن کا نام کسی واقعے میں برسبیل تذکرہ بھی بہ مشکل ملے گا۔ کیا اپنی اولاد کو پیچھے رکھنے کی شعوری کوشش کے بغیر ایسا ہو سکتا ہے کہ لوگ اتنے بڑے حکم رَان کے صاحب زادوں کے ناموں تک سے واقف نہ ہوں؟

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سات بیٹیاں تھیں، مگر اپنے کسی داماد کو آپؓ نے کوئی حکومتی عہدہ نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ عام لوگ آج تک آپؓ کے دامادوں کے ناموں سے اَن جان ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جن اقارب کو عہدے دیئے بھی یا اُن کے اختیارات بڑھائے بھی تو تاریخ سے ثابت ہے کہ انہوں نے توقع سے بڑھ کر اچھی کارکردگی دکھائی۔

مثلاً حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بصرہ کا گورنر بن کر جو فتوحات حاصل کیں وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے مصر اور افریقہ کی آمدن میں غیر معمولی اضافہ کر کے دکھایا، اور جہاد کے سلسلے کو بھی آگے بڑھایا، جس کی ایک مثال ''غزوۂ ذات الصواری'' ہے۔[1]

---

[1] (تاریخ الطبري تحت سنة ۲۷ الی ۳۳ هجرية)

قومی وملی خدمات میں اقارب کو شریک کرنے میں کوئی حرج نہیں!:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیاست کو دین سمجھتے تھے۔ اُن کے نزدیک یہ مخلوق کی خبر گیری سے اللہ کو راضی کرنے کا ذریعہ تھا، یہ قومی خدمت تھی نہ کہ مال وجاہ کی دوڑ۔ پس قومی وملی خدمات میں اقارب کو شریک کرنے میں کوئی حرج نہیں، جب کہ اُن میں قابلیت بھی ہو۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ کا حوالہ:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ ''سورۂ طٰہٰ'' کی آیت:۲۹: ''واجعل لي وزيرا من أهلي'' [۱] (اور میرے لئے بنادے ایک مددگار میرے گھر والوں سے) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''اِس دُعاء میں موسیٰ علیہ السلام نے جو وزیر طلب فرمایا، اُس کے ساتھ ایک قید ﴿من أهلي﴾ کی بھی لگادی کہ یہ وزیر میرے خاندان واقارب میں سے ہو، کیوں اپنے اپنے خاندان کے آدمی کے اخلاق و عادات دیکھے بھالے اور طبائع میں باہم اُلفت ومناسبت ہوتی ہے، جس سے اِس کام میں مدد ملتی ہے، بہ شرطے کہ اُس کو کام کی صلاحیت میں دوسروں سے فائق دیکھ کر لیا گیا ہو، محض اقرباء پروری کا داعیہ نہ ہو۔ اِس زمانے میں چوں کہ عام طور پر دیانت واخلاص مفقود اور اصل کام کی فکر غائب نظر آتی ہے، اِس لئے کسی امیر کے ساتھ اُس کے خویش وعزیز کو کوئی عہدہ سپرد کردینا کوئی عیب کی بات نہیں، بلکہ مہماتِ اُمور کی تکمیل کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین عموماً وہی حضرات ہوئے جو بیت نبوی کے ساتھ رشتہ داریوں کے تعلقات بھی رکھتے تھے۔'' [۲]

---

[۱] (طٰہٰ: ۲۹/۲۰)

[۲] (معارف القرآن: ۶/۸۷ بحوالہ: تاریخ اُمت مسلمہ: ۲/۷۰۰،۷۰۱)

امام مسلمؒ کے سر حضرت ولید بن عقبہؓ کی گستاخی کا جھوٹا الزام:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے اِس لیکچر میں دعویٰ کیا ہے کہ:

"اسی آیت: (یا ایھا الذین آمنوا ان جائکم فاسق ......الخ) ؎ کو امام مسلم نے صحیح مسلم میں کے مقدمہ میں بھی نقل کیا ہے اِس بات کی دلیل پر کہ فاسق شخص اگر صحابی ہے تو اُس کی روایت قبول نہیں ہو رہی تو کوئی راوی جو ہے وہ اگر ثقہ نہیں ہوگا تو اُس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی اور اُس کی دلیل میں یہ ہی آیت لے کر آئے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ کی آڑ میں انجینئر محمد علی مرزا کا دجل وفریب:

یہاں بھی انجینئر محمد علی مرزا نے انتہائی دجل وفریب اور کذب بیانی سے کام لیا ہے اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو طعن وتشنیع اور توہین وتنقید کا نشانہ بنانے کی انتہائی مذموم انجینئرنگ کرنے کی کوشش کی ہے کہ:

"امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں مذکورہ آیت اِس بات کی دلیل پر نقل کی ہے کہ فاسق شخص اگر صحابی ہے تو اُس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی......"

حالاں کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے لفظ صحابی نام ذکر کیے بغیر مطلق یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ جو شخص صحیح اور سقیم احادیث کے درمیان امتیاز کر سکتا ہو اور اُن کے ثقہ راویوں کو اُن کے متہم راویوں سے ممتاز کر سکتا ہو تو اُس پر واجب ہے کہ وہ صرف ایسی حدیثیں بیان کرے جن کے راویوں کی درستگی اور ناقلین کی عدالت کو وہ جانتا ہو اور جو روایتیں متہم اور معاند قسم کے بدعتی اور گمراہ لوگوں سے مروی ہوں اُن سے اجتناب کرتا ہو۔

امام مسلم رحمہ اللہ کی اصل عبارت:

چناں چہ امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی ۲۶۱ھ) لکھتے ہیں:

؎ (الحجرات: ۶/۴۹)

"أن الواجب علي كل احد عرف التمييز بين صحيح الروايات وسقيمها وثقات الناقلين لها من المتهمين الايروي منها الا ماعرف صحة مخارجه والستارة في ناقليه وأن يتقي منها ماكان منها عن أهل التهم والمعاندين من أهل البدع والدليل علي أن الذي قلنا من هذا هو اللازم دون ماخالفه قول الله جل ذكره :﴿يا أيها الذين آمنوا ان جائكم فاسق بنبا فتبينوا ......الخ﴾ [الحجرات] "[1]

ترجمہ:ہر اُس شخص پر واجب ہے جو صحیح اور سقیم احادیث کے درمیان امتیاز کر سکتا ہو اور اُن کے ثقات ناقلین کو متہم ناقلین سے ممتاز کر سکتا ہو کہ وہ اُن سے صرف وہی روایات نقل کرے جن کے مخارج کی صحت کو اور اُن کے ناقلین کے پردہ کو وہ جانتا ہو، نیز جو روایات متہم اور معاند قسم کے بدعتی راویوں سے منقول ہوں اُن سے بچتا ہو، اور اِس بات کی دلیل کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہی لازم ہے اور اُس کا خلاف جائز نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ذکرہ کا یہ ارشاد ہے:"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو......!(ترجمہ ختم)

غلط فہمی فسق کی وجہ نہیں بن سکتی !:

اِس آیت کے متعلق گزشتہ صفحات میں ہم یہ بات تحقیق سے ذکر آئے ہیں کہ اِس واقعہ میں حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے غلط فہمی کی بناء پر اُس قبیلہ پر الزام عائد کیا تھا، اور غلط فہمی بڑے بڑوں کو ہو جاتی ہے، جو کسی کے نزدیک بھی "فسق" کی وجہ نہیں بن سکتی، اِس لئے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر بھی "فسق" کا اطلاق نہیں کیا جائے گا، اور اِس سے اُن کی

[1] (صحیح المسلم: ج ۱ ص ۸،۷ ط دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

عدالت کسی بھی طرح مجروح نہیں ہوگی۔یہی وجہ ہے کہ آیت ہذا کے متعلق جتنی بھی (صحیح اور ضعیف الاسناد) تفسیری احادیث مروی ہیں اُن میں کہیں بھی حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر لفظ ''فاسق'' کا اطلاق نہیں کیا گیا۔

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی عدالت محفوظ ہے!

اِس سے ثابت ہوا کہ اِس آیت میں لفظ ''فاسق'' سے امام مسلم رحمہ اللہ کی مراد وہ غیر صحابی راوی ہیں جو متہم، معاند اور اہل بدع میں سے ہوں کہ اُن کی ثقاہت وعدالت غیر محفوظ ہوتی ہے اور وہ روایت نقل کرنے کے قابل نہیں ہوتے، حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ تو صحابی ہیں اور اُن کی ثقاہت وعدالت اور صحابیت اپنی جگہ مسلم الثبوت ہے، بھلا وہ امام مسلم رحمہ اللہ عنہ جیسے محدثِ ناقد کی اِس طرح کی جرح وتنقید کا مصداق کیوں کر بن سکتے ہیں؟:

''لأن الصحابة كلهم عدول''

انجینئر محمد علی مرزا کا صحیح مسلم پر جھوٹ:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے لیکچر میں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ:

''صحیح مسلم میں آتا ہے کہ اُس (ولید بن عقبہ) نے شراب پی کر فجر کی نماز پڑھائی، سلام پھیر کے کہتا ہے دو پڑھائیاں نے کہ چار؟ لوگوں نے کہا کہ یار یہ کیا چکر ہوا ہے، قریب آئے منہ چیک کیا تو بدبو آرہی تھی شراب کی۔''

یہاں پر انجینئر محمد علی مرزا نے صحیح مسلم پر جھوٹ بولا ہے کہ اُس میں چار رکعتیں پڑھانے کا ذکر آیا ہے، چناں چہ صحیح مسلم کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے:

'' حدثنا حضين بن المنذر أبو ساسان قال شهدت عثمان بن عفان وأتي بالوليد قد صلي الصبح ركعتين ثم قال أزيدكم ......الخ۔''[1]

---

[1] (صحيح المسلم: ج ۳ ص ۱۳۳۱ ح ۱۷۰۷ دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

ترجمہ: حضرت حضین بن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہاں حاضر تھا کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی
اللہ عنہ کو لایا گیا جنہوں نے صبح کی دو رکعتیں پڑھائیں، پھر کہنے لگے کہ
کیا تمہیں اور پڑھادوں......؟(ترجمہ ختم)

حالاں درحقیقت چار رکعتیں پڑھانے کا ذکر صحیح مسلم میں نہیں بلکہ "الاستیعاب" میں آیا ہے، چناں چہ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۳ھ) اُس میں لکھتے ہیں:

" ذکر عمر بن شبة قال حدثنا هارون بن معروف قال حدثنا ضمرة بن ربيعة عن ابن شوذب قال صلي الوليد بأهل الكوفة صلاة الصبح أربع ركعات ثم التفت اليهم فقال أزيدكم ." [1]

ترجمہ: حضرت ابن شوذب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت
ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو صبح کی نماز چار رکعتیں پڑھائیں
پھر اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے اور پڑھاؤں؟(ترجمہ ختم)

افسوس! انجینئر محمد علی مرزا حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے بغض وعداوت اور کینہ ونفرت میں اتنے آگے چلے گئے کہ اب اُنہیں روایاتِ حدیث میں بھی دجل وفریب سے کام لینا پڑا اور صحیح مسلم جیسی معرکۃ الآراء حدیث کی کتاب کی آڑ میں رہ کر اب اُنہیں ایک صحابیِ رسول ﷺ کے خلاف اپنے خبثِ باطن کی بھڑاس نکالنی پڑی۔

قرآنِ مجید نے سچ فرمایا ہے:

" قد بدت البغضاء من افواههم وماتخفي صدورهم أكبر "

کیا حضرت عثمان اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما میں قبائلی تعصب تھا؟

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے لیکچر میں دعویٰ کیا ہے کہ:

---

[1] (ألاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر : ج ٤ ص ١٥٥٤ ط دار الجيل بيروت)

"مسلم شریف کے الفاظ ہیں کہ حضرت عثمان نے حضرت علی کو کہا کہ اِس (ولید بن عقبہ) کو کوڑے لگائے جائیں، حضرت علی نے اپنے بیٹے حسن ابن علی کو کہا کہ حسن اُٹھ! اور اِس شرابی کو کوڑے لگا، تو حضرت حسن غصے میں آگئے اور کہا کہ جو اِس کی میٹھی کھاتا ہے وہی اس کی کڑوی چکھے، یعنی عثمان کیوں لگاتا ہے اِس طرح کے بندوں کو گورنر، اِن کی میٹھی کھاتا ہے یعنی اِن سے علیہ السلام ہے کہ اِن کو گورنر بھی لگاتا ہے اب کڑوی بھی خود چکھے، ہم کیوں کوڑے لگائیں اور اُٹھ کے وہاں سے چلے گئے اپنے باپ حضرت علی کی بات نہیں مانی، اِس لئے کہ اُس وقت قبائلی سسٹم تھا، یہ بنو ہاشم سے تھے وہ بنو اُمیہ سے تھا، تو حضرت حسن نے کہا کہ میں کوڑے لگاؤں گا تو یہ کہیں گے کہ بنو ہاشم کے بندے نے کوڑے مارے ہیں ولید بن عقبہ کو۔"

انجینئر محمد علی مرزا نے اِس لیکچر میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارنے سے انکار کرنے کی جو علت اور وجہ بیان کی ہے اگرچہ اُس کا بھی یہاں امکان ضرور موجود ہے کہ اُس وقت قبائلی سسٹم تھا اور اِس بات کا قوی اندیشہ تھا کہ اِس سے بعض لوگ کہیں قبائلی رقابت کو ہوا نہ دینے لگ جائیں، تاہم انجینئر صاحب کے اندازِ گفتگو سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اُن کے نظریئے کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ قبائلی عصبیت کی بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پرخاش رکھتے تھے، کیوں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو ہاشم سے تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بنو اُمیہ سے تھے، اِس لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکم عدولی کرتے ہوئے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارنے سے انکار کر دیا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے نہ مارنے کا سبب قبائلی عصبیت نہیں تھی بلکہ اُن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اُمورِ خلافت پر ایک ہی خاندان کے متعدد افراد کو مامور کرنے کی پالیسی سے دیانت دارانہ اختلاف تھا۔

حضرت عثمانؓ نے قابلیت کی بناء پر عہدے دیئے تھے!

درحقیقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اپنی خداداد حکمت و بصیرت اور دُور اندیشی کی بناء پر دیانت دارانہ طور پر اپنے خاندان کے بعض انتہائی لائق فائق اور قابل و باصلاحیت افراد کو اُن کی خداداد اور طبعی صلاحیتوں کی بنیاد پر اُمورِ خلافت کے بعض اعلیٰ عہدوں اور بڑے مناصب پر فائز کر رکھا تھا، اور تاریخ گواہ ہے کہ اُنہوں نے توقع سے بڑھ کر کارکردگی دکھائی، مثلاً حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بصرہ کا گورنر بن کر شاندار فتوحات حاصل کیں اور حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے مصر اور افریقہ کی آمدنی میں غیر معمولی اضافہ کیا اور جہاد کے سلسلے کو آگے بڑھایا، لیکن اِس کے برخلاف حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اِس پالیسی سے سخت اختلاف تھا، اُن کی دیانت دارانہ اجتہادی رائے اِس بارے میں یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک ہی خاندان کے متعدد افراد کو خلافت کے کاموں پر مامور کر دینا کسی بھی طرح ٹھیک نہیں، بلکہ مصلحت کے اعتبار سے خلافِ احتیاط ہے اور حکمت عملی کے لحاظ سے بھی انتہائی نامناسب ہے۔

لیکن اِس کے برعکس انجینئر محمد علی مرزا نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے مارنے سے انکار کرنے کا سبب اُن کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی سے اختلافِ رائے کے بجائے ہاشمی و اُموی قبائلی عصبیت کا شاخسانہ قرار دے کر حضرت عثمان اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما سمیت تمام ہاشمی و اُموی صحابہؓ پر قبائلی عصبیت کا الزام لگادیا ہے۔ فیا أسفا......

شہادتِ عثمانؓ کے اسباب

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے لیکچر میں دعویٰ کیا ہے کہ:

"یہی (ولید بن عقبہ) وہ بندہ تھا جس کی وجہ سے لوگ حضرت عثمان کے خلاف ہونا شروع ہو گئے تھے کہ کس طرح کے لوگوں کو ہم پہ امیر لگاتے ہو؟ پھر آہستہ آہستہ پھر شہادت تک معاملات چلے گئے...... ایک تو وہ جعلی اسباب ہیں کہ عبداللہ بن سبا تھا، وہ یہودی تھا، یہ کردیا ساروں کو پاگل بنادیا اکیلے بندے نے...... یہ آلِ اُمیہ کی بدمعاشی کو چھپانے کے لئے اُنہوں نے ایک کریکٹر اِس اعتبار سے اُنہوں نے اینڈ یوز کردیا، حالاں کہ عبداللہ بن سبا بعد کی پیداوار ہے اُس کو حضرت علی نے قتل کروایا تھا، اُس کا شہادتِ عثمان میں کوئی تعلق نہیں......حضرت عثمان کی کچھ پالیسیوں سے صحابہ کو اختلاف ہوا تھا، صحابہ ہی اُن کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے۔"

شہادتِ عثمانؓ کے جعلی اسباب:

اِس لیکچر میں انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ریسرچ پیپرز کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حقیقی اسباب عبداللہ بن سبا وغیرہ کچھ نہیں تھے، بلکہ اُس کے اصلی اسباب یہ تھے کہ دراصل اُن کی کچھ پالیسیوں (حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی گورنری اقرباء پروری وغیرہ) سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اختلاف تھا، جس کی وجہ سے وہی اُن کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے، اور اُس کے نتیجے میں اُن کی شہادت کا سانحہ پیش

آیا۔

خلافِ حقیقت دلائل:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے اِس دعویٰ پر مندرجہ ذیل دلائل پیش کیے ہیں:

۱۔صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا محمد بن حنفیہ تابعی رحمہ اللہ (جو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی سیدہ حنفیہ رحمہا اللہ کے بیٹے تھے) بیان فرماتے ہیں: اگر سیدنا علی بن طالب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ذکر برائی کے سے کرنا ہوتا تو اُس دن کرتے جب کچھ لوگوں نے آکر اُن (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں (کی ناانصافیوں و مظالم) کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے حکم دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھوائی ہوئی یہ تحریر (جو بیت المال سے متعلق شرعی احکام پر مشتمل تھی) ساتھ لے کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں سمجھاؤ کہ اپنے گورنروں کو بیت المال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت طریقہ پر تصرف کرنے کا حکم دیں۔" چناں چہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا (اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچادیا) تو انہوں (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے فرمایا: ہمیں اُس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھوائی ہوئی تحریر) کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" چناں چہ میں اُس کو لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آیا اور سارا واقعہ بیان کردیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھوائی ہوئی تحریر) کو اُس جگہ پر رکھ دو جہاں سے اُٹھایا تھا۔" [1]

---

[1] (صحیح بخاری: حدیث ۳۱۱۱ بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر ۲۷ صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں، ص)

شہادتِ عثمانؓ کا پہلا جعلی سبب:

صحیح بخاری کی اِس حدیث سے انجینئر محمد علی مرزا نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ (العیاذ باللہ!) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے عمال و گورنروں کی ناحق پشت پناہی کرتے تھے، اُن کی ناانصافیوں اور مظالم پر پردہ ڈالتے تھے، اور اُن کے خلاف کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُن کی اِس پالیسی سے اختلاف تھا، انہوں نے جب اِس کے برخلاف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تحریر روانہ کی تو انہوں نے پرعمل کرنے کے بہ جائے اسے یوں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹا دیا، چناں چہ اُن کی شہادت کے من جملہ دیگر اسباب میں سے ایک سبب اُن کی اِس پالیسی کے خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کھڑا ہونا بھی بنا تھا۔

پہلے سبب کے جعلی ہونے کی دلیل:

انجینئر محمد علی مرزا کے بغض عثمانؓ سے لبریز اِس خودساختہ رافضانہ دلیل کے جواب میں کبارِ علمائے محدثین نے مختلف جوابات اور متعدد توجیہات ذکر فرمائی ہیں جن کے مطالعہ کرنے سے اِس قسم کی غلط فہمیوں اور ذہنی انتشار سے ایک منصف مزاج شخص کا ذہن بالکل صاف شفاف اور شکوک وشبہات سے پاک ہوجاتا ہے۔

امام حمیدی رحمہ اللہ کی توجیہ:

چناں چہ امام حمیدی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۸۸ھ) نے امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے حوالے سے اِس کی یہ توجیہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب عمالِ عثمانی کے مظالم کے بارے میں علم ہوا تو انہوں نے اُس کی اطلاع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دینی ضروری سمجھی، لیکن چوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اِس چیز کا علم تھا اور وہ اِس سے مستغنی تھے، اِس لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف واپس لوٹا دی تھی۔

چناں چہ موصوف لکھتے ہیں:

" قال بعض الرواة عن سفیان بن عیینة لم یجد

علي بذا حين كان عنده علم منه أن ينهيه اليه قال ونري أن
عثمان انما رده لأن عنده علما من ذلك فاستغني عنه
حكاه أبو مسعود الدمشقي في الأطراف ."[1]

ترجمہ: بعض رُواۃ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اِس کا علم ہوا تو اُن کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اِس کے بارے میں آگاہ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا، وہ فرماتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو اُس کو لوٹایا تو وہ اِس وجہ سے کہ اُنھیں اِس چیز کا علم تھا اور وہ اِس سے مستغنی تھے، اِس کو ابو مسعود دمشقی نے اطراف میں ذکر کیا ہے۔ (ترجمہ ختم)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی توجیہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) نے اِس کی مختلف توجیہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقيل كان علم ذلك عند عثمان فاستغني عن النظر في الصحيفة ...... ويحتمل أن يكون عثمان لم يثبت عنده ما طعن به علي سعاته أو ثبت عنده وكان التدبير يقتضي تأخير الانكار أو كان الذي أنكره من المستحبات لا من الواجبات ولذلك عذره علي ولم يذكره بسوء ."[2]

ترجمہ: اور کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اِس کا علم تھا، اِس لئے اُنہوں نے صحیفہ میں دیکھنے سے استغنا برتا، اور یہ

[1] (الجمع بين الصحيحين للحميدي : ج ۱ ص ۱۹۹ ح ۱۳۷ ط دار ابن حزم بيروت لبنان) و (جامع الأصول في حديث الرسول لابن أثير الجزري : ج ٤ ص ٦٥٢ ح ٢٧٤٦) و (التمهيد والبيان في مقتل الشهيد عثمان للمالقي : ج ۱ ص ۱۸۷ ط دار الثقافة الدوحة قطر)

[2] (فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر : ج ٦ ص ٢١٥ ط دار احياء التراث العربي)

بھی احتمال ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ مطاعن ثابت ہی نہ ہوں جو اُن کے عمال پر کیئے گئے، یا اُن کے نزدیک ثابت تو ہوں، اور تدبیر تقاضا کرتی ہو ممانعت کی تاخیر کا، یا جس کام کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منکر (یعنی قابل طعن) بتایا ہو وہ مستحبات میں سے ہو واجبات میں سے نہ ہو، اور اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُس کو الزام سے بری قرار دیا اور اُس کا ذکر برائی سے نہیں کیا۔ (ترجمہ ختم)

علامہ عینی رحمہ اللہ کی توجیہ:

اسی طرح علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۵ھ) بھی اِس کی مختلف توجیہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" قال الداؤدي و يحتمل قوله اغنها عنا أن يكون عنده علم من ذلک و أنه أمر به وقال ابن بطال رد الصحيفة ويقال كان عنده نظير منها ولم يجهلها لا أنه ردها و لايبعد ذلک لأنه لايجوز علي عثمان غير هذا ."[1]

ترجمہ: امام داؤدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اُن کے قول: "أغنھا عنا" اِس بات کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اِس کے بارے میں کوئی علم ہو اور یہ کہ انہوں نے اُس کا حکم دیا ہو، اور امام ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحیفہ لوٹا دیا تو کہا جاتا ہے کہ اُن کے پاس اِس کی کوئی نظیر موجود تھی اور وہ اِس سے لاعلم نہیں تھے، یہ نہیں کہ انہوں نے اِس کو رد کر دیا تھا، اور یہ کوئی بعید نہیں، کیوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اِس کے علاوہ اور کچھ جائز نہیں تھا۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري للعيني : ج ۱۵ ص ۳٤ ط دار احياء التراث العربي)

علامہ سندھی رحمہ اللہ کی توجیہ:

علامہ سندھی رحمہ اللہ نے اِس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" لعل وجه ذلك أن عثمان رضي الله تعالي عنه أن عماله عالمون بما في الكتاب وعاملون به فلا حاجة اليه فامر بصرفه وعلم أن شكاية الناس ليست لظلم العمال وانما هي في طبعهم من حث المال و كراهية الانفاق أو علم أن عماله ظلمة يستحقون العزل ولا ينفعهم الكتاب فاراد أن يعزلهم وينصب موضعهم من هو عالم بالكتاب فامره يصرف الكتاب لذلك ولم يرد اعراضه عن العمل بما في الكتاب حاشاه عن ذلك رضي الله تعالي عنه والله تعالي أعلم ."[1]

ترجمہ: ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمال پہلے سے اِس تحریر سے واقف ہوں اور اِس پر عمل پیرا ہوں اور اُنہیں اِس کی ضرورت نہ ہو، اور وہ یہ بھی جانتے ہوں کہ لوگ عمال کے مظالم کی شکایت نہیں کر رہے بلکہ لوگوں کی فطرت ہے کہ وہ مال و دولت سے برانگیختہ ہوتے ہیں اور اُس کو خرچ کرنے سے کتراتے ہیں، یا یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا ہو کہ اُن کے عمال ظالم ہونے کی وجہ سے معزول کرنے کے مستحق ہیں اِس لئے اُن کو یہ تحریر فائدہ نہیں دے گی، اور وہ اُن کو معزول کر کے اُن کی جگہ ایسے عامل مقرر کرنا چاہتے ہوں جو اِس تحریر سے واقف ہوں تو اِس وجہ سے اُنہوں نے یہ تحریر واپس لوٹا دی ہو، اِس سے اُن کا تحریر کے مندرجات پر عمل سے اعراض کرنا وارد نہیں ہوتا، حضرت عثمان رضی اللہ

---

[1] (حاشية السندي علي صحيح البخاري : ص ۳٦)

عنہ اِس سے منزہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔(ترجمہ ختم)

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا باہمی اختلاف میں قابلِ تقلید عمل:

مذکورہ بالا شراحِ حدیث کی اِن مختلف توجیہات سے یہ چیز خوب کھل کر سامنے آگئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس دیانت داری اور خلوص کے ساتھ اپنی معلومات کی حد تک عمالِ عثمانی کے مظالم و جرائم کی اطلاع خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ کی تحریر کے ساتھ روانہ کی تو اُسی پُرخلوص جذبے اور نیک نیتی کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عمال کی حقیقت حال سے واقف ہونے کی بناء پر وہ تحریر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف واپس بھجوادی، کیوں کہ وہ پہلے ہی سے اِس مسئلے سے واقف تھے اور اِس پر عمل پیرا تھے، جس کا واضح اور بیّن ثبوت یہ ہے کہ اِس کے بعد نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی رنجش دیکھنے میں آئی اور نہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی بدمزگی دیکھنے میں آئی، حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات دیگر صحابہؓ کی طرح آپس میں" رحماء بینھم " کا حقیقی مصداق اور" ظنوا بالمؤمنین خیرا" کا بہترین عملی نمونہ تھے۔

شہادتِ عثمانؓ کا دوسرا جعلی سبب:

انجینئر محمد علی مرزا نے بہ زعم خویش حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دوسرا اصلی سبب یہ ذکر کیا ہے کہ:

> "صحیح بخاری کی حدیث میں ہے:"سیدنا علی بن حسن تابعی رحمہ اللہ (المعروف امام سجاد زین العابدین) مروان بن حکم کو بیان نقل کرتے ہیں:"میں (مروان) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس اُس وقت موجود تھا جب کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حِج تمتع (ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ دونوں ادا کرنے) سے منع کررہے تھے۔ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ صورتِ حال

دیکھی تو کہا: " لبیک بعمرة وحجة " (یعنی "عمرہ" اور "حج" اکٹھا ادا کرنے کا اعلان کیا) اور فرمایا: "میں کسی شخص کے کہنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ترک نہیں کروں گا۔"[۱]

انجینئر محمد علی مرزا کا بھونڈا استدلال:

انجینئر محمد علی مرزا نے صحیح بخاری کی اِس روایت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ تھی کہ آپ حجِ تمتع (یعنی حج وعمرہ ایک ہی سفر میں ادا فرمایا) کرتے تھے اور آپ کی اِس سنت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پوری طرح عمل پیرا تھے، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کی اِس سنت کی مخالفت کی اور اُس کے مقابلے میں اپنا یہ فتویٰ صادر کیا کہ میں حجِ تمتع (ایک ہی سفر میں حج وعمرہ کرنے) سے میں منع کرتا ہوں، جس کے سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کی اِس پالیسی سے اختلاف کیا اور اُن کے خلاف کھڑے ہوئے اور پھر من جملہ دیگر اسبابِ شہادت کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ایک سبب یہ بھی بنا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مطلقاً حج تمتع کو ناجائز نہیں سمجھتے تھے!

پہلے بات تو یہ ہے کہ اِس مسئلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تنہا نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ بھی اُن کے ساتھ ہیں [۲] اور دوسرے یہ کہ نہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ کی سنت کی مخالفت کی اور نہ ہی یہ مسئلہ اُن کی شہادت کا سبب بنا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مطلقاً "حج تمتع" کو ناجائز نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اُن کی اِس سے ممانعت کی دو مختلف حیثیتیں تھیں، ایک تو اِس حیثیت سے وہ لوگوں کو "حج تمتع" سے منع فرماتے تھے کہ اُن کے نزدیک "حج قران" اور "حج تمتع" کے مقابلے میں "حج افراد" یعنی

---

[۱] (صحیح بخاری: حدیث: ۱۵۶۳، بحوالہ: واقعہ کربلا بہتر صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں۔ص ۶)

[۲] (أنظر جامع الترمذي : ج ۳ ص ۱۷۶ ح ۸۲۳ ط شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر) و (سنن النسائي : ج ٥ ص ۱۵۲ ح ۲۷۳٤ ط مكتب المطبوعات الاسلامية حلب)

حج اور عمرہ دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ سفر کرنا افضل تھا، اِس صورت میں "حج تمتع" اور اسی طرح "حج قران" سے اُن کی ممانعت نہی تنزیہی پر محمول ہوگی۔

امام نووی رحمہ اللہ کی شہادت:

چناں چہ امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

"وانما نهيا عنها لأن الافراد افضل فكان عمر وعثمان يامران بالافراد لانه افضل." [۱]

ترجمہ: اِن دونوں حضرات (حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ) نے جو "تمتع" سے منع کیا تو وہ اِس وجہ سے کہ "افراد" افضل تھا، چناں چہ حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ "افراد" کا حکم دیا کرتے تھے اور "تمتع" سے منع کیا کرتے تھے، کیوں کہ یہ افضل تھا۔ (ترجمہ ختم)

اِس بات کی تائید صحیح مسلم میں حدیث عمرؓ سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ:

"فافصلوا حجكم من عمرتكم فانه اتم لحجكم واتم لعمرتكم." [۲]

ترجمہ: لہٰذا تم اپنے حج کو اپنے عمرے سے جدا کیا کرو! کیوں کہ ایسا کرنا تمہارے حج اور تمہارے عمرے کو زیادہ پورا کرنے والا ہے۔

بلکہ اِس سے بھی زیادہ واضح اور صریح وہ روایت ہے جس کو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے "فتح الباری" میں ذکر کیا ہے کہ:

"ان اتم لحجكم وعمرتكم ان تنشؤا لكل منهما سفرا." [۳]

ترجمہ: تمہارے حج اور تمہارے کو سب سے زیادہ پورا کرنے والی بات یہ ہے کہ تم اِن

---

[۱] (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: ج۸ ص۲۰۲ ط دار احياء التراث العربي بيروت)

[۲] (صحيح المسلم: ج ۲ ص ۸۸٦ ح ۱۲۱۷ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

[۳] (فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر: ج ۳ ص ٤۲۸ ط دار المعرفة بيروت لبنان)

دونوں کے لئے نیا سفر کرو!

اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے نزدیک "حج تمتع" ناجائز نہیں تھا، بلکہ "حج افراد" کے مقابلے میں وہ اِس کی عدم افضلیت کے قائل تھے، چناں چہ اسی "حج افراد" کی اسی فضیلت کے حصول کی خاطر اُنہوں نے لوگوں کو نہی تنزیہی کے طور پر منع فرمایا تھا، ورنہ حقیقت نفس الامر کے اعتبار سے "حج تمتع" کے جواز اور اُس کی اباحت کے بارے میں تو اُنہیں بھی کوئی کلام نہیں تھا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کی شہادت:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۵ھ) صاف لکھتے ہیں:

"واجمع المسلمون علي اباحة التمتع في جميع الأمصار وانما اختلفوا في فضله."[۱]

ترجمہ: "حج تمتع" کی اباحت پر تمام زمانوں میں مسلمانوں کا اجماع رہا ہے، اور اُنہوں نے جو اختلاف کیا تو وہ اُس کی فضیلت کے بارے میں کیا۔ (ترجمہ ختم)

حضرت عثمانؓ کی ممانعت حج تمتع سے نہیں بلکہ فسخ الحج الی العمرۃ سے تھی!

اور دوسرے اِس حیثیت سے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے "حج تمتع" سے لوگوں کو منع فرمایا تھا کہ اُن کے نزدیک اِس کا تعلق اصطلاحی "حج تمتع" سے نہیں بلکہ اُس کی ایک خاص قسم "فسخ الحج الي العمرة" سے تھا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص "حج افراد" کا احرام باندھ کر کے آئے اور پھر اُس احرام کو تبدیل کر کے عمرے کا احرام باندھ لے تو اُن کے نزدیک یہ جائز نہیں تھا۔

چناں چہ محدث ناقد علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمہ اللہ (المتوفی) لکھتے ہیں:

"اذا علمت هذا فلايذهب عليك أن المتعة التي

---

[۱] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ج ۹ ص ۱۹۸ ط دار احياء التراث العربي بيروت)

نهي عنها عمر بن الخطاب (وكذلك عثمان بن عفان) رضي الله عنهما في الحج هي المتعة بمعني فسخ الحج الي العمرة ."[1]

ترجمہ: جب تم نے یہ معلوم کرلیا تو بھولے گا نہیں کہ حضرت عمر بن خطاب (اور اسی طرح حضرت عثمان بن عفان) رضی اللہ عنہما نے حج میں جس تمتع سے منع فرمایا ہے وہ "فسخ الحج الي العمرة" ہے۔

فسخ الحج الی العمرۃ سے عقیدۂ جاہلیت کی تردید مقصود تھی!

تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ "حجۃ الوداع" کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ زمانۂ جاہلیت کے عقیدے کے مطابق حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو مکروہ سمجھتے ہیں تو آپ نے اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنہوں نے افراد کر رکھا تھا یا بغیر سوقِ ہدی کے قران کا احرام باندھ رکھا تھا حکم دیا کہ: "فسخ الحج الي العمرة" پر عمل کرتے ہوئے طواف وسعی کے بعد حلال ہو جائیں تاکہ حج کے مہینوں میں عمرہ کی کراہیت سے متعلق زمانۂ جاہلیت کے عقیدہ کی تردید ہو سکے۔

صحیح مسلم کی حوالہ:

چناں چہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" فمن كان منكم ليس معه هدي فليحل وليجعلها عمرة ."[2]

ترجمہ: لہٰذا تم میں سے جس کے پاس "ہدی" نہ ہو تو اُس کو چاہیے کہ وہ حلال ہو جائے اور اُس کو عمرہ بنادے! (ترجمہ ختم)

تاہم "فسخ الحج الي العمرة" کی یہ صورت صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے مخصوص تھی، جو اُن کے لئے بھی صرف اُسی سال زمانۂ جاہلیت کے عقیدہ کی تردید کے لئے

---

[1] (اعلاء السنن للعثماني : ج ١٠ ص ٦٤ ط ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراتشي)

[2] (صحيح المسلم : ج ٢ ص ٨٨٦ ح ١٢١٨ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

مصلحتاً جائز قرار دی گئی تھی۔

سنن ابی داؤد کا حوالہ:

چناں چہ سنن ابی داؤد میں آتا ہے:

"عن سليم بن الأسود أن أبا ذر كان يقول في من حج ثم فسخها بعمرة لم يكن ذلك الا للركب الذي كانوا مع رسول الله صلي الله عليه وسلم." [1]

ترجمہ: سلیم بن اسود سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اُس شخص کے بارے میں (جو حج کرتا پھر عمرہ کے ذریعہ اُس کو فسخ کر دیتا) فرمایا کرتے تھے کہ ایسا کرنا اُن ہی سواروں کے لئے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ تھے۔ (ترجمہ ختم)

سنن نسائی کا حوالہ:

بلکہ سنن نسائی میں تو اِس سے بھی زیادہ واضح آیا ہے:

"عن حارث بن بلال عن أبيه قال قلت يارسول الله أفسخ الحج لناخاصة أم للناس عامةقال بل لناخاصة" [2]

ترجمہ: حارث بن بلال اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا حج کا فسخ کرنا ہمارے لئے خاص ہے یا لوگوں کے لئے عام ہے؟ تو آپ نے فرمایا بلکہ ہمارے لئے خاص ہے! (ترجمہ ختم)

"فسخ الحج الي العمرة" سے منع کرنے کا سبب:

لیکن جب بعض لوگ "فسخ الحج الي العمرة" کے جواز کو تمام مسلمانوں کے

---

[1] (سنن أبي داؤد: ج ۲ ص ۱۶۱ ح ۱۸۰۷ ط المكتبة العصرية صيدا بيروت لبنان)

[2] (سنن النسائي: ج ۵ ص ۱۷۹ ح ۲۸۰۸ ط مكتب المطبوعات الاسلامية حلب)

لئے جائز سمجھنے لگ گئے تھے، تو حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانِ غنیؓ دونوں حضرات نے اِس پر اُن کی تنبیہ فرمائی اور انہیں ''حج تمتع'' کی اِس خاص قسم "فسخ الحج الي العمرة" سے منع فرمادیا تھا۔

شرح معانی الآثار کا حوالہ:

چناں چہ ''شرح معانی الآثار'' میں اِس کی تصریح موجود ہے:

" عن ابراهيم التيمي عن أبيه قال سئل عثمان عن متعة الحج فقال كانت لنا ليست عليكم ." [1]

ترجمہ: ابراہیم تیمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ہمارے لئے تھا تم پر نہیں ہے۔ (ترجمہ ختم)

ویسے بھی حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اصطلاحی ''حج تمتع'' سے بھلا لوگوں کو کیسے منع کر سکتے تھے حالاں کہ اِس کا جواز قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ چناں چہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" فمن تمتع بالعمرة الي الحج فما استيسر من الهدي ." [2]

ترجمہ: تو جو شخص حج کے ساتھ عمرے کا فائدہ بھی اٹھائے، وہ جو قربانی میسر ہو (اللہ کے حضور پیش کرے) [3]

اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"ومن لم يكن منكم أهدي فليطف بالبيت وبالصفا والمروة وليقصر وليحلل ثم ليحل بالحج واليهد ." [4]

---

[1] (شرح معاني الآثار للطحاوي: ج ۲ ص ۱۹۵ ح ۳۹۰۰ ط عالم الكتب بيروت لبنان)

[2] (البقرة: ۲/۱۹۶)

[3] (آسان ترجمۂ قرآن: ۱/۱۲۸ ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

[4] (صحيح المسلم: ج ۲ ص ۹۰۱ ح ۱۲۲۷ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

ترجمہ: اور تم میں سے جس شخص نے ہدی کا جانور حرم میں نہیں بھیجا تو اسے چاہیے کہ وہ بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کا طواف کرے اور قصر کرے (بال چھوٹے کرے) اور احرام سے نکل آئے۔ (ترجمہ ختم)

اِس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اصطلاحی "حج تمتع" سے لوگوں کو منع نہیں فرمایا تھا، بلکہ اُنہوں نے "حج تمتع" کی خاص قسم "فسخ الحج الي العمرة" سے منع فرمایا تھا۔ اور اِس میں سوائے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اور کسی کو کلام نہیں ہے۔

چناں چہ علامہ عینی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

"وذهب أحمد الي جواز فسخ الحج الي العمرة ۔"[1]

ترجمہ: اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ عمرہ کی طرف حج کو فسخ کرنے کے جواز کی طرف گئے ہیں۔

ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے اجتہاد کا پابند نہیں ہوتا!

نیز اِس مسئلہ کا تعلق اجتہادِ شرعی سے ہے، جس کا فیصلہ ہر مجتہد اپنے اجتہاد کی رُوشنی میں کرتا ہے، چناں چہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ایک مجتہد تھے اِس لئے نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر عمل کرنا جائز تھا اور نہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر عمل کرنا جائز تھا، کیوں کہ ہر ایک مجتہد اپنے اجتہاد میں آزاد و خود مختار ہوتا ہے اور کسی مسئلہ میں وہ دوسرے مجتہد کے اجتہاد کا ہرگز پابند نہیں ہوتا۔

انجینئر محمد علی مرزا کا بھونڈا استدلال:

بہر حال انجینئر محمد علی مرزا کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے لوگوں کو "حج تمتع" کی ایک خاص قسم "فسخ الحج الي العمرة" سے منع کرنے کو مخالف سنت قرار دینا اور اُن کے اس اجتہادِ شرعی کو من جملہ اُن کے دیگر اسبابِ شہادت کے ساتھ ملانا جہاں اُن کی بدترین

---

[1] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري : ج ۹ ص ۱۹۷ ط دار احياء التراث العربي بيروت)

گستاخی، صریح بے ادبی، اور بناوٹی سببِ شہادت ہے تو وہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی صریح توہین اور واضح تنقیص ہے، جس کا مطلب انجینئر صاحب کے استنباط کے مطابق یہ نکلتا کہ بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کھڑا ہونا من جملہ اُن کے دیگر اسبابِ شہادت کے ایک سبب یہ بھی اُن کی اصلی شہادت کا بنا تھا۔

شہادتِ عثمانؓ کا تیسرا جعلی سبب:

انجینئر محمد علی مرزا نے بہ زعمِ خویش حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تیسرا اصلی سبب یہ ذکر کیا ہے کہ:

> "صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: ابو ساسان تابعی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: "میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ ولید بن عقبہ کو لایا گیا...... پس (ولید بن عقبہ) نے نمازِ فجر کی دو رکعت پڑھائیں اور پھر (نمازیوں سے) پوچھا: "اور پڑھاؤں؟" چناں چہ دو شخصوں نے گواہی دی، جن میں سے ایک حمران تھا کہ اُس (ولید) نے شراب پی ہوئی ہے۔ ایک اور آدمی نے گواہی دی کہ میں نے اُس (ولید) کو قے کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اُس نے شراب پی ہے اسی لئے تو قے کی ہے۔" پھر فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! اُٹھیں اور اسے (شراب نوشی کی حد) کوڑے لگائیں۔" سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے) سے) فرمایا: "اے حسن رضی اللہ عنہ! اٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ۔" اِس پر سیدنا حسن ابن علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "جنہوں نے اِس شخص (کے اقتدار) کا مزہ لیا ہے وہی (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) اُس کی تلخی بھی برداشت کریں۔" (نوٹ در اصل سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو ولید بن عقبہ جیسے بدکردار شخص کو گورنری کے عہدے پر فائز کرنے پر شدید غصہ بھی تھا اور وہ بنوامیہ اور بنو

ہاشم کے درمیان ہونے والے ممکنہ قبائلی تعصب سے بھی اجتناب کرنا چاہتے تھے۔) پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ بن جعفر! تم اٹھو! اور اسے کوڑے لگاؤ۔" چناں چہ انہوں نے کوڑے لگانے شروع کئے اور جب چالیس پر پہنچے تو (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: بس کرو! کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس کوڑے لگوایا کرتے تھے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی چالیس لگواتے تھے، اور (جب کہ) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے بھی لگوائے تھے۔ اور یہ سب عمل سنت ہی ہیں مگر یہ (چالیس والا عدد) مجھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہونے کے باعث) زیادہ پسند ہے۔" (صحیح مسلم: ۴۴۵۷ اور ۴۴۵۷)

نوٹ! ولید بن عقبہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا سوتیلا بھائی اور اُن کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا، اُس کی غیر اخلاقی حرکتوں اور اسی طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے (تالیف قلب کے لئے) لگائے گئے بنواُمیہ ہی کے چند رشتہ دار گورنروں کے افعال کی وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلیفہ ثالث امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ناراض تھے، اور بالآخر یہی معاملات سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا سبب بھی بنے۔[1]

حضرت ولید اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی کردار کشی:

انجینئر محمد علی مرزا نے صحیح مسلم کی اِس روایت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اقرباء پروری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے اخیافی (ماں شریک) بھائی حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ جیسے (العیاذ باللہ!) بدکردار، شرابی اور نا اہل شخص کو گورنری پر فائز کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو اُن کی اِس پالیسی سے اتفاق نہیں تھا، جس کے سبب وہ اُن کے

---

[1] (واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں، ص ۶)

خلاف کھڑے ہوئے، اور پھر بالآخر من جملہ دیگر اسباب شہادت کے ایک یہ سبب بھی اُن کی شہادت کا بنا۔

حضرت ولیدؓ کی کردار کشی در حقیقت خلیفہ وقت کے خلاف سازش تھی!

حالاں کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی گورنری، حدخمر اور اقربا پروری کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ جوڑنا اور اسے من جملہ دیگر اسباب کے شہادتِ عثمان ؓ کا سبب قرار دینا انتہائی بے تکی اور خلافِ حقیقت بات ہے، پیچھے ہم تفصیل کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اقربا پروری کی بنا پر نہیں بلکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اُن کی طبعی لیاقت اور خدا داصلاحیت کی بناء پر کوفہ کا گورنر بنایا تھا، جو سبائی گروہ کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا، اِس لئے پہلے تو اُنہوں نے اُن پر شراب نوشی کا الزام لگایا اور پھر اُس پر دو جھوٹے گواہ بھی پیش کر کے اُن کو حدخمر لگوائی اور عہدہ سے برطرف کروایا تھا، جس کے بعد معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا تھا، لیکن سبائی گروہ کو اُس کے بعد بھی چین نہیں آیا اور پھر بعد میں اُنہوں نے براہِ راست خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کردار کشی کرنا شروع کر دی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر چند کہ اُن کو سمجھانے کی کوشش کی، مگر وہ کیسے سمجھتے کہ اُن کا اصل ہدف ہی خلافتِ اسلامیہ کا تختہ اُلٹنا اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو منتشر کرنا تھا جس میں کسی حد تک وہ کامیاب بھی ہو گئے تھے جس اُنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کر کے اپنے قلب کی حرارت کو کسی حد تک ٹھنڈا کر لیا تھا۔

شہادتِ عثمانؓ کا چوتھا جعلی سبب:

انجینئر محمد علی مرزا نے بہ زعم خویش حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا چوتھا اصلی سبب یہ ذکر کیا ہے کہ:

> ”سنن نسائی کی حدیث میں ہے: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو امان دے دی (جان بخشی کا اعلان فرما دیا) مگر چار

مردوں دو عورتوں کے متعلق حکم فرمایا: اُنہیں قتل کردو خواہ یہ کعبہ کے پردوں سے کیوں نہ چمٹے ہوں (یعنی جان بچانے کے لئے کعبہ کے پردوں کا سہارا لیں تب بھی قتل کردو کیوں کہ اُن چاروں کے جرائم نا قابل معافی تھے) اِن چاروں میں عکرمہ بن ابو جہل، عبد اللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، اور عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح شامل تھے۔ چناں چہ عبد اللہ بن خطل کعبہ کے پردوں سے چمٹی ہوئی حالت میں پکڑا گیا تو اُس کی طرف سیدنا سعید بن حریث رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ لپکے، مگر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جوان آدمی تھے، اِس لئے پہلے جا پہنچے اور اسے مار ڈالا۔ اسی طرح مقیس بن صبابہ بازار میں لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا اور وہیں مارا گیا، البتہ عکرمہ بن ابو جہل فرار ہو کر بحری جہاز پر سوار ہو گیا۔ سمندری سفر کے دوران طوفان نے آلیا تو سب کہنے لگے اب تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، یہاں تمہارے (جھوٹے) معبود کچھ کام نہ آئیں گے۔ چناں چہ عکرمہ نے (دل میں) دُعاء کرتے ہوئے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر صرف اللہ تعالیٰ ہی مجھے سمندری آفت سے نجات دلا سکتا ہے تو خشکی میں بھی وہی نجات دہندہ ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! میرا تجھ سے پکا عہد ہے کہ اگر تو نے مجھے اِس (طوفان) سے بچالیا تو سیدھا جا کر (تیرے نبی) محمد صلی اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اُن کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دوں گا (یعنی اسلام قبول کرلوں گا) یقیناً وہ بہت معاف کرنے والے اور وسیع الظرف شخصیت کے مالک ہیں۔ چناں چہ پھر (جب اسے نجات ملی تو) وہ آیا اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر) اسلام قبول کرلیا۔ اب چوتھا نا قابل معافی شخص) عبد اللہ بن ابی سرح (کچھ عرصہ کے لئے) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس روپوش رہا۔

(نوٹ! سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قریبی رشتہ داری کی بناء پر اسے پناہ دے دی تھی) پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو بیعت اسلام کے لئے بلایا تو وہ (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) اُس (عبد اللہ بن ابی سرح) کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اِس کی بیعت بھی قبول فرمالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر مبارک اُٹھا کر اُس کو تین بار دیکھا، مگر سر مبارک کا اشارہ فرما کر (تینوں بار بیعت لینے سے) انکار فرمایا۔ پھر آخر کار بیعت لے لی۔ مگر پھر (اُن دونوں کے جانے کی تھوڑی دیر بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سے ارشاد فرمایا: تم میں کوئی ایک سمجھ دار آدمی بھی ایسا نہ تھا جو (صورتِ حال کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے) اُس (عبداللہ بن سرح) کو قتل کر دیتا، جب کہ میں اُس کی بیعت سے گریز کر رہا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں آپ کی خواہش کا علم کیوں کر ہو سکتا تھا؟ (بس ایک دفعہ ہمیں) آپ آنکھ سے اشارہ فرما دیتے!'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی بھی نبی کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ آنکھ سے اشارہ کرے۔''

(نوٹ! آنکھ سے اشارہ کرنے کا یہ عمل معاشرے میں ایک قسم کی خیانت سمجھا جاتا ہے)[1]

حضرت عبداللہ بن ابی سرح ؓ کو پناہ دینے سے سنت کی مخالفت کا الزام!

انجینئر محمد علی مرزا نے سنن نسائی کی اِس حدیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ

[1] (سنن نسائی: ۴۰۷۲ اور ۴۰۷۲ قال الشیخ البانی والشیخ زبیر علی زئی اسنادہ صحیح بحوالہ: واقعہ کربلا بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں، ص ۷۰۶)

(العیاذباللہ!) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے برخلاف محض اقرباء پروری کی خاطر اپنے رضاعی بھائی حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو اپنے یہاں پناہ دے رکھی تھی، دوسرے یہ کہ حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ طلقاء میں سے تھے کیوں کہ یہ فتح مکہ کے موقع پر معافی مانگ کر مسلمان ہوئے تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جیسے تجربہ کار صحابی کو مصر سے معزول کر کے اُن کی جگہ حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر بنا دیا تھا۔ جس کی بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اِن پالیسیوں کے خلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُٹھ کھڑے ہوئے اور پھر بالآخر من جملہ دیگر اسبابِ شہادت کے یہ چیزیں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب بنیں۔

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کا تعارف:

حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو عامر سے تھا اور یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اِن کی والدہ کا دودھ پیا تھا۔

چناں چہ امام ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ (المتوفی ۶۳۰ھ) لکھتے ہیں:

" عبد الله بن سعد بن أبي سرح بن الحارث ...... بن عامر ......الخ هو أخو عثمان من الرضاعة أرضعت أمه .....الخ" [1]

ترجمہ: عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بن الحارث ......بن عامر ......الخ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی ہیں، اِن کی والدہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (أسد الغابة في معرفة الصحابة لابن أثير الجزري: ج ۳ ص ۲٦۰ تر ۲۹۷٦ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (طبقات ابن سعد: ج ۷ ص ٤۹٦ ط دار صادر بيروت لبنان)

ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام لانا موجب طعن نہیں!

حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے لیکن کچھ مدت بعد شیطانی فتنوں میں گرفتار ہوکر اسلام سے نکل گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اِس کا علم ہوا تو آپ نے اُن کی گردن زدنی کا حکم صادر فرمادیا۔ لیکن پھر ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُن سمجھا بجھا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور اُن کے لئے معافی کی درخواست کی اور امان طلب کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو معاف فرمایا اور امان دیا اور اُن کی اسلام پر بیعت لی اور فرمایا کہ اِسلام لانا ماقبل کی تمام چیزوں کو کاٹ دیتا ہے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

"وكان قد أسلم قديما ...... ثم افتتن وخرج من المدينة الي مكة مرتدا فأهدر رسول الله صلي الله عليه وسلم دمه يوم الفتح فجاء عثمان بن عفان الي النبي صلي الله عليه وسلم فاستأمن له فآمنه ...... وقال يارسول الله تبايعه فبايعه رسول الله صلي الله عليه وسلم يومئذ علي الاسلام وقال الاسلام يجب ما كان قبله." [1]

ترجمہ: یہ قدیم الاسلام تھے...... پھر یہ فتنہ میں مبتلا ہوگئے اور مدینہ سے مکہ کی طرف مرتد ہوکر نکل کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اِن کا خون مباح قرار دیا، چناں چہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امن طلب کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو امن دے دیا...... حضرت عثمان

---

[1] (طبقات ابن سعد: ج ۷ ص ٤٩٦ ط دار صادر بیروت لبنان)

رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو بیعت فرمالیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی دن اُن کو اسلام پر بیعت کیا اور فرمایا کہ اسلام اپنے سے پہلے گناہوں کو کاٹ دیتا ہے۔ (ترجمہ ختم)

اسی طرح علامہ مصعب زبیری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۶ھ) لکھتے ہیں:

" واستامن له عثمان يوم فتح مكة من رسول الله صلي الله عليه وسلم فآمنه وقد كان أمر بقتله ." [1]

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن اُن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امن طلب کیا تو آپ نے امن دے دیا، حالاں کہ آپ اُن کے قتل کا حکم دے چکے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ زندگی:

اِس کے بعد حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے انتہائی اچھے طریقے سے اسلام کے مطابق زندگی گزاری، اپنی دینی حالت کو بہت بہتر بنایا، یہاں تک کہ پھر اُس کے بعد اُن سے کوئی قابلِ انکار امر صادر نہیں ہوا، اُن کا شمار قریش کے معزز، شرفا اور عقل مند لوگوں میں ہوتا تھا۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ کا خراجِ تحسین:

چناں چہ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (المتوفی) لکھتے ہیں:

" وأسلم عبد الله بن سعد بن أبي سرح أيام الفتح فحسن اسلامه فلم يظهر منه شئ ينكر عليه بعد ذلك هو أحد النجباء العقلاء الكرماء من قريش ." [2]

---

[1] (نسب قريش لمصعب الزبيري : ج ۱ ص ۴۳۰ ط دار المعارف القاهرة)

[2] (الاستيعاب في معرفة الاصحاب لابن عبد البر : ج ۳ ص ۹۱۸ ط دار الجبل بيروت)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دنوں میں اسلام قبول کیا اور حسن الاسلام ہوئے، پھر اُن سے کوئی ایسا امر صادر نہیں ہوا جس پر انکار کیا جا سکے، وہ قریش کے معزز شریف اور عقل مند لوگوں میں سے ایک تھے۔ (ترجمہ ختم)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا اخراجِ تحسین:

اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

" وقيل ان عبد الله أسلم يوم الفتح ولم يعتد ولافعل ماينقم عليه بعدها وكان أحد عقلاء الرجال واجوادهم ." [1]

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور اُس کے بعد نہ انہوں نے حد سے تجاوز کیا اور نہ ہی کوئی ایسا کام کیا جس نے اُن پر عیب لگایا اور وہ عقل مند اور فیاض لوگوں میں سے ایک تھے۔ (ترجمہ ختم)

ایک دوسری جگہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

" ثم ان حسن اسلامه ولم يؤثر عنه بعدها الا الخير ." [1]

ترجمہ: پھر وہ حسن الاسلام ہوئے اور اُس کے بعد اُن سے خیر ہی صادر ہوئی۔

خدماتِ اسلام:

حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ مختلف اوصاف و کمالات سے نواز رکھا تھا، اُن میں دینی بصیرت، سیاسی فکر اور انتظامی قوت جیسی بیسیوں خوبیاں پائی جاتی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِن ہی خصوصیات کی بناء پر اپنے دورِ خلافت میں انہیں "الصعید" نامی علاقہ کا والی مقرر کر کیا تھا۔ اسی طرح بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اُن کی

---

[1] (سير أعلام النبلاء للذهبي : ج ۳ ص ۳٤ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

صلاحیتوں سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے دورِ خلافت میں اُن کو مصر کا والی مقرر فرمایا تھا۔

چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"وقال ابن البرقي في تاريخه حدثنا أبو صالح عن الليث قال كان ابن أبي سرح علي الصعيد في زمن عمر ثم ضم اليه عثمان مصر كلها." [۲]

ترجمہ: ابن برقی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت لیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں "الصعید" نامی علاقہ پر گورنر تعینات تھے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصر سارے کا سارا اُس کے ساتھ ملا دیا۔

جنگی فتوحات:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے سلسلے میں مختلف جنگیں لڑیں اور متعدد معرکے سر کئے ۲۷ھ میں انہوں نے افریقہ فتح کیا، ۳۱ھ میں "ارضِ نوبہ" میں "غزوۂ اساود" لڑا، اور ۳۴ھ میں انہوں نے بحیرۂ روم میں "غزوۃ الصواری" لڑا اور فتح حاصل کی۔

چناں چہ حافظ ابن عبدالبر (المتوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

"ثم ولاه عثمان بعد ذلک مصر في سنة خمس وعشرين و فتح علي يديه أفريقية سنة سبع و عشرين." [۱]

ترجمہ: پھر اِس کے بعد ۲۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُن کو مصر کا والی بنایا اور ۲۷ھ میں اُن کے ہاتھ پر افریقہ فتح ہوا۔

اور علامہ صلاح الدین صفدی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۶۴ھ) لکھتے ہیں:

"ولما افتتح عبد الله بن أبي سرح افريقية غزا

---

[۱] (ألمنتقي من منهاج الاعتدال للذهبي: ج ۱ ص ۴۰۳ ط مكتبه شاملة بيروت لبنان)

[۲] (ألاصابة في تمييز الصحابة لابن حجر: ج ٤ ص ٩٦ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

منها الأساود من أرض النوبة سنة احدي وثلاثين وهو هادنهم الهدنة الباقية وغزا الصواري من أرض الروم سنة أربع وثلاثين ." [۲]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے جب "افریقہ" فتح کرلیا تو ۳۱ھ میں اُنہوں نے "نوبہ" کی سرزمین میں غزوۂ "اساود" لڑا اور اُن کے ساتھ باقی رہنے والی صلح کی۔ اور ۳۴ھ میں "روم" کی سرزمین میں غزوۂ "صواری" لڑا۔ (ترجمہ ختم)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"وله مواقف محمودة في الفتوح ...... وكان محمودا في ولايته وغزا ثلاث غزوات افريقية وذات الصواري والأساود ...... الخ ." [۱]

ترجمہ: اور فتوحات کے سلسلے میں اُن کے پسندیدہ مواقف ہیں ...... اور وہ اپنی ولایت میں پسندیدہ شخصیت تھے۔ اُنہوں نے تین غزوے لڑے غزوۂ افریقہ غزوۂ ذات الصواری اور غزوۂ اساود ...... الخ

اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

" غزا افريقية فقتل جرجير صاحبها وبلغ السهم للفارس ثلاثة آلاف دينار و للراجل ألف دينار ثم غزا ذات الصواري فلقوا ألف مركب للروم فقتلت الروم مقتلة لم يقتلوا مثلها قط ثم غزوة الأساود ." [۲]

---

[۱] (الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر : ج ۳ ص ۹۱۸ ط دار الجيل بيروت) و (أسد الغابة في معرفة الصحابة لابن أثير : ج ۳ ص ۲٦۰ تر ۲۹۷٦ ط دار الكتب العلمية بيروت)

[۲] (الوافي بالوفيات للصفدي : ۱۷ ص ۱۰۱ ط دار احياء التراث العربية بيروت لبنان)

[۱] (تاريخ ابن يونس المصري : ج۱ ص ۲٦۹ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (الاصابة—

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے غزوۂ افریقہ لڑا اور اُس کے حاکم کو قتل کیا (جس کی بدولت) گھوڑسوار کا حصہ تین ہزار دینار تک اور پیادہ پا کا حصہ ایک ہزار دینار تک پہنچا، پھر غزوۂ "ذات الصواری" لڑا اور ایک ہزار رومی گھوڑسواروں کا مقابلہ کیا اور اُن سے ایک ہی مرتبہ میں ایسی قتال کی کہ اُس جیسی قتال کبھی نہیں کی گئی، پھر غزوۂ "اساودۂ" لڑا۔ (ترجمہ ختم)

جہاد فی سبیل اللہ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے اِن تمام سنہرے نقوش کا سہرا حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے سر جاتا ہے جنہوں نے اپنی طبعی لیاقتوں اور خداداد صلاحیتوں کی بناء پر اِن تمام وسیع اور بڑے علاقوں کو فتح کیا اور اشاعت اسلام کے سلسلے میں ایک بڑا اور اہم کردار ادا کیا، بلاشبہ تاریخ اسلام میں اُن کی یہ گراں قدر دینی و ملی خدمات ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔

فتنہ وفساد کے زمانہ میں عزلت نشینی:

حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ ایک مدت تک تو اسی طرح دینی و ملی خدمات سرانجام دیتے رہے، لیکن اُس کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دور آیا تو فتنہ وفساد کے اُس دور میں انہوں نے اپنے لئے "رملہ" یا "عسقلان" میں خلوت نشینی کو پسند فرمایا اور فتنوں سے الگ رہنے لگے۔

قابل رشک موت:

حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ مقام "رملہ" یا "عسقلان" میں جب اپنی زندگی کے آخری ایام گزار رہے تھے تو ایک رات اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعاء مانگی کہ اے اللہ! میرا خاتمہ بالخیر نماز کی حالت میں فرمائیے، اِس کے بعد آپ نے وضو فرمایا، اور نماز کے

ـفی تمیز الصحابة لابن حجر العسقلانی : ج ٤ ص ٩٥ ط دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ـ۲ (سیر أعلام النبلاء للذهبي : ج ۳ ص ٣٤ ط مؤسسة الرسالة بیروت لبنان)

لئے کھڑے ہو گئے، جب نماز مکمل کرنے کے قریب پہنچے اور دائیں جانب سلام پھیرا تو ابھی بائیں جانب سلام پھیرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ دُعاء قبول فرمائی اور اسی نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلالیا، حافظ ابن عبد البر کے بقول اصح قول کے مطابق سنہ ۳۶ھ یا ۳۷ھ کا واقعہ ہے۔[1]

چناں چہ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

"فمنعه ابن أبي حذيفة من دخول الفسطاط فمضى الاي عسقلان فاقام بها حتي قتل عثمان رضي الله عنه وقيل بل اقام بالرملة حتي مات فارا من الفتنة ودعا ربه فقال اللهم اجعل خاتمة عملي صلاة الصبح فتوضأ ثم صلي الصبح فقرأ في الركعة الأولي بأم القرآن والعاديات وفي الأخري بأم القرآن وسورة وسلم عن يمينه وذهب يسلم عن يساره فقبض الله روحه ...... و قيل انه توفي بافريقية والصحيح أنه توفي بعسقلان سنة ست أو سبع وثلاثين." [2]

ترجمہ: ابن ابی حذیفہ نے حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی

---

[1] (ألاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر : ج ۳ ص ۹۲۰ ط دار الجيل بيروت لبنان)

[2] (الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر : ج ۳ ص ۹۱۹، ۹۲۰ ط دار الجيل بيروت لبنان) و (معجم الصحابة للبغوي : ج ٤ ص ٢٤ ح ١٥٦٤ ط مكتبة دار البيان الكويت) و (سير أعلام النبلاء للذهبي : ج ۳ ص ۳٤ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والأعلام للذهبي : ج ۲ ص ۹۷ ط دار الكتاب العربي بيروت لبنان) و (أسد الغابة في معرفة الصحابة لابن أثير الجزري : ج ۳ ص ۲٦٠ تر ۲۹۷٦ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (ألاصابة في تميز الصحابة لابن حجر : ج ٤ ص ۹٦ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (السيرة الحلبية : ج ۳ ص ٤٥٧ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (الوافي بالوفيات للصفدي : ۱۷ ص ۱۰۱ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

اللہ عنہ کو "فسطاط" میں داخل نہیں ہونے دیا تو "عسقلان" کی طرف چلے گئے اور وہاں اقامت پذیر ہو گئے یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کئے گئے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ("عسقلان" میں نہیں بلکہ) فتنے سے بھاگ کر "رملہ" میں اقامت پذیر ہوئے تھے یہاں تک کہ فوت ہو گئے، (اُس کا واقعہ اِس طرح سے ہے کہ) اُنہوں نے اپنے رب سے دعاء اور کہا: "اے اللہ! صبح کی نماز میں میرے عمل کا خاتمہ فرمائیے! پھر وضو کیا اور صبح کی نماز پڑھی، اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۃ العادیات پڑھی، اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھی، (پھر جب نماز پوری کرنے کے قریب ہوئے تو پہلے) دائیں جانب سلام پھیرا اور (پھر) بائیں جانب سلام پھیرنے والے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی...... کہا جاتا ہے کہ وہ "افریقہ" میں فوت ہوئے، (لیکن) صحیح یہ ہے کہ اُنہوں نے "عسقلان" میں ۳۶ھ یا ۳۷ھ میں وفات پائی۔ (ترجمہ ختم)

اسی سے ملتی جلتی تحقیق حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی نقل کی ہے کہ:

"ومر أنه توفي سنة تسع وخمسين والأصح وفاته في خلافة علي رضي الله عنه." [1]

ترجمہ: پیچھے گزرا ہے کہ آپ نے ۵۹ھ میں فوت ہوئے، لیکن (یہ صحیح نہیں بلکہ) زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ (ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو پناہ دینے کا الزام اور اُس کا جواب:

انجینئر محمد علی مرزا نے بین السطور شہادتِ عثمانؓ کے دیگر اسباب میں سے ایک یہ سبب بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے مرتد ہو جانے کے بعد

---

[1] سير أعلام النبلاء للذهبي: ج ۳ ص ۳٤ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان

جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے متعلق گردن زدنی کا حکم صادر فرمایا تو یہ کچھ عرصہ کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس روپوش ہو گئے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرابت داری کی بناء پر اقرباء پروری کا ثبوت دیتے ہوئے اُنہیں اپنے پاس ٹھکانہ دے رکھا تھا تو اُس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت میں ایسا نہیں کیا تھا بلکہ اُنہوں نے اس لئے ایسا کیا تھا تاکہ اِس دوران وہ حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو سمجھا بجھا کر قبولِ اسلام کی طرف مائل و راغب کریں تاکہ وہ دوبارہ مذہب اسلام کی طرف لوٹ کر آجائیں اور مسلمان ہو جائیں، چناں چہ آخر کار یہی ہوا کہ فتح مکہ کے موقع پر جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو بیعت اسلام کے لئے بلایا تو وہ حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو بھی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کی بیعت بھی قبول فرما لیجئے!'' چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی بیعت قبول فرمائی، اُنہیں معاف فرمایا اور اُنہیں امان دے دیا، اور اُن سے فرمایا:

'' ان الاسلام یَجُبُّ ما کان قبله .''[1]

ترجمہ: بلاشبہ اسلام اُن (تمام گناہوں) کو کاٹ دیتا ہے جو اُس سے پہلے (صادر) ہوئے ہوں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد اُن کی گزشتہ تمام چھوٹی بڑی لغزشیں معاف فرمادی تھیں اور اُن کو امان دے دیا تھا۔

طلقاء حضرات کو منصب دینے کا الزام اور اُس کا ازالہ:

انجینئر محمد علی مرزا نے بہ زعم خویش شہادتِ عثمانؓ کے اصلی اسباب میں سے دوسرا سبب حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ ذکر کیا ہے کہ

[1] (مسند أحمد: ج ۲۹ ص ۳۴۹ ح ۱۷۸۱۳ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (شرح مشكل الآثار للطحاوي: ج ۱ ص ٤٤٢ ح ۷۰۵ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ طلقاء میں سے تھے کیوں کہ وہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اُن کو اُمت کا سرخیل بنادیا تھا جس کی وجہ سے لوگ اُنہیں نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

تو اُس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو ''طلقاء'' میں سے ہونا کوئی عیب نہیں ہے، چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں متعدد طلقاء حضرات کو بڑے بڑے عہدے اور منصب عطا فرمائے تھے۔ جن میں سے ایک واضح اور رُوشن مثال حضرت عبداللہ بن بن سعد ابی سرح رضی اللہ عنہ کی ہے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کی طبعی لیاقت اور قدرتی صلاحیت کی بناء پر اپنے دورِ خلافت میں ''الصعید'' نامی علاقے کا حاکم بنایا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو محض اقرباء پروری کی وجہ سے اُمت کا سرخیل نہیں بنایا تھا بلکہ اُنہوں نے بھی اُن کی ذات میں موجود اُن کی قدرتی لیاقت، طبعی حذاقت اور خداداد صلاحیت کی بناء پر ہی ولایت مصر کے لئے اُن کو چنا تھا، چناں چہ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ ولایت میں مصر وافریقہ کی آمدنی میں جو اضافہ کیا وہ غیر معمولی تھا، اسی طرح جہاد کے سلسلے کو جس خوبی سے اُنہوں نے آگے بڑھایا وہ اُن ہی کا حصہ تھا، جس کی ایک واضح اور رُوشن مثال ''غزوۂ ذات الصواری'' ہے۔ [1]

حضرت عمروؓ کو معزول کرکے حضرت عبداللہؓ کو گورنر بنانے کا الزام:

انجینئر محمد علی مرزا نے بزعمِ خویش حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے حوالے سے شہاتِ عثمانؓ کے اصلی اسباب میں سے تیسرا سبب یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جیسے کہنہ مشق صحابی کو ولایت مصر سے معزول کرکے اُن کی جگہ ایک نو آموز صحابی حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

---

[1] (تاریخ الطبري: ج ٤ ص ٢٥٢، ٢٥٣ ط دار التراث بیروت لبنان) و (تاریخ خلیفة بن خیاط: ج ١ ص ١٥٩، ١٦٠ ط دار القلم دمشق/ مؤسسة الرسالة بیروت لبنان)

حضرت عمرو بن العاص ؓ کو گورنری کے عہدہ سے معزول کرنے کا سبب:

تو اُس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر یہ الزام تھا کہ اُن کی گورنری میں مصر جیسے زرخیز ملک کے خراج کی آمدنی برابر گھٹتی جارہی تھی، جس میں اضافہ کیا جاسکتا تھا، اِس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُن کو معزول کر کے اُن کی جگہ حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر بنا دیا تھا، جنہوں نے چند ہی دنوں میں اُس کی پیداوار کو بڑھا کر دوچند کر دیا تھا۔

شہادتِ عثمان ؓ کے اصلی اسباب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اسباب کے سلسلے میں تحقیقی اور اصل بات یہ ہے کہ اُن کی شہادت کے حقیقی و اصلی اسباب اُن کی کچھ پالیسیوں کے خلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کھڑا ہونا ہرگز نہیں تھا، بلکہ اُس کے حقیقی اور اصلی اسباب اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی کے راستہ میں یہودیوں کی وہ گھناؤنی سازشیں تھیں جن کے چہروں پر شہادتِ عثمان ؓ سے کم و بیش ربع صدی قبل اُنہوں نے نقاب چڑھانے شروع کر دیئے تھے اور پھر اُن کی تکمیل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے ابتدائی سالوں میں معتوبِ زمانہ عبد اللہ بن سبا کی صورت میں عمل میں آئی، جب اُس نے منافقانہ طور پر اسلام قبول کر کے سادہ لوح عوام کو اپنے دامِ فریب میں شکار کیا اور پھر اُن کو خلافتِ اسلامیہ کا تختہ اُلٹنے اور مسلمانوں کی ملی وحدت کو توڑنے پر آمادہ کیا، نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ آہستہ آہستہ خلیفہ وقت سے برگشتہ ہونا شروع ہو گئے، خلیفہ کی کردار کشی کرنے لگ گئے، اُن کی ذات کو طعن و تنقید کا نشانہ بنانے لگے، اور اُن کے عمال پر طرح طرح کی بہتان طرازیاں کرنے لگے، جو انجام کار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت پر جا کر منتج ہوئیں اور اِس طرح یہودی اپنی دیرینہ آرزو میں کسی حد تک کامیاب ہو گئے۔

انجینئر محمد علی مرزا عبد اللہ بن سبا کا پشت پناہ:

انجینئر محمد علی مرزا کی یہ یاوہ گوئی بہت ہی مضحکہ خیز ہے کہ: ”عبد اللہ بن سبا جعد کی پیداوار ہے اُس کو حضرت علی نے قتل کروایا تھا“ حالاں کہ تمام تاریخی کتابیں خلافتِ عثمان ؓ میں اُس کی

پیداواری اور اُس کے شہادتِ عثمان کا سبب بننے پر متفق ہیں، البتہ اِس میں شک نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کچھ پالیسیوں سے بعض صحابہ کو انتظامی طور پر اختلاف ضرور تھا، لیکن یہ دعویٰ کسی بھی طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اِس اختلاف کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے اور بالآخر یہی چیز اُن کی شہادت کا سبب بنی۔

عبداللہ بن سبا کا تعارف:

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش برپا کرنے والے در اصل سبائی لوگ تھے جن کا بانی معتوبِ زمانہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا، یہودیوں نے جب اسلام کو انتہائی تیزی کے ساتھ پھلتے پھولتے اور ترقی کرتے دیکھا تو انہیں یہ شدید خدشہ لاحق ہوا کہ اگر اِس کا ابھی سے سدِباب نہ کیا گیا تو یہ دُنیا کے تمام مذاہب پر غالب آ جائے گا، اِس مقصد کی تکمیل کے لئے انہوں نے عبداللہ بن سبا کو اپنا آلۂ کار کے طور پر استعمال کیا اور اسے خلافت اسلامیہ کا قصرِ رفیع منہدم کرنے، مسلمانوں کے خلیفہ کو معزول یا مقتول کرنے اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو منتشر کرکے کا ہدف دیا۔

منافقانہ قبولِ اسلام:

عبداللہ بن سبا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے ابتدائی سالوں میں منافقانہ طور اسلام قبول کیا، اور پھر اُس کی آڑ میں رہ کر اُس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق "رجعت" کا عقیدہ گھڑا، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا "وصی" قرار دیتا تھا، اُس کا نظریہ تھا کہ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ "خاتم الانبیاء" ہیں، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی "خاتم الاوصاء" ہیں [1] اِس نظریئے کے مطابق وہ لوگوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غاصبِ خلاف اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق دارِ خلافت ہونے کا پرچار کرتا تھا۔

عبداللہ بن سبا مدینہ میں:

---

[1] (تاریخ الطبري : ج ٤ ص ٣٤٠ ط دار التراث بيروت لبنان)

عبداللہ بن سبا منافقانہ طور پر اسلام قبول کرنے کے بعد کسی عہدہ ومنصب کے حصول کی خاطر مدینہ منورہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن آپ نے اسے کسی قسم کا کوئی عہدہ ومنصب دینا مناسب نہیں سمجھا، جس سے وہ منقبض ہوا اور مدینہ منورہ سے کوچ کر کے بصرہ آ گیا۔

عبداللہ بن سبا بصرہ میں:

عبداللہ بن سبا جب بصرہ پہنچا تو اُس کی وہاں حکیم بن جبلہ کی پارٹی سے سازباز شروع ہوگئی، حکیم بن جبلہ کا اُس وقت بصرہ میں ایک گروہ تھا، جب بھی کوئی اسلامی لشکر وہاں سے گزرتا تو یہ گروہ اُن کے ساتھ ہو جاتا، اور موقع پا کر ذمیوں پر لوٹ کھسوٹ کر دیتا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب اِس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ حکیم بن جبلہ اور اُس کے گروہ کو بصرہ میں بند کیا جائے اور جب تک اُن کا چال چلن ٹھیک نہ ہو اُن کو باہر نہ جانے دیا جائے۔[1]

عبداللہ بن سبا جب بصرہ پہنچا تو حکیم بن جبلہ اور اُس کے ساتھیوں نے اُس کی بڑی آؤ بھگت کی، جب اِس کی رپورٹ جب حاکم بصرہ حضرت عبداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو انہوں نے عبداللہ بن سبا کو طلب فرمایا اور اُس کا تعارف پوچھا، اُس نے کہا کہ میں اہل کتاب میں سے تھا، مجھے اسلام اچھا معلوم ہوا تو میں نے اسلام قبول کرلیا اور مسلمان ہوگیا، حاکم بصرہ نے جب اُس کو رپورٹ زدہ شکایتیں سنائی تو وہ مبہوت ہوگیا اور کوئی معقول جواب نہ دے سکا، جس کی پاداش میں اُنہوں نے اُس کو بصرہ بدر کر دیا۔

عبداللہ بن سبا کوفہ میں:

بصرہ بدر ہونے کے بعد عبداللہ بن سبا کوفہ پہنچا، جہاں پہلے سے بعض شورش پسند لوگ موجود تھے، جنہوں نے ابن حیسمان الخزاعی کو رات کے وقت اُس کے گھر میں گھس کر قتل کیا تھا، اور جب یہ قاتل قصاص میں قتل کیے گئے تو اُن کے ورثاء حاکم کوفہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ

---

[1] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٣٢٦ ط دار التراث بيروت لبنان)

عنہ کے دُشمن ہو گئے تھے، اور انہوں نے اُن کے خلاف ایسی سازشیں تیار کیں کہ بالآخر انہیں کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا گیا، عبداللہ بن سبا نے کوفہ میں اپنے نظریات کی ترویج کے لئے ایسے لوگوں کا وجود غنیمت جانا اور انہیں اپنے آلہ کار کے طور پر استعمال کرنے لگا، حاکم کوفہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو انہوں نے اُس کو گرفتار کیا اور اُس سے پوچھ گچھ کی لیکن وہ انہیں مطمئن نہ کر سکا، اِس لئے اُنہوں نے بھی اسے کوفہ بدر کر دیا۔

عبداللہ بن سبا شام میں:

کوفہ بدر ہونے کے بعد عبداللہ بن سبا شام پہنچا، جہاں اسے اِس قسم کی کوئی پارٹی تو میسر نہ آسکی، البتہ اُن دنوں حضرت معاویہؓ اور حضرت ابو ذرؓ کے درمیان "اکتنازِ دولت" کے بارے میں اختلاف چل رہا تھا، جسے اُس نے ہوا دینے کی کوشش کر کے ایک تحریک کی شکل دینی چاہی، لیکن حاکم شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی قدرتی سیاسی بصیرت کی بدولت اُس کی بروقت سرکوبی کی اور اسے اُبھرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔[1]

عبداللہ بن سبا مصر میں:

شام میں جب عبداللہ بن سبا کو ناکامی ہوئی تو اُس نے مصر کو اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے موزوں ترین قرار دیا، کیوں مصر میں ایسے عناصر بہ کثرت موجود تھے جو اُس کے دست و بازو بن سکتے تھے، اِس لئے وہ شام سے مصر پہنچ گیا اور وہاں اُس نے اپنا منصوبہ تیار کرنا شروع کیا اور مصر کو اپنا مرکز بنالیا، جہاں سے اُس نے کوفہ و بصرہ میں موجود اپنے حامیوں سے برابر خط و کتابت جاری رکھی[2] اور بہت تھوڑی محنت سے اُس نے اپنی پارٹیوں کو منظم کر کے اِس امر پر آمادہ کر لیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت سے معزول کر کے بنو اُمیہ کی طاقت کو پاش پاش کر دیا جائے۔

---

[1] (تاریخ الطبري: ج ٤ ص ٣٤٠ ط دار التراث بیروت لبنان) و (الکامل في التاریخ لابن أثیر الجزري: ج ٢ ص ٥٢٦ ط مکتبة ابن تیمیة القاهرة) و تاریخ ابن خلدون: ج ٢ ص ٥٨٧ ط دار الفکر بیروت)

[2] (الکامل في التاریخ لابن أثیر الجزري: ج ٢ ص ٥١٧ ط مکتبة ابن تیمیة القاهرة)

مصر میں کام یابی کی وجوہ:

مصر میں عبداللہ بن سبا کی کام یابی کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اُن دنوں حکومت مصر عیسائی طاقتوں کے مقابلہ میں مصروف تھی، جس کی وجہ سے وہ اُس کی خفیہ کارروائیوں کی طرف توجہ نہیں دے سکی، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہاں اُس کو کچھ ایسے با اثر و رسوخ افراد کی حمایت حاصل ہوگئی تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قرابت رکھنے کے باوجود کسی منصب کے حصول میں کام یاب نہیں ہو سکے تھے، جس کی بناء پر اُنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ذاتی پرخاش تھی، اِس لئے اُس کو وہاں پنجے گاڑنے میں مدد ملی اور اُس نے وہاں اپنی جڑیں اِس قدر مضبوط کرلیں کہ آئندہ تمام تر تخریبی کارروائیوں کے لئے مصر ہی اُس کی تحریک کا مرکز بن کر رہ گیا۔

سبائی سازشوں کا آغاز:

چناں چہ سبائی گروہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنی سازشوں کا آغاز اِس طرح کیا کہ سب سے پہلے انہوں نے عوام الناس کے دل و دماغ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کئے اور اُن کے خلاف الزامات و شکایات مرتب کیں اور پھر اُس کے بعد ماہ رجب ۳۵ھ میں انہوں نے اِن الزامات اور شکایات کے ساتھ ایک وفد مصر سے مدینہ منورہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا، تا کہ بعد میں عوام الناس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بآسانی اِس بات پر مشتعل کیا جا سکے کہ وہ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرنے کے باوجود اپنی سابقہ روش سے باز نہیں آئے۔ لیکن حاکم مصر حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ عبداللہ بن سبا کی نقل و حرکت سے خبردار تھے، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ بھیجا کہ یہ لوگ آپ کو منصبِ خلافت سے دست بردار کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔[1]

حضرت عثمانؓ احتساب کے کٹہرے میں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں کھلی کچہری لگائی اور اُن کو مکمل آزادی کے

---

[1] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٣٥٧ ط دار التراث بيروت لبنان)

ساتھ خوب کھل کر اپنے شکوک وشبہات اور اپنی شکایات پیش کرنے کا موقع دیا۔

چناں چہ ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے اکابر صحابہ کو عہدوں سے معزول کر کے اُن کی جگہ اپنے قبیلے کے ناتجربہ کار نوجوانوں کو مقرر کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اکابر صحابہ کو انتظامی وجوہات کی بنا پر معزول کیا، اور اُن کی معزولی کے معقول اسباب موجود تھے، مثلاً:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت تھی کہ انہیں ہٹا کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنایا جائے۔ [۱]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ مشہور تھا کہ ایک مرتبہ انہوں نے پیادہ پا جہاد کرنے کے فضائل بیان کئے لیکن خود ترکی گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے، حالاں کہ اُن کا مقصد یہ تھا کہ جنہیں سواریاں میسر ہیں وہ اُن پر جائیں اور جنہیں میسر نہیں وہ پیادہ پا چل کر جہاد کا ثواب کمائیں، لیکن سبائیوں نے اسے بہانہ بنا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ اِن کے قول وفعل میں تضاد ہے، لہٰذا انہیں معزول کیا جائے، چناں چہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیت المال کے امیر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرض لیا، جس کو ادا نہ کر سکے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سختی سے مطالبہ کیا، جس سے معاملہ نے طول پکڑا، شکایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عوام کو بدگمانی سے بچانے کی خاطر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور اُن کی جگہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ [۲]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انتہائی ضعیف اور ناتواں ہو چکے تھے اِس لئے

---

[۱] (تاریخ الطبري: ج ٤ ص ٢٤٧ ط دار التراث بیروت لبنان) و (الکامل في التاریخ لابن أثیر الجزري: ج ٢ ص ٤٥٣ ط دار الکتاب العربي بیروت لبنان)

[۲] (تاریخ الطبري: ج ٤ ص ٢٥١ ط دار التراث بیروت لبنان)

اُن کو ضعف پیری کی وجہ سے معزول کر کے اُن کی جگہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کر دیا۔ [1]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی گورنری میں مصر جیسے زرخیز ملک کے خراج کی آمدنی برابر گھٹتی جا رہی تھی، جس میں اضافہ کیا جا سکتا تھا، تو میں نے اُن کو معزول کر کے اُن کی جگہ حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر بنا دیا، چناں چہ انھوں نے چند ہی دنوں میں اُس کی پیداوار کو بڑھا کر دو چند کر دیا۔ [2]

باقی رہی بات اپنے قبیلے کے نوجوانوں کو عہدوں پر مقرر کرنے کی تو اُس کا جواب یہ ہے کہ میں نے اپنے قبیلے کے جن نوجوانوں کو کوئی عہدہ و منصب دیا ہے تو وہ اُن کی اہلیت کی بناء پر دیا ہے اور نوجوان ہونا کوئی عیب نہیں ہے، کیوں کہ نوجوانوں کو امیر بنانے کی روایت پہلے سے چلی آ رہی ہے، چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو جب امیر بنا کر بھیجا تھا تو وہ اُس وقت صرف سترہ سال کے تھے، جب کہ یہ لوگ عمر میں اُن سے بڑے تھے۔ [3]

ایک شخص نے اعتراض کیا کہ آپ نے بعض اکابر صحابہ کے خلاف ناروا سلوک کیا، مثلاً حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو جلا وطن کیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وظیفہ بند کیا اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ جائز سرمایہ داری کے خلاف وعظ کہتے تھے، جس سے ملک میں فساد و بدامنی پھیلنے کا قوی اندیشہ تھا، امیر شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے لکھ بھیجا کہ میں انھیں مدینہ منورہ اپنے پاس بلا لوں، چناں چہ میں نے امن عامہ کے خیال سے انھیں اپنے پاس مدینہ منورہ بلا لیا

---

[1] (أسد الغابة في معرفة الصحابة: ج ۳ ص ۳۸۱ تر ۳۱۸۲ ط دار الكتب العلمية بيروت)

[2] (تاريخ اليعقوبي: ص ۱۷۲ ط المكتبة الشاملة) و (الوافي بالوفيات للصفدي: ج ۱۷ ص ۱۰۱ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

[3] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ۳٤۷ ط دار التراث بيروت لبنان)

اور اُن کی کفالت کی ذمہ داری میں نے اپنے سر لے لی، لیکن چوں کہ وہ ایک مستغنی و بے نیاز بزرگ تھے، اِس لئے اُنہوں نے مجھے صاف جواب دیا کہ مجھے تمہاری دُنیا کی کوئی ضرورت نہیں، اور کہا کہ میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں، میں نے کہا کہ اگر تم یہی چاہتے ہو تو پھر مدینہ کے کسی ناحیہ میں چلے جاؤ تاکہ قریب رہو، اُنہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میں "ربذہ" جانا چاہتا ہوں، میں نے کہا اجازت ہے اور ساتھ ہی یہ پیش کش کی کہ میں آپ کے لئے بیت المال سے کچھ اُونٹنیوں کو دودھ کے لئے آپ کے پاس بھیج دوں گا، مگر اُن کی غنی طبیعت نے اِس پیش کش کو قبول نہیں کیا اور اپنے اہل و عیال کو لے کر وہاں سے "ربذہ" کے صحراء کی طرف منتقل ہو گئے۔ [۱]

چناں چہ خود اُن کے اپنے گھر کی گواہی موجود ہے کہ اُن کی اہلیہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو نہیں نکالا تھا، بلکہ اُنہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ: "جب مدینہ منورہ کی آبادی 'سلع' نامی پہاڑ تک پہنچ جائے تو تم وہاں سے نکل جانا!" چناں چہ جب مدینہ منورہ کی آبادی "سلع" نامی پہاڑ تک پھیل گئی تو وہ وہاں سے نکل کر "ربذہ" کی طرف چل دیئے۔ [۲]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معاملہ یہ تھا کہ میں نے تمام اُمت کو ایک مصحف پر جمع کرنا چاہا، جس کے لئے میں نے عہد صدیقی کے مصحف کا انتخاب کیا، اِس لئے دیگر تمام مصاحف منگوا کر تلف کروا دیئے، لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا مصحف مجھے دینے انکار کیا، اور جس مصلحت کے تحت میں اُن سے اُن کا مصحف طلب کر رہا تھا اُس کی اہمیت کے پیش نظر اُن کا انکار قطعاً نا مناسب تھا، اِس لئے مجھے اُن پر سختی کرنی پڑی اور میں نے اُن کا وظیفہ بند کر دیا تھا۔

باقی رہی بات حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی تو اُس کا جواب یہ ہے کہ میں نے اُن پر کسی قسم کی کوئی سختی نہیں کی، البتہ سبائی گروہ سے متاثر ہونے کے سبب اُن کی مناسب فہمائش

---

[۱] (طبقات ابن سعد: ج ٤ ص ١٧٠، ١٧١ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[۲] (المستدرك على الصحيحين للحاكم: ج ٣ ص ٣٨٧ ح ٥٤٦٨ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ضروری ہے اور یہ کوئی جرم نہیں، چناں چہ مجھ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے عمال کو سیاسی مصالح کے پیش نظر علانیہ سزا دیتے تھے۔

ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے مصحف کے علاوہ دیگر تمام مصاحف کو تلف کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ قرآن مجید ایک ہی ہے اور ایک ہی ذات کی طرف سے نازل ہوا ہے، میں نے تمام صحابہ کے اتفاق سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ سب سے زیادہ صحیح و مستند مصحف کو برقرار رکھا ہے اور اُسی کی کاپیاں تمام عالم اسلام میں ارسال کی ہیں۔ [۱]

ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ "نقیع" کی چراگاہ کو آپ نے اپنے لئے مخصوص کیا ہے اور عوام الناس کو اُس سے فائدہ اُٹھانے سے رُوک دیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! یہ کام میں نے شروع نہیں کیا بلکہ مجھ سے پہلے سے چلا آرہا ہے، چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں صدقات کے اُونٹوں کے لئے چراگاہیں مخصوص کی تھیں اور اُن کے رقبے میں اضافہ فرمایا تھا تو اب میرے دورِ خلافت میں جب صدقات کے اُونٹوں کی کثرت اور بہتات ہوگئی تو میں نے بھی اُن کی چراگاہوں کے رقبے میں اضافہ کر دیا ہے۔ [۲]

ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے بعض بدعات کا ارتکاب کیا ہے، مثلاً سنت رسول و سنت شیخین کے خلاف منیٰ میں آپ نے دو کے بجائے چار رکعت نماز پڑھی ہے۔ [۳] تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو وہاں میں نے نکاح کر کے اپنا گھر بھی آباد کر لیا تھا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں شادی کر لے تو وہ اُس شہر والوں میں سے ہو جاتا ہے لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ

---

[۱] (تاريخ الطبري : ج ٤ ص ٣٤٦ ط دار التراث بيروت لبنان)

[۲] (تاريخ الطبري : ج ٤ ص ٣٤٧ ط دار التراث بيروت لبنان) و (تاريخ خليفة بن خياط : ص ١٠٩ ط دار القلم دمشق / مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[۳] (تاريخ الطبري : ج ٤ ص ٣٤٦، ٣٤٧ ط دار التراث بيروت لبنان)

چار رکعت نماز پڑھے، اِسی لئے میں نے چار رکعت نماز پڑھی۔ [1]

ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ حکم بن العاص کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے طائف کی طرف جلاوطن کیا تھا آپ نے اُس کو دوبارہ مدینہ منورہ بلایا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ واقعی حکم بن العاص کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے طائف کی طرف جلاوطن کیا تھا، لیکن میں نے آخر زمانہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کو واپس مدینہ لانے کی اجازت لے لی تھی، لیکن اُس کا علم عام طور پر لوگوں کو نہ ہو سکا۔ [2]

ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے بیت المال کے مال میں سے اپنے قبیلہ کے لوگوں خطیر رقوم عطیہ فرمائیں، مثلاً حضرت عبد اللہ بن خالد رضی اللہ عنہ کو پچاس ہزار روپے اور مروان بن حکم کو پندرہ ہزار روپے عطا فرمائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے اُن کو یہ عطیے بیت المال میں سے نہیں بلکہ اپنے ذاتی مال میں سے دیئے ہیں، بیت المال میں سے تو میں اپنے خرچ کے لئے بھی ایک کوڑی نہیں لیتا، چہ جائے کہ اپنے رشتہ داروں کے لئے لوں، البتہ اپنے ذاتی مال میں مجھے اختیار ہے جس کو جو چاہوں عطیہ کروں۔

علاوہ ازیں میں نے حضرت عبد اللہ بن خالد رضی اللہ عنہ کو اُن کی خدمات کے صلہ میں پچاس ہزار روپے دیئے تھے، لیکن جب مسلمانوں نے اعتراض کیا تو میں نے اُن سے وہ پیسے واپس لے لئے تھے۔

ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے حاکم مصر حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو افریقہ کے مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ بطورِ انعام دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو مالِ غنیمت کے پانچویں حصے کا خمس دینا شرعاً غلط نہیں تھا، اِس لئے کہ جب اُنہوں نے "طرابلس" پر فوج کشی کی تو میں نے اُن کی حوصلہ افزائی کے لئے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم نے یہ مہم سر کر لی تو میں تمہیں مالِ غنیمت

---

[1] (شرح مشكل الآثار للطحاوي: ج ١٠ ص ٤١٦ ح ٤٢٢١ ط مؤسسة الرسالة بيروت)

[2] (الكامل في التاريخ لابن اثير: ج ٣ ص ٢٧٥ ط دار الكتاب العربي بيروت لبنان)

کے پانچویں حصے کا خمس بہ طورِ انعام دوں گا، چناں چہ "طرابلس" کی فتح کے بعد میں نے اُن کا یہ وعدہ پورا کیا، اور ایسے انعامات حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی دیا کرتے تھے، لیکن جب اِس پر لوگوں نے ناگواری کا اظہار کیا تو میں نے اُن سے وہ انعام واپس لے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، حالاں کہ وہ اُن کا کوئی واجبی حق نہیں تھا۔ [1]

ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے اہلِ علاقہ اور شہر والوں پر مالی بوجھ اور ٹیکس بڑھا دیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جو مجھے اِس بات کا مورد الزام ٹھہراتا ہے تو میں اِس شہر کے محصولات کا کام اُس کے سپرد کرتا ہوں، وہ جائے اور اِس شہر کے محصولات وصول کرے، میرے پاس تو پیداوار کے پانچویں حصے کے علاوہ کچھ نہیں آتا، اُس میں سے بھی میں اپنی ذات کے لئے ایک پیسہ تک حلال نہیں سمجھتا، تقسیم کا بھی تمام اختیار دوسرے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، وہی اِس دولت کو عوام پر خرچ کرتے ہیں، میں اُس میں سے اپنے خرچ کے لئے کچھ بھی نہیں لیتا، بلکہ اپنی معاش پر انحصار کرتا ہوں۔ [2]

ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے بنو اُمیہ کے علاوہ اپنے حاشیہ نشینوں کو ناجائز طور پر کچھ جاگیریں عطا کی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مفتوحہ علاقوں کی زمینیں فتوحات کے بعد مہاجرین و انصار کے حصے میں آئیں، اُن میں سے جو لوگ وہاں آباد ہو گئے اُنہوں نے تو اپنی زمینوں پر قبضہ کر لیا، لیکن جو لوگ واپس اپنے گھروں کو لوٹ آئے اور وہ اپنی زمینوں سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے تھے، حالاں کہ وہ زمینیں اُن کی ملکیت میں تھیں، تو میں نے اُن کے مشورے سے اُن کی سہولت کی خاطر اُن کی دُور افتادہ جائیدادیں وہاں کے مقامی عرب زمین داروں کے ہاتھ فروخت کر کے اُن کی قیمت لا کر اِن کے حوالے کر دی، اب جو کچھ ہے اِن ہی کے پاس ہے، میں نے اپنے لئے کچھ بچا کر نہیں رکھا۔ [3]

اِس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شورش پسند سبائیوں کے تمام الزامات کے

---

[1] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٣٤٧ ط دار التراث بيروت لبنان)

[2] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٣٤٨ ط دار التراث بيروت لبنان)

[3] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٣٤٨ ط دار التراث بيروت لبنان)

تسلی بخش جوابات دیئے اور اُن کو خاموش کرادیا اور اُن کے لگائے گئے الزامات سے اپنی برأت ثابت کردی اور انہیں صلح وصفائی کے ساتھ مطمئن کر کے واپس بھیج دیا۔

سبائیوں کی سرکشی وہٹ دھرمی:

اب چاہیے تو یہ تھا سبائی گروہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس نیک سلوک اور نرم رویے کی لاج رکھتا اور اُس کے بعد اپنی سرکشی سے باز آجاتا اور فتنہ وفساد کی آگ کو ٹھنڈا کرتا، لیکن اِس کے بعد بھی وہ لوگ ذرا نہ شرمائے، بلکہ اپنی اُسی سرکشی وہٹ دھرمی پر برابر قائم رہے، اور حسب پلاننگ واپس جاکر انہوں نے منتشر الذہن عوام الناس کے سامنے اِس بات کا عام چرچا کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے برسر مجمع اپنے اوپر لگائے گئے تمام الزامات کو قبول کرلیا ہے، جس کے بعد اب انہیں منصبِ خلافت سے مستعفی ہوجانا چاہیے، لیکن نہ تو وہ اُن الزامات سے توبہ تائب ہورہے ہیں اور نہ ہی مستعفی ہوکر خلافت سے دست بردار ہورہے ہیں بالخصوص اِس لئے بھی کہ اب وہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکے ہیں، جس میں وہ حکومتی ذمہ داریوں کو کما حقہ انجام دینے کے قابل نہیں رہے، اِس لئے اب اُن کے بجائے خلافت کی باگ ڈور کسی قابل ترین صحابی کے ہاتھ میں دینی چاہیے جو معاشرتی انتظامات اور اُمورِ خلافت چلانے کی خوب اچھی مہارت رکھتا ہو۔ کیوں کہ مسلمانوں کی بھلائی اسی میں ہے۔[1]

جعلی خطوط کا کھیل:

چناں چہ اِس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سبائیوں نے مدینہ منورہ کے اکابر صحابہ (حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ) رضی اللہ عنہم کی جانب سے جعلی خطوط تیار کرا کے کوفہ، بصرہ، اور مصر جیسے بڑے علاقوں میں پھیلا دیئے، اُن خطوط میں مذکورہ صحابہ کی طرف سے عوام الناس کو اِس بات کی دعوت دی گئی تھی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف قتال کرنے اور دین کی نصرت کرنے کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوں کیوں کہ آج کے دن سب سے بڑا جہاد یہی ہے۔[2]

---

[1] (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج ۱۰ ص ۲۷۵ ...... ۲۷۷ ط دار الفکر بیروت لبنان)

[2] (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج ۱۰ ص ۲۷۷ ط دار الفکر بیروت لبنان)

اِس کے بعد ماہِ شوال ۳۵ھ میں سبائی گروہ کوفہ، بصرہ اور مصر تینوں علاقوں سے حج کے بہانہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے، اور یہ عزم کیا کہ وہاں پہنچ کر بہ زورِ شمشیر اپنے عزائم کی تکمیل کریں گے، ہر قافلے میں ایک ہزار کے لگ بھگ افراد تھے۔ [۱] جب یہ لوگ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے، اور ان کے اور مدینہ منورہ کے درمیان اڑتالیس میل (ساڑھے ستتر کلومیٹر) کے فاصلہ باقی رہ گیا تو انہوں نے وہاں ایک جگہ قیام کیا، جہاں اہل کوفہ وادیٔ اعوص میں، اہل بصرہ وادیٔ حشب میں اور اہل مصر وادیٔ ذی المروۃ میں فروکش ہو گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں تو یہ تینوں گروہ باہم متفق تھے، لیکن آئندہ خلیفہ کے انتخاب کے سلسلے میں اُن کا آپس میں اختلاف تھا، اہل کوفہ کی رائے یہ تھی کہ آئندہ خلیفہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے، اہل بصرہ کی رائے یہ تھی کہ آئندہ خلیفہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے اور اہل مصر کی رائے یہ تھی کہ آئندہ خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے۔

چناں اِس سلسلے میں اہل کوفہ کا وفد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس، اہل بصرہ کا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس اور اہل مصر کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُن سے اپنی اپنی مدد کی خواہش ظاہر کی اور انہیں خلافت قبول کرنے پر آمادہ کیا، لیکن اُن تینوں حضرات نے ایک ہی جواب دیا کہ تمام نیک اور دین دار لوگوں کو اِس بات کا علم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وادیٔ اعوص، وادیٔ ذی حشب، اور وادیٔ ذی المروہ والوں پر لعنت کی ہے، اِس لئے ہم تمہارے ساتھ کچھ بھی تعاون نہیں کر سکتے ہیں، چناں چہ اِن حضرات کی سرزنش کے بعد سبائی گروہ نرم پڑ گیا۔ [۲]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب سبائی گروہ کے مکروہ عزائم کا علم ہوا تو پہلے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُن کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں اعتماد میں لیں اور یقین دلائیں کہ اُن کے تمام جائز مطالبات تسلیم کئے جائیں گے اور انہیں کتاب اللہ کے مطابق حقوق دیئے جائیں گے۔ [۳] اور بعد میں خود مدینہ منورہ سے باہر آ کر ایک بستی میں اُن سے ملاقات کی اور اُن کے

---

[۱] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٣٤٨، ٣٤٩ ط دار التراث بيروت لبنان)

[۲] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٣٥٠ ط دار التراث بيروت لبنان)

شکوک و شبہات زائل کیے یہاں تک کہ وہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی معزولی کے مطالبے سے دست بردار ہو کر صرف گورنروں کی تبدیلی پر راضی ہو گئے، چناں چہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُن کے اِن مطالبات کو پورا فرمایا اور شورش کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ ل

معاہدے کی اطلاع مدینہ منورہ سمیت تمام عالمِ اسلام میں پھیل گئی اور مسلمانوں نے سکھ کا سانس لینا شروع کیا، لیکن اِس کے بعد اچانک ایک دن پہلے اہلِ مصر اور پھر اُن کے بعد اہلِ کوفہ و اہلِ بصرہ بھی نعرے لگاتے ہوئے مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہلِ مصر سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ تو مصر روانہ ہو گئے تھے، لوٹ کیوں آئے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ ہمیں راستہ میں ایک قاصد ملا، جو تیزی کے ساتھ مصر کی طرف جا رہا تھا، ہمیں اُس کے متعلق تشویش ہوئی، جب ہم نے اُس کی تلاشی لی تو اُس کے پاس سے ہمیں ایک خط ملا، جس میں ہمارے قتل کا حکم جاری کیا گیا تھا اور اُس پر خلیفہ کی مہر بھی تھی۔

اِس موقع پر سبائی گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اعانت حاصل کرنے کی خواہش ظاہر تو اُنہوں نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کر سکتا۔'' سبائیوں نے جھلا کر کہا کہ آپ اگر ہماری مدد نہیں کر سکتے تھے تو پھر ہماری طرف انقلابی خطوط کیوں روانہ کیے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''میں نے تو تمہاری طرف کوئی خط روانہ نہیں کیا'' اِس پر وہ لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگ گئے۔ ٢

اِس کے بعد سبائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کو وہ خط دکھا کر پوچھا کہ ہمارے بارے میں یہ مراسلہ آپ نے لکھا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہ میں نے تمہارے بارے میں یہ خط لکھا ہے اور نہ لکھوایا ہے اور نہ ہی مجھے اِس کے بارے میں کچھ علم ہے لہٰذا تم شرعی اُصول کے مطابق دو کاموں میں سے ایک اختیار کرو لیا اپنے دعوے پر دو گواہ پیش کر دو کہ یہ مراسلہ میں نے لکھا یا لکھوایا ہے، یا مجھ سے اللہ کی قسم لے لو کہ میں نے تمہارے بارے میں نہ یہ مراسلہ لکھا ہے، نہ لکھوایا ہے، اور نہ ہی مجھے اِس کے بارے میں کسی

= ل (تاريخ دِمَشق لابن عساكر : ج۳۹ ص۳۲۸ ط دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت)

٢ (تاريخ الطبري : ج ٤ ص ٣٥٥ ط دار التراث بيروت لبنان)

قسم کا کچھ علم ہے، اور مہر تو جعلی بھی بنا کر لگائی جا سکتی ہے، لیکن سبائی گروہ دونوں اختیارات میں سے کسی ایک پر بھی عمل پیرا نہ ہو سکا، نہ تو وہ اپنے دعوے پر دو گواہ پیش کر سکے اور نہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اِس بارے میں حلف لینے پر آمادہ ہوئے، بلکہ ایک ہی رَٹ لگائی رکھی کہ آپ نے عہد کی خلاف ورزی کی ہے۔ [1] اِس لئے آپ کو منصبِ خلافت سے دست بردار ہو جانا چاہیے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے عثمان! اگر اللہ تعالیٰ کسی دن تمہیں یہ منصب (خلافت) عطا فرمائیں پھر منافقین چاہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو (خلافت کی) قمیص پہنائی ہے اُس کو تار دیں تو تم مت اُتارنا۔ [2]

گھر کا محاصرہ:

سبائیوں نے جب یہ دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو منصبِ خلافت سے دست بردار ہونے کے لئے کسی بھی طرح تیار نہیں ہیں تو اُنہوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا، اور آپ کے گھر اشیائے خورد و نوش لے جانے پر پابندی عائد کر دی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں جو کچھ کھانے پینے کا سامان موجود تھا کچھ عرصہ بعد وہ بھی ختم ہو گیا، شروع شروع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان بھیج دیا کرتے تھے، لیکن بعد میں اُن پر بھی پابندی لگا دی گئی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا خچر پر سوار ہو کر کچھ کھانے پینے کا سامان لا رہی تھیں تو سبائیوں نے خچر کو اِس طرح مار بھگایا کہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا گرتے گرتے بچیں [3] اسی طرح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کچھ کھانے پینے کا سامان لا رہی تھیں تو اشتر نخعی نے اُن کی سواری کو طمانچے مار کر راستہ ہی سے واپس کر دیا۔ [4]

---

[1] (تاريخ خليفة بن خياط : ص ١٦٩ ط دار القلم دِمَشق/ مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[2] (سنن ابن ماجة : ج ١ ص ٤١ ح ١١٢ ط دار احياء الكتب العربية فيصل عيسى البابي الحلبي)

[3] (تاريخ الطبري : ج ٤ ص ٣٨٦ ط دار التراث بيروت لبنان)

[4] (مسند ابن الجعد بسند صحيح : ج ١ ص ٣٩٠ ط مؤسسة النادر بيروت لبنان)

تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پڑوسی حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ چھپ چھپا کر تھوڑا بہت کھانا کسی طرح آپ کے گھر پہنچادیا کرتے تھے جس سے آپ کا گزارہ ہوجاتا تھا[1] اور اِس طرح چالیس دن تک محاصرہ برابر قائم رہا اور بہ تدریج سخت سے سخت تر ہوتا گیا، یہاں تک کہ آخری دِنوں میں آپ پر پانی کی بھی بندش کردی گئی۔

اندریں حالات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ فرمایا، جس کا مقصد یہ تھا کہ حج جیسا عظیم الشان اسلامی رکن حسبِ معمول اپنے پورے اہتمام سے ادا ہو، اور مکہ والوں کو مدینہ منورہ کے حالات کا علم ہوجائے۔[2]

اکابر صحابہ کی مدینہ منورہ سے روانگی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ قافلۂ حج تیار ہو چکا ہے تو وہ بھی اُس کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوگئیں، کیوں وہ اِس سے پہلے سبائی گروہ کے ہاتھوں حضرت اُم حبیبہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما کی سرعام توہین ملاحظہ فرما چکی تھی، اِس لئے اُنہیں شدید خدشہ لاحق ہوا کہ سبائی گروہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کہیں اُمہات المؤمنین کو بھی نشانہ نہ بنا ڈالیں[3] حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اِس فتنہ سے بچنے کے لئے گھر میں محصور ہوکر رہ گئے۔[4] حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے نکل کر فلسطین تشریف لے گئے۔[5] حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی مدینہ منورہ سے نکل کر کسی دوسری جگہ تشریف لے گئے۔[6]

---

[1] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٣٨٧ ط دار التراث بيروت لبنان)

[2] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٣٨٧ ط دار التراث بيروت لبنان)

[3] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٣٨٦ ط دار التراث بيروت لبنان)

[4] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٣٨٧،٣٨٦ ط دار التراث بيروت لبنان)

[5] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٥٥٨ ط دار التراث بيروت لبنان)

[6] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٣٩٢ ط دار التراث بيروت لبنان)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پہرہ ختم کرادیا:

تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں اُن کی حفاظت کے لئے سیکڑوں لوگوں کی جمعیت اُس وقت بھی موجود تھی، جن میں حضرت ابوہریرہؓ، حضرت حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن العاصؓ، حضرت محمد بن طلحہؓ اور مروان بن حکم سرفہرست ہیں، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اِن تمام پہرہ داروں کو حکماً فرمادیا کہ پہرہ ختم کرکے اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیے، نیز فرمایا کہ تم میں سے جو شخص میرے حکم کی تعمیل ضروری سمجھتا ہے وہ اپنا ہاتھ کھینچ لے اور اسلحہ رکھ دے![1] اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایک کرکے سب کو اپنے پہرے سے ہٹادیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب وہاں رہنے پر اصرار کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُنہیں قسم دے کر وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔[2]

متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ و تابعین آخری وقت تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے کٹ مرنے کے لئے تیار تھے مگر "الأمر فوق الأدب" کے بہ موجب سب نے آپؓ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیا اور پہرہ ختم کردیا۔[3]

شہادت کی صبح کے معمولات:

۱۸ ذوالحجہ بروز جمعہ کی صبح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے روزہ کی نیت کی، خواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ کی زیارت ہوئی، آپ نے فرمایا عثمان! آج افطاری ہمارے ساتھ کیجئے گا"[4] آنکھ کھلی تو اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "میری شہادت کا وقت آن پہنچا ہے، بلوائی اب مجھے شہید کردیں گے!" اُنہوں نے دردمندانہ عرض کیا: "امیر المؤمنین! ایسا

---

[1] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٣٨٨ ط دار التراث بيروت لبنان)

[2] (تاريخ خليفة بن خياط: ص ١٧٤ ط دار القلم دِمَشق/مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[3] (طبقات ابن سعد: ج ٣ ص ٧٠ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (تاريخ دِمَشق لابن عساكر: ج ٣٩ ص ٣٢٨ ط دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت)

[4] (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي: ح ١٢٠٠٧ ط مكتبة القدسي القاهرة) و (طبقات ابن سعد: ج ٣ ص ٧٤ ط دار صادر بيروت لبنان)

نہیں ہوسکتا" آپ نے فرمایا: "میں خواب دیکھ چکا ہوں!" اِس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بستر سے اُٹھے اور خلافِ عادت ایک پاجامہ زیب تن فرمایا کہ کہیں حملے کی زد میں ستر نہ کھل جائے، پھر اپنے بیس غلاموں کو آزاد کیا اور اُس کے بعد کلام پاک کھول کر اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔[1]

محمد بن ابی بکر اور چند بلوائیوں کی ندامت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تلاوتِ کلام الٰہی میں مشغول تھے اور آپ کے قصر کا دروازہ کھلا پڑا تھا، پہلے دو تین بلوائی قتل کے ارادے سے آئے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سے اُن کے ہاتھ کپکپا کر رہ گئے، پھر محمد بن ابی بکر آئے اور انہوں نے آپ کی ریش مبارک پکڑ لی، آپ نے اُن کے اِس برتاؤ کو دیکھ کر فرمایا کہ اگر تمہارے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اِس طرح دیکھتے تو کبھی پسند نہ کرتے، یہ سنتے ہی محمد بن ابی بکر کانپ اُٹھے اور ندامت زدہ ہو کر وہاں سے باہر چلے آئے۔

سبائیوں کا قاتلانہ حملہ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت:

بلوائیوں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں اِن لوگوں کو پس و پیش ہوتے دیکھا تو خود آگے بڑھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حرم میں کود پڑے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اُس وقت اللہ تعالیٰ سے لو لگائے اپنی جان سے بے نیاز ہو کر تلاوت کلام الٰہی میں منہمک تھے، رومان نامی ایک شخص نے اچانک لوہے کے ڈنڈے سے آپ پر وار کیا۔[2] اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن بن غافقی نے بھی آہنی ہتھیار سے ضرب لگائی۔[3] پھر الموت الاسود نامی ایک اور شخص آگے بڑھا اور اُس نے آپؓ کا گلا گھونٹا، آپؓ تڑپنے لگے، اُس نے تلوار نیام سے نکال لی اور آپؓ پر قاتلانہ وار کر دیا، آپؓ کے خون کے چھینٹے قرآنِ مجید کی آیت:

---

[1] (فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ج ۱ ص ٤٩٦ ح ۸۰۹ ط مؤسسة الرسالة بيروت)

[2] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ۱۰ ص ۳۱۸ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[3] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ۳۹۱ ط دار التراث بيروت لبنان)

" فسیکفیکھم اللہ " [۱]

پر پڑے جس سے وہ رنگین ہوگئی ۔[۲] پھر ایک اور شخص آیا اور اُس نے آپؓ پر نیزے کا وار کیا آپؓ کی زبان مبارک سے نکلا:

" بسم اللہ توکلت علی اللہ "

اور اُس کے ساتھ ہی خون کا ایک فوارہ پھوٹ پڑا ۔[۳] اہلیہ محترمہ نے جب آواز سنی تو چیختی چلاتی ہوئی آئیں[۴] وفاداری کی انتہاء کردی اور بچانے کے لئے آپ پر لیٹ گئیں، سودان بن حمران تلوار سونت کر آگے بڑھا، حضرت نائلہ نے تلوار کی دھار پکڑنے کی کوشش کی تو اُن کی تین انگلیاں کٹ کر رہ گئیں[۵] پھر مصر کے ایک اور شخص نے تلوار کی نوک آپؓ کے سینے پر رکھی اور اپنا پورا وزن اُس پر ڈالا، تلوار جسم کے آرپار ہوگئی، اور اِس طرح دامادِ پیغمبر، خلیفہ راشد، صاحب جود وسخا، پیکر شرم وحیاء، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی روحِ مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی ۔[۶]

یہ ۱۸ ذی الحجہ بروز جمعہ مغرب سے تھوڑا پہلے کا وقت تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم افطاری کے لئے آپ کی آمد کا انتظار فرمارہے تھے۔

حاصل کلام:

یہ تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا حقیقی پس منظر اور اُس کے اصلی اسباب جن کی وجہ سے آپ کی المناک شہادت کا سانحہ پیش آیا، جس میں بنیادی کردار عبداللہ بن سبا یہودی اور اُس کی جماعت کا تھا، اور اُس کی پشت پناہی یہودی کررہے تھے، جن کا اصل مقصد

---

[۱] (البقرۃ : ۲/۱۳۸)

[۲] (تاریخ خلیفۃ بن خیاط: ص ۱۷۵،۱۷۴ ط دار القلم دمشق/ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

[۳] (البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر : ج ۱۰ ص ۳۱۰ دار الفکر بیروت لبنان)

[۴] (تاریخ الطبری : ج ٤ ص ۳۹٤ ط دار التراث بیروت لبنان)

[۵] (البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر : ج ۱۰ ص ۳۱۸ ط دار الفکر بیروت لبنان)

[۶] (تاریخ الطبری : ج ٤ ص ۳۹۳ ط دار التراث بیروت لبنان)

اسلامی خلافت کو دو لخت کر کے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو منتشر کرنا اور کفر کے مقابلے میں اسلام کی ترقی کو روکنا تھا اِس لئے انجینئر محمد علی مرزا کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سانحہ شہادت کے تانوں بانوں کو بغیر کسی حجت و دلیل کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بعض پالیسیوں کے خلاف کچھ صحابہ کے کھڑے ہو جانے کے ساتھ جوڑنا نہ صرف یہ کہ خلافِ حقیقت اور غیر اصل ہے بلکہ تاریخ کے ثابت شدہ اصل حقائق جھٹلانے کے بھی مترادف ہے۔

حضرت ولیدؓ کے خلاف آنحضرتؐ کی بد دُعاء کی حقیقت

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے لیکچر کے آخر میں حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کرتے ہوئے اُن کے خلاف یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ:

> "ولید بن عقبہ اِس اعتبار سے بھی بدوایا ہوا شخص تھا کہ جزء رفع الیدین کے اندر بھی موجود ہے، امام بخاری کی ایک کتاب ہے رفع الیدین پر "جزء رفع الیدین" اُس میں یہ روایت موجود ہے کہ یہ اپنی بیوی کو بہت مارا کرتا تھا، نبی علیہ السلام نے بھجوایا کہ نہ مار، دوبار، تین بار، نہیں باز آیا، پھر حضور نے یوں ہاتھ اُٹھا کے اِس پر لعنت کی اور اِس پر بد دُعاء کی، وہ لعنت ہی پڑ گئی پھر، جو پوری زندگی ساتھ ہی رہی۔"

جزء رفع الیدین کی عبارت:

انجینئر محمد علی مرزا نے "جزء رفع الیدین" کے حوالے سے جو حدیث پیش کی ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں:

> " أخبرنا مسلم أنبأنا عبد الله بن داؤد عن نعيم بن حكيم عن أبي مريم عن علي رضي الله عنه قال رأيت امرأة الوليد جائت الي النبي صلي الله عليه وسلم تشكو اليه زوجها أنه يضربها فقال لها اذهبي فقولي له كيت و كيت فذهبت ثم رجعت فقالت انه عاد يضربني فقال لها اذهبي فقولي له ان النبي صلي الله عليه و سلم يقول لك فذهبت

ثم عادت فقالت انه يضربني فقال اذهبي فقولي له كيت وكيت فقالت له انه يضربني فرفع رسول الله صلي الله عليه وسلم يده وقال اللهم عليک بالوليد."[1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے شوہر کی شکایت لے کر حاضر ہوئیں کہ وہ انہیں مارتے ہیں، تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا کہ: "جاؤ اور اُن سے ایسے ایسے کہو!" وہ چلی گئیں، پھر لوٹ کر آئیں اور عرض کی کہ: "انہوں نے دوبارہ مجھے مارا ہے" حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جاؤ اور اُن سے کہو کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ تمہیں فرمارہے ہیں (کہ وہ تمہیں نہ ماریں!) وہ چلی گئیں، پھر لوٹ کر آئیں اور عرض کی کہ: "وہ مجھے مارتے ہیں" تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "جاؤ اور اُن سے ایسے ایسے کہو!" انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ سے عرض کی کہ وہ مجھے مارتے ہیں۔" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا: اے اللہ! تو ولید سے نمٹ لے!" (ترجمہ ختم)

صحابہ کرامؓ کے خلاف میں آنحضرت ﷺ کی بددُعاؤں کی حقیقت:

اِس میں شک نہیں کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اِس سے بھی بڑے بڑے کبیرہ گناہ (مثلاً ارتکابِ زنا، شراب نوشی، سرقہ زنی وغیرہ) صادر ہوئے ہیں جن پر دُنیا ہی میں شرعی سزائیں جاری کی گئیں، حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی تو یہ لغزش اُن کے معاملے میں بہت ہلکی اور تھوڑی تھی، اسی طرح کئی مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے غیر ارادی طور پر حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے دیگر جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں بشری تقاضے کے مطابق تھوڑے، بہت سخت بددُعائیہ جملے بھی نکلے، لیکن آپ صلی اللہ

---

[1] (جزء رفع اليدين للبخاري: ص ١٤٤ ح ١٥٩ ط دار ابن حزم)

علیہ وسلم نے اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے یہ عہد لے رکھا تھا کہ اے اللہ! بشری تقاضے کی وجہ سے اگر میں نے کسی مؤمن کو اذیت دی ہو، یا اُس کو سب وشتم کیا ہو، یا اُس کو لعنت کی ہو یا اُس کو مارا ہو تو آپ اِن چیزوں کو اُس کے حق میں رحمت و پاکیزگی اور قربت کا ذریعہ بنا دیجئے اور اُس کی بہ دولت آپ اُس کو قیامت کے دن اپنا قرب عطا فرمائیے۔

صحیح بخاری کا حوالہ:

چناں چہ صحیح بخاری میں آتا ہے:

"حدثنا أحمد بن صالح حدثنا ابن وهب قال أخبرني يونس عن ابن شهاب قال أخبرني سعيد بن المسيب عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه سمع النبي صلي الله عليه وسلم يقول اللهم فأيما مؤمن سببته فاجعل ذلك له قربة اليك يوم القيامة ."[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! جس کسی مؤمن کو میں نے برا بھلا کہا ہو تو اِس کو اُس کے لئے قیامت کے دن اپنی طرف قربت (کا ذریعہ) بنا دیجئے! (ترجمہ ختم)

صحیح مسلم کا حوالہ:

اسی طرح صحیح مسلم میں آتا ہے:

"حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا المغيرة يعني بن عبد الرحمان الحزامي عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة أن النبي صلي الله عليه وسلم قال اللهم اني أتخذ عندك عهدا لن تخلفنيه فانما أنا بشر فأي المؤمنين آذيته شتمته

---

[1] (صحيح البخاري : ج ۸ ص ۷۷ ح ٦٣٦١ ط دار طوق النجاة)

لعنته جلدته فاجعلها له صلاة و زكاة وقربة تقربه بها اليك يوم القيامة ."[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے یہ دُعاء مانگی کہ: ''اے اللہ! میں آپ سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں آپ اُس کو میرے حق ضرور پورا فرما دیجئے! کیوں کہ میں تو ایک انسان ہوں لہٰذا جس مؤمن کو میں نے اذیت دی ہو، اُس کو شتم کیا ہو، اُس کو لعنت کی ہو اُس کو مارا ہو، آپ اُس شخص کے حق میں رحمت و پاکیزگی اور قربت کا ذریعہ بنا دیجئے جس کی بہ دولت آپ اُس کو قیامت کے دن اپنا قرب عطا فرمائیں ۔(ترجمہ ختم)

حضرت ولیدؓ کے متعلق آنحضرت ﷺ کی بددُعاء دُعاء میں بدل گئی:

بلاشبہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے اور انجینئر محمد علی مرزا بھی انہیں صحابی ہی تسلیم کرتے ہیں، اور اُن کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددُعاء بھی بلاشبہ ثابت ہے، لیکن وہ اُس سے بدوائے نہیں گئے اور نہ ہی وہ بددُعاء اُن کے حق میں ضرر رساں ثابت ہوئی ، بلکہ صحیح مسلم کی مذکورہ بالا روایت کی رُوشنی میں وہ بددُعاء بھی اُن کے حق میں رحمت و پاکیزگی اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب بن گئی ،لیکن انجینئر محمد علی مرزا کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے کہ انہوں نے ایک صحابی رسول کے خلاف ایسی فحش اور بے ہودہ زبان استعمال کر کے اللہ اور اُس کے رسول کا جو غیظ و غضب اور اُن کی ملامت و ناراضگی جو مول لی ہے اُس سے وہ ضرور بدوائے گئے ہیں اور اُس کی وجہ سے اللہ اور اُس کے رسول کی پھٹکار دُنیا و آخرت میں اُن پر ضرور پڑ کر رہے گی ۔ان شاء اللہ تعالیٰ!

[1] (صحیح المسلم: ج ٤ ص ٢٠٠٨ ح ٢٦٠١ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

حضرت معاویہ ؓ اور مروان کی گورنری

مروان بن حکم کی شخصیت:

مروان کا تعلق قبیلہ قریش کی مشہور شاخ "بنو اُمیہ" سے ہے جو بنو ہاشم کے بعد شرف و فضیلت اور عزت و وجاہت میں سب سے بڑھ کر ہے۔ مروان کے باپ کا نام حکم بن ابی العاص اور ماں کا نام آمنہ بنت علقمہ تھا۔ مروان کا باپ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے: "مروان بن حکم بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ...... الخ اِس طرح پانچویں پشت پر جا کر مروان کا سلسلہ نسب حضور اقدس صلی اللہ علیہ سے جا کر مل جاتا ہے۔

مروان کی ولادت:

مروان کی ولادت مشہور قول کے مطابق ہجرت کے دوسرے سال مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اُس کی عمر آٹھ برس تھی۔

چناں چہ امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

"قالوا قبض رسول الله صلي الله عليه وسلم ومروان بن الحكم ابن ثمان سنين۔"[1]

ترجمہ: مؤرخین نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مروان آٹھ سال کا تھا۔ (ترجمہ ختم)

حکم بن ابی العاص کو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے جلاوطن کیا تھا تو

---

[1] (طبقات ابن سعد: ۵ ص ۲۷ ط دار الکتب العلمية بيروت لبنان)

اُس وقت مروان بھی اُس کے ساتھ طائف چلا گیا تھا۔

چناں چہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

"وخرج معه ابن مروان."[1]

ترجمہ: حکم بن ابی العاص کے ساتھ مروان بھی چلا گیا۔

مروان کی صحابیت ثابت نہیں!

یہی وجہ ہے کہ مروان کی ولادت اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ہوئی لیکن اِس کے باوجود وہ شرفِ صحابیت سے محروم ہی رہا، جمہور علمائے اہل سنت کے نزدیک اُس کی صحابیت ثابت نہیں، کیوں کہ اُس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت حاصل نہیں تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"مروان بن الحكم قال البخاري لم يري النبي صلي الله عليه وسلم."[2]

ترجمہ: امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مروان بن حکم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ (ترجمہ ختم)

امام ترمذی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قلت له مروان بن الحكم رأي النبي صلي الله عليه وسلم قال لا."[3]

ترجمہ: میں نے اُن (امام بخاری رحمہ اللہ) سے دریافت کیا

---

[1] (الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر: ج ١ ص ٣٥٩ ط دار الجيل بيروت لبنان)

[2] (المغني في الضعفاء للذهبي: ج ٢ ص ٦٥١ ط مكتبة الشاملة)

[3] (تحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل لابن العراقي: ج ١ ص ٢٩٨ ط مكتبة الرشد الرياض)

کہ مروان بن حکم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں!

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"لم أر من جزم بصحبته"[۱]

ترجمہ: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے مروان کی صحابیت کا جزم کیا ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا دوسرا حوالہ:

موصوف دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"لاتثبت له صحبة."[۲]

ترجمہ: مروان کی صحابیت ثابت نہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کا حوالہ:

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۰۲ھ) لکھتے ہیں:

"مروان بن الحكم بن العاص الأموي المدني ولايثبت له صحبة."[۳]

ترجمہ: مروان بن حکم بن العاص اموی مدنی کی صحابیت ثابت نہیں۔ (ترجمہ ختم)

مروان کی دینی و علمی حیثیت:

مروان نے اپنے زمانہ کے اکابر صحابہ حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبدالرحمٰن بن الاسود رضی اللہ عنہم سے

---

[۱] (ألاصابة في تمييز الصحابة لابن حجر : ج ٦ ص ٢٠٣ دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[۲] (تقريب التهذيب لابن حجر : ج ١ ص ٢٥٢ تر ٦٥٦٧ ط دار الرشيد سوريا)

[۳] (أوجز المسالك الى مؤطا امام مالك للكاندهلوي : ج ١ ص ٤٨٣ ط دار القلم دمشق)

روایاتِ حدیث اور مسائل شرعیہ نقل کیے ہیں۔ اور آگے اُس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے اور تابعین میں سے حضرت سعید بن مسیب، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت علی بن حسین اور حضرت مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایات حاصل کی ہیں۔

چناں چہ امام ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۷ھ) لکھتے ہیں:

"روي مروان عن عمر وعثمان وعلي رضي الله عنهم وروي عنه سهل بن سعد علي بن الحسين وعروة بن الزبير وأبوبكر بن عبد الرحمان ." [1]

ترجمہ: مروان نے حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے روایت کی اور مروان سے حضرت سہل بن سعدؓ اور حضرت علی بن حسینؓ اور حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایت کی۔ (ترجمہ ختم)

مروان کو جمہور علمائے محدثین نے فنِ حدیث میں ثقہ و مستند مانا ہے، اور کہا ہے کہ وہ حدیث میں متہم نہیں، اسی طرح اُس کی مجتہدانہ رائے پر اعتماد کیا ہے، اُس سے متعدد مسائل شرعیہ نقل کیے ہیں، اور اُس کی روایات کو اپنی اسانید کے ساتھ کتابوں میں نقل کیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مروان نے وہ روایات حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے سے بیش تر روایت کی تھیں۔ اور غالباً اُس وقت تک حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ کی وہ روایت زیادہ مشہور نہیں ہوئی تھی، جس میں مروان کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قتل میں ملوث بتایا گیا ہے۔ اِس لئے اُس وقت تک اُس کی حیثیت صحابہؓ کے صحبت یافتہ ایک عالم فاضل شخص کی تھی۔ اِس لئے اُس کے غلط کاموں کے باوجود یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ اُس نے جان بوجھ کر حدیث نبوی میں کذب بیانی سے کام لیا ہوگا، جو پرلے درجے کی خیانت ہے [2]

---

[1] (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ج ۸ ص ۲۷۱ ط دائرة المعارف العثمانية الدكن الهند)

[2] (حاشیہ تاریخ اُمت مسلمہ: ج ۲ ص ۵۶۸ ط اکمل پبلشرز کراچی)

یہی وجہ ہے کہ بعض محدثین نے تو اُس کی روایات پر اعتماد کر کے اُن کو لے لیا ہے، جب کہ بعض نے اُس سے روایات نہ لینے میں ہی عافیت سمجھی ہے۔

چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"قال عروة بن الزبير كان مروان لا يتهم في الحديث وقد روى عنه سهل بن سعد الساعدي الصحابي اعتمادا على صدقه وقد اعتمد مالك على حديثه ورأيه والباقون سوى مسلم." [۱]

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مروان حدیث میں "متّہم" نہیں ہے۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی صحابی رضی اللہ عنہ نے اُس کے صدق پر اعتماد کرتے ہوئے اُس سے روایت کی ہے۔ اور اُس کی حدیث اور اُس کی رائے پر سوائے امام مسلم رحمہ اللہ کے امام مالک اور باقی محدثین نے اعتماد کیا ہے۔ (ترجمہ ختم)

اسی طرح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۰۲ھ) لکھتے ہیں:

"قال ابن حبان معاذ الله أن نحتج بمروان بن الحكم في شيء في كتبنا." [۲]

ترجمہ: امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی پناہ اِس بات سے کہ ہم اپنی کتابوں میں کسی چیز کے بارے میں مروان بن حکم سے حجت پکڑیں۔ (ترجمہ ختم)

جن علمائے محدثین نے مروان کی روایات کو نقل کیا ہے اور انہیں اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے تو اُس کی وجہ یہ نہیں کہ مروان کا کردار جرائم سے پاک تھا یا وہ اچھے کریکٹر کا مالک تھا، بلکہ

---

[۱] (هدي الساري لمقدمة فتح الباري في شرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني: ج ۱ ص ۴۴۳ ط دار المعرفة بيروت لبنان)

[۲] (أوجز المسالك شرح مؤطا امام مالك للكاندهلوي: ج ۱ ص ۴۸۳ ط دار القلم دِمَشق)

صرف اِس وجہ سے اُس سے روایات نقل کر لیں کہ وہ نقل روایت میں انتہائی محتاط اور سچا سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اِس کے برعکس دوسرے محدثین نے نہ اُس کی روایات کو قبول کیا اور نہ ہی اُنہیں اپنی کتابوں میں جگہ دی، کیوں اُن کے نزدیک مروان کی بعض کارستانیاں ایسی تھیں جنہوں نے اُس کی زندگی پر انتہائی گہرے منفی اثرات چھوڑے ہیں۔

چناں چہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (التوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

" وله أعمال موبقة نسأل الله السلامة رمي طلحة بسهم وفعل مافعل ." [1]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

" له تلك الأفاعيل . " [2]

ترجمہ: اُس (مروان) کے یہ یہ کرتوت تھے!

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (التوفی ۸۵۲ھ) اُن میں سے ایک کی نشان دہی کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

" وانما نقموا عليه أنه رمي طلحة يوم الجمل بسهم فقتله ثم شهر السيف في طلب الخلافة حتي جري ماجري ......الخ ." [3]

ترجمہ: اہل علم نے مروان پر اِس لئے تنقید کی ہے کہ اُس نے "جنگ جمل" میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر مار کر قتل کیا تھا، پھر اُس نے خلافت کی طلب میں تلوار اُٹھائی، یہاں تک کہ جو ہوا سو ہوا ......الخ

[1] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي : ج٤ص٨٩ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت)

[2] (المغني في الضعفاء للذهبي : ج ٢ ص ٦٥١ ط مكتبة الشاملة بيروت)

[3] (هدي الساري لمقدمة فتح الباري في شرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني : ج ١ ص٤٤٣ ط دار المعرفة بيروت لبنان)

مروان کی تین بڑی کارستانیاں:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اجمالاً اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صراحتاً مروان کی جن کارستانیوں کی طرف اشارہ کیا ہے، اُن میں سے بعض صحیح سند سے ثابت ہیں۔ مثلاً:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قتل:

۳۵ھ میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سبائیوں کے ہاتھ شہید ہو گئے تو اُس کے بعد انہوں نے مسلمانوں کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا کہ قتل عثمان کا کچھ ملبہ انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ پر ڈال دیا، تاکہ مسلمانوں میں سراسیمگی پھیلے اور وہ آپس میں افتراق و انتشار کا نشانہ بنیں، اور یہ آواز لگائی کہ طلحہ بن عبید اللہ کہاں ہیں؟ ہم نے عثمان کو قتل کر دیا ہے۔ [1]

سبائیوں کی یہ آواز جب مروان کے کان میں پڑی تو وہ سبائیوں کے پروپیگنڈے میں آ گیا، اور اُس نے اُسی وقت سے تہیہ کر لیا کہ اب وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ ضرور لے گا، چناں چہ جنگ جمل میں جب مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو اُس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت ابان بن عثمان رحمہ اللہ عنہ کو خود مخاطب کر کے کہا کہ: "یہ حضرت تمہارے باپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ ہے۔"

چناں چہ مؤرخ خلیفہ بن خیاط رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۰ھ) لکھتے ہیں:

"رمي مروان طلحة بسهم ثم التفت الي أبان بن عثمان وقال قد كفيناك بعض قتلة أبيك." [2]

ترجمہ: مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے تیر مارا اور پھر حضرت ابان بن عثمان رحمہ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ تمہارے باپ کے ایک قاتل کو ہم تمہارے لئے کافی ہو گئے۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (تاریخ الطبري: ج ٤ ص ٣١٩ ط دار التراث بيروت لبنان)

[2] (تاریخ خليفة بن الخياط: ص ١٨٥ ط دار القلم دِمَشق/مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) مروان کی اِس حرکت کے متعلق لکھتے ہیں:

"قلت قاتل طلحة في الوزر بمنزلة قاتل علي."[1]

ترجمہ: حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل گناہ گار ہونے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کے بہ منزلہ ہے۔ (ترجمہ ختم)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اگر چہ اِس قول کو مشہور قرار دیا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مروان نے قتل کیا ہے اور اِس کی جگہ اِس بات کو اقرب الی القیاس کہا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر کسی نامعلوم فرد کی جانب سے مارا گیا تھا[2] تاہم اِس کے مقابلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے صحیح سند سے ثابت کیا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر کسی نامعلوم فرد نے نہیں بلکہ مروان ہی نے مارا تھا۔

چناں چہ موصوف لکھتے ہیں:

"وأخرجه أبو القاسم البغوي بسند صحيح من الجارود بن أبي سبرة قال لما كان يوم الجمل نظر مروان الي طلحة وقال لم اطلب ثاري بعد اليوم فنزع له بسهم فقتله."[3]

ترجمہ: ابو القاسم بغوی نے جارود بن ابی سبرہ سے بہ سند صحیح نقل کیا ہے کہ جب جنگ جمل کا دن تھا تو مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور کہا کہ: "آج کے بعد میں اپنا انتقام نہیں لے سکوں گا۔" چناں چہ اُس نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے لئے اپنا تیر نکالا اور اُن کو قتل کر دیا۔ (ترجمہ ختم)

دراصل مروان نے سبائی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

---

[1] (سير أعلام النبلاء للذهبي: ج ۱ ص ۳٦ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[2] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ۱۰ ص ٤٧٦ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[3] (الاصابة في تميز الصحابة لابن حجر: ج ۳ ص ٤۳۳ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

خون کا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ناحق بدلہ لینے کے لئے جنگ جمل کے موقع کو اِس لئے مناسب سمجھا کہ ایک تو وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ جنگ کے دوران اگر کوئی شخص دُشمن کو دور سے تیر مار کر قتل کر دے تو ایسی حالت میں قاتل کا پتہ چلانا ازحد مشکل ہوتا ہے، اور دوسرے یہ کہ مروان فقہی احکام کے اعتبار سے بھی یہ مسئلہ خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ باغیوں کے ساتھ اِس طرح کے جنگ و جدال اور دارو گیر کے ہنگامے میں ہونے والے خون کا قصاص شرعاً چوں کہ مشروع نہیں ہے، اِس لئے ایسی حالت میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دینے کی صورت میں عدالت میں قضاءً میرے خلاف کوئی مقدمہ بھی نہیں چلے گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر ﷛ کے خلاف بغاوت:

معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد ۶۴ھ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے نئے خلیفہ مقرر ہوئے، اور اُنہوں نے مکہ معظمہ میں مسلمانوں کے عوام و خواص سے بیعت لی [۱] یہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ تھے جن کی خلافت کا مرکز حرم مکہ تھا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر نے مکہ مکرمہ میں اپنی بیعت خلافت لینے کے بعد اپنے چند نمائندوں کو دیگر بلادِ اسلامیہ کے مسلمانوں سے بیعت لینے خاطر روانہ کیا۔ چناں چہ مدینہ، مصر، بصرہ، کوفہ اور شام کے مسلمانوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیعت خلافت کر لی اور اُنہیں اپنا شرعی خلیفہ تسلیم کر لیا، اور اِس طرح تمام بلادِ اسلامیہ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوگئی۔ [۲]

البتہ بنو اُمیہ کے سابق حکمران خاندان اور اُن کے بعض متعصب وفاداروں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کو تسلیم نہیں کیا اور وہ اُن کے خلاف برسر بغاوت اُتر آئے، اُن میں عبید اللہ بن زیاد، مروان بن حکم، عمرو بن سعید الاشدق اور حسان بن مالک کے نام سرفہرست ہیں۔ [۳]

---

[۱] (تاريخ خليفة بن خياط: ص ۲۵۸ ط دار القلم دِمشق/مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[۲] (تاريخ الطبري: ج ۵ ص ۵۴۱ ط دار التراث بيروت لبنان)

[۳] (تاريخ الطبري: ج ۵ ص ۵۴۱ ط دار التراث بيروت لبنان) و (تاريخ خليفة بن خياط: ص-

مروان نے جب شام میں حضرت ضحاک بن قیس کے قدم مضبوط ہوتے دیکھے، اور اسے وہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی مقبولیت کا اندازہ ہوا تو وہ عمرو بن سعید کے ہم رَاہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے شام سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا، مگر ابھی وہ سرحدی علاقے ''اذرعات'' پہنچا ہی تھا کہ اُس کی ملاقات عبیداللہ بن زیاد سے ہوگئی، عبیداللہ بن زیاد کو جب اُس کے ارادے کا علم ہوا تو اُس نے عار دلاتے ہوئے کہا کہ: ''قریش کے سردار اور بنو عبد مناف کے بزرگ ہو کر عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرو گے؟ بخدا تم اُس سے خلافت کے زیادہ لائق ہو۔'' مروان اپنے ارادے میں ڈاں والا ڈول ہوگیا اور اُس نے عبیداللہ بن زیاد ہی سے اِس مسئلے کا حل دریافت کیا، تو عبیداللہ بن زیاد نے مروان کو یہ مشورہ دیا کہ تم واپس چلو اور لوگوں کو اپنی خلافت پر اکساؤ! اہلِ قریش کو میں سنبھال لوں گا۔ مروان کو عبیداللہ بن زیاد کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اور وہ عمرو بن سعید الازدق اور عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ واپس شام آگیا۔

شام پہنچنے کے بعد عبیداللہ بن زیاد نے حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ کھیل کھیلا کہ ایک طرف بہ ظاہر وہ اُن کا خیر خواہ بن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی جڑیں کاٹنے لگا اور دوسری طرف وہ مروان اُن کے خلاف بغاوت پر اکساتا رہا۔

چناں چہ سب سے پہلے اُس نے حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ جب تک بنو اُمیہ کی طاقت کو پاش پاش نہیں کر دیا جائے گا اُس وقت تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو استحکام نصیب نہیں ہو سکتا، اِس لئے بنو اُمیہ کے خلاف آپ کو کھلے میدان میں آ کر ایک نتیجہ خیز جنگ لڑنی ہوگی، تا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی راہ سے یہ رکاوٹ ختم ہو اور وہ صحیح طرح سے ترقی کر سکے۔ چناں چہ حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ عبیداللہ بن زیاد کے دامِ فریب میں آگئے اور وہ اپنی فوج کے ہم رَاہ شہر سے نکل کر ''مرجِ راہط'' میں خیمہ زن ہوگئے۔

اُدھر دوسری طرف عبیداللہ بن زیاد نے مروان کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

-۲۵۹ ط دار القلم دمشق/مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

کی بغاوت پر اکسا کر اسے حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کے خلاف کھلے میدان میں لڑنے پر آمادہ کیا اور اُس کی طرح لکھا کہ: ''تم لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دو ضحاک کی طرف لکھو، وہ کھلے میدان میں تمہارے مقابلے پر اتر آیا ہے۔'' چناں چہ مروان پانچ ہزار کا لشکر لے کر ''مرجِ راہط'' پہنچا، اور فریقین کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی، بیس روز تک لڑائی جاری رہی، مگر جب کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو عبید اللہ بن زیاد نے مروان سے کہا کہ یہ لڑائی دھوکے کے بغیر ہم نہیں جیت سکتے، اِس لئے پہلے تم حضرت ضحاک بن قیس کو صلح کی دعوت دو، جب وہ صلح پر آمادہ ہو جائیں تو پھر کسی وقت اچانک اُن پر حملہ کر کے اُن کی طاقت کو توڑ دیا جائے۔ چناں چہ مروان نے ایسا ہی کھیل کھیلا۔ پہلے اُس نے حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کو جنگ بند کر کے مذاکرات کی دعوت دی، جب مذاکرات کام یاب ہو گئے تو ایک رات مروان نے اپنے گھڑ سواروں کو لے کر اچانک حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کے لشکر پر حملہ کر دیا جس سے حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کے لشکر میں افراتفری مچ گئی، قبیلہ بنو قیس کے افراد آخری دَم تک باغیوں سے لڑتے رہے، بالآخر اُن کا علم بردار قتل ہو گیا، حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے اور اُن کا لشکر منتشر ہو گیا۔

''مرجِ راہط'' میں حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کے قبیلے ''بنو قیس'' کی ایک بڑی تعداد تہہ تیغ ہو گئی تھی، اور شام میں یہی قبیلہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حامی و داعی تھا، اِس لئے جہاں جہاں شکست کی خبریں پہنچیں وہاں سے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامیوں کے قدم اکھڑنے شروع ہو گئے۔ شام میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامیوں کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ حاکم حمص حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر اُن کا سر قلم کر دیا گیا، اور اِس طرح پورا ملک شام باغیوں کے قبضے میں آ گیا۔ [1]

---

[1] (تاریخ الطبری: ج ۵ ص ۵۴۱ ط دار التراث بیروت لبنان) و (سیر أعلام النبلاء للذھبی: ج ۳ ص ۴۱۲ ط مؤسسة الرسالة بیروت) و (أنساب الأشراف للبلاذري: ج ۶ ص ۲۶۹ ----- ۲۷۵، ۲۸۳ ط دار الفکر بیروت لبنان) و (طبقات ابن سعد: ج ۲ ص ۲۰۴ ----- ۲۰۷ و ج ۶ ص ۵۳ ط دار صادر بیروت)

اِس طرح ''مرجِ راہط'' کے میدان میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامیوں کو شکست دے مروان نے شام میں بنو اُمیہ کی حکومت کی دوبارہ داغ بیل ڈال دی، اور حکومت پر گرفت مضبوط ہوتے ہی موروثی حکومت کی جڑیں مضبوط کر دیں اور اپنے بعد اپنے بیٹے عبد الملک اور اُس کے بعد دوسرے بیٹے عبد العزیز کو ولی عہد مقرر کر دیا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ''سبّ و شتم'':

مروان بن حکم کا مختلف مواقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرنا صحیح اور حسن دونوں قسم کی نا قابلِ انکار تاریخی روایات سے ثابت ہے۔

سبّ و شتم کی پہلی روایت:

چناں چہ امام ابن ابی خیثمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدثنا ابن الأصبهاني قال أنا شريک عن محمد بن اسحاق عن عمر بن علي بن الحسين عن علي بن الحسين قال لي مروان بن الحكم ما كان في القوم أحد أدفع عن صاحبنا يعني عثمان بن عفان من صاحبكم يعني علي بن أبي طالب قلت فما بالک تسبوه علي المنابر قال لايستقيم الأمر الا بذلک .''[2]

ترجمہ: حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مروان بن حکم نے مجھ سے کہا کہ ہمارے آقا یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا جس قدر دفاع آپ کے آقا یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا قوم (کے لوگوں) میں سے اتنا کسی نے نہیں کیا۔ میں نے کہا پھر

---

[1] (تاریخ الطبری : ج ۵ ص ۶۰۵ ط دار التراث بیروت لبنان)

[2] (التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة (بسند صحيح) السفر الثاني : ج ۲ ص ۹۱۷ رواية ۳۸۹۹ ط الفاروق الحديثة للطباعة والنشر القاهرة)

تمہیں کیا ہوا کہ تم انہیں منبروں پر سب وشتم کرتے ہو؟ مروان نے کہا کہ امر خلافت اِس کے بغیر چل نہیں سکتا۔(ترجمہ ختم)

سب وشتم کی دوسری روایت:

" وحدثنا ابراهيم بن المنذر قال حدثنا يعقوب بن جعفر بن أبي كثير عن مهاجر بن مسمار قال أخبرتني عائشة بنت سعد أن مروان بن الحكم كان يعود سعد بن أبي وقاص وعنده أبو هريرة وهو يومئذ قاض لمروان بن الحكم فقال سعد ردوه فقال أبو هريرة سبحان الله كهل قريش وأمير البلد جاء يعودک وكان حق ممشاه عليک أن ترده فقال سعد ائذنوا له فلما دخل مروان وأبصره سعد تولي بوجهه نحو سرير ابنته عائشة فارعد سعد وقال ويلک يا مروان انه طاعتک يعني أهل الشام علي شتم علي بن أبي طالب فغضب مروان فقام وخرج مغضبا ." [1]

ترجمہ: حضرت عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص رحمہا اللہ فرماتی ہیں کہ مروان بن حکم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے آرہا تھا۔ اُن کے پاس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے، جو مروان کے قاضی تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے واپس لوٹا دو! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ سبحان اللہ! قریش کا بڑا آدمی اور شہر کا حاکم آپ کی عیادت کے لئے آرہا ہے۔ کیا اُس کے آنے کا حق یہ ہے اسے واپس لوٹا دیا جائے؟ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا اسے آنے دو! جب

[1] (آلتاريخ الكبير لابن أبي خيثمة (بسند صحيح) آلسفر الثالث : ج ٢ ص ٧٤ رواية ١٧٩١ ط آلفاروق الحديثة للطباعة والنشر القاهرة)

مروان اندر داخل ہوا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو چہرہ اپنی بیٹی حضرت عائشہ رحمہا اللہ کی چارپائی کی طرف پھیر لیا۔ پھر اُن پر کپکپی طاری ہوگئی اور وہ بولے اے مروان! تیرا برا ہو! یہ لوگ یعنی اہل شام باوجود یکہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتے ہو تمہارے مطیع ہیں۔ یہ سن کر مروان غصہ سے اُٹھا اور وہاں سے نکل گیا۔

سب وشتم کی تیسری روایت:

" أخبرنا عفان بن مسلم قال حدثنا حماد بن سلمة قال أخبرنا عطاء بن السائب عن أبي يحي قال كنت بين الحسن بن علي والحسين ومروان بن الحكم والحسين يساب مروان فجعل الحسن ينهي الحسين حتي قال مروان انكم أهل بيت ملعونون قال فغضب الحسن وقال ويلك قلت أهل بيت ملعون فو الله لعن الله أباك علي لسان نبيه وانت في صلبه." [1]

ترجمہ: ابو یحیٰ کہتے ہیں کہ میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور مروان بن حکم کے درمیان تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مروان کو برا بھلا کہا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اُن کو منع فرمانے لگے، یہاں تک کہ مروان نے کہا کہ تم اہل بیت ہو ہی ملعون! راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوگئے اور فرمایا: "تیرا برا ہو اہل بیت کو ملعون کہتا ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی تیرے باپ پر اُس وقت لعنت کی جب تو اُس کی پیٹھ میں تھا۔

سب وشتم کی چوتھی روایت:

---

[1] (طبقات ابن سعد متمم الصحابة: ج ۱ ص ۴۰۲، ۴۰۳ بسند حسن)

" ولما كان (أي مروان) متوليا علي المدينة لمعاوية كان يسب عليا كل جمعة علي المنبر ."[1]

ترجمہ: اور جب مروان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ منورہ کا والی بنا تو وہ ہر جمعہ کو برسرِ منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب مروان کی اِن شرارتوں کا علم ہوا تو اُنہوں نے اُس کو مدینہ منورہ کی گورنری سے معزول کر کے اُس کی جگہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو وہاں کا والی بنا دیا تھا۔

چناں چہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۴ھ) ہی لکھتے ہیں:

" وفيها (أي في سنة تسع وأربعين) عزل معاوية مروان عن المدينة و ولي عليها سعيد بن العاص ."[2]

ترجمہ: ۴۹ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مروان کو مدینہ کی گورنری سے معزول کر کے اُس کی جگہ حضرت سعید بن العاص کو والی بنا دیا۔(ترجمہ ختم)

دوسری جگہ موصوف لکھتے ہیں:

" و ولاه المدينة مرتين وعزله عنها مرتين بمروان بن الحكم وكان سعيد هذا لا يسب عليا ومروان يسبه ."[3]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا والی بنایا اور دو ہی مرتبہ مدینہ کی گورنری سے مروان بن حکم کو معزول کیا، حضرت سعید بن العاص حضرت

---

[1] (البداية والنهاية لابن كثير : ج ٨ ص ٢٥٩ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] (البداية والنهاية لابن كثير : ج ٨ ص ٣٢ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[3] (البداية والنهاية لابن كثير : ج ٨ ص ٨٤ ط دار الفكر بيروت لبنان)

علی رضی اللہ عنہ پر "سب وشتم" نہیں کرتے تھے اور مروان حضرت علی رضی اللہ عنہ پر "سب وشتم" کرتا تھا۔ (ترجمہ ختم)

اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

"ابن عون عن عمير بن اسحاق قال كان مروان يسب عليا رضي الله عنه في الجمع فعزل بسعيد بن العاص فكان لا يسبه." [1]

ترجمہ حضرت عمیر بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مروان جمعوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کرتا تھا تو اسے معزول کر کے اُس کی جگہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا اور وہ سبّ وشتم نہیں کرتے تھے۔ (ترجمہ ختم)

مروان کی آڑ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید:

لیکن افسوس کہ انجینئر محمد علی مرزا اپنے لیکچرز و ریسرچ پیپرز میں جگہ جگہ مروان بن حکم کی اِن ہی شرارتوں اور اُس کے کرتوتوں کے تذکرہ کے ضمن میں جملہ معترضہ کے طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا ذکر کیا ہے، جس سے سامعین وقارئین کے ذہن میں یہ تصور اُبھرنے لگتا ہے کہ نعوذ باللہ! وہ یہ سارے کام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیرِ سرپرستی کرتا تھا اور اُس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مکمل حمایت اسے حاصل تھی ، اور وہ مروان کی اِن کارستانیوں پر مکمل طور پر اُس کی پشت پناہی کرتے تھے۔

چناں چہ ایک جگہ انجینئر موصوف اپنے ریسرچ پیپرز: "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر ۲۷ صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" کے چوتھے باب: "چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان اور اُن پر منبروں سے لعنت کرنے کی بدعت کب اور کس نے ایجاد کی؟" کے ذیل میں صحیحین کے حوالے سے لکھتے ہیں:

---

[1] (سير أعلام النبلآء للذهبي : ج ۳ ص ٤٤٧ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

"(۳۹) صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو حازم تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر بتانے لگا کہ فلاں (بنو اُمیہ سے تعلق رکھنے والا شخص) (جو امیر مدینہ ہے) اپنے منبر پر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا (برے انداز سے) ذکر کرتا ہے۔ (سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے) پوچھا: ''وہ کیا کہتا ہے؟'' اُس نے بتایا کہ وہ (حقارت سے) اُن (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کو ''ابوتراب'' (یعنی مٹی والا) کہتا ہے۔'' اُس کی اِس بات پر سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! اُن (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کا یہ نام (ابوتراب) تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اُن (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کو اِس نام سے بڑھ کر کوئی اور نام محبوب نہ تھا۔'' ......الخ'' صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (بنو اُمیہ کے دورِ ملوکیت میں) آلِ مروان میں سے ایک شخص کو مدینہ کا والی بنا کر بھیجا گیا۔ اُس گورنر نے سیدنا سہل رضی اللہ عنہ کو بلوایا، اور حکم دیا کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالی دیں!'' (نعوذ باللہ من ذلک) اُس کی اِس بات پر سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے صاف انکار فرما دیا۔ پھر اِس انکار پر اُس (گورنر) نے کہا کہ چلو کم از کم اتنا ہی کہہ دو کہ: ''اللہ تعالیٰ ابوتراب (مٹی والے) پر لعنت کرے۔'' (نعوذ باللہ منہ) اُس کی اِس بات پر سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تو ابوتراب (مٹی والا) سے بڑھ کر کوئی اور نام محبوب ہی نہ تھا، وہ تو اِس نام پر پکارے جانے پر خوش ہوا کرتے تھے۔''[1]

---

[1] (صحیح بخاری ح ۳۷۰۳، صحیح مسلم ح ۲۴۰۹، بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بحوالہ صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں: ص ۱۹)

صحیحین کی آڑ میں انجینئر محمد علی مرزا کا دجل وفریب:

انجینئر محمد علی مرزا نے مذکورہ بالا عبارت میں بریکٹ میں بنواُمیہ کے دورِ حکومت کا ذکر کر کے صحیحین کی احادیث کے حوالے سے دراصل یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا مروان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر "سب وشتم" کرتا تھا، حالاں کہ صحیح بخاری کی مذکورہ روایت سے تو صرف معلوم ہو رہا ہے کہ "امیر مدینہ" سے مراد مروان بن حکم تھا، اِس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کی تصریح تو کجا؟ اشارہ تک نہیں ہے۔

جیسا کہ شارحِ بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) نے تصریح فرمائی ہے:

"وأمير المدينة هو مروان بن الحكم."[۱]

ترجمہ: اور امیر مدینہ وہ مروان بن حکم ہے۔

انجینئر محمد علی مرزا کی پیش کردہ مذکورہ بالا صحیح بخاری کی عبارت سے تو فقط اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ مروان حضرت علی رضی اللہ عنہ پر "سب وشتم" کرتا تھا، لیکن اُس سے یہ ہرگز نہیں ثابت ہو رہا کہ وہ یہ کام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں اُن کے حکم سے کرتا تھا۔

جب کہ صحیح مسلم کی روایت سے تو مروان ہی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر "سب وشتم" ثابت نہیں ہوتا، چہ جائے کہ اُس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں اُن کے حکم سے مروان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنا ثابت ہوتا ہو۔

اِس لئے کہ صحیح مسلم کی زیرِ بحث مذکورہ بالا روایت میں "رجل من آلِ مروان" کے الفاظ آئے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ آلِ مروان میں سے کوئی شخص مدینہ منورہ کا والی بنا کر بھیجا گیا تو اُس نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کو پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر "سب وشتم" کرنے پر مجبور کیا، لیکن جب انہوں نے انکار کیا تو پھر اُس نے اُن سے کہا کہ اگر یہ نہیں کر سکتے تو پھر کم از کم اتنا کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ "ابوتراب" (یعنی مٹی والے) پر لعنت کرے۔

---

[۱] (فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر : ج ۱ ص ۳۰۱ ط دار المعرفة بيروت لبنان)

''رجل من آلِ مروان'' کا مصداق کون ہے؟:

صحیح مسلم کے زیر بحث مذکورہ بالا الفاظ ''رجل من آل مروان'' میں لغوی لحاظ سے دو احتمال ہیں:

ایک یہ کہ اِس سے مروان کی نسبی اولاد مراد ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اِس سے مروان کی غیر نسبی اولاد مراد ہو۔ پہلی صورت میں اگر ''آلِ مروان'' سے مروان کی نسبی اولاد مراد لی جائے تو اُس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت (۴۱ھ سے لے کر ۶۰ھ) تک تقریباً بیس سالوں میں سوائے مروان کی نسبی اولاد (عبدالملک، عبدالعزیز، ولید، سلیمان، ہشام) میں سے کوئی بھی مدینہ کا گورنر نہیں بنا۔

اور دوسری صورت میں اگر ''آلِ مروان'' سے مروان کی غیر نسبی اولاد مراد لی جائے تو اُس صورت میں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مروان کے کسی گورنر کا نہیں ہو سکتا، کیوں کہ یہاں روایت میں ''امیر مدینہ'' کا ذکر آیا ہے، جب کہ مروان کو مدینہ منورہ پر کوئی گورنر تعینات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اِس لئے کہ اُس کی حکومت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں صرف شام تک محدود تھی۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مروان کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے عبدالملک بن مروان یا اُس کے پوتے ولید بن عبدالملک کے دورِ حکومت کا ہوگا۔

نمازِ عید سے قبل خطبہ دینا مروان کی بدعت ہے!:

اسی طرح انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ریسرچ پیپرز: ''واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں'' کے چوتھے باب: ''چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان اور اُن پر منبروں سے لعنت کرنے کی بدعت کب اور کس نے ایجاد کی؟'' کے ذیل میں صحیحین کے حوالے سے مروان کی بدعت (خطبہ قبل العید) کے تذکرہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نوک مارتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''عید

الفطر" اور "عید الاضحیٰ" کے موقع پر عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے نماز (عید) ادا فرماتے۔ پھر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے، جب کہ لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نصیحت فرماتے، اور (نیکی کا) حکم دیتے۔ اور اگر کوئی لشکر تشکیل دینا ہوتا تو اسے تشکیل دیتے اور کوئی اور خاص حکم ہوتا تو ارشاد فرماتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے جاتے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگ اسی (سنت) پر قائم تھے، حتیٰ کہ ایک بار (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقرر کردہ گورنر) امیر مدینہ مروان بن حکم کے ہم راہ "عید الفطر" یا "عید الاضحیٰ" (کی نماز کے لئے) نکلا، اور جب ہم عید گاہ میں پہنچے تو ناگہاں دیکھا کہ کثیر بن صلت نے وہاں ایک منبر تیار کیا ہوا تھا۔ اور مروان بن حکم نے نماز سے پہلے ہی اُس منبر پر (بہ غرضِ خطبہ) چڑھنا چاہا، تو میں نے اُس کے لباس کو پکڑ کر کھینچا (یعنی سنت کی مخالفت سے روکنا چاہا) مگر وہ دامن چھڑا کر چڑھ گیا۔ اور نماز سے پہلے (ہی) خطبہ دے ڈالا۔ میں نے کہا: "اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے (سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو) بدل ڈالا۔" اُس (مروان) نے کہا: "اے ابو سعید! جس (سنت) کو تم جانتے ہو، وہ رخصت ہو چکی۔" میں نے جواباً کہا: "اللہ تعالیٰ کی قسم! میں جس (سنت) کو جانتا ہوں وہ اس (بدعت) سے بہتر ہے جسے میں نہیں جانتا۔" اُس نے کہا: "اصل بات یہ ہے کہ: "لوگ نماز کے بعد ہمارے (خطبے کے) لئے نہیں بیٹھتے تھے، لہٰذا میں نے اُس (خطبے) کو نماز سے پہلے مقرر کرلیا ہے۔" [1]

---

[1] (صحیح بخاری: ح ۹۵۶، صحیح مسلم ۲۰۵۳، بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں: ص ۲۵، ۲۶)

مروان کی بدعت سے حضرت معاویہ ؓ کا دامن پاک ہے!

مروان کے اِس واقعہ کو بھی بنیاد بنا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن وتنقید نہیں کی جاسکتی، اِس لئے کہ ایک تو یہ فعل مروان کا ذاتی تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دامن اِس بدعت سے پاک ہے، اور دوسرے یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو دومرتبہ مروان کو مدینہ منورہ کا والی بنا کر دونوں ہی مرتبہ اُس کو وہاں سے معزول کیا تو اُس کا صرف یہ ایک سبب نہیں تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر "سب وشتم" کرتا تھا، بلکہ اُس کے اسی طرح کے دیگر متعدد اسباب تھے جن کی طرف حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے، لہٰذا مروان کی دیگر کارستانیوں کی طرح اُس کے اِس فعل بدعت کو بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سر ہرگز نہیں تھوپا جاسکتا۔

اعلیٰ صلاحیتوں کا مصرفِ بے جا:

مروان کا شمار معاصرت کے اعتبار سے اگرچہ کبار تابعین ہوتا ہے، کیوں کہ اُس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مبارک دور پایا ہے، اور اُن سے روایاتِ حدیث نقل کی ہیں، اِس کے علاوہ ذاتی طور پر بھی اُس میں بعض نیک اوصاف، عمدہ کمالات اور اعلیٰ صلاحیتیں ضرور ایسی موجود تھیں جن سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا، مثلاً وہ صوم وصلوٰۃ کا سختی سے پابند تھا، تلاوتِ کلام الٰہی سے اشتغال رکھتا تھا، حصولِ ثواب میں اُس کو کافی رغبت تھی، حدیث وفقہ اور علم وادب میں بلند مقام کا حامل تھا، عسکری قیادت اور سیاسی مہارت میں یدطولیٰ رکھتا تھا، مگر اُس کی سیاسی وتاریخی غلطیوں اور اُس کے غیر محتاط رویوں نے اُس کی اِن تمام نیک صفات پر پردہ ڈال دیا، اُس کے اوصاف وکمالات نظروں سے اوجھل کردیئے اور اُس کے معائب ومثالب کو آشکارا کردیا، جن کے سبب آج اُس کی پہچان تاریخ اسلام میں ایک اقتدار پسند حکم رَان، ایک غیر مدبر سیاسی راہ نما اور ایک غیر محتاط متشدد گورنر کے نام سے کی جاتی ہے۔ اگر اُس کے دامن پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر "سب وشتم" کا داغ نہ ہوتا، اُس کے کردار پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا سوال نہ ہوتا اور وہ خلیفہ شرعی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت پر نہ اُترتا تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ آج اُس کا شمار بھی حضرت حسن بصری، حضرت سعید بن مسیب اور حضرت عطاء بن ابی رباح

جیسے کبار تابعین کے زُمرے میں ہوتا، اور اسے ہمیشہ نہایت ہی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا، مگر افسوس کہ اُس نے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں سے کما حقہ فائدہ نہیں اُٹھایا، اُن کا ناحق اور بے جا استعمال کیا، اور حب جاہ و اقتدار کی خاطر اُس نے کسی حد شرعی کی پامالی سے دریغ نہیں کیا:

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل؟
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

حضرت معاویہؓ اور استخلافِ یزید

انجینئر محمد علی مرزا اپنے ریسرچ پیپرز "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" کے پانچویں باب بہ عنوان: "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت مل جانے کے بعد سے بہ تدریج اُمت پر کیسی ملوکیت مسلط ہوئی اور اُس کا بھیانک نتیجہ کیا نکلا؟" کے تحت صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث نقل کی، جس کے آخر میں ہے کہ:

"(۵۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:) اب جس نے بھی مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی بھی شخص کی (زبردستی خلافت کے لئے) بیعت منعقد کی (تو یاد رکھنا) وہ بیعت کرنے والا اور جس کی بیعت کی گئی ہوگی (فساد کے) نتیجے میں دونوں ہی قتل کردیئے جائیں گے۔"[1]

اسی طرح مسند احمد کی ایک حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"مسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ...... امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: 'اب جس نے بھی مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی بھی شخص کی (زبردستی خلافت کے لئے) بیعت منعقد کی (تو یاد رکھنا) نہ تو بیعت کرنے والے کی بیعت صحیح ہوگی اور نہ جس (خلیفہ) کی بیعت کی گئی

---

[1] (صحیح بخاری: ج ۴۳۵۹، ۶۸۳۰، بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں: ص ۱۲۷)

اُس کی بیعت منعقد ہوگی۔" [1]

اسی طرح تھوڑا آگے چل کر انجینئر صاحب مسند احمد ہی کی ایک دوسری حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"(۵۷) مسند احمد کی حدیث میں ہے: "سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا تھا: "۶۰ کی دھائی کے آغاز (۶۱ھ) اور چھوکروں کی حکمرانی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو!" [2]

اِس طرح انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے لیکچرز و ریسرچ پیپرز میں اہل تشیع و روافض کی طرح یزید کے دورِ حکومت اور اُس کے کردار و عمل کو بنیاد بنا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بلند پایہ مقام صحابیت کو داغ دار کرنے کی سعی لاحاصل اور مذموم کوشش کی ہے اور اُس پر اپنا پورا زور صرف کیا ہے، اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی مذموم سعی کی ہے کہ چوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی باہمی مشاورت کے بغیر اپنی زندگی ہی میں یزید کی ولی عہدی کے سلسلے میں لوگوں سے زبردستی بیعت لینا شروع کر دی تھی اور اپنے بعد حکومت کی باگ ڈور یزید کے ہاتھ میں تھما دی تھی، اِس لئے اُس کے دورِ حکومت میں "سانحۂ کربلا، جنگ حرہ، اور خانہ کعبہ پر سنگ باری جیسے رُوح فرسا والم ناک واقعات رُونما ہوئے ہیں۔ گویا انجینئر صاحب یزید کے دورِ حکومت کی جملہ سیاہ کاریوں و بداطواریوں کا تمام تر ملبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اور حقیقت میں وہ اِن مظالم و مفاسد کا منبع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو قرار دینا چاہتے ہیں کہ اگر وہ مسلمانوں کے مشورے کے بغیر یزید کی ولی عہدی کے لئے زبردستی لوگوں سے بیعت نہ لیتے تو اُس کے دورِ حکومت میں اُس سے اِس قسم کے افعال کا کبھی صدور نہ ہوتا۔

---

[1] (مسند احمد: ج ۱ ص ۳۳۲ ح ۳۹۱۲ بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر ۲۷ صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں: ص ۲۸،۲۷)

[2] (مسند احمد: ج ۲ ص ۳۲۶ ح ۸۳۰۲، مشکوٰۃ المصابیح: ح ۳۷۱۶، دلائل النبوۃ للبیہقی بحوالہ واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں: ص ۲۸)

ولی عہدی سے متعلق حضرت معاویہؓ کا ابتدائی مؤقف:

حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصالحت حسنؓ سے لے کر وفاتِ حسنؓ تک یزید کی ولی عہدی کے متعلق نہ کبھی سوچا تھا اور نہ ہی آپ کے ذہن میں اِس بارے میں کوئی شائبہ پیدا ہوا تھا۔

چناں چہ ایک بار حاکم عراق زیاد نے حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہ کو کسی کام سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق بھیجا، تو انہوں نے دورانِ گفتگو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ:

”یا أمیر المؤمنین لمن یکون الأمر من بعدک فسکت ساعة ثم قال یکون بین جماعة.“[1]

ترجمہ: اے امیر المؤمنین! آپ کے بعد خلافت کی باگ ڈور کون سنبھالے گا؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کچھ دیر خاموش رہے، اُس کے بعد فرمایا کہ: ”یہ معاملہ مسلمانوں کی جماعت کے درمیان رکھا جائے گا (تو وہ خود ہی اِس کے بارے میں کسی کا انتخاب کرلیں گے!) (ترجمہ ختم)

یہ واقعہ ۴۹ھ یا اِس سے بھی پہلے کا ہے جس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ بقید حیات تھے، اِس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مؤقف امر خلافت کے بارے میں یہی تھا کہ اُس کو شورائیت ہی سے طے کرنا چاہیے اِس علاوہ اُن کے ذہن میں کوئی اور بات نہیں تھی اور اُن کے نزدیک خلافت کے حق دار دوسرے حضرات ہی تھے۔

استخلافِ یزید کے دواعی و اسباب:

لیکن ۵۰ھ میں جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو ایک طرف حضرت

---

[1] (البدایة والنهایة لابن کثیر: ج ۱۱ ص ۴۲۰ ط دار الفکر بیروت لبنان)

معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ مشکل پیش آئی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی محبت کے بہ ظاہر دعوے دار اُن کی پالیسی کے برخلاف شورش برپا کرنے لگے، کوفہ میں آپؓ کے خلاف علم بغاوت بلند ہونے لگا، اور حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کی جان اِس کی نذر ہوئی، تو دوسری طرف آپؓ کو یہ مجبوری لاحق ہوئی کہ اُس وقت بنواُمیہ کے اہل حل وعقد جو آپؓ کے حلقہ سیاست کے سالہا سال سے وفادار چلے آرہے تھے اپنے علاوہ کسی اور کی ولی عہدی پر راضی نہیں ہوسکتے تھے، اِن حالات کے پیش نظر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بصیرت افروز نگاہ میں یہ بات شدت سے کھٹکنے لگی کہ خلافت عثمانؓ سے لے کر مصالحت حسنؓ تک اہل اسلام کے فکری انتشار نظریاتی اختلاف اور قبائلی اتحاد پر جس مشکل سے قابو پایا گیا ہے اور اُن کا بکھرا ہوا شیرازہ جس سیاسی تدبیر سے اکٹھا کیا گیا ہے اور جس حکمت عملی سے اُس کو ایک نظم میں پرویا گیا ہے، کہیں وہ دوبارہ منتشر نہ ہوجائے، اور مسلمانوں کی ایک کے بجائے دو چند سلطنتیں علیحدہ علیحدہ قائم نہ ہوجائیں، اِس لئے انہوں نے اپنے بعد ولی عہدی کے لئے اپنے بیٹے یزید کا انتخاب کیا، کیوں کہ وہ اُس کو دیانت دارانہ طور پر اِس کام کا اہل سمجھتے تھے۔

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ (المتوفی ۸۰۸ھ) لکھتے ہیں:

" والذي دعا معاوية لايثار ابنه يزيد بالعهد دون من سواه انما هو مراعلة المصلحة في اجتماع الناس واتفاق اهوائهم باتفاق أهل الحل والعقد عليه حينئذ من بني أمية اذ بنو أمية يومئذ لايرضون سواهم وهم عصابة قريش وأهل الملة أجمع وأهل الغلب منهم اثره بذلك دون غيره ممن يظن انه أولي بها وعدل عن الفاضل الي المفضول حرصا علي الاتفاق واجتماع الأهواء الذي شانه اهم عند الشارع ."[1]

---

[1] (مقدمة ابن خلدون : ج ١ ص ٢٦٣ ط دار الفكر بيروت لبنان)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُس وقت بنو اُمیہ کے ارباب حل وعقد کے اتفاق سے دوسروں کو چھوڑ کر یزید کو اِس مصلحت کے تحت ولی عہد چنا تھا کہ اُس پر لوگوں کا اتفاقِ رائے تھا اور وہ اُس پر مجتمع تھے، کیوں کہ بنو اُمیہ اُس وقت اپنے سوا کسی (دوسرے کی ولی عہدی) پر راضی نہیں ہو سکتے تھے اور وہ قریش کی ایک بڑی جماعت تھے، اُن میں سے اہل ملت اور اہل غلبہ کا یزید کے چناؤ پر اسی لئے اجماع ہوا کہ وہ یزید کو ولی عہدی کے لئے اولیٰ خیال کرتے تھے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فاضل (صحابہ) سے (یزید جیسی) مفضول (شخصیت) کی طرف لوگوں کی شیرازہ بندی اور اُن کے اتفاقِ رائے پر حرص کی وجہ سے عدول کیا جس کی شان شارع کے نزدیک بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

یزید کی ولی عہدی سے متعلق صحابہؓ وتابعینؒ سے مشاورت:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے لیکچرز و ریسرچ پیپرز میں صحیح بخاری اور مسند احمد کی روایات کے حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ بھونڈا دعویٰ کیا ہے کہ اُنہوں نے (العیاذ باللہ!) مسلمانوں کے مشورے کے بغیر لوگوں سے زبردستی یزید کی ولی عہدی کی بیعت لی، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اِس مقصد کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے اُنہوں نے اُس دور کے مختلف اہل الرائے حضرات سے اِس بارے میں استفادہ و استشارہ بھی کیا اور اُن کی رائے بھی معلوم کی تو صحابہ وتابعین کی ایک بڑی جماعت نے دیانت دارانہ طور پر عوامی اتفاق، قبائلی اتحاد، اور انتظامِ مملکت کے پیش نظر اپنی یہ رائے ظاہر فرمائی کہ اُنہیں اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کر دینا چاہیے، تاہم بعض دوسرے صحابہ (حضرت حسین بن علی، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن زبیر اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر) رضی اللہ عنہم نے دیانت دارانہ طور پر اُن کی اِس رائے سے اختلاف کیا اور یزید کی ولی عہدی پر بیعت کرنے کے لئے وہ کسی بھی طرح تیار نہ ہوئے، حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تو پہلے ہی فوت ہو گئے تھے، البتہ حضرت

حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بقیدِ حیات رہے، لیکن انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت نہیں کی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اُن پر کوئی جبر نہیں کیا بلکہ انہیں اپنے حال پر چھوڑ رکھا تھا۔

چناں چہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

" قال عبد الله بن أحمد (بن حنبل رحمهما الله) حدثني أبي قال حدثنا أبو بكر قال لم يبايع ابن الزبير ولا حسين ولا ابن عمر يزيد بن معاوية في حياة معاوية قال فتركهم معاوية ."[1]

ترجمہ: امام عبداللہ بن احمد (بن حنبل رحمہما اللہ) فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) نے امام ابوبکر رحمہ اللہ کے واسطے سے بیان فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت حسین بن علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یزید بن معاویہ کی بیعت نہیں کی، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں چھوڑ رکھا تھا۔ (ترجمہ ختم)

یزید کی ولی عہدی سے اختلاف کرنے والوں کا مؤقف:

بہرحال یزید کی بیعت سے اعراض کرنے والے حضرات کا دیانت دارانہ اجتہادی مؤقف یہ تھا کہ انتقالِ اقتدار کا یہ طریقہ درست نہیں، اِس لئے کہ اِس سے شورائیت کے بجائے موروثیت جنم لے گی، اور موروثیت میں عموماً اہلیت کا لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ اُس میں اقتدار نسل در نسل منتقل ہوتا ہے، جس کی وجہ سے قوی اندیشہ ہے کہ اسلامی نظامِ سیاست آگے چل کر ملوکیت کی شکل اختیار کر جائے گا اور حکومت نااہل و ناخلف لوگوں کے ہاتھوں میں آجائے گی اور دین

[1] (موسوعة أقوال الامام أحمد بن حنبل في رجال الحديث وعلله: ج ٤ ص ١٥٨ نمبر ٣٥٦٢ ط عالم الكتب بيروت لبنان)

سیاست سے علیحدہ ہو کر رہ جائے گا:

ع: جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی!

یزید کی ولی عہدی سے اتفاق کرنے والوں کا مؤقف:

باقی صحابہ وتابعین کی جس بڑی جماعت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی رائے سے اتفاق کیا اور اُن کے سامنے اپنا اختلاف ظاہر نہیں کیا تو وہ اِس وجہ سے کہ مسلمانوں کی جو اجتماعیت اور شیرازہ بندی جو کچھ مدت قبل بڑی مشکل سے قائم ہوئی ہے کہیں وہ دوبارہ تشتت و تفرق کا شکار نہ ہو جائے، اور اُس کی وجہ سے مسلمانوں کا دوبارہ شیرازہ نہ بکھر جائے، اِس لئے انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی رائے سے اتفاق کر کے یزید کی ولی عہدی کو قبول کیا تھا۔

مذکورہ دونوں قسم کے حضرات کے مؤقف پر تبصرہ:

اِس میں شک نہیں کہ اگر اُس ماحول کو پیشِ نظر رکھا جائے جس میں یہ خلافت منعقد ہو رہی تھی تو بلاشبہ یہ رائے قائم کرنے کی پوری گنجائش موجود تھی کہ یزید موجودہ حالات میں خلافت کا اہل نہیں تھا، ظاہر ہے جس ماحول میں حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم وغیرہم جیسے جلیل القدر صحابہ، صلحائے اُمت، اور مدبرین موجود ہوں، اُس ماحول میں یزید کو خلافت کے لئے نااہل یا غیر موزوں سمجھنا کچھ بعید نہیں۔[1]

لیکن دوسری طرف صحابہؓ وتابعینؒ کی ایک بڑی جماعت کا دیانت دارانہ اجتہادی مؤقف یہ تھا کہ چونکہ بنو اُمیہ یزید کے علاوہ کسی دوسرے شخص پر جمع نہیں ہو سکتے ہیں اور اُن کے اتفاق کے بغیر دوبارہ مسلمانوں میں باہمی خون ریزی کا شدید خطرہ ہے اِس لئے بحالاتِ موجودہ دیگر صلحائے اُمت کے مقابلے میں یزید کا انتخاب خلافت کے لئے زیادہ موزوں اور صحیح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی شدید اختلاف کے باوجود بعد میں

---

[1] (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، ص ۱۲۲، ۱۲۳، ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

یزید کی ولی عہدی کی بیعت قبول فرمائی تھی۔

اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دیانت دارانہ اجتہادی رائے اِس بارے میں یہ تھی کہ امرِ خلافت میں قوت، رائے، اور معرفت میں فضیلت والے شخص کو دین، اسلام، اور عبادت میں فضیلت والے شخص پر ترجیح دی جاسکتی ہے، اِس لئے اُنہوں نے دیگر جلیل القدر صحابہ کے مقابلے میں یزید کو امرِ خلافت کے لئے زیادہ حق دار قرار دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"وكان رأي معاوية في الخلافة تقديم الفاضل في القوة والرأي والمعرفة علي الفاضل في السبق الي الاسلام والدين والعبادة فلهذا أطلق أنه أحق ورأي بن عمر بخلاف ذلک وأنه لايبايع المفضول الا اذا خشي الفتنة ولهذا بايع بعد ذلک معاوية ثم ابنه يزيد ونهي بنيه عن نقض بيعته كما سيأتي في الفتن." [1]

ترجمہ: خلافت کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ قوت رائے اور معرفت میں فضیلت والے کو اسلام، دین، اور عبادت کی طرف سبقت کرنے میں فضیلت والے پر مقدم رکھا جائے اِس لئے اُنہوں نے یزید پر احق بالخلافت ہونے کا اطلاق کیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اِس کے خلاف تھی، اور وہ یہ تھی کہ مفضول کی بیعت نہ کی جائے مگر جب کہ فتنہ کا خوف ہو، اسی وجہ سے اُنہوں نے اِس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اور پھر اُن کے بیٹے یزید کی بیعت کی اور اُنہوں نے اپنے بیٹوں کو یزید کی بیعت توڑنے سے منع فرمایا۔

---

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاري لابن حجر: ج ۷ ص ۴۰۴ ط دار المعرفة بيروت لبنان)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا حوالہ:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

"کان معاویة لما صالح الحسن عهد للحسن بالأمر من بعده فلما مات الحسن قوي أمر یزید عند معاویة ورأي انه لذالک أهلا وذک من شدة محبة الوالد لولده ولما کان یتوسم فیه من النجابة الدنیویة وسیما أولاد الملوک ومعرفتهم بالحروب وترتیب الملک والقیام بأبهبته وکان ظن أن لا یقوم أحد من أبناء الصحابة في هذا المعني ولهذا قال لعبد الله بن عمر فیما خاطبه به اني خفت أن أذر الرعیة من بعدي کالغنم المطیرة لیس لها راع ۔"[1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تھی تو اُن ہی کو اپنے بعد ولی عہد مقرر کر دیا تھا، پھر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو یزید کی ولی عہدی کی طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا رُجحان قوی ہو گیا اور وہ یزید کو ولی عہدی کا اہل خیال کرنے لگے، اور یہ رائے (ایک تو) باپ بیٹے کی شدید محبت کی وجہ سے تھی اور (دوسرے اِس لئے تھی کہ) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی فراست سے یزید میں دُنیوی نجابت، شہزادوں کی سی خصوصیت، فنونِ جنگ سے واقفیت، ملکی انتظام اور اُس کی ذمہ داری رعب داب سے چلانے کی صلاحیت دیکھتے تھے، اور اُن کا گمان یہ تھا کہ صحابہ کے بیٹوں میں سے کوئی بھی اِس اعتبار سے ملک کا قیام نہیں کر سکے گا

[1] (البدایة والنهایة لابن کثیر: ج ۸ ص ۸۰ ط دار الفکر بیروت لبنان)

اسی وجہ سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ میں اپنے بعد رعایا کو بکریوں کے منتشر گلے کی طرح چھوڑ کر چلا جاؤں جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ) بھی لکھتے ہیں:

> "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ خلافت کے متعلق یہ تھا کہ جس کسی کو مملکت کے انتظام کا سلیقہ دوسروں سے زیادہ ہو، گو اُس سے افضل ہوں، تو دوسروں سے اُس کا خلیفہ بنانا افضل ہے، اِس بات پر نظر رکھتے ہوئے یزید کو اُنہوں نے دوسروں سے افضل جانا، اور اگر بالفرض دوسروں سے افضل نہ بھی جانا جاتا، تو بھی اِس سے زیادہ بات آگے نہیں بڑھتی کہ اُنہوں نے افضل کو چھوڑ دیا، جیسا کہ گزشتہ مقدمات میں واضح ہوگیا ہے کہ افضل کا خلیفہ بنانا افضل ہے نہ کہ واجب، لیکن اتنی بات کے باعث ترکِ افضل کا گناہ اُن پر نہیں تھوپا جاسکتا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گالم گلوچ سے ہم پیش آئیں۔"[1]

حضرت معاویہؓ نے یزید کو اہلیت کی بناء پر ولی عہد بنایا:

چوں کہ یزید کے متعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دیانت دارانہ اجتہادی موقف یہ تھا کہ اُس میں دُنیوی نجابت، شہزادوں کی سی خصوصیت فنونِ جنگ سے واقفیت، اور انتظام سلطنت اور اُس کی ذمہ داری پوری کرنے کی جتنی صلاحیت موجود ہے دیگر صحابہ کے بیٹوں میں سے کسی میں بھی اتنی صلاحیت موجود نہیں ہے، اِس لئے اُنہوں نے دوسروں کے مقابلے میں اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانا پسند کیا۔

---

[1] (انوار النجوم اردو ترجمہ قاسم العلوم ص ۱۷۴، ۱۷۵ ملخصاً)

دراصل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دیانت دارانہ اجتہادی رائے یزید کے متعلق یہ تھی کہ سیاسی بصیرت، ملکی انتظام اور حکومتی معاملات میں کوئی بھی اُس کی ہمسری نہیں کرسکتا، بلکہ اِس شعبہ میں اُس کو دیگر تمام صلحائے اُمت کے مقابلے میں سب سے زیادہ ملکہ اور صلاحیت حاصل ہے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ امام ابن جریر طبریؒ اِس کے متعلق ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”سأل سعيد بن عثمان معاوية أن يوليه خراسان فقال ان بها عبيد الله بن زياد فقال سعيد لمعاوية أما والله لقد اصطنعک ابي ورقاک حتي بلغت باصطناعه المدي الذي يجاري اليه ولايسامي فما شكرت بلائه ولاجازيته بآلائه وقدمت علي هذا يعني يزيد بن معاوية وبايعت له والله لأنا خير منه أبا وأما ونفسا فقال له معاوية أما بلاء أبيک عندي فقد يحق علي الجزاء به وقد كان من شكري للملک اني طلبت بدمه حتي تكشفت الأمور ولست بلائم لنفسي في التشمير وأما فضل أبيک علي أبيه فابوک والله خير مني وأقرب برسول الله صلي الله عليه وسلم وأما فضل أمک علي أمه فما لاينكر فان امرأة من قريش خير من امرأة من كلب وأما فضلک عليه فو الله ما أحب أن الغوطة دحست ليزيد رجالا مثلک يعني أن الغوطة لو ملئت رجالا مثل سعيد بن عثمان كان يزيد خيرا وأحب الي منهم ۔“[۱]

---

[۱] (تاريخ الطبري: ج ۱۱ ص ۳۰۶ ط دار التراث بيروت) و (الكامل في التاريخ لابن أثير: ج ۳ ص ۱۰٤ ط دار الكتاب العربي بيروت لبنان) و (البداية والنهاية لابن كثير: ج ۱۱ ص ۳۰۸ ط دار الفكر بيروت لبنان)

ترجمہ: حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خراسان کی حکومت طلب کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہاں تو عبید اللہ بن زیاد ہے۔ حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سنو! تم سے میرے باپ نے سلوک کیا اور تمہیں اِس قدر بلند کیا کہ تم اُن کے سلوک کے سبب سے اِس حد تک پہنچ گئے جسے کوئی پا نہیں سکتا نہ کوئی برابری کر سکتا ہے، تم نے اُن کی جاں فشانی کا کچھ عوض، اُن کے احسانات کا کچھ خیال نہ کیا، اور مجھ پر اِس کو یزید بن معاویہ کو مقدم کر دیا، اور اِس کے لئے لوگوں سے بیعت لی، اللہ کی قسم! میرا باپ اُس کے باپ سے، میری ماں اُس کی ماں سے اور میں خود اُس سے بہتر ہوں! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے باپ کی جاں فشانی کا عوض کرنا مجھ پر واجب ہے، یہ بھی تو اُس کا عوض تھا کہ میں نے اُن کے خون کا بدلہ لیا، یہاں تک کہ تمام اُمور سلجھ گئے، اور اپنے اِس طرح آمادہ ہو جانے پر مجھے کچھ بھی پشیمانی نہیں ہوئی، اپنے باپ کو اُس کے باپ سے جو تم نے افضل کہا، تو اللہ کی قسم! تمہارے باپ مجھ سے بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں، اپنی ماں کو جو تم نے اُس کی ماں سے افضل کہا تو اِس کا بھی انکار نہیں ہو سکتا، قریشی عورت کلبی عورت سے بہتر ہے، میں اِس بات کو نہیں پسند کرتا کہ یزید کے لئے تم جیسے لوگوں سے غوطہ بھر جائے، یعنی اگر سعید بن عثمانؓ جیسے لوگوں سے غوطہ بھر جائے تو بھی یزید بہتر ہے اور اُن سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔

یزید کی ولی عہدی پر بیعت:

چناں چہ اُنہوں نے یزید کی ولی عہدی کی مشاورت کے سلسلے میں مختلف صحابہ و تابعین کو اپنے پاس دمشق بلایا اور اُن کے سامنے اِس کی ساری صورتِ حال رکھی، جس کے بعد سب

نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر سرِ تسلیم خم کیا اور پورے عالم اسلام میں گورنروں کے ذریعے یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے لی گئی۔ ۱

یزید کی ولی عہدی کے بعد حضرت معاویہؓ کی دُعاء:

حافظ ذہبی و علامہ سیوطی رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے لی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا فرمائی:

" اللهم ان كنت عهدت ليزيد لما رأيت من فضله فبلغه ما أملت وأعنه وان كنت أنما حملني حب الوالد لولده وانه ليس لما صنعت به أهلا فاقبضه قبل أن يبلغ ذلك." ۲

ترجمہ: اے اللہ! اگر میں نے یزید کی فضیلت دیکھ کر اُس کو ولی عہد بنایا ہے تو اُسے اُس مقام تک پہنچا دے جس کی میں نے امید کی ہے اور اُس کی اعانت فرما، اور اگر مجھے (اِس کام پر صرف) اُس محبت نے آمادہ کیا ہے جو ایک باپ کو اپنے بیٹے سے ہوتی ہے اور وہ اُس مقام کا اہل نہیں ہے جو میں نے اُس کے لئے بنایا ہے تو تو اُس مقام (خلافت) تک پہنچنے سے پہلے ہی اُس (کی رُوح) کو قبض کر لے۔

یزید کی ولی عہدی کے بعد حضرت معاویہؓ کی دوسری دُعاء:

بلکہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۴ھ) نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے خطبہ میں یہ دُعاء فرمائی کہ:

" اللهم ان كنت تعلم أني وليته لأنه فيما أراه أهل

---

۱ (العواصم من القواصم لابن العربي: ص ۱۱۸ ط دار الجيل بيروت لبنان)

۲ (تاريخ الاسلام و وفيات المشاهير والأعلام للذهبي: ج ٤ ص ١٦٩ و ج ٥ ص ٢٧٢ ط دار الكتاب العربي بيروت) و (تاريخ الخلفاء للسيوطي: ص١٥٦ ط مكتبة نزار مصطفى الباز)

لـذلك فاتمم له ما وليته وان كنت تعلم انی انما وليته لأني احبه فلا تتمم له ما وليته ."[1]

ترجمہ: "اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے اِس (یزید) کو اِس لئے ولی عہد بنایا ہے کہ وہ میری رائے میں اِس کا اہل ہے تو جس چیز کے لئے میں نے اُس کو ولی عہد بنایا ہے تو اُس کے لئے اُس کو پورا کردے، اور اگر تو جانتا ہے کہ میں نے اُس کو اِس لئے ولی عہد بنایا ہے کہ میں اُس سے محبت کرتا ہوں ہے تو جس چیز کے لئے میں نے اُس کو ولی عہد بنایا ہے تو اُس کے لئے اُس کو پورا نہ کرنا۔ (ترجمہ ختم)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یزید کو نصیحتیں:

علاوہ ازیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کو اپنا جانشین مقرر کر چکے تو اُنہوں نے اُس کو یہ گراں قدر نصیحتیں بھی فرمائیں کہ:

۱- اللہ سے ڈرتے رہنا! میں نے تیرے لئے یہ امر خلافت طے کردیا ہے! اور تو اِس کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہے۔

۲- اگر تو بھلائی کے ساتھ رہے گا تو یہ میری سعادت ہوگی اور اگر ایسا نہ کرے گا تو یہ تیری بدبختی ہوگی۔

۳- لوگوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا۔ تجھے اپنی توہین و تنقیص کی جو باتیں پہنچیں انہیں نظر انداز کر دینا۔

۴- شرفاء کے ساتھ سختی مت برتنا۔ اُن کی ہتک عزت سے بہت بچنا۔ انہیں اپنے قریب رکھنا۔

۵- جب بھی کوئی اہم معاملہ پیش آئے تو عمر رسیدہ، تجربہ کار، اور پرہیز گار افراد سے مشورہ لینا، اُن کی رائے کی مخالفت نہ کرنا، اور اپنی رائے پر اصرار نہ کرنا، کیوں کہ صرف ایک

---

[1] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ١١ ص ٣٠٨ ط دار الفكر بيروت لبنان)

ذہن میں آنے والی رائے صحیح نہیں ہوا کرتی۔

۶-اپنے نفس کی اصلاح کا اہتمام کرنا تو لوگ بھی تمہارے ساتھ دُرست چلیں گے۔

۷-لوگوں کو کبھی کسی اعتراض کا موقع نہ دینا کہ لوگ بری بات کو تیزی سے پھیلایا کرتے ہیں۔

۸-نمازِ باجماعت کی پابندی کرتے رہنا۔

۹-اگر اِن نصیحتوں پر تو نے عمل کیا تو لوگ اپنے اوپر تیرا حق سمجھیں گے اور تیری حکومت طاقت وَر رہے گی۔" [1]

حضرت معاویہؓ کے مذکورہ کلام پر تبصرہ:

اندازہ لگائیے کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں صرف اپنے بیٹے کی محبت غالب ہوتی یا انہیں اپنا کوئی ذاتی مفاد مقدم ہوتا یا وہ خلافت کو اپنے خاندان میں باقی رکھنا چاہتے تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت سعید بن عثمان رحمہ اللہ کو ہرگز یہ نہ فرماتے کہ:

> "اگر سارا غوطہ تم جیسے لوگوں سے بھر جائے تو بھی یزید (عوامی اتفاق، قبائلی اتحاد اور نظامِ مملکت کے سلسلے میں) تم سے بہتر اور زیادہ پسندیدہ ہے۔"

یا وہ جمعہ کے خطبہ میں اِس طرح کی دُعائیں کبھی نہ مانگتے کہ:

> "اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے اِس (یزید) کو اِس لئے ولی عہد بنایا ہے کہ وہ میری رائے میں اِس کا اہل ہے تو اِس ولایت کو اُس کے لئے پورا فرما دے! اور اسے اُس مقام تک پہنچا دیجئے جس کی میں نے اُس سے توقع رکھی ہے اور اُس کی مدد فرما دیجئے! اور اگر صرف اُس کی محبت نے مجھے اِس کام پر آمادہ کیا ہے جو باپ کو بیٹے سے ہوتی

---

[1] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ١١ ص ٦٤٤، ٦٤٥ ط دار الفكر بيروت لبنان)

ہے تو اُس کے مقام خلافت تک پہنچنے سے پہلے اُس کی رُوح قبض فرمالیجئے!"

یا وہ یزید کو نذکور رہالا آپ زر سے لکھنے کے قابل گراں قدر نصیحتیں ہرگز نہ فرماتے۔

بیعت کے وقت یزید کی شخصیت معتدل تھی:

یزید کی جو مکروہ تصویر عموماً ذہنوں میں بسی ہوئی ہے، اُس کی بنیادی وجہ کربلا الم ناک حادثہ ہے، ایک مسلمان کے لئے واقعتاً یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ جس شخص پر کسی نہ کسی درجے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسے کے قتل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اسے صالح اور خلافت کا اہل قرار دیا جائے، لیکن اگر حقیقت حال کی واقعی تحقیق مقصود ہو تو اِس معاملے میں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ جس وقت یزید کو ولی عہد بنایا جارہا تھا، اُس وقت حادثۂ کربلا واقع نہیں ہوا تھا، اور کوئی شخص یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ یزید کی حکومت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کیا جائے گا، اُس وقت یزید کی شہرت جھوٹوں کو بھی اِس حیثیت سے نہیں تھی جس حیثیت سے آج ہے، اُس وقت تو وہ ایک صحابی اور ایک خلیفۂ وقت کا صاحب زادہ تھا، اُس کے ظاہری حالات، صوم وصلوٰۃ کی پابندی، اُس کی دُنیوی نجابت، اور اُس کی انتظامی صلاحیت کی بناء پر یہ رائے قائم کرنے کی پوری گنجائش تھی کہ وہ خلافت کا اہل ہے، اور صرف یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے نہیں تھی، بلکہ بہت سے دوسرے جلیل القدر صحابہ اور تابعین بھی یہ رائے رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی شہادت:

دوسری صدی ہجری کے مشہور مؤرخ علامہ بلاذریؒ مؤرخ مدائنیؒ کے حوالے سے امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ نقل کرتے ہیں:

" قال عامر بن مسعود الجمحي أنا بمكة اذ مر بنا بريد ينعي معاوية فنهضنا الي ابن عباس وهو بمكة و عنده جماعة وقد وضعت المائدة ولم يؤت بالطعام فقلنا له يا ابن

عباس جاء البريد بموت معاوية فوجم طويلا ثم قال اللهم أوسع لمعاوية أما والله ما كان مثل من قبله ولا يأتي بعده مثله و ان ابنه يزيد لمن صالحي أهله فالزموا مجالسكم وأعطوا طاعتكم وبيعتكم ."[1]

ترجمہ: عامر بن مسعود جُمحیؒ کہتے ہیں کہ جب ایک قاصد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر لے کر آیا تو ہم مکہ مکرمہ میں تھے، ہم اُٹھ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے، وہ بھی مکہ ہی میں تھے۔ اُن کے پاس کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ اور دسترخوان بچھ چکا تھا، مگر ابھی کھانا نہیں آیا تھا، ہم نے اُن سے کہا اے ابن عباسؓ! قاصد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر لے کر آیا ہے اِس پر وہ کافی دیر خاموش بیٹھے رہے، پھر انہوں نے کہا کہ: "یا اللہ! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے اپنی رحمت کو وسیع فرمادے! خدا کی قسم! وہ اپنوں سے پہلوں کی طرح نہیں تھے اور اُن کے بعد اُن جیسا نہیں آئے گا، اور بلاشبہ اُن کا بیٹا یزید اُن کے صالح اہل خانہ میں سے ہے، لہٰذا تم اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو اور اپنی طاعت اور بیعت اُسے دے دو! (ترجمہ ختم)

حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کی شہادت:

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ فتنۂ حرہ کے موقع پر عبداللہ بن مطیع اور اُن کے ساتھی حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ: "یزید شراب پیتا ہے، اور نماز چھوڑتا ہے اور کتاب اللہ کے احکام سے تجاوز کرتا ہے!" اُس کے جواب میں حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

---

[1] (أنساب الأشراف للبلاذري: ج ٥ ص ٢٩٠ ط دار الفكر بيروت)

"قد حضرته واقمت عنده فرأيت مواظبا علي
الصلاة متحريا للخير يسأل عن الفقه ملازما للسنة." ¹

ترجمہ: میں اُس کے پاس گیا ہوں اور ٹھہرا ہوں، میں نے
اُس کو نماز کا پابند اور خیر کا طالب پایا، وہ فقہ کے مسائل پوچھتا ہے اور
سنت کا پابند ہے! (ترجمہ ختم)

انہوں نے کہا کہ: "یزید نے آپ کے سامنے تصنعاً ایسا کیا ہوگا" حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: "اسے مجھ سے کون سا خوف یا کون سی اُمید تھی؟" اور کیا اُس نے تمہیں خود بتایا ہے تو تم بھی اُس کے شریک ہو گے، اور اگر اُس نے نہیں بتایا تو تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ بغیر علم کے شہادت دو!" اُنہوں نے کہا کہ: "اگرچہ ہم نے دیکھا نہیں، لیکن ہم اِس خبر کو سچ سمجھتے ہیں" حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "اللہ نے شہادت دینے والوں کے لئے ایسی بات کہنے کو جائز قرار نہیں دیا، قرآن کا ارشاد ہے: ﴿الا من شهد بالحق فهم يعلمون﴾ لہٰذا مجھے تمہارے معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے" اُنہوں نے کہا: شاید آپ یہ بات پسند نہیں کرتے کہ اِس معاملے (یزید کے خلاف بغاوت) کی سرداری آپ کے سوا کسی اور کو ملے، لہٰذا ہم آپ ہی کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں!" حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: "میں قتال کو تابع ہو کر حلال سمجھتا ہوں نہ قائد بن کر!" ²

اِن روایات سے بھی یہ حقیقت خوب اچھی طرح نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ جس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے رہے تھے تو اُس وقت اُس کی ظاہری حالت معتدل تھی، اور پھر آپؓ نے اُس کو آبِ زر سے لکھنے کے قابل انتہائی عمدہ اور گراں قدر نصیحتیں بھی فرمائیں، یہ علیحدہ بات ہے کہ یزید نے خلیفہ بن کر اپنے باپ کی نصیحتوں کو فراموش کر دیا اور وہ ظلم وستم میں ملوث ہوا۔

---

¹ (البداية والنهاية لابن كثير: ج ٨ ص ٢٣٣ ط دار الفكر بيروت لبنان)

² (البداية والنهاية لابن كثير: ج ٨ ص ٢٣٣ ط دار الفكر بيروت لبنان بحوالہ حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق: ص ۱۲۰ ۔۔۔ ۱۲۲ ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

یزید کی بداعمالیاں حضرت معاویہؓ کے کھاتے میں ڈالنا ظلم ہے:

تو بھلا ایسے میں انجینئر محمد علی مرزا اور اُن کے ہم نواؤں کا یزید کی اِن تمام سیاہ کاریوں اُس کی بد اطواریوں اور اُس کے فسق و فجور کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کھاتے میں ڈالنا اور اُس کی وجہ سے اُن کی توہین و تنقیص کرنا اور اُن کے خلاف طعن و تشنیع کا بازار قائم کرنا، اور انھیں مفاد پرست کہنا اور اُن کی نیتوں پر حملہ کرنا اور اُن کی کردار کشی کرنا قرآنِ مجید کی آیت: ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾ کے برخلاف آخر کس اُصول و قاعدہ کلیہ کے تحت کس منطقی استدلال سے اسے جائز اور درست قرار دیا گیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ انجینئر محمد علی مرزا اور اُن کے ہم نوا روافض و اہل تشیع کے مسموم پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر یزید کو درمیان میں آڑ بنا کر در اصل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کردار کشی کر کے اُن کا بلند مقام صحابیت طشت از بام کرنا چاہتے ہیں اور بس!

سچ ہے کہ:

"یزید بہانہ ہے معاویہؓ نشانہ ہے!"

بدعت کا الزام اور اُس کا ازالہ!

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ریسرچ پیپرز "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر ۱۲۷ صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" کے تیسرے باب "خلیفہ راشد سے بغاوت بدعت ہے! جنگ جمل اور صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت" کے تحت ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور سنن نسائی کی ایک روایت کے حوالے سے خلیفہ راشد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے خلاف قتال کرنے والوں (اہل جمل وصفین) پر "بدعتی" ہونے کا اطلاق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، اور سنن ابن ماجہ کی حدیث میں ہے: سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز (وفات سے کچھ ہی عرصہ قبل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور پھر ہماری طرف رُخ انور کر کے بہت ہی اثر انگیز خطبہ ارشاد فرمایا، جس کو سن کر صحابہؓ کی آنکھیں بہہ پڑیں اور دل دہل گئے۔ ایک شخص نے کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں یوں لگتا ہے گویا کہ یہ آپ کا آخری وعظ و نصیحت ہے، لہٰذا آپ ہمیں کوئی وصیت فرمائیے! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور (اپنے بعد کے حکمرانوں کی) بات سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں خواہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں جو بھی میرے بعد زندہ رہا تو وہ بہت ہی اختلاف دیکھے گا۔ دیکھنا اُس (اختلاف کے وقت) تم میری سنت اور راست باز اور ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت پر

کاربند رہنا، اور اُن کو خوب مضبوطی سے تھام لینا کہ چھوٹنے نہ پائیں، اور (دین میں) کسی نئے کام کو جاری کرنے سے باز رہنا، کیوں کہ یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' سنن نسائی کی حدیث میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں: ''اور ہر گمراہی (اُس بدعتی کو) دوزخ میں لے جانے والی ہے۔''[1]

جمل و صفّین میں شرکت کرنے والوں پر جہنمی ہونے کا اطلاق:

اور اِس طرح انجینئر محمد علی مرزا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دفاع میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سمیت جنگ جمل و صفین میں شریک ہونے والے تمام صحابہ و تابعین کو خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف قتال کرنے کی صورت میں ''بدعتی'' ثابت کیا ہے اور پھر اُن پر جہنمی ہونے کا اطلاق کیا ہے جن میں سے بعض صحابہ (حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ) عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور بعض دوسرے وہ ہیں کہ اُن کے بھی جنتی ہونے کی بشارتیں نص قطعی سے ثابت ہیں، اور اسی طرح اُن کی اتباع باحسان کرنے والے بیسیوں تابعین حضرات کو بھی اُنہوں نے بدعتی قرار دے کر اُن پر بھی جہنمی ہونے کا اطلاق کیا ہے۔ فیا أسفا......

اہل جمل و صفّین کے متعلق حضرت علیؓ کا مؤقف:

حالاں کہ اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو اہل جمل و صفین کے ساتھ قتال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں، لیکن اِس کے باوجود جب اُن سے اہل جمل و صفین کے مقتولین کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ اُن میں سے جو بھی صفائی قلب کے ساتھ فوت ہوا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

---

[1] (سنن ابی داؤد: ح۴۶۰۷، جامع ترمذی: ح۲۶۷۶، سنن ابن ماجہ: ح۴۲، سنن نسائی: ح۱۵۸۹، قال الشیخ الالبانی والشیخ زبیر علی زئی: اسنادہ صحیح، بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر (۷۲) صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں: ص۴)

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ (۸۰۸ھ) لکھتے ہیں:

"لا یموتن أحد من هؤلآء وقلبه نقي الا دخل الجنة ."[1]

ترجمہ: اِن (اہلِ جمل وصفین) میں سے جو کوئی بھی صفائی قلب کے ساتھ مرا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ترجمہ ختم)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا حوالہ:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

"قال اسحاق بن راهويه حدثنا أبو نعيم حدثنا أبو سفيان عن جعفر بن محمد عن أبيه قال سمع علي يوم الجمل ويوم الصفين رجلا يغلو في القول فقال لا تقولوا الا خيرا انما هم قوم زعموا أنا بغينا عليهم وزعمنا أنهم بغوا علينا فقاتلناهم ."[2]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل وصفین کے موقع پر ایک شخص کو سنا کہ وہ (مقابل لشکر والوں کے خلاف) تشدد آمیز باتیں کر رہا ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ: "(اُن کے بارے میں تم کلمہ) خیر کے علاوہ کوئی بات نہ کہو! وہ جو لوگ ہیں اُنہوں نے گمان کیا کہ ہم نے اُن کے خلاف بغاوت کی ہے اور ہم نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے، تو ہم نے اُن سے قتال کیا۔

اہل صفین کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی:

بلکہ جنگ صفین میں تو باہم قتال کرنے والوں دونوں گروہوں کو آنحضرت صلی اللہ

---

[1] (تاريخ ابن خلدون : ج ۱ ص ۲٦٨ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] (منهاج السنة النبوية لابن تيمية : ج٥ ص ٢٤٤ ط جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية)

علیہ وسلم نے اہل حق میں سے فرمایا ہے۔

چناں چہ صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے متعدد صحیح سندوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ:

"تمرق مارقة عند فرقة من المسلمين تقتلهم أولي الطائفتين بالحق." [1]

ترجمہ: مسلمانوں کے باہمی اختلاف کے وقت (اُمت سے) ایک گروہ نکل جائے گا اور اُس کو وہ گروہ قتل کرے گا جو مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں سے حق کے زیادہ قریب ہوگا۔ (ترجمہ ختم)

علمائے اہل سنت کے نزدیک اِس حدیث میں اُمت سے نکل جانے والے گروہ سے بالاتفاق خوارج مراد ہیں جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت نے قتل کیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: "**أولي الطائفتين بالحق**" (یعنی دو گروہوں میں سے حق کے زیادہ قریب) کا مصداق اور اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت ہے۔

کیا حضرت علیؓ کے مقابلے میں حضر معاویہؓ کی جماعت باطل پر تھی؟

انجینئر محمد علی مرزا نے اِس حدیث کی رُو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے حق کے زیادہ قریب ہونے سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اُس کے بالمقابل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت (نعوذ باللہ!) باطل پر تھی۔

چناں چہ انجینئر موصوف رقم طراز بہ قلم دراز ہیں:

---

[1] (صحيح مسلم: ج ٢ ص ٧٤٥ ح ١٠٦٤ و ج ٢ ص ٧٤٦ ح ١٠٦٤ ط دار احياء التراث العربي بيروت) و (سنن أبي داؤد: ج ٤ ص ٢١٧ ح ٤٦٦٧ ط المكتبة العصرية صيدا بيروت) و (مسند أحمد: ج ١٧ ص ٣٧٥ ح ١١٢٧٥ ط مؤسسة الرسالة بيروت) و (السنن الكبرى للنسائي: ج ٧ ص ٤٥٣ ط مؤسسة الرسالة بيروت) و (شرح مشكل الآثار للطحاوي: ج ١٠ ص ٢٥٨ ح ٤٠٧٤ ط مؤسسة الرسالة بيروت)

"اقرب الی الحق" سے مراد ہے "حق والا گروہ" اور دلیل اِس کی یہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں خود اللہ تعالیٰ نے "غزوۂ اُحد" کے موقع پر منافقین کے واضح کفر کے لئے بھی "اقــرب" کا لفظ استعمال فرمایا ہے [1] چناں چہ اسی ضمن میں سنن الکبریٰ للبیهقی کی حدیث میں ہے: "سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مت کہو کہ اہلِ شام (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ) نے کفر کیا، بلکہ کہو کہ انہوں نے فسق (گناہِ کبیرہ) کیا، یا پھر کہو کہ (اپنی جانوں پر) ظلم کیا۔" [2]

انجینئر محمد علی مرزا کا قیاس مع الفارق اور حدیث مبارک کا صحیح محمل:

جمہور علمائے اہلِ سنت کا اتفاق ہے کہ مشاجرات کے مسئلے میں اجتہادِ شرعی کی بناء پر حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں ہی کی جماعتیں حق پر تھیں، اور اُن میں سے کسی بھی ایک جماعت کو باطل پر ٹھہرانا بذاتِ خود باطل ہے، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت اپنے اجتہادی صواب کی بناء پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے مقابلے میں نسبتاً حق سے زیادہ قریب تھی، جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت اپنی اجتہادی خطاء کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے مقابلے میں نسبتاً حق سے کم قریب تھی، لہٰذا انجینئر محمد علی مرزا کا اپنے باطل و فاسد عقیدہ و نظریہ کے اثبات کے لئے مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ: "أولى الطائفتين بالحق" کو قرآنِ مجید کے الفاظ: "هم للكفر يومئذ أقرب منهم للايمان" پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، اِس لئے کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایمان و کفر کی دو متضاد صفات کا تقابل کر کے منافقین کو ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب فرمایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اُس دن منافقین ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے، جب کہ حدیث مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ حق کی دو متجانس جماعتوں کا تقابل کر کے اُن میں سے

---

[1] (آل عمران: ۳/۱۶۷)

[2] (السنن الكبري للبيهقي (اسناده صحيح): ج ۸ ص ۳۰۲ ح ۱۶۷۲۱ ط دار الكتب العلمية بيروت)

مؤمنین کی ایک جماعت کو اُن ہی کی ہم جنس مؤمنین کی دوسری جماعت کے مقابلے میں حق سے زیادہ قریب فرمایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مؤمنین کی یہ دونوں باہم متجانس جماعتیں برسرِ حق ہوں گی، البتہ اُن میں سے ایک جماعت اپنے اجتہادی صواب کی بناء پر دوسری جماعت کے مقابلے میں نسبتاً حق سے زیادہ قریب ہوگی، اور دوسری جماعت اپنی اجتہادی خطاء کی بناء پر پہلی جماعت کے مقابلے میں حق سے کم قریب ہوگی۔

چناں چہ اِس تناظر میں مذکورہ حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ "مسلمانوں کی دو جماعتوں (اہلِ عراق واہلِ شام) کے باہمی اختلاف کے وقت (خوارج کا) ایک گروہ (اُمت سے) نکل جائے گا اور اُس گروہ کو (مسلمانوں کی اُن دونوں جماعتوں (میں سے) وہ جماعت قتل کرے گی جو دوسری جماعت کے مقابلے میں حق سے زیادہ قریب ہوگی۔ چناں چہ علماء کا اتفاق ہے کہ اِس سے مراد اہلِ عراق یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی جس نے جنگ نہروان میں خوارج کو قتل کیا تھا۔

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین حق و باطل کا اختلاف نہیں تھا!:

علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اہلِ عراق واہلِ شام یعنی حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا یہ اختلاف حق اور باطل کا نہیں، بلکہ اجتہادی خطاء و صواب کا اختلاف ہوگا، جس میں اجتہاد اور رائے کی دونوں جگہ گنجائش ہوتی ہے، کیوں کہ بقول انجینئر محمد علی مرزا اگر "اقرب الی الحق" کا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت ہی ہوتی اور اُس کے بالمقابل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت باطل پر ہوتی اور فسق (گناہِ کبیرہ) کی مرتکب ہوتی تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے لئے "اقرب الی الحق" (یعنی حق سے زیادہ قریب) کے الفاظ استعمال نہ فرماتے، بلکہ صرف "علی الحق" (یعنی برحق جماعت) کے الفاظ استعمال فرماتے۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا حوالہ:

چناں چہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ ؓ کا اختلاف کھلا حق و باطل کا اختلاف نہیں ہوگا، بلکہ اجتہاد اور رائے کی دونوں جانب گنجائش ہو سکتی ہے، البتہ حضرت علیؓ کی جماعت حق سے نسبتاً زیادہ قریب ہوگی، اگر آپ کی مراد یہ نہ ہوتی تو حضرت علیؓ کی جماعت کو "حق سے زیادہ قریب" کے بجائے محض "برحق جماعت" کہا جاتا۔"[1]

اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں حضرات حق پر تھے اور دونوں کے درمیان اجتہادی اختلاف تھا نہ کہ حق و باطل کا کہ جس سے ایک کا حق پر ہونا اور اُس کے بالمقابل دوسرے کا باطل پر ہونا لازم آئے۔

اہلِ صفّین میں سے ہر دو جماعتوں کے حق پر ہونے کی دلیل:

علاوہ ازیں اگر دیکھا جائے تو دورانِ گفتگو بول چال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خاصیت تھی کہ آپ انتہائی فصیح و بلیغ، ماقل و دل اور بڑی ہی جامع، پُرمغز اور نپی تلی گفتگو فرمایا کرتے تھے، تو ایسے میں یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت ہی حق پر ہوتی اور اُس کے مقابلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت باطل پر ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر کیا مجبوری اور ضرورت درپیش ہو سکتی تھی کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے "علي الحق" جیسے قلیل الفاظ چھوڑنے کے بجائے "أقرب الي الحق" جیسے کثیر الفاظ استعمال فرمائے ہیں؟ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت علی اور حضرت معاویہ دونوں حق پر تھے، فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اجتہادی صواب کی بناء پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نسبتاً حق سے زیادہ قریب تھے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی خطائے اجتہادی کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نسبتاً حق سے کم قریب تھے۔

---

[1] (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق۔ص ۲۶۷ ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے اجتہاد کا پابند نہیں ہوتا!:

علاوہ ازیں زیر بحث روایت حدیث کی رُو سے انجینئر محمد علی مرزا نے اہل جمل وصفین (حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم پر یہ الزام بھی عائد کیا ہے کہ اُنہوں نے خلیفہ راشد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل نہیں کیا اور اُن کے خلاف بغاوت کی تو اُس کا جواب یہ ہے کہ یہاں خلیفہ راشد کی سنت کی مخالفت سے فسق لازم نہیں آتا، کیوں وہ لوگ اہل اجتہاد میں سے تھے اور اُن کے پاس قرآن وحدیث کے شرعی دلائل موجود تھے جو اگر چہ غلط فہمی پر مبنی سہی، لیکن دیانت دارانہ ضرور تھے اور اُس کی بناء پر وہ خلیفہ راشد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف برسر پیکار تھے تو اُس صورت میں خلیفہ راشد کی سنت پر عمل کرنے کے بجائے اُن کے لئے اپنے اُس اجتہادِ شرعی پر عمل کرنا زیادہ مقدم تھا جو اُن کے نزدیک زیادہ راجح تھا۔

اہل جمل کا اجتہادی مؤقف:

چناں چہ اہل جمل کے نزدیک راجح یہ تھا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر براجمان ہو چکے ہیں اور خلافت شرعیہ کی باگ ڈور اُن کے ہاتھ میں آگئی ہے تو اُن کی ذمہ داری ہے کہ وہ قاتلین سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لیں اور اُن پر شرعی حکم نافذ کریں ورنہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے عقاب وعذاب کے مستوجب ہوں گے۔

اہل صفّین کا اجتہادی مؤقف:

اور اہل صفّین کا مطالبہ قرآنِ مجید کی یہ آیت تھی:

" ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف في القتل ."[1]

ترجمہ: اور جو شخص مظلومانہ طور پر قتل ہو جائے تو ہم نے اُس کے ولی کو (قصاص کا) اختیار دیا ہے۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (بنی اسرائیل: ۱۷/ ۳۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہادی مؤقف:

اِن دونوں فریقوں کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہادی مؤقف یہ تھا کہ چوں کہ اِس وقت قاتلین عثمانؓ کو بہتیرے لوگوں کی مدد و نصرت اور اُن کو ہمارے مقابلے میں نسبتاً زیادہ غلبہ اور تسلط حاصل ہے، اِس لئے سر دست قصاصِ دمِ عثمان کے لئے کوئی کوشش کرنا عبث اور بے کار ہے بلکہ ایک نئے فتنے کے جنم لینے کا سبب بن سکتی ہے جو پہلے فتنے سے بھی زیادہ سخت اور شدید ہو، لہٰذا اندریں حالات اِس معاملہ میں بجائے تعجیل کے تاخیر زیادہ بہتر اور مناسب رہے گی۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

" فاعتذر الیھم بان ھٰؤلاء لھم مدد واعوان وانہ لایمکنہ ذلک یومہ ھذا ." [1]

ترجمہ: پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے طالبین قصاص کے سامنے یہ عذر پیش کیا کہ اِن لوگوں کو مدد اور مددگار میسر ہیں اور یہ کہ اُن کے لئے فی الحال یہ ممکن نہیں ہے۔ (ترجمہ ختم)

ملا علی قاری رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح محدث جلیل حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

" ان قتل فئة الفتنة یجر الی اثارة الفتنة التي هي تکون اقوي من الأولي ." [2]

ترجمہ: اِس فتنہ انگیز جماعت کا قتل ایک دوسرے فتنے کے کھڑا کرنے کا موجب ہوگا جو پہلے فتنے سے زیادہ قوی ہوگا۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (البدایة والنهایة لابن کثیر : ج ۷ ص ۲۲۷ ط دار الفکر بیروت)

[2] (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح للقاري : ج ۸ ص ۳۳۹۸ ط دار الفکر بیروت لبنان)

اِس سے ثابت ہوا کہ اہلِ جمل وصفین (حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم) کے خلیفہ راشد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل نہ کرنے بلکہ اُن کے خلاف بغاوت کرنے سے فسق یعنی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب لازم نہیں آتا، کیوں وہ لوگ اہلِ اجتہاد میں سے تھے جن کے لئے خلیفہ راشد کی سنت پر عمل کرنے کے بجائے اپنے اُس اجتہادِ شرعی پر عمل کرنا زیادہ ضروری اور اہم تھا جو خلیفہ راشد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہادِ شرعی کے مقابلے میں اُن کے نزدیک زیادہ صحیح اور راجح تھا، کیوں کہ ہر ایک مجتہد اپنے اجتہادِ شرعی میں کا پابند ہوتا ہے اور اُس کے لئے اپنا اجتہاد چھوڑ کر کسی بھی دوسرے مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرنا جائز نہیں ہوتا۔

خطائے اجتہادی و غیر اجتہادی کی بحث

انجینئر محمد علی مرزا علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

"امام کرمانی رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں مجتہد تھے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہاد میں خطاء لاحق ہوگئی، اُن کو ایک اَجر ملے گا، جب کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دو اَجر ملیں گے۔ (اِس دعویٰ پر امام بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطاء کو اجتہادی خطاء کیسے کہہ دیا جائے اور اُن کے اجتہاد پر کیا دلیل ہے؟ حالاں کہ اُن کو یہ حدیث (جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے اوپر گزر چکی ہے) پہنچ چکی تھی، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: "افسوس! ابن سمیہ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔" اور ابن سمیہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں، اور اُن کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ نے (جنگ صفین میں قتل کیا۔ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اِس پر راضی نہیں کہ (صحابی ہونے کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے) اُن کو برابر چھوڑ دیا جائے، چہ جائے کہ اُن کو (خلیفہ برحق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت پر) ایک اَجر بھی ملے۔"[1]

---

[1] (واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں، ص ۱۰)

حضرت معاویہؓ کی خطاء کو غیر اجتہادی کہنے والے حضرات کی دلیل:

اِس میں شک نہیں کہ بعض علمائے اہلِ سنت (امام عینیؒ، علامہ شوکانیؒ، علامہ رشید رضا مصریؒ، علامہ امیر یمانیؒ، نواب صدیق حسن خانؒ وغیرہم) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خروج کو حدیث عمارؓ: "تقتلک الفئة الباغية" کی رُو سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطائے اجتہادی ماننے سے ہی صاف انکار کردیا ہے کہ جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے ہاتھوں ہوگئی اور اُن کو حدیث عمار بھی پہنچ گئی تو اِس کے باوجود اُن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف برابر قتال جاری رکھنا آخر کس مقصد کی بناء پر تھا، لیکن اِس کے باوجود یہ حضرات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِس اختلاف کو اُن کی غیر اجتہادی یعنی بشری خطاء کہتے ہیں، مگر اُس پر بہر حال باطل کا اطلاق نہیں کرتے، البتہ مولانا مودودی صاحب نے اِس سے ایک قدم اور آگے بڑھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِس اختلاف کو اُن کی غیر اجتہادی یعنی بشری خطاء قرار دیتے ہوئے اُس پر خطائے عنادی کا بھی اطلاق کیا ہے، جس کی اتباع میں آج انجینئر محمد علی مرزا بھی اپنی بغلیں بجاتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باطل پر ثابت کرنے کے لئے پیش پیش نظر آتے ہیں۔

جمہور اہلِ سنت کے نزدیک حضرت معاویہؓ کی خطاء اجتہادی تھی!:

لیکن اِس کے برخلاف جمہور علمائے اہلِ سنت کا انتہائی محتاط، راجح اور اجماعی مؤقف یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خروج کسی ذاتی عداوت و نفرت یا بغض و حسد کی وجہ سے نہیں، بلکہ دیانت دارانہ طور پر قرآن و حدیث کی رُوشنی میں شرعی و فقہی دلائل کی بنیاد پر غلط فہمی کی بناپر شبہ اور تاویل کی وجہ سے صادر ہوا تھا، اِس لئے اُن کا یہ عمل خطائے اجتہادی کے ذیل میں آتا ہے جس میں بہر حال وہ ایک اجر کے مستحق ہیں۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ امام قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أن الحق مع علي وحزبه وان عذر الآخر بالاجتهاد ."[1]

ترجمہ: حق حضرت علیؓ اور اُن کی جماعت کے ساتھ تھا، اگرچہ (فریق) آخر (حضرت معاویہؓ اور اُن کی جماعت) اجتہاد کی وجہ سے معذور تھی۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح حافظ زین الدین عراقی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۰۶ھ) لکھتے ہیں:

"مذهب أهل الحق أن الفئة المقاتلة لعلي هي الباغية وان كانت متأولة طالبة للحق في أنها غير مذمومة بل ماجورة علي الاجتهاد ولا سيما الصحابة منهم ."[2]

ترجمہ: اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال کرنے والی جماعت ہی (صورتاً) باغی تھی، اگرچہ وہ تاویل کر رہی تھی، اپنے گمان میں حق کی طلب گار تھی، وہ قابل مذمت نہیں، بلکہ (اپنے) اجتہاد پر ماجور ہے، بالخصوص اُن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا حوالہ:

حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

"وكان علي السابق الي الامامة فمن نازعه فمخطئ ماجور مجتهد ."[3]

ترجمہ: اور حضرت علی رضی اللہ عنہ امامت کی طرف سبقت کرنے والے تھے، سو جس نے اُن سے نزاع کیا تو وہ مجتہد مخطی اور ماجور تھا۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (اكمال المعلم بفوائد مسلم: ج ۸ ص ۴۵۹)

[2] (طرح التثريب في شرح التقريب للعراقي: ج ۷ ص ۲۷۸ ط الطبعة المصرية القديمة)

[3] (المقدمة الزهراء للذهبي: ص ۱۳)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا حوالہ:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

" فاتفق أهل السنة علي أنه لاتفسق واحدة من الطائفتين وان قالوا في احداهما أنهم بغاة لأنهم كانوا متأولين مجتهدين والمجتهد لايكفر ولا يفسق ."[1]

ترجمہ: اہلِ سنت کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کو بھی فاسق نہیں کہا جائے گا اگرچہ اہلِ سنت اُن میں سے ایک کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ باغی تھے، کیوں کہ وہ تاویل کرنے والے مجتہد تھے اور مجتہد کو نہ کافر کہا جاتا ہے اور نہ ہی فاسق۔ (ترجمہ ختم)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا پہلا حوالہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

" وأن من قاتلهم كانوا مخطئين في تاويلهم ."[2]

ترجمہ: اور یہ کہ اُن (اہلِ عراق) سے جس نے قتال کی وہ اپنی تاویل میں خطی تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا دوسرا حوالہ:

موصوف آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

" وقد ثبت أن من قاتل عليا كانوا بغاة وهؤلآء مع هذا التصويب متفقون علي أنه لايذم واحد من هؤلآء بل يقولون اجتهدوا فأخطئوا ."[3]

---

[1] (منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية لابن تيمية : ج٤ص ٣٩٤ط جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية)

[2] (فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر : ج ٦ ص ٦١٩ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[3] (فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر : ج ١٣ ص ٦٧ ط دار الفكر بيروت لبنان)

ترجمہ: اور یہ بات ثابت ہے کہ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال کی وہ (صورتاً) باغی تھے، اور اہل سنت اِس تصویب کے باوجود اِس بات پر متفق ہیں کہ اِن میں سے کسی ایک کی بھی مذمت نہیں کی جائے گی، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے اجتہاد کیا تو اُن سے خطاء ہوگئی۔(ترجمہ ختم)

علامہ فرہاروی رحمہ اللہ کا حوالہ:

علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

"ان أهل السنة أجمعوا علي أن من خرج علي علي كرم الله وجهه خارج علي الامام الحق الا أن هذا البغي الاجتهادي معفو عنه ."[1]

ترجمہ: اہل سنت کا اِس پر اجماع ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف خروج کیا وہ امام برحق کے خلاف خروج کرنے والے ہیں مگر یہ کہ یہ اجتہادی بغاوت اُن سے معاف کی گئی ہے۔

امام ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ کا حوالہ:

امام ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

"فمعاوية رضي الله عنه مخطئٌ ماجور مرة لأنه مجتهد ."[2]

ترجمہ: پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خطی ہیں اور اجر واحد کے مستحق ہیں کیوں کہ وہ مجتہد ہیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ کا حوالہ:

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی (المتوفی ۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

[1] (النا هية عن طعن معاوية للفرهاروي : ص ج ۱ ص ۷٤ ط مكتبة الحقيقة استبول تركي)

[2] (الفصل في الملل والأهواء والنحل لابن حزم : ج ٤ ص ۷۳ ط مكتبة الخانجي القاهرة)

" كان له أجر واحد على اجتهاده ." [1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے اُن کے اجتہاد پر ایک اجر ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ کا دوسرا حوالہ:

موصوف ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

" وفئة معاوية وان كانت هي الباغية لكنه بغي لا فسق به لانه انما صدر عن التأويل يعذر به أصحابه ." [2]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت اگر چہ (صورتاً) وہی باغی تھی، لیکن وہ بغاوت تھی، اُس سے فسق (لازم) نہیں آتا، کیوں کہ وہ ایک تاویل کی بناء پر صادر ہوئی تھی، جس میں اُن کے اصحاب معذور تھے۔ (ترجمہ ختم)

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ کا تیسرا حوالہ

موصوف ایک تیسری جگہ لکھتے ہیں:

" فكل من قاتله من هؤلآء بغاة عليه لكن من عدا الخوارج وان كانوا مخطئين هم مثابون لأنهم فقهاء مجتهدون ." [3]

ترجمہ: اِن (اہل جمل وصفین) میں سے جنہوں نے بھی خوارج کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے قتال کی تو وہ اُن کے خلاف (صورتاً) باغی تھے، اور اگر چہ وہ خطا کار تھے (لیکن اِس کے باوجود) وہ ماجور تھے، کیوں کہ وہ مجتہد فقہاء تھے۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (ألصواعق المحرقة للهيتمي : ج ٢ ص ٦٢٤ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

[2] (ألصواعق المحرقة للهيتمي : ج ٢ ص ٦٢٤ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

[3] (تطهير الجنان واللسان للهيتمي : ص ٤ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کا حوالہ:

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۰۲ھ) فرماتے ہیں:

"قال والدي رحمه الله عقيدتنا أن سيدنا عليا رضي الله عنه كان علي الحق وسيدنا معاوية وجماعته كانت علي خطاولكن لايعترض عليهم لأنه كان خطأ اجتهاديا."[1]

ترجمہ: میرے والد (مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ اور اُن کی جماعت خطاء پر تھی مگر اُن پر اعتراض نہیں اس لئے کہ یہ خطائے اجتہادی تھی۔ (ترجمہ ختم)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کا دوسرا حوالہ:

موصوف ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ اور اُن کی جماعت خطاء پر تھی مگر اُن پر اعتراض نہیں اس لئے کہ یہ خطائے اجتہادی تھی اور خطائے اجتہادی میں کوئی گرفت نہیں ہوتی بلکہ ثواب ملتا ہے اور اگر مصیب ہو تو دو ثواب ملتے ہیں لہٰذا وہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) بھی مثاب ہوئے۔"

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کا حوالہ:

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (المتوفی) لکھتے ہیں:

---

[1] (الكنز المتواري في معادن لامع الدراري و صحيح البخاري للكاندهلوي: ج ٤ ص ١٦٧ ط مؤسسة الخليل الاسلامية فيصل آباد الباكستان)

(تقریر بخاری شریف: ج ۲ ص ۱۶۶ ط مکتبۃ الشیخ کراچی)

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اِس صلح سے بیش تر اگر چہ بہ ظاہر باغی تھے مگر خطائے اجتہادی کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قصداً کسی گناہ کبیرہ کے مرتکب تھے۔" [1]

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا حوالہ:

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم ارقام فرماتے ہیں:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت نہایت چوں کہ نہایت مضبوط دلائل سے منعقد ہو چکی تھی، اِس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اُن کے خلاف قتال کرنا بلا شبہ غلط تھا، اور دُنیوی احکام کے اعتبار سے بغاوت کے ذیل میں آتا تھا، جو نفس الامر کے لحاظ سے گناہ کبیرہ یعنی فسق ہے، اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اُن سے جنگ لڑنا جائز اور حق تھا، لیکن چوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ عمل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عداوت یا بغض کی وجہ سے نہیں، بلکہ شبہ اور تاویل کی بنا پر صادر ہوا تھا، اور بہر حال وہ بھی اپنے پاس دلائل رکھتے تھے، جو غلط فہمی پر مبنی سہی، لیکن دیانت دارانہ تھے، اِس لئے اُخروی احکام کے اعتبار سے اُن کا یہ عمل اجتہادی غلطی کے ذیل میں آتا ہے، اسی لئے اُن پر طعن کرنا جائز نہیں۔" [2]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی مؤقف کی وضاحت:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہادی مؤقف اِس بارے میں یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظلماً قتل کیا گیا ہے، اور اُن کے قاتلین لشکر علوی میں موجود ہیں، لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ یا تو خود اُن سے قصاص لیں، یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ اُن کو ہمارے حوالے کریں اور

---

[1] (خلافت راشدہ، از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ص ۲۱۱)

[2] (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، ص ۶۲، ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

ہم از خود اُن سے دم عثمان کا بدلہ لے سکیں، کیوں کہ قاتلین عثمان کا وجود ملت و دین کے معاملے میں رخنہ اندازی اور اہل اسلام کے لئے خلل عظیم کا موجب بن سکتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا چچا زاد ہوں (اور اُن کے والیوں کی طرف سے) اُن کے قصاصِ دم کا معاملہ میرے سپرد کیا گیا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا حوالہ:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

" أنا ابن عمه و أنا أطلب بدمه و أمره الي " [1]

ترجمہ: میں اُن (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کا چچا زاد ہوں اور میں اُن کے خون (کا قصاص) طلب کرتا ہوں اور اُن (کے والیوں کی طرف سے اُن) کا معاملہ میرے سپرد ہے۔

اور قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

" و من قتل مظلوما فقد جعلنا لو ليه سلطانا . " [2]

ترجمہ: اور جو شخص مظلومانہ طور پر قتل ہو جائے تو ہم نے اُس کے ولی کو (قصاص کا) اختیار دیا ہے۔ [3]

لہٰذا جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ نہیں لیا جاتا اُس وقت تک ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہادی مؤقف کی وضاحت:

جب کہ اِس کے بالمقابل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہادی مؤقف اِس بارے میں یہ تھا کہ جب مہاجرین و انصار نے میری بیعت خلافت قبول کر لی ہے تو اہل شام پر بھی لازم ہے کہ پہلے وہ لوگ میری بیعت میں داخل ہوں اور اُس کے بعد قصاصِ دم عثمان کا مطالبہ پیش کریں

---

[1] (البداية والنهاية لابن كثير : ج ۸ ص ۱۲۹ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] (بني اسرائيل : ۳۲/۱۷)

[3] (آسان ترجمہ قرآن: ج ۲ ص ۸۶۵ ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

تو پھر اس کا شرعی فیصلہ کیا جائے گا[1] کیوں کہ موجودہ حالات میں ایک تو قاتلین عثمانؓ کو ہمارے مقابلے میں قوت وغلبہ اور تسلط حاصل ہے۔[2] اور دوسرے قصاص میں فی الحال اُن کا قتل اِس سے بھی شدید تر فتنہ کھڑا کرنے کا موجب ہوگا۔

چناں چہ ملا علی قاری رحمہ اللہ (التوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

”واقتضى رأي علي وهو الصواب أن قتل فئة الفتنة يجر الى أثار الفتنة التي هي تكون أقوى من الأولى .“[3]

ترجمہ: اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے نے تقاضا کیا (اور وہی درُست ہے) کہ فتنہ کی جماعت کا قتل (دوسرے) فتنہ کے رُونما ہونے کی طرف کھینچ لائے گا جو پہلے فتنے سے بھی زیادہ قوی ہوگا۔

لہٰذا حالات سازگار ہونے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لیا جائے گا، سواب اگر اہل شام نے میری اطاعت قبول نہیں کی اور میری بیعت سے بدستور منحرف رہے تو وہ ہمارے نزدیک اہل بغاوت میں سے ہوں گے، اور جب تک وہ لوگ حق کی طرف رجوع نہیں کرتے اُن کے خلاف ہمارا قتال کرنا لازم ہے۔

چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (التوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

”اذ حجة علي ومن معه ما شرع لهم من قتال أهل البغي حتى يرجعوا الى الحق .“[4]

ترجمہ: کیوں کہ حضرت علیؓ اور اُن کے ہم نواؤں کی حجت یہ تھی کہ اُن کے لئے اہل بغی کے خلاف قتال کرنا مشروع ہو چکا تھا یہاں تک کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (البداية والنهاية لابن كثير : ج ۸ ص ۱۲۷ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] (الفتنة ووقعة الجمل للضبي : ص ۹۷ ط دار النفائس بيروت)

[3] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح للقاري : ج ۸ ص ۳۳۹۸)

[4] (فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلاني : ج ۱۳ ص ۲۸۸ ط دار المعرفة بيروت) و (التمهيد لابي شكور السالمي: ص ۱۶۶، ۱۶۷ ط حزب الأحناف لاهور)

اِس تناظر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اجتہاد میں غلط فہمی لاحق ہوئی اور انہوں نے شبہ اور تاویل کی بناء پر یہ مؤقف اختیار فرمالیا کہ قاتلین عثمان لشکر علوی میں موجود ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ تو خود اُن سے قصاص لے رہے ہیں اور نہ ہی اُن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وارثوں کے حوالے کررہے ہیں تاکہ وہ از خود اُن سے قصاصِ دمِ عثمانؓ لے سکیں، اِس لئے اُن کے خلاف قتال کرنا مباح اور جائز ہے۔

فریقین کا کسی نتیجہ خیز امر پر اتفاقِ رائے نہ ہوسکا!:

اِس طرح دونوں طرف کے فریقین نے اپنے اپنے اجتہادی مؤقف سامنے لائے اور دونوں ہی فریقین اپنے اپنے نظریات پر شدت سے قائم رہے، اِس لئے کوئی نتیجہ خیز امر سامنے نہ آیا اور کوئی حتمی فیصلہ نہ ہوسکا۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ ابن حجر ہیتمی (المتوفی ۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

"وتاويلهم من كون علي منع ورثة عثمان من قتل قاتليه وهو تاويل معاوية بعينه فكما أن أولئك الصحابة الأجلآء استباحوا قتال علي رضي الله عنه بهذا التاويل فكذلك معاوية رضي الله عنه و أصحابه استباحوا قتاله ومع استباحتهم لقتال علي اعتذر علي عنهم نظرا لتاويلهم الغير القطعي البطلان فقال اخواننا بغوا علينا." [1]

ترجمہ: اور اہل جمل کی تاویل یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وارثینِ عثمانؓ کو قاتلینِ عثمانؓ کے قتل سے روک دیا تھا۔ اور بعینہٖ یہی تاویل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی تھی۔ تو جیسے اِن جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اِس تاویل کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف

[1] (تطهير الجنان واللسان للهيتمي: ص ٣٦ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

قتال کو مباح سمجھ لیا تھا، اسی طرح حضرت معاویہ اور اُن کے اصحاب نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف قتال کو مباح سمجھ لیا تھا۔ اور اُن کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف قتال کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کی غیر قطعی البطلان تاویل کے پیشِ نظر اُن کی طرف سے عذر پیش کیا اور فرمایا کہ: ''ہمارے بھائیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی۔'' (ترجمہ ختم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہلِ صفّین کی برائی سے منع فرمایا!:

اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''منہاج السنہ'' میں امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" سمع علي يوم الجمل أويوم الصفين رجلا يغلو في القول فقال لاتقولوا الا خيرا انما هو قوم زعموا أنا بغينا عليهم وزعمنا أنهم بغوا علينا فقاتلناهم ."[1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمل یا صفین کے دن ایک شخص کو (اپنے بالمقابل لشکر والوں کے خلاف) تشدد آمیز باتیں کرتے ہوئے سنا تو انہوں نے فرمایا کہ: ''تم (اُن کے بارے میں) سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہ کہو، وہ جو ہیں سو ایک قوم ہیں جنہوں نے گمان کیا کہ ہم نے اُن کے خلاف بغاوت کی ہے اور ہم نے گمان کیا کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے تو ہم نے اُن سے قتال کیا۔

حضرت علیؓ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ ؓ کا اقدام اجتہادی تھا!:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اِن فرامین کی رُوشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اُن

---

[1] (منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية لابن تيمية: ج ٥ ص ٢٤٤ ط جامعة الامام محمدبن سعود الاسلامية)

کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل مبنی بر اجتہاد تھا، کیوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اُن کے خلاف قتال کرنا اُن کے نزدیک ایسی تاویل کی بناء پر صادر ہوا تھا، جو قطعی البطلان نہ تھی، بلکہ ظن کا احتمال رکھتی تھی، کیوں کہ مجتہد کی جو تاویل غیر قطعی البطلان ہو اور ظن کا احتمال رکھتی ہو تو وہ اجتہاد کے زُمرے میں آتی ہے، اِس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل غیر قطعی البطلان اور احتمالِ ظن کی بناء پر اجتہادی تھا، جس میں اُن سے خطاء واقع ہو گئی تھی، لہٰذا اُن کے اِس اجتہادی عمل کو "بشری خطاء" کے نام سے تعبیر کرنے کے بجائے "اجتہادی خطاء" ہی کے نام سے تعبیر کیا جائے گا۔

حضرت علیؓ کے مقابلہ میں علامہ عینیؒ وغیرہ کا مؤقف مرجوح ہے!:

اِس سے ثابت ہوا کہ جب خود صاحبِ معاملہ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل اجتہادی خطاء کی بناء پر صادر ہوا اور وہ اِس عمل اجتہادی میں مجتہد مخطی ٹھہرے تو پھر خلیفہ راشد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اِس فرمان اور جمہور علمائے اہل سنت کے مذکورہ بالا فرامین کے سامنے امام عینیؒ (یا اُن کے ہم نوا علامہ شوکانیؒ، علامہ رشید رضا مصریؒ، علامہ امیر یمانیؒ، نواب صدیق حسن خانؒ وغیرہم) کے اقوال کی آخر کیا اہمیت باقی رہ سکتی ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِس عمل کو اُن کی اجتہادی خطاء ماننے سے انکار کرتے ہیں، یا خود انجینئر محمد علی مرزا کی اُن بونگیوں کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِس عمل اجتہادی کو اُن کی خطائے اجتہادی تو کجا غیر اجتہادی خطاء ماننے سے بھی ایک قدم اور آگے اُن پر "باطل" کا اطلاق کرتے نہیں جھجکتے؟

حضرت معاویہؓ خطائے اجتہادی پر تھے باطل پر بہر حال نہیں تھے!:

اِس سے ثابت ہوا کہ جمہور علمائے اہل سنت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا عمل خروج کسی ذاتی عداوت یا بغض کی وجہ سے نہیں بلکہ قرآن و سنت کی رُوشنی میں شرعی دلائل کی بنیاد پر استوار تھا، جس کی وجہ سے اُن سے شبہ اور تاویل کی بناء پر غلط فہمی سے یہ عمل صادر ہو گیا تھا اِس لئے اُن کا یہ عمل زیادہ سے زیادہ اجتہادی خطاء کے

زمرے میں آتا ہے، جس کی بناء پر انہیں مجتہد مخطی ہی کہا جا سکتا، باطل اور ناحق بہر حال نہیں کہا جا سکتا۔

محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ کے ناحق قتل کا الزام

کیا حضرت عائشہؓ حضرت معاویہؓ سے ناراض تھیں؟:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے لیکچرز میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ کے قتل کا بے جا الزام لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک بھائی تھے محمد بن ابی بکر اُن کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قتل کروایا تھا۔ محمد بن ابی بکر ۹ھ میں پیدا ہوئے اور تیس سال سے کم اِن کی عمر تھی کہ اُن کو قتل کر دیا گیا...... محمد بن ابی بکر کو حضرت علی نے اپنے دور میں مصر کا گورنر لگایا تھا...... محمد بن ابی بکر مصر کے گورنر تھے، جو کہ کوفہ سے دور تھا، شام کی بونڈریز لگتی تھی، وہاں سے حضرت معاویہ کی چھاپہ دار جو ٹیمیں ہیں وہ حملے کرتی تھیں تو محمد بن ابی بکر کو قتل کروا دیا، حتیٰ کہ ایک گدھے میں اُن کی لاش رکھ کے اُن کو آگ لگا دی گئی، استغفر اللہ! اور اِس کے اوپر اجماع ہے، کوئی دُنیا میں اِس کا انکار نہیں کرے گا، ہماری اہل سنت کی تمام کتابوں میں موجود ہے، جتنے بھی صحابہ کرام کی بائیوگرافی پہ لکھی گئی ہیں چاہے وہ آپ تاریخِ طبری پڑھ کے دیکھ لیں، ابن جریر المتوفی ۳۱۰ھ، تاریخ ابن کثیر' ابن کثیر کی المتوفی ۷۷۴ھ، آپ الاستیعاب امام ابن عبد البر کی پڑھ کے دیکھ لیں المتوفی ۴۶۸ھ، آپ کو ساری کتابوں میں، ابن اثیر کی جو ہے اسد الغابہ المتوفی ۶۳۰ھ جس کی شرح ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ الاصابہ

اُنہوں نے لکھی آٹھ ہزار صحابہ کرام کے حالاتِ زندگی اُس میں لکھے ہیں آپ اُس میں محمد بن ابی بکر کا پڑھ لیں اُس میں اُن کے ساتھ کیا ہوا تھا، حتیٰ کہ صحیح مسلم شریف میں بھی اِس کا ذکر موجود ہے، انٹرنیشنل نمبرنگ کے مطابق ۴۷۲۴ اشارتاً صحیح مسلم میں آتا ہے اماں عائشہ سے ایک آدمی مصر سے ملنے کے لئے آیا تو اُنہوں نے پوچھا ہاں! مصر کے حکم رَان کی کیا حالت ہے؟ کیوں کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہی کو مار کے تو وہاں حضرت معاویہ نے اپنا حکم رَان لگا دیا تھا اور مصر جو ہے وہ چھین لیا تھا حضرت علی سے، تو ظاہر بات ہے جو دُنیادار بادشاہ ہوتے ہیں وہ اپنے چمچوں کو نوازتے ہیں، تو اُنہوں نے کہا کہ ہمارا جو گورنر ہے وہ تو بہت اچھا ہے، ہمارا خرچہ پانی ختم ہو جائے خرچہ دے دیتا ہے، ہمارا جو گھوڑا مر جائے تو نیا گھوڑا خرید کر دے دیتا ہے، اور اگر کوئی غلام مر جائے تو نیا غلام دے دیتا ہے، تو سیدہ عائشہ نے کہا کہ جو کچھ تم لوگوں نے میرے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ کیا اِس مصر کے گورنر نے اور اِس پارٹی نے، یہ بات مجھے اِس چیز سے نہیں رُوکے گی کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سناؤں، جو اسی حجرے میں جہاں تم مجھ سے ملنے آئے ہو، اماں عائشہ پردے میں ملا کرتی تھیں، اسی حجرے میں میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ علیہ السلام یہ دُعاء کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! جو حکم رَان اپنی رعایا کے ساتھ سختی کرے تو بھی اُس کے ساتھ سختی فرمانا اور جو اپنی رعایا کے ساتھ نرمی کرے تو بھی اُس کے ساتھ نرمی فرمانا، اور جو کچھ تم لوگوں نے میرے بھائی کے ساتھ کیا یعنی وہ یہ کہنا چاہ رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اِس کا بدلہ پھر لے کر دے گا جو کچھ تم لوگوں نے میرے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ کیا، سیدہ عائشہ اِس وجہ سے حضرت معاویہ سے ناراض تھیں۔"

محمد بن ابی بکر کا اجمالی تعارف:

محمد بن ابی بکر ایک نیک و صالح اور عبادت گزار شخص تھے۔ اُن کی والدہ مشہور صحابیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تھیں، اُن کا پہلا نکاح حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوا، جن سے محمد بن جعفر پیدا ہوئے۔ جنگ موتہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت واقعہ پیش آیا تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا دوسرا نکاح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ہوا[1] جن سے حجۃ الوداع کے سفر میں محمد بن ابی بکر نے جنم لیا، جس کے طفیل اُن کو جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ادنیٰ سی جھلک نصیب ہوگئی۔ محمد بن ابی بکر کی عمر جب اڑھائی سال ہوئی تو اُن کے سر سے والد کا سایہ اُٹھ گیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی، اُن کی وفات کے بعد حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا تیسرا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا، اور یہ دونوں یتیم بچے (محمد بن جعفر اور محمد بن ابی بکر) اُن کے یہاں پرورش پانے لگے اور اُن ہی کی زیر کفالت جوان ہوئے۔

محمد بن ابی بکر کی تحریک قتل عثمانؓ میں شمولیت:

افسوس کہ ایسے نیک گھرانے میں پرورش پانے والے یہ جوان سالہ صاحب زادے محمد بن ابی بکر کسی طرح شرپسندوں کے بہکاوے میں آگئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تحریک میں پیش پیش رہے۔ اور ۳۵ھ میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا الم ناک واقعہ پیش آیا تو یہ بھی شورش بپا کرنے والے حملہ آوروں میں برابر کے شریک تھے اور قاتلین عثمانؓ کی حمایت سے دست بردار نہیں ہو سکے، تاہم راجح قول کے مطابق قتل عثمانؓ کے داغ سے اُن کا دامن پاک ہے۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

”انه لم ينل محمد بن أبي بكر من دم عثمان بشئ۔“[2]

---

[1] (سیر أعلام النبلاء للذهبي: ج ۲ ص ۲۸۷ ط دار الحديث القاهرة)

[2] (الاستیعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر: ج۳ص ۱۳۶۷ ط دار الجيل بيروت لبنان)

ترجمہ: محمد بن ابی بکر دمِ عثمانؓ میں میں ذرہ برابر بھی ملوث نہیں ہیں۔

محمد بن ابی بکر کے کردار سے حضرت علیؓ کا دامن پاک ہے!:

تحریکِ قتلِ عثمانؓ کی شورشوں میں محمد بن ابی بکر کا برابر کا شریک رہنا اور شرپسندوں کی حمایت جاری رکھنا اُن کا ذاتی فعل تھا جس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اِس مسئلہ کو حل کرنے میں بہت کوشش صرف کی۔

قاتلینِ عثمانؓ کے حملے کے جواب میں حضرت علیؓ کا جوابی پتھراؤ:

چناں چہ ایک مرتبہ محاصرہ کے دوران ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت ابان بن عثمان رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخالفین کی جانب سے سنگ باری کی اطلاع دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اُن کے مقابلے کے لئے نکلے اور اُن پر جوابی پتھراؤ کیا۔

علامہ بلاذری رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ بلاذری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۹ھ) لکھتے ہیں:

" عن اسحاق بن راشد عن أبي جعفر أنبأنا أبان بن عثمان بن عفان قال كثر علينا الرمي بالحجارة أتيت عليا فقلت يا عم قد كثرت علينا الحجارة فمشي معي فرماهم حتي فترت يده ثم قال يا ابن أخي اجمع مواليكم ومن كان منكم بسبيل ثم لتكن هذه حالكم ."[1]

ترجمہ: حضرت ابان بن عثمان بن عفان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سنگ باری ہمارے اوپر کثرت سے ہونے لگی تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "اے میرے چچا! ہمارے اوپر کثرت سے سنگ باری ہو رہی ہے، تو وہ میرے ساتھ چل دیئے اور

---

[1] (أنساب الأشراف للبلاذري : ج ٥ ص ٧٨ ط دار الفكر دمشق)

اُنہوں نے شر پسندوں پر جوابی پتھراؤ کیا یہاں تک کہ اُن کے ہاتھ تھک گئے۔ پھر فرمایا: "اے میرے بھتیجے! اپنے خادموں کو اور اپنے حمایتی لوگوں کو جمع کرو، پھر تمہاری یہی حالت برقرار رہنی چاہیے۔(ترجمہ ختم)

محدث علامہ علی متقی الہندی رحمہ اللہ کا حوالہ:

بلکہ محدث جلیل امام علاء الدین علی متقی الہندی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۹۷۵ھ) نے تو "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہاں تک روایت نقل کی ہے کہ:

"عن ابن عمر أن عليا أتي عثمان وهو محصور فارسل اليه أني قد جئت لأنصرک فارسل اليه بالسلام وقال لا حاجة فاخذ علي عمامته من رأسه فالقاها في الدار التي فيها عثمان وهو يقول: "ذلک ليعلم أني لم أخنه بالغيب."[1]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محصور ہونے کی حالت میں اُن کے یہاں حاضر ہوئے اور پیغام بھیجا کہ میں اِس لئے آیا ہوں تاکہ آپ کی مدد کرسکوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُن کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کوئی حاجت نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سر سے عمامہ اُتارا اور اسے اُس گھر میں پھینک دیا جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (محصور) تھے۔ اور وہ کہہ رہے تھے: "یہ میں نے اِس لئے کیا ہے تاکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ نہ سمجھیں کہ پیٹھ پیچھے میں اُن سے خیانت کر رہا ہوں!" (ترجمہ ختم)

---

[1] (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال لعلي متقي الهندي: ج ۱۳ ص ۹۱ ح ۳۶۳۱۱ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

محدث علامہ متقی الہندی رحمہ اللہ کا دوسرا حوالہ:

موصوف نے ایک دوسری روایت حضرت ابو جعفر انصاری رحمہ اللہ سے اس طرح نقل کی ہے:

" عن أبي جعفر الأنصاري قال رأيت علي بن أبي طالب يوم قتل عثمان عليه عمامة سوداء قال ماصنع الرجل قلت قتل قال تبا لكم سائر الدهر ."[1]

ترجمہ: حضرت ابو جعفر انصاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا اُس دن میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سیاہ عمامہ باندھے دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا کیا گیا؟ میں نے عرض کیا انہیں قتل کر دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہمیشہ کی تمہارے لئے ہلاکت ہو!" (ترجمہ ختم)

حضرت علیؓ نے حسنین کریمینؓ کو حضرت عثمانؓ کا پہرہ دار مقرر فرمایا!:

علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادوں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو بھی تلواریں دے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہرے کے لئے کھڑا فرما دیا تا کہ کوئی دُشمن اندر نہ جا سکے۔

علامہ بلاذُری رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ بلاذُری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۹ھ) یوں لکھتے ہیں:

"وقال للحسن والحسين اذهبا بسيفكما حتى تقوما على باب عثمان فلا تدعا أحدا يصل اليه ." [2]

---

[1] (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال لعلي متقي الهندي : ج ۱۳ ص ۹۱ ح ۳٦٣٠٩ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) [2] (أنساب الأشراف للبلاذري : ج ٥ ص ٦٨، ٦٩ ط دار الفكر)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تم دونوں اپنے تلواروں سمیت جاؤ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور اُن تک پہنچنے کے لئے کسی کو نہ چھوڑو! (ترجمہ ختم)

اِس سے ثابت ہوا کہ تحریک قتل عثمانؓ کے معاملے میں محمد بن ابی بکر کا پیش پیش رہنا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف معاندانہ رویہ اختیار کرنا اُن کا ذاتی فعل تھا، جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دامن ہمیشہ بے داغ اور پاک صاف رہا ہے۔

محمد بن ابی بکر کا دامن قتل عثمانؓ سے پاک ہے!:

محمد بن ابی بکر کے بارے میں یہ تو ناقابل انکار روایات سے ثابت ہے کہ وہ تحریک قتل عثمانؓ کی سرگرمیوں میں دیگر شرپسندوں کے ساتھ برابر کے شریک رہے، جس کے سبب وہ خود بھی افسوس ناک انجام سے دوچار ہوئے، تاہم اُن کا براہِ راست حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک ہونا کسی بھی قابل اعتماد اور مستند روایت سے ثابت نہیں، اسی وجہ سے ثقات اہل علم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملے میں شریک ہونے سے اُن کو بری قرار دیا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

" انه لم ينل محمد بن أبي بكر من دم عثمان بشئ۔ "[1]

ترجمہ: محمد بن ابی بکر دم عثمانؓ میں ذرہ برابر بھی ملوث نہیں ہیں۔

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان علاقائی تقسیم:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور انہیں باقاعدہ خلیفہ تسلیم کر لیا تو اہل شام نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو قصاصِ دم عثمانؓ کے ساتھ مشروط کر دیا جس

---

[1] (الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر: ج۳ص ۱۳۶۷ ط دار الجيل بيروت لبنان)

کا کوئی حتمی نتیجہ سامنے نہ آیا اور فریقین کے درمیان صفین کے مقام پر ایک جنگ لڑی گئی جو انجام کار اِن شرائط پر اختتام پذیر ہوئی کہ عراق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تحت ہوگا اور شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحت ہوگا، اور فریقین میں سے کوئی ایک بھی دوسرے پر نہ فوج کشی کرے گا نہ غارت گری کرے گا اور نہ اُن کی باہم قتل و قتال ہوگی۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا حوالہ:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

”وفي هذه السنة (أي في سنة أربعين) جرت بين علي ومعاوية المهادنة بعد مكاتبات يطول ذكرها علي وضع الحرب بينهما وأن يكون ملك العراق لعلي ولمعاوية الشام ولايدخل أحدهما علي صاحبه في عمله بجيش ولاغارة ولاغزوة ...... وأمسك كل واحد منهما عن قتال الآخر وبعث الجيوش الي بلاده واستقر الأمر علي ذلك.“[۱]

ترجمہ: اور اسی سال (۴۰ھ) میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان مکاتبت کے بعد (جن کا ذکر طویل ہے) جنگ بندی پر صلح ہوگئی کہ ملک عراق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہوگا اور ملک شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہوگا، اور فریقین میں سے کوئی اپنے مدمقابل کے عمل (علاقہ) میں نہ فوج کشی کے ذریعے داخل ہوگا، نہ غارت کرے کے ذریعے داخل ہوگا اور نہ ہی قتال کے ذریعے داخل ہوگا...... فریقین میں سے ہر ایک فریق دوسرے کے قتال سے اور اُس کے علاقے کی طرف فوج بھیجنے سے خود کو روکے گا۔ اور اسی پر اُن کا معاملہ مستقر ہوگا۔ (ترجمہ ختم)

---

[۱] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ۷ ص ۳۲۲ ط دار الفكر بيروت لبنان)

مصر میں حضرت علیؓ کی خلافت کے عدم استحکام کا سبب!:

مصر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کوئی زیادہ مستحکم نہ تھی، کیوں کہ ایک طرف مصر جغرافیائی لحاظ سے شام و فلسطین کے ساتھ لگتا تھا، اور دوسری طرف وہاں تحریک قصاصِ دم عثمانؓ کے لوگ بھی اچھی خاصی تعداد میں موجود تھے، اِس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے وہاں اپنی فوج کو اہل شام کے مقابلے میں مضبوط رکھنا مشکل تھا، لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاہدۂ جنگ بندی کے بعد اِن ناگزیر وجوہات کی بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعین کردہ حاکموں اور گورنروں کو مصر سے عملاً معزول کر کے اُن کی جگہ اپنے حکام و ولاۃ کو مقرر کر دیا۔

مصر میں حضرت علیؓ کے گورنر کے خلاف سبائیوں کی سازش:

چناں چہ مصر اُنہوں نے میں حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو مصر کی گورنری کے عہدہ سے معزول کر کے اُن کی جگہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر بنا دیا، لیکن سبائیوں نے اُن کی گورنری کو کسی صورت کام یاب نہیں ہونے دیا اور برابر یہ کوشش جاری رکھی کہ کسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُن سے بدگمان کر کے اُن کی جگہ اپنے من پسند رئیس اشتر نخعی کو وہاں کا گورنر بنایا جائے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا حوالہ:

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (المتوفی ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

"قلت لأهل الشام لاتسبوا قيس بن سعد ولاتدعوا الي غزوه فانه لنا شيعة يأتي كيس نصيحته سرا ألا ترون مايفعل باخوانكم الذين عنده من أهل خربتا يجري عليهم أعطياتهم وأرزاقهم ويؤمن سربهم ويحسن الي كل راكب قدم عليه منكم لايستكرونه في شيً قال معاوية وهممت أن أكتب بذلك الي شيعتي من أهل العراق فيسمع بذلك جواسيس عليً عندي وبالعراق فبلغ ذلك عليا ونماه اليه

محمد بن أبي بكر ومحمد بن جعفر بن أبي طالب فلما بلغ ذلک علیا اتهم قیسا وكتب اليه يأمره بقتال أهل خربتا وأهل خربتا يومئذ عشرة آلاف فأبى قيس بن سعد أن يقاتلهم وكتب الى عليّ انهم وجوه أهل مصر وأشرافهم وأهل الحفاظ منهم وقد رضوا مني أن أؤمن سربهم وأجري عليهم أعطياتهم وأرزاقهم وقد علمت أن هواهم مع معاوية فلست مكايدهم بأمر أهون عليّ وعليک من الذي أفعل بهم ولو أني غزوتهم كانوا لي قرنا وهم أسود العرب ومنهم بسر بن أبي أرطاة ومسلمة بن مخلد ومعاوية بن خديج فذرني فأنا أعلم بما أداري منهم فأبى عليّ الا قتالهم وأبى قيس أن يقاتلهم فكتب قيس الى عليّ ان كنت تتهمني فاعزلني عن عملک وابعث اليه غيري فبعث عليّ الأشتر أميرا الى مصر .“[1]

ترجمہ: (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے اہل شام سے کہا کہ تم حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو برا بھلا مت کہو اور نہ اُن کو اپنی جنگ کی طرف دعوت دو، کیوں کہ وہ ہمارا دوست ہے ، وہ ہمیں خفیہ طور پر اپنی عقل مندانہ نصیحت کرتا ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو اہل خربتا کے تمہارے بھائی اُن کے پاس ہیں وہ اُن کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں کہ اُن پر اپنے عطیات بھی نچھاور کرتے ہیں اور اُنہیں کھانے پینے کو بھی دیتے ہیں اور اُن کی جائے پناہ کو پُر امن رکھا ہوا ہے اور تم میں سے جو بھی اُن کے پاس سوار ہو کر جائے اُس کے ساتھ احسان کرتے ہیں اور کسی بھی چیز کے بارے میں اُس سے پوچھ گچھ نہیں کرتے

[1] (تاريخ الطبري : ج ٤ ص ٥٥٣،٥٥٢ ط دار التراث بيروت لبنان)

نہیں کرتے ۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں اہل عراق کے اپنے دوستوں کی طرف یہ بات تحریر کرتا، لیکن (اندیشہ ہے کہ) میرے پاس اور عراق میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوست موجود ہیں وہ اِس کو سن لیں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تک اِس کو پہنچا دیں گے (اِس لئے تحریر نہیں کرتا، لیکن یہ بات) محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر بن ابی طالب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچا دی، چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک جب یہ بات پہنچی تو اُنہوں نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو متہم سمجھا اور اُن کی طرف خط لکھا جس میں اُنہیں اہل خربتا کے قتال کا حکم دیا، اور اہل خربتا اُس وقت دس ہزار کی تعداد میں تھے، تو حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اُن کے ساتھ قتال کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ: ''وہ اہل مصر کے سرکردہ اور شرفاء لوگ ہیں، جن میں سے بعض قرآنِ مجید کے حافظ بھی ہیں، وہ مجھ سے اِس بات پر راضی ہوئے کہ میں اُن کی پناہ کی جگہ کو پُرامن رکھوں، اور اُن پر اُن کے عطیات اور اُن کا نان نفقہ نچھاور کروں، اور یہ بھی جانتا ہوں ہوں کہ اُن کی خواہشات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں، لہٰذا میں اُن کے ساتھ کسی ایسے معاملہ سے مکر و فریب کرنا نہیں چاہتا جو مجھ پر اور آپ پر اُس معاملہ سے زیادہ ہلکا ہو جو میں اُن کے ساتھ کر رہا ہوں، اور اگر میں اُن کے ساتھ قتال کروں تو وہ میرے بالمقابل کھڑے ہو جائیں گے اور ہیں بھی وہ عرب کے سردار، جن میں بسر بن ابی ارطاۃ، مسلمہ بن مخلد، اور معاویہ بن خدیج (شامل) ہیں، لہٰذا آپ مجھے (اپنے حال پر) چھوڑ دیجئے میں زیادہ سمجھتا ہوں کہ اُن سے کس حیلے بہانے سے پیش آیا جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا مگر اُن کی قتال کا اور حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اُن کے

ساتھ قتال کرنے سے انکار کیا، پھر حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: "اگر آپ مجھے متہم سمجھتے ہیں تو مجھے اپنے کام سے معزول فرمادیجئے اور میرے علاوہ اُس کام کی طرف (کسی اور کو) روانہ فرمادیجئے! چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشتر نخعی کو مصر کی طرف امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ (ترجمہ ختم)

موصوف تھوڑا آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

" فلما باله الحديث وجائهم قتل محمد بن أبي بكر عرف أن قيس بن سعد كان يوازي أمورا عظاما من المكايدة وأن من كان يشير عليه بعزل قيس بن سعد لم ينصح له ."[2]

ترجمہ: پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خبر کی کھود کرید کی اور اُن کے پاس محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر بھی پہنچ گئی تو تب انہیں پتہ چلا کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ تو باہم (جنگی) خدع وفریب کے بڑے بڑے معاملات کا سامنا کرتے تھے اور یہ بھی کہ جو شخص مجھے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی کا مشورہ دیتا تھا اُس نے اُن کی خیر خواہی نہیں کی۔ (ترجمہ ختم)

چناں چہ سبائیوں کی محنت رنگ لائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پُرزور اصرار پر حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے اُن کی جگہ اشتر نخعی کو مصر کا گورنر بنا کر روانہ کردیا۔ اشتر نخعی جب مصر کی سرحد "ساحل قلزم" تک پہنچا تو وہاں لوگوں نے اُس کا استقبال کیا اور اُس کی مہمان نوازی میں اُس کو شہد کا شربت پلایا جس کے بعد اچانک اُس کی موت واقع ہوگئی۔

---

[1] (تاريخ الطبري : ج ٥ ص ٩٤ ط دار التراث بيروت لبنان)

[2] (كتاب الولاة للكندي : ج١ص ٢١ ط دار الكتب العلمية بيروت)و(تاريخ الطبري : ج٤-

مصر پر محمد بن ابی بکر کی گورنری اور حالات کی کشیدگی:

اشتر نخعی کی موت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا حاکم بنا کر بھیجا، لیکن ماضی میں اُن کے تحریک قتل عثمانؓ میں شریک رہنے کی وجہ سے وہاں کے لوگ اُن سے مطمئن نہ ہوئے اور بیعت سے کنارہ کش رہے، تو انہوں نے اہل "خربتا" کو ایک ماہ کی مہلت دی، لیکن وہ پھر بھی بیعت پر آمادہ نہ ہوئے تو محمد بن ابی بکر نے اُن سے جنگ شروع کر دی، جس کے نتیجے میں مصر کے حالات مزید کشیدہ ہو گئے۔[1]

محمد بن ابی بکر کا قتل اور حضرت معاویہؓ کا مصر پر قبضہ:

اندریں حالات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اِن ہم نواؤں کو ساتھ ملایا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر مصر بھیج دیا۔ محمد بن ابی بکر کے لئے بہ یک وقت اندرونی و بیرونی دونوں محاذوں پر لڑنا مشکل ہو گیا، اِس لئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انہیں شکست دے کر مصر پر قبضہ کر لیا اور محمد بن ابی بکر کو گرفتار کر کے انہیں قتل کر دیا۔[2]

لاش کو مردار گدھے کی کھال میں ڈال کر آگ لگانے کا الزام!

انجینئر محمد علی مرزا نے یہاں یہ دعویٰ کیا ہے کہ:

> "حضرت معاویہ کی چھاپہ مار ٹیمیں حملے کرتی تھیں انہوں نے محمد بن ابی بکر کو قتل کروا دیا، حتیٰ کہ ایک گدھے میں اُن کی لاش رکھ کے اُن کو آگ لگا دی گئی، اور اِس کے اوپر اجماع ہے، کوئی دُنیا میں اِس کا انکار نہیں کرے گا، ہماری اہل سنت کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔"

اِس میں شک نہیں کہ مصر پر اہل شام کا حملہ کر کے اُس کو اپنے قبضے میں لینا اور محمد بن ابی بکر کو گرفتار کر کے اُن کو قتل کرنا بلاشبہ ثابت ہے۔ تاہم انجینئر محمد علی مرزا کا محمد بن ابی بکر کو مردہ

-ص ٥٥٣ ط دار التراث بيروت)

[1] (تاريخ الطبري: ج ٤ ص ٥٥٧ ط دار التراث بيروت لبنان)

[2] (تاريخ خليفة بن خياط: ص ١٩٢، ١٩٣ ط دار القلم دمشق/مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

گدھے کے پیٹ میں ڈال کر جلا دینے پر اہل سنت کے اجماع کا دعویٰ کرنا بالکل جھوٹ، افتراء اور ائمہ اہل سنت پر ایک عظیم بہتان ہے، حقیقت یہ ہے کہ اِس قسم کی روایات ابومخنف لوط بن یحییٰ جیسے جلے بھنے رافضی شیعہ کی داستان طرازیاں ہیں جن کا علم کی دُنیا میں کوئی اعتبار نہیں۔

انجینئر محمد علی مرزا کی محولہ کتب کی ورق گردانی:

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں پانچ کتابوں کا حوالہ دے کر اہل سنت کا اجماع کا نقل کیا ہے جن کے نام یہ ہیں: (۱) تاریخ طبری (۲) البدایہ والنہایہ (۳) الاستیعاب (۴) اسد الغابہ (۵) الاصابہ (۶) صحیح مسلم۔

ذیل میں ہم اِن پانچوں کتابوں سے انجینئر محمد علی مرزا کے دعوے کے مطابق محمد بن ابی بکر کو مردہ گدھے کے پیٹ میں ڈال کر جلا دینے پر اہل سنت کا اجماع تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

تاریخ طبری کی ورق گردانی:

سب سے پہلے ہم "تاریخ طبری" کو لیتے ہیں جس میں آتا ہے کہ:

"قال أبو مخنف فحدثني محمد بن يوسف بن ثابت الأنصاري عن شيخ من أهل المدينة ......الي أن قال ...... فغضب معاوية فقدمه فقتله ثم ألقاه في جيفة حمار ثم أحرقه با النار فلما بلغ ذلک عائشة جزعت عليه جزعا شديدا وقنتت عليه في دبر الصلاة تدعوا علي معاوية وعمروا." [۱]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوئے، پھر اُن کو آگے کیا اور اُن کو قتل کر دیا، پھر اُن کو مردار گدھے میں ڈالا اور اُن کو آگ میں جلا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ بات پہنچی تو

---

[۱] (تاريخ الطبري: ج ٥ ص ١٠٣ ...... ١٠٥ ط دار التراث بيروت لبنان)

اُنہوں نے اِس شدید جزع فزع کی اور وہ اِس پر قنوتِ نازلہ پڑھتی تھیں اور نماز کے بعد حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو بددُعائیں دیتی تھیں۔(ترجمہ ختم)

ابومخنف لوط بن یحییٰ کی روایت نا قابلِ استدلال ہے!:

ایک اِس روایت کا بنیادی راوی ابومخنف لوط بن یحییٰ ہے جس کی اِس روایت پر نہیں بلکہ خود اُس کے رافضی ہونے پر اہلِ سنت کا اجماع ہے، اور دوسرے روایت ہذا کی اسناد میں یہ ایک واسطے سے "شيخ من أهل المدينة" سے روایت کرتا ہے، جو ذات اور صفات کے لحاظ سے بالکل نامعلوم اور مجہول راوی ہے، لہٰذا ابومخنف جیسے مشہور جلے بھنے شیعہ رافضی راوی کی اِس قسم کی مجروح و مردود روایت کو صحیح مان کر اسے حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے خلاف تسلیم کر کے کیسے قابلِ استدلال قرار دیا جا سکتا ہے؟

البدایہ والنہایہ کی ورق گردانی:

دوسرے نمبر پر ہم امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی "البدایہ والنہایہ" کو لیتے ہیں جس میں آتا ہے کہ:

"وقد ذكر ابن جرير وغيره أن محمد بن أبي بكر نال من معاوية بن خديج هذا ومن عمرو بن العاص ومن معاوية ومن عثمان بن عفان أيضا فعند ذلك غضب معاوية بن خديج فقدمه فقتله ثم جعله في جيفة حمار فأحرقه بالنار فلما بلغ ذلك عائشة جزعت عليه جزعا شديدا وضمت عياله إليها وكان فيهم ابنه القاسم وجعلت تدعوا على معاوية وعمرو بن العاص دبر الصلاة." [1]

ترجمہ: اور ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے

---

[1] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ٧ ص ٣١٤ ط دار الفكر بيروت لبنان)

معاویہ بن خدیج، حضرت عمرو بن العاص، حضرت معاویہ، اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم پر سبّ وشتم کیا، تو اُس موقع پر معاویہ بن خدیج غضب ناک ہوگیا اور اُس نے محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا، پھر اسے ایک گدھے کی مردہ لاش میں رکھ کر آگ میں جلا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب اِس کی اطلاع ملی تو آپؓ نے اُن پر شدید جزع فزع کی اور اُن کے اہل وعیال کو اپنے پاس لے آئیں جن میں اُن کا بیٹا قاسم بھی تھا اور وہ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو نماز کے بعد بدُعائیں دیتی تھیں۔(ترجمہ ختم)

البدایہ والنہایہ کی روایت بھی ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہے!:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ واقعہ بھی امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام ابن جریر رحمہ اللہ کی تاریخِ طبری ہی سے نقل کیا ہے جس میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ جیسا جلا بھنا رافضی موجود ہے، اور دوسرے یہ کہ اِس روایت میں محمد بن ابی بکر مردہ گدھے کی کھال ڈال کر جلانے کا عمل معاویہ بن خدیج کا ذکر کیا گیا جس سے روایت ہذا میں راوی کے تصرف کا سراغ ملتا ہے لہٰذا یہ روایت بھی مردود اور نا قابلِ احتجاج ہے۔

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب کی ورق گردانی:

تیسرے نمبر پر ہم امام ابن عبد البر رحمہ اللہ کی ''الاستیعاب'' کو لیتے ہیں، جس میں آتا ہے کہ:

"فانهزم محمد بن أبي بكر فدخل في خربة فيها حمار ميت فدخل في جوفه فأحرق في جوف الحمار وقيل بل قتله معاوية بن خديج." [1]

ترجمہ: پس محمد بن ابی بکر شکست کھا کر کسی ویران جگہ چلے گئے

---

[1] (الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر: ج ۳ ص ۱۳٦٦ ط دار الجيل بيروت)

جہاں ایک مردار گدھا پڑا ہوا تھا تو اُس کے پیٹ میں گھس گئے پھر اُس گدھے کے پیٹ میں اُن کو جلا دیا گیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُنہیں معاویہ بن خدیج نے قتل کیا ہے۔(ترجمہ ختم)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی الاستیعاب سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن ابی بکر گرفتاری کے خوف سے بھاگ کر شکست خور ہو کر خود مردار گدھے کے پیٹ میں جا گھسے تھے جس میں انہیں کسی نامعلوم شخص نے جلا دیا تھا اور یہ بھی کہا گیا کہ اُنہیں معاویہ بن خدیج نے قتل کیا تھا۔

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ کی ورق گردانی:

چوتھے نمبر پر امام ابن اثیر رحمہ اللہ کی ''اسد الغابہ'' کو لیتے ہیں جس میں آتا ہے کہ:

" فانهزم محمد ودخل خربة فأخرج منها وقتل وأحرق في جوف حمار ميت قيل قتله معاوية بن خديج السكوني وقيل قتله عمرو بن العاص صبرا ولما بلغ عائشة قتله اشتد عليها وقالت كنت أعده ولدا و أخا و مذ أحرق لم تأكل عائشة لحما مشويا ."[1]

ترجمہ: پس محمد (بن ابی بکر) نے شکست کھائی اور ویرانے میں چلے گئے پھر وہاں سے اُنہیں نکالا گیا اور قتل کیا گیا اور اُنہیں مردہ گدھے کے پیٹ میں جلایا گیا، کہا گیا ہے کہ اُنہیں معاویہ بن خدیج سکونی نے قتل کیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُنہیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ظلماً قتل کیا ہے، اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اُن کے قتل کی خبر پہنچی تو اُن پر شاق گزرا اور اُنہوں نے فرمایا کہ میں اُنہیں بیٹا یا بھائی شمار کرتی تھی، اور جب سے اُنہیں جلایا گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھنا ہوا گوشت تناول نہیں فرمایا۔(ترجمہ ختم)

---

[1] (أسد الغابة في معرفة الصحابة لابن أثير : ج ٥ ص ٩٧ تر ٤٧٥١ ط دار الكتب العلمية)

امام ابن اثیر رحمہ اللہ کی "اسد الغابہ" کی عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن ابی بکر جب شکست خوردہ ہو کر کسی ویران جگہ میں روپوش ہو گئے تو وہاں سے انہیں نکال کر قتل کیا گیا تھا اور مردہ گدھے کے پیٹ میں ڈال کر انہیں جلایا تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں معاویہ بن خدیج سکونی نے قتل کیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے قتل کیا ہے۔

الاصابہ فی تمییز الصحابہ کی ورق گردانی:

پانچویں نمبر پر ہم حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی "الاصابہ" کو لیتے ہیں جس میں آتا ہے کہ:

"وانهزم ثم قتل في صفر سنة ثمان و ثلاثين حكاه ابن يونس وقال انه اختفي لما انهزم في بيت امراة فاخذ من بيتها فقتل." [1]

ترجمہ: محمد بن ابی بکر نے شکست کھائی پھر ماہ صفر ۳۸ھ میں قتل کر دیئے گئے اس کو ابن یونس نے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ جب انہیں شکست ہوئی تو وہ کسی عورت کے گھر میں چھپ گئے پھر اس کے گھر سے انہیں پکڑا گیا اور انہیں قتل کر دیا گیا۔ (ترجمہ ختم)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی "الاصابہ" کی اس عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن ابی بکر جب شکست خوردہ ہو کر بھاگے تو انہیں نامعلوم افراد نے پکڑ کر قتل کیا جن کے نام کی تصریح موجود نہیں ہے۔

صحیح مسلم کی ورق گردانی:

آخر میں ہم صحیح مسلم کی روایت کو لیتے ہیں جس میں بقول انجینئر محمد علی مرزا کے اشارتاً حضرت معاویہ ؓ کے ہاتھوں محمد بن ابی بکر کے قتل کا پتہ چلتا ہے:

---

[1] (الاصابة في تمييز الصحابة لابن حجر: ج ٦ ص ١٩٤ تر ٨٣١٣ ط دار الكتب العلمية)

"حدثني هارون بن سعيد الأيلي حدثنا ابن وهب حدثني حرملة عن عبد الرحمان بن شماسة قال أتيت عائشة أسألها عن شئ فقالت ممن أنت فقلت رجل من أهل مصر فقالت كيف كان صاحبكم لكم في غزاتكم هذه فقال مانقمنا منه شيئا ان كان ليموت للرجل منا البعير فيعطيه البعير و العبد فيعطيه العبد ويحتاج الي النفقة فيعطيه النفقة فقالت أما انه لايمنعني الذي فعل في محمد بن أبي بكر أخي أن أخبرک ما سمعت من رسول الله صلي الله عليه وسلم يقول في بيتي هذا اللهم من ولي من أمر أمتي شيئا فشق عليهم فاشقق عليه ومن ولي من أمر أمتي شيئا فرفق بهم فارفق به ." [1]

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن شماسہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کوئی مسئلہ پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوا، تو اُنہوں نے دریافت فرمایا کہ تم کہاں سے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اہل مصر کا شخص ہوں، اُنہوں نے پوچھا کہ تمہارا امیر تمہارے حق میں تمہارے اِس غزوے میں کیسا تھا؟ تو اُس نے کہا کہ ہم نے اُس میں کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھی، (بلکہ صورتِ حال یہ تھی کہ) جب ہم میں سے کسی کا اُونٹ مرجاتا تھا تو وہ اُس کو اُونٹ دے دیتا تھا، اور غلام مرجاتا تو اُس کو غلام دے دیتا تھا، اور وہ خرچ کا محتاج ہوتا تو اُس کو خرچ دے دیتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "خبردار! اُس نے میرے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ جو سلوک کیا وہ مجھے اِس بات سے نہیں روکتی کہ میں تم کو خبر دوں اُس حدیث کی جو میں نے رسول اللہ صلی

---

[1] (صحیح المسلم: ج ۳ ص ۱۴۵۸ ح ۱۸۲۸ ط دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

اللہ علیہ وسلم سے اپنے اِس گھر میں فرماتے ہوئے سُنی کہ: "اے اللہ! جو شخص میری اُمت کے کسی کام کا والی بنا پھر اُس نے اُن پر مشقت ڈالی تو تو بھی اُس پر مشقت ڈالنا اور جو میری اُمت کے کسی کام کا والی بنا اور اُس نے اُن سے نرمی برتی تو تو بھی اُس سے نرمی برتنا۔ (ترجمہ ختم)

اِس حدیث سے اتنا تو بے شک ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک امیر جیش کا محمد بن ابی بکر کو قتل کرنا برا تھا کیوں کہ بھائی کے قتل پر غم گین ہونا فطری سی بات ہے، لیکن اِس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اُن کے اُن کے قتل کی نوعیت کیا تھی؟ کیوں کہ اُن کے بارے میں شدید اختلاف ہے۔

امام نووی شافعی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ شارحِ مسلم امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

" واختلفوا في صفة قتل محمد هذا قيل في المعركة وقيل بل قتل أسيرا بعدها وقيل وجد بعدها في خربة في جوف حمار ميت فاحرقوه ." [1]

ترجمہ: اِن محمد (بن ابی بکر) کے نوعِ قتل میں اہلِ سنت کا اختلاف ہے، کہا گیا ہے کہ معرکہ میں قتل ہوئے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بلکہ معرکہ کے بعد گرفتار کر کے قتل کیے گئے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ معرکہ کے بعد کسی ویرانے میں مردہ گدھے کے پیٹ میں پائے گئے تو لوگوں نے اُن کو جلا دیا۔ (ترجمہ ختم)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا حوالہ:

اور شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

---

[1] (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج (شرح النووي): ج ۱۲ ص ۲۱۲ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

" کان هذا الأمیر أساء الی محمد بن ابي بکر أخي عائشة اسائة لم أقف علي تفصیلها في شئ من الروایات ." [1]

ترجمہ: (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے) گویا کہ اِس امیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ برا کیا جس کی تفصیل پر روایات میں سے کسی چیز پر میں واقف نہیں ہوسکا۔(ترجمہ ختم)

[1] (تکملة فتح الملهم في شرح صحیح المسلم للعثماني : ج ۳ ص ۲۵۰ ط دار القلم دمشق)

علامہ ابن حمزہ الحسینی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح علامہ ابن حمزہ الحسینی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۲۰ھ) لکھتے ہیں:

" سببه أن ابن شماسة دخل علي عائشة رضي الله عنها فقالت ممن أنت قال من مصر قالت و کیف وجدتم ابن خدیج في غزاتکم قال خیر الأمیر قالت انه لایمنعني ......الخ [1]

ترجمہ: اِس (حدیث کا بیان) سبب یہ ہے کہ ابن شماسہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُنہوں نے دریافت فرمایا کہ تم کہاں سے ہو؟ اُنہوں نے عرض کیا"مصر" سے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت فرمایا کہ تم نے (معاویہ) بن خدیج کو اپنے غزوہ میں کیسا پایا؟ اُنہوں نے کہا بہترین امیر پایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے یہ بات اِس سے نہیں روکتی کہ............ ....الخ (ترجمہ ختم)

[1] (البیان والتعریف في أسباب ورود الحدیث الشریف لابن حمزة : ج ۱ ص ۱۵۱ ح ۴۰۱ ط دار الکتاب العربي بیروت لبنان)

محولہ بالا کتب سے محمد بن ابی بکر کے قتل کی نوعیت کی تعیین نہیں ہوتی!:

چناں چہ تاریخ طبری میں ابومخنف کی روایت ہے کہ: ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کو قتل کیا اور اُن کو مردار گدھے میں ڈال کر آگ میں جلایا۔ جب کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے طبری وغیرہ کے حوالے سے البدایہ والنہایہ میں نقل کیا ہے کہ یہی کام حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اور امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی الاستیعاب میں ہے کہ محمد بن ابی بکر شکست کھا کر کسی ویرانے میں جا کر خود مردار گدھے کے پیٹ میں جا گھسے جس میں اُنہیں جلا دیا گیا تھا اسی طرح امام ابن اثیر رحمہ اللہ نے بھی اسد الغابہ میں بھی ذکر کیا ہے، جب کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''الاصابہ'' میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر شکست خوردہ ہو کر کسی عورت کے گھر میں جا چھپے تھے، جہاں سے پکڑ کر اُنہیں قتل کیا گیا تھا۔

محمد بن ابی بکر کے قتل کا حقیقی سبب قصاصِ دمِ عثمان رضی اللہ عنہ کا حصول تھا!:

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر پر قبضہ کر کے اُس کو فتح کر لیا تھا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اُس پر گورنر تعینات کر دیا تھا تو اُنہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ولایت مصر کے حصول کی خاطر محمد بن ابی بکر کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا، بلکہ اُن کے نزدیک محمد بن بکر کے قتل کا حقیقی اور اصلی سبب اُن کے تحریک قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں شمولیت تھا، جس کے قصاص کی پاداش میں اُنہوں نے محمد بن ابی بکر کو قتل کروایا تھا۔

علامہ مراکشی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ ابن عذاری المراکشی (التوفی ۶۹۵ھ) لکھتے ہیں:

''یا معاویة (ابن الخدیج) قد أخذت أجرک من معاویة بن أبي سفیان لما قتلت محمد بن أبي بکر لیولیک مصر فقد ولاکھا فقال ماقتلت محمدا لولایة و انما قتلته لقتل عثمان .''[1]

---

[1] (البیان المغرب في أخبار الأندلس والمغرب لابن العذاري :ج۱ ص۱۸ ط دار الثقافة بیروت)

ترجمہ: اے معاویہ بن خدیج تم نے معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سے اپنا اجر لے لیا جب تم نے محمد بن ابی بکر کو قتل کیا تا کہ تمہیں مصر کا والی بنا دیا جائے اور تمہیں مصر کا والی بنا دیا گیا تو معاویہ بن خدیج نے کہا کہ میں نے محمد بن ابی بکر کو ولایت مصر کے لئے قتل نہیں کیا تھا، بلکہ میں نے تو اُنہیں اِس لئے قتل کیا تھا کہ اُنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔

قتل محمد بن ابی بکر قتل عثمانؓ سے پاکی کا سبب ہوسکتا ہے!:

اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ محمد بن ابی بکر کا قتل ہونا تحریک قتل عثمانؓ کے گناہ سے پاکی کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

" قلت عامة من سعي في دم عثمان قتلوا وعسي القتل خيرا لهم وعسي القتل خيرا لهم وتمحيصا ۔"[1]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ دم عثمانؓ میں عام سعی کرنے والے لوگ قتل کر دیئے گئے، اور ہوسکتا ہے کہ قتل اُن کے لئے بہتر ہو اور اس گناہ سے پاکی کا ذریعہ ہو۔ (ترجمہ ختم)

باقی جہاں تک انجینئر محمد علی مرزا کے اِس دعوے کا تعلق ہے کہ اہل سنت کا اِس بات پر اجماع ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی چھاپہ مار پارٹیوں نے محمد بن بکر کی لاش کو ایک مردار گدھے میں رکھ کر اُن کو آگ لگا دی تھی اور اِس کا دُنیا میں کوئی نہیں انکار کرسکتا تو حقیقت یہ ہے کہ اُن کا یہ دعویٰ انتہائی غلط، خلاف واقعہ اور بلا دلیل، بلکہ اہل سنت پر ایک عظیم بہتان ہے، کیوں ایسی بے سروپا موضوع و من گھڑت روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ جیسے جلے بھنے رافضی شیعہ کی داستان طرازیاں ہیں، جن کا علم و تحقیق کی دُنیا میں کوئی اعتبار نہیں۔

---

[1] (سير أعلام النبلاء للذهبي : ج ۳ ص ۴۸۱ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کے باہمی تعلقات:

آخر میں انجینئر محمد علی مرزا نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ: ''سیدہ عائشہ محمد بن ابی بکر کے قتل کی وجہ سے حضرت معاویہؓ سے ناراض تھیں'' تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جھوٹ اور دعویٰ بلا دلیل ہے، اِس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوئی دیرینہ یا ہمیشہ کی خفگی و ناراضگی نہیں تھی، بلکہ بعض وقتی مصالح کے پیشِ نظر دونوں کی اجتہادی آراء کا باہم تقابل ہوا جس میں وہ دونوں حضرات اپنے اپنے اجتہاد میں مخلص کار تھے اور دیانت دارانہ رائے رکھتے تھے، اور اگر کبھی کسی ایک آدھ بات میں اُن دونوں حضرات کے درمیان باہمی رنجش و کشیدگی پیش آ بھی گئی تھی تو وہ وقتی مسئلہ تھا جو رفو ہو گیا تھا، ایسا ہرگز نہیں تھا ہمیشہ اُن دونوں حضرات کے باہمی تعلقات کشیدہ ہی رہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ماں بیٹا ہونے کے ناطے اُن کے دل آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں بالکل پاک صاف تھے اور اُن کے آپس میں بڑے خوش گوار تعلقات اور انتہائی گہرے مراسم پائے جاتے تھے۔

حضرت معاویہؓ کی جانب سے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں تحائف:

روایات میں آتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دورِ حکومت میں بعض مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے تحائف و عطایا ارسال فرمایا کرتے تو وہ اُنہیں انتہائی خوشی اور بشاشتِ قلب سے قبول فرماتی تھیں۔

مستدرک حاکم کا حوالہ:

چناں چہ مستدرک حاکم کی روایت میں آتا ہے:

''حدثنا علي بن حمشاذ العدل ثنا محمد بن يونس ثنا أبو عاصم عن هشام بن حسان عن هشام بن عروة عن أبيه أن معاوية بن أبي سفيان بعث الي عائشة رضي الله عنها بمائة ألف فقسمتها حتي لم تترك منها شيئا فقالت بريرة فهلا ابتعت لنا بدرهم لحما فقالت عائشة لو أني

ذکرت لفعلت ."[1]

ترجمہ: ہشام بن عروہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ.
حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے ایک لاکھ درہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجے تو انہوں نے وہ تقسیم کر دیئے یہاں تک کہ اُن میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا تو بریرہ لونڈی نے عرض کیا کہ آپ نے ہمارے لئے ایک درہم کا گوشت کیوں نہ خرید لیا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر تم مجھے یاد کراتی تو میں ایسا کر لیتی۔

مصنف ابن ابی شیبہ کا حوالہ:

اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں آتا ہے:

"نا جریر عن مغیرة عن سماک بن سلمة عن عبد الرحمان بن عصمة قال کنت عند عائشة فأتاها رسول من عند معاویة بهدیة فقبلتها ."[2]

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن عصمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا کہ اُن کی خدمت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں سے کوئی قاصد کوئی ہدیہ لے کر آیا تو انہوں نے اُس کو قبول فرمایا۔(ترجمہ ختم)

مصنف ابن ابی شیبہ کا دوسرا حوالہ:

ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

"حدثنا جریر بن عبد الحمید عن مغیرة عن سماک بن سلمة عن عبد الرحمان بن عصمة قال کنت

[1] (المستدرك على الصحيح للحاكم: ج ٤ ص ١٥ ح ٦٧٤٥ ط دار الكتاب العربي بيروت)
[2] (مصنف بن أبي شيبة: ج ٤ ص ٢٩٦ ح ٢٠٣٣٢ ط مكتبة الرشد الرياض)

عند عائشة فأتاها رسول من معاوية بهدية فقال أرسل بهذا أمير المؤمنين فقبلت هديته فلما خرج الرسول قلنا يا أم المؤمنين ألسنا مؤمنين وهو أميرنا قالت أنتم ان شاء الله المؤمنون وهو أميرنا ."[1]

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن عصمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا کہ اُن کی خدمت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں سے کوئی قاصد کوئی ہدیہ لے کر آیا اور عرض کیا کہ امیر المؤمنین نے یہ دے کر بھیجا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہدیہ قبول فرمالیا، پھر جب قاصد نکل گیا تو ہم نے عرض کیا کہ! اے اُم المؤمنین کیا ہم مؤمنین نہیں ہیں اور وہ ہمارے امیر نہیں ہیں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم ان شاء اللہ! مؤمن ہو اور وہ ہمارے امیر ہیں۔ (ترجمہ ختم)

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک قیمتی ہار کا تحفہ!:

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک قیمتی ہار تحفتاً بھیجا تو انہوں نے وہ قبول فرمالیا۔

چناں چہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (المتوفی ۵۷۱ھ) لکھتے ہیں:

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کا حوالہ:

" أخبرنا أبو طالب علي بن عبد الرحمان أنا أبو الحسن الخلعي أنا أبو محمد بن بن النحاس أنا أبو سعيد

---

[1] (مصنف بن أبي شيبة: ج٦ ص ١٨٩ ح ٣٠٥٧٢ ط مكتبة الرشد الرياض) و(كتاب السنة لأحمد بن حنبل: ج ١ ص ٣٤٩ ح ٧٤٨ ط دار ابن القيم الدمام) و(كتاب السنة لأبي بكر بن الخلال: ص ٤ ص ٦٠ ح ١١٦٨ ط دار الراية الرياض)

بن الأعرابي نا علي يعني ابن سعيد بن بشير الرازي نا بشر بن الوليد القاضي عن شريک عن الحجاج عن عطاء قال قدمت عائشة مكة فأرسل اليها معاوية بطوق قيمته مائة ألف فقبلته .“[1]

ترجمہ: عطاء کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ تشریف لائیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کی خدمت میں ایک ہار بھیجا جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی تو انہوں نے اُس کو قبول فرمالیا۔

مسند احمد کا حوالہ:

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام سے مدینہ منورہ آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے اُن کے گھر تشریف لے گئے، اور اُن سے کے ساتھ اپنے برتاؤ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے ساتھ اچھے برتاؤ کا ذکر کیا۔

چناں چہ مسند احمد کی روایت میں آتا ہے:

” حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة قال أخبرنا علي بن زيد عن سعيد بن المسيب أن معاوية دخل علي عائشة فقالت له أما خفت أن أقعدلک رجلا فيقتلک فقال ما كنت لتفعلي وأنا في بيت أمان وقد سمعت النبي صلي الله عليه وسلم يقول يعني الايمان قيد الفتک كيف أنا في الذي بيني وبينک و في حوائجک قالت صالح قال فدعينا واياهم حتي نلقي ربنا عز وجل .“[2]

---

[1] (تاريخ دمشق لابن عساكر: ج ٥٩ ص ١٩٢ ط دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت) و(البداية والنهاية لابن كثير: ج ٨ ص ١٣٧ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] (مسند أحمد: ج ٢٨ ص ٤٤٠٤٣ ط مؤسسة الرسالة ط بيروت لبنان) قال المحقق شعيب الأرنؤوط وعادل مرشد وآخرون صحيح لغيره وهذا اسناد اختلف فيه علي حماد بن =

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں
تشریف لائے تو اُنہوں نے فرمایا کہ کیا تمہیں اِس بات سے خوف نہیں
آیا کہ میں تمہارے لئے کوئی آدمی بٹھا دیتی تو وہ تمہیں قتل کر دیتا؟
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ایسا نہیں کرسکتیں حالاں
کہ میں بیت الامان میں ہوں اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ
فرماتے ہوئے سنا ہے یعنی کہ ایمان ناگہانی کی زنجیر ہے، میں اپنے اور
آپ کے معاملات کے درمیان اور آپ کی حوائج وضروریات کے
درمیان کیسا شخص ہوں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نیک و
صالح شخص ہو! تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں اور انہیں
(بنو ہاشم کو) چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ ہم اپنے رب عزوجل سے ملاقات
کرلیں۔ (ترجمہ ختم)

حضرت عائشہؓ کا مقام حضرت معاویہؓ کی نظر میں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نظر بہت اُونچا مقام
ومرتبہ تھا وہ آپ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور ذہین و فطین خطیبہ مانتے تھے۔

—سلمة فرواه عفان عنه عن علي بن زيد وهو ابن جدعان عن سعيد بن المسيب أن معاوية ورواه عمرو بن عاصم الكلابي وسعيد بن سليمان النشيطي وعمار بن هارون عنه بهذا الاسناد بزيادة مروان بن الحكم بين سعيد ومعاوية قال الدار قطني في العلل: ٧/٦٥ و هو الأشبه بالصواب قلنا ويبقي مدار هذا الاسناد علي علي بن زيد بن جدعان و حديثه حسن في الشواهد وهذا منها."

(حاشية مسند أحمد بن حنبل: ج ٢٨ ص ٤٤ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

معجم الکبیر کا حوالہ:

چناں چہ امام طبرانی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

" حدثنا عبد الله بن علي بن الجارود النيسابوري ثنا محمد بن يحي النيسابوري ثنا يعقوب بن ابراهيم بن سعد حدثني أبي عن صالح بن كيسان عن الزهري عن القاسم بن محمد قال قال معاوية والله ما رأيت خطيبا قط أبلغ ولا أفطن من عائشة رضي الله عنها ۔"[1]

ترجمہ: حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ بلیغ و فطین کبھی کوئی خطیب نہیں دیکھا۔ (ترجمہ ختم)

الآحاد والمثانی کا حوالہ:

اسی طرح امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (المتوفی ۲۸۷ھ) فرماتے ہیں:

" حدثنا الحلواني نا يعقوب بن ابراهيم نا أبي عن صالح عن الزهري عن القاسم بن محمد أن معاوية دخل علي عائشة رضي الله عنهما فلما خرج قام متكئا علي ذكوان فقال والله ما رأيت خطيبا ليس رسول الله صلي الله عليه وسلم أبلغ ولا أفطن من عائشة رضي الله عنها ۔"[2]

ترجمہ: حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر جب وہ نکلے تو زینے پر ٹیک لگائی اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں

---

[1] (المعجم الكبير للطبراني ج ۲۳ ص ۱۸۳ ح ۲۹۸ ط مكتبة ابن تيمية القاهرة)

[2] (الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم: ج ۵ ص ۳۹۸ ح ۳۰۲۷ ط دار الراية الرياض)

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
زیادہ کسی کو بلیغ و فطین نہیں دیکھا۔(ترجمہ ختم)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نصائح کا حصول:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اتنی عقیدت و دل لگی اور انس و محبت تھی کہ وہ آپؓ سے باقاعدہ طور پر نصیحتیں حاصل کرتے تھے۔

جامع ترمذی کا حوالہ:

چناں چہ جامع ترمذی کی روایت میں ہے:

”حدثنا سويد بن نصير قال اخبرنا الله بن المبارك عن عبد الوهاب بن الورد عن رجل من اهل المدينة قال كتب معاوية الي عائشة أم المؤمنين أن اكتبي الي كتابا توصيني فيه ولاتكثري علي فكتبت عائشة الي معاوية سلام عليك اما بعد فاني سمعت رسول الله صلي الله عليه وسلم يقول من التمس رضاء الله بسخط الناس كفاه الله مؤنة الناس ومن التمس رضاء الناس بسخط الله وكله الله الي الناس والسلام عليك .“[1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف خط لکھا کہ میری طرف آپؓ خط لکھیں جس میں آپ مجھے نصیحت فرمائیں اور مجھے زیادہ (لمبی چوڑی) نصیحت مت کیجئے (بلکہ مختصر سی نصیحت فرمائیے) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف (یہ مختصر نصیحت) لکھی: تم پر سلامتی ہو! امابعد! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

[1] (جامع الترمذي: ج ٤ ص ٦٠٩ ح ٢٤١٤ ط شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي)

کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی مؤنت (یعنی ناراضگی کے نتائج) سے اُس کی کفایت کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں لوگوں کی خوشنودی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ والسلام علیک۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ باہم ''رحماء بینھم'' کا عملی نمونہ تھے!:

اِن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اگرچہ بعض اوقات اجتہادِ شرعی کی بناء پر اُن سے دیانت دارانہ طور پر جزئی اختلافات بھی رُونما ہوئے تھے اور بعض مقامات پر وہ دونوں ایک دوسرے کے نظریات سے متفق بھی نہیں تھے، تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ مجموعی طور پر وہ دونوں حضرات آپس میں ''رحماء بینھم'' کا بہترین نمونہ تھے اور اُن دونوں کے آپس میں مبنی بر احترام تعلقات تھے۔

حب جاہ و مال کا الزام

انجینئر محمد علی مرزا اپنے ریسرچ پیپرز: "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" کے تیسرے باب: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک مہینہ قبل مستقبل میں ہونے والے حکومتی بگاڑ سے متعلق غیبی خبریں دے دی تھیں" کے ذیل میں صحیحین کی دو احادیث کے حوالے سے انتہائی شاطرانہ وعیارانہ طریقے سے بالکل ہی غلط اور خلافِ حقیقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر "دُنیا کی محبت میں گرفتار" ہونے کا الزام لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

> (۲۶) صحیحین کی حدیث میں ہے: سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال بعد (یعنی اپنی وفات والے سال ۱۱ھ میں) شہدائے اُحد کا جنازہ (میدانِ اُحد کے قبرستان میں) پڑھا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز یوں تھا کہ) گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندوں اور مردوں ہر ایک سے رخصت ہونے والے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا: "میں تمہارا پیش رَو ہوں اور میں تم پر گواہ بھی ہوں۔ اور (آئندہ) میری اور تمہاری ملاقات حوضِ (کوثر) پر ہوگی، جسے میں یہیں سے اِس وقت دیکھ رہا ہوں۔ اور بے شک مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی ہیں (یعنی میری اُمت کو سلطنت روم اور سلطنت فارس کے خزانوں کا مالک بنایا جائے گا)۔ مجھے (اپنے بعد) تمہارے متعلق یہ

خوف نہیں کہ تم مشرک ہو جاؤ گے لیکن اِس بات سے ڈرتا ہوں کہ دُنیا میں
مگن ہو جاؤ گے۔" سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: "اُس موقع پر میں
نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری بار منبر پر دیکھا۔[1]

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دُنیا میں مگن تھے؟:

صحیحین کی مذکورہ بالا دونوں احادیث سے انجینئر محمد علی مرزا نے مجموعی طور پر گویا یہ تاثر دینے کی سعی لاحاصل اور مذموم انجینئر تک کی ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت شروع ہوا تو (العیاذ باللہ!) وہ دُنیاوی عیش وعشرت، آرائش وآسائش اور حب جاہ ومال کے نشے میں مخمور ہو کر دُنیا کے حریص بن گئے، اور اُس کی خاطر اُنہوں نے قتل وقتال کیا۔

انجینئر محمد علی مرزا کا امارتِ معاویہؓ پر دُنیوی حرص کا الزام:

صحیح بخاری کی روایت کی رُو سے اگرچہ انجینئر محمد علی مرزا نے "دُنیا میں مگن ہو جانے والے لوگوں" کے ناموں کی تصریح نہیں کی کہ اِس سے کون سے لوگ مراد ہیں، البتہ صحیح مسلم کی روایت کے ترجمہ میں انجینئر محمد علی مرزا نے بریکٹ میں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے الفاظ کی تصریح کی ہے، تاہم اُن کے ریسرچ پیپرز کے سیاق وسباق سے اور خود انجینئر موصوف کے انداز وبیان سے قطعی اور صاف طور پر لگتا یہی ہے کہ اِس سے اُن کی مراد بعد میں آنے والے خلفاء بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کی ذات مراد ہے، جس کی وجہ سے اُنہوں نے یہ دونوں روایاتِ حدیث نقل کی ہیں۔

نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے؟

لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدح وشان میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور علمائے اہل سنت رحمہم اللہ تعالیٰ کے تعریفی وتوصیفی کلمات کے نقار خانے میں اُن کی "طوطی" کی

[1] (صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۰۴۲، صحیح مسلم حدیث نمبر ۵۹۷۷، بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہترین صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں: ص ۱۴)

آواز کون سن سکتا ہے؟

حضرت معاویہؓ کی امارت حضرت علیؓ کی نظر میں:

خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" ایها الناس لاتكرهوا امارة معاوية والله لو فقدتموه لقد رأيتم الرؤوس تندر من كواهلها كأنها الحنظل." [۱]

ترجمہ: اے لوگو! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو ناپسند مت سمجھو، کیوں کہ اگر تم نے اُنہیں کھو دیا تو تم دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اِس طرح کٹ کٹ کر گریں گے، جس طرح حنظل کا پھل (اپنے درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا ہے)(ترجمہ ختم)

حضرت معاویہؓ کی امارت حضرت عبداللہ عباسؓ کی نظر میں:

۲-حبرِ اُمت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" ما رأيت رجلا كا أخلق بالملك من معاوية." [۲]

ترجمہ: میں نے سلطنت وفرماں روائی کے لائق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت معاویہؓ کی امارت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی نظر میں:

۳-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" ما رأيت أحدا بعد رسول الله صلي الله عليه وسلم أسود من معاوية." [۳]

---

[۱] (المصنف لابن أبي شيبة: ج ۱۵ ص ۲۹۳ ط مكتبة الرشد الرياض)

[۲] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ۸ ص ۱۳۵ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[۳] (تاريخ الاسلام و وفيات المشاهير والأعلام للذهبي: ج ۲ ص ۳۲۱ دار الكتاب العربي)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر (اُمورِ سلطنت کا ماہر اور) حکم رانی کے لائق کسی کو نہیں دیکھا۔ (ترجمہ ختم)

حضرت معاویہؓ کی امارت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی نظر میں:

۴- فاتح قادسیہ واجنادین حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ما رأيت أحدا بعد عثمان أقضي بحق من صاحب هذا الباب ."[1]

ترجمہ: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر حق کا فیصلہ کرنے والا نہیں پایا۔

حضرت معاویہؓ کی امارت حضرت کعب احبارؒ کی نظر میں:

۵- حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" لن يملك أحد من هذه الامة ما ملك معاوية ." [2]

ترجمہ: اِس اُمت میں سے کسی نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سی (بہتر) حکومت نہیں کی۔

حضرت معاویہؓ کی امارت امام مجاہدؒ کی نظر میں:

۶- امام تفسیر حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" لو أدركتم معاوية لقلتم هذا المهدي ." [3]

---

[1] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ٨ ص ١٣٣ ط دار الفكر بيروت لبنان) و (تاريخ الاسلام و وفيات المشاهير والأعلام للذهبي: ج ٤ ص ٣١٣ ط دار الكتاب العربي بيروت)

[2] (أنساب الأشراف للبلاذري: ج ٤ ص ١٠٠ ط دار الفكر دمشق) و (تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والأعلام للذهبي: ج ٤ ص ٣١٤ ط دار الكتاب العربي بيروت)

[3] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ٨ ص ١٣٥ ط دار الفكر بيروت لبنان)

ترجمہ: اگر تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (کے عہدِ حکومت) کو
پالیتے تو پکار اُٹھتے کہ یہ مہدی ہیں۔

اِس میں شک نہیں کہ حضرات خلفائے راشدین (حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم) کے مقابلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نسبتاً فراخی عیش وتوسع عشرت سے کام لیا، مگر یہ فراخی عیش وتوسع عشرت بعد میں آنے والے حکمرانوں کی عیش کوشی ونشاط نہ تھی، بلکہ حدودِ شرعیہ کے تحت عزیمت کے بجائے رخصت پر عمل داری تھی۔

حضرت معاویہؓ کی امارت حضرت یونس بن میسرہؒ کی نظر میں:

چناں چہ حضرت یونس بن میسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" رأيت معاوية في سوق دمشق وهو مردف وراءه وصفيا عليه قميص مرقوع الجيب ." [1]

ترجمہ: میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دِمشق کے
بازاروں میں پیوند لگی قمیص پہنے ہوئے چلتے دیکھا ہے۔ (ترجمہ ختم)

حضرت معاویہؓ نے بعد کے امراء کی خاطر توسع ومباحات سے کام لیا!:

رہی یہ بات کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی طرح عزیمت کے بجائے رخصت پر ہی عمل کیوں فرمایا اور عزیمت پر عمل کیوں نہیں فرمایا؟ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو عیش وتنعم اور رخصتوں میں توسیع کی قطعاً ضرورت نہ تھی، لیکن آپ نے اِس لئے ایسا فرمایا تاکہ بعد میں آنے والے کم ہمت حکمرانوں کے لئے اِس کو بیانِ جواز کے طور پر پیش کیا جاسکے۔

علامہ فرہاروی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

" ولعل توسعه فيهما لقصورهم سائر أبناء الزمان

---

[1] (البداية والنهاية لابن كثير : ج ٨ ص ١٣٤ ط دار الفكر دِمَشق)

وان لم یوجد فیه ذلک کما علمت."[1]

ترجمہ: ہوسکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اِن دونوں چیزوں (یعنی فراخیٔ عیش اور عزیمت کے بجائے رخصت پر عمل کرنے) میں تمام ابنائے زمانہ کے قصورِ ہمت کے پیشِ نظر توسع فی المباحات سے کام لیا ہو، اگر چہ خود اُن میں یہ عنصر نہیں پایا جاتا تھا۔ (ترجمہ ختم)

مامون الرشید کی زندگی کا ایک واقعہ:

چناں چہ مبلغِ اسلام مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

"صحابہ میں کسی کا بادشاہ ہونا بھی بہت ضروری تھا، کیوں کہ بعد میں آنے والے بادشاہ اگر کسی کو نمونہ بنا کر چلنا چاہیں تو " اصحابي کالنجوم " کے لحاظ سے عمرؓ وعثمانؓ کا اتباع تو نہیں کرسکتے۔ چناں چہ مامون الرشید جب خلیفہ بنا تو اُس نے پوچھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کیسے کرتے تھے؟ بتایا گیا کہ ایسے کرتے تھے، تو کہنے لگا کہ یہ تو میرے بس میں نہیں ہے، پھر پوچھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلافت کیسے کرتے تھے؟ تو بتایا گیا کہ ایسے کرتے تھے، تو کہنے لگا کہ یہ بھی میرے بس میں نہیں ہے، پھر پوچھا کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ خلافت کیسے کرتے تھے؟ بتایا گیا کہ ایسے کرتے تھے، تو کہنے لگا کہ یہ بھی میرے بس میں نہیں ہے، پھر پوچھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلافت کیسے کرتے تھے؟ بتایا گیا کہ ایسے کرتے تھے، تو کہنے لگا کہ یہ بھی میرے بس میں نہیں ہے، پھر پوچھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کیسے کرتے تھے؟ بتایا گیا کہ ایسے کرتے تھے، تو کہنے لگا کہ یہ تو میں بھی کرلوں گا۔ تو کسی صحابی کا بادشاہ ہونا بھی ضروری تھا، تاکہ اگر کوئی بادشاہ

---

[1] (النّاهية عن طعن معاوية للفرهاروي: ص ٤٠، ١٠٤ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

اللہ کو راضی کرنا چاہے ایک نمونہ موجود ہو، تو اللہ تعالیٰ نے بادشاہت کی ابتداء بھی صحابہ سے کروائی، اور انتخاب اُس شخص کا فرمایا جو شرافت میں بنو ہاشم کے بعد اُن کا نمبر تھا بنو اُمیہ، دوسرا اُس شخص کا انتخاب فرمایا جو اُنیس برس پہلے حکومت کا تجربہ حاصل کر چکا تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو ملک شام کا گورنر بنایا، جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخیافی (ماں شریک) بھائی تھے، لیکن جب اُن کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُن کی جگہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر بنادیا، حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ امیر المؤمنین! شام کا پھر کس کو امیر بنایا ہے؟ تو اُنہوں نے فرمایا کہ تمہارے بیٹے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو، کہا جزاک اللہ خیرا وصلت الرحم، اللہ تمہارا بھلا کرے تم نے صلہ رحمی کی ہے، پھر جب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اُنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلسل بارہ سال شام کا امیر بنائے رکھا، تو چھ سال پہلے حضرت عمر کے زمانے میں امیر بن چکے تھے تو اُن کو حکومت کا تجربہ تھا کہ حکومت چلائی کیسے ہے، حکومت کو چلانے کا خاندانی طور پر بھی بیج تھا اندر اور عملی طور پر بھی اٹھارہ برس اُنہوں نے حکومت کر لی تھی اور خلافت ختم ہو رہی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کو حکومت عطا فرمائی جو حکومت اور بادشاہت کے لائق تھا اُس کے قابل تھا۔"

حضرت معاویہؓ دیگر اصحابِ رسول کے لئے پردہ ہیں!:

پھر انجینئر محمد علی مرزا کا صحیح مسلم کی روایت " فو الله ما الفقر أخشي عليكم " میں لفظ "عـلـيـكـم" کی تشریح سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بغض وعناد کے نشے میں مخمور ہو کر

تمام اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے صرف ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہ'' ہی کو مراد لینا جہاں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صریح اور بدترین توہین وتنقیص ہے تو وہیں موصوف کی جہالت وسفاہت اور اُن کی کم علمی و کور چشمی کا بھی بیّن ثبوت ہے۔

حضرت ربیع بن نافع رحمہ اللہ کا حوالہ:

حضرت ربیع بن نافع رحمہ اللہ نے کتنی سچی بات فرمائی تھی:

"معاوية ستر لأصحاب محمد صلي الله عليه وسلم فاذا كشف الرجل الستر اجترأعلي ماوراته ."[1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پردہ ہیں۔ پس جب کوئی شخص (اِس) پردے کو وا کردے گا تو وہ اُن کے ماوراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی جری ہو جائے گا۔

انجینئر محمد علی مرزا کو کھلا چیلنج:

علمائے اہل سنت نے تصریح کی ہے کہ قرآنِ مجید میں عموماً جہاں کہیں بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا احادیث مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب ہوا ہے تو اگرچہ اُس خطاب کے اصل مخاطب وہی حضرات ہیں لیکن اُس کے عموم میں قیامت تک آنے والے تمام لوگ مراد ہیں۔ ہمارا چیلنج ہے انجینئر موصوف کو وہ علمائے اہل سنت میں سے کسی ایک عالم سے بھی یہ ثابت کردیں کہ اِس لفظ سے صرف حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی جماعت مراد ہے باقی تا قیامت آنے والی تمام عالم انسانیت اِس خطاب سے مستثنیٰ ہے۔

اور اگر بالفرض تھوڑی دیر کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ کے اِس فرمان کے اصل مخاطب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں تب بھی ہم یہ دعویٰ ڈنکے کی چوٹ پر کرتے ہیں کہ یہ بات کسی ایک بھی صحیح و مستند روایت سے ہرگز ثابت نہیں کی جاسکتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایک بھی بالخصوص حضرت

---

[1] (تاريخ بغداد للخطيب البغدادي : ج ۱ ص ۲۰۹ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

معاویہ رضی اللہ عنہ دُنیوی عیش وعشرت اور تنعم نشاط سے مخمور ہو کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا وعید کے مرتکب ہو کر اِس خدشے کا مصداق ٹھہرے ہوں۔

" ھاتوا برھانکم ان کنتتم صادقین ."

انجینئر محمد علی مرزا کو ایک خیر خواہانہ نصیحت:

لہٰذا انجینئر محمد علی مرزا صاحب سے ہماری درمندانہ وعاجزانہ درخواست ہے کہ خدارا! قرآن وحدیث واقوالِ سلف میں اپنی طرف سے بریکٹ لگانے کے بجائے چودہ سو سال سے چل کر آنے والے مسلک علمائے اہل سنت کی پیروی کو لازمی پکڑیں، اُن کے علم وتحقیق پر عمل درآمد کریں اور اپنی ری تحقیق وری سرچ کو اُن کے علم کے تابع کریں اور اپنے ایمان واعمالِ صالحہ کو بچانے کی فکر کریں۔

کلمہ "لاأشبع الله بطنه" کا الزام

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ریسرچ پیپرز "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر ۲۷ صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" کے تیسرے باب: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وفات سے ایک مہینہ قبل مستقبل میں ہونے والے حکومتی بگاڑ سے متعلق غیبی خبریں دے دی تھی!" کے ذیل میں "صحیح مسلم" اور "دلائل النبوة للبیهقي" کی ایک روایت کے حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ بددُعاء دی تھی کہ:

"اللہ تعالیٰ اُس کا شکم کبھی سیر نہ کرے!"

چناں چہ انجینئر موصوف لکھتے ہیں:

"سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر (پیار سے) مجھے گدی پر ہلکی سی ضرب لگائی اور فرمایا: "جاؤ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ!" سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں گیا اور (واپس آکر) بتایا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کچھ دیر بعد) پھر فرمایا: "جاؤ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ!" میں پھر سے گیا اور آکر بتایا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ اُس (معاویہ رضی اللہ عنہ) کا پیٹ سیر نہ کرے!" دلائل النبوۃ کی

حدیث کے راوی سیدنا ابوحمزہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "اُن (معاویہ رضی اللہ عنہ) کا پیٹ کبھی سیر نہ ہو سکا!" پھر امام بیہقی رحمہ اللہ اسی حدیث کے ساتھ لکھتے ہیں: "راوی (سیدنا ابوحمزہ رحمہ اللہ) کے یہ الفاظ اِس بات کی دلیل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق کی ہوئی) دُعاء قبول ہوگئی۔"[1]

مسند احمد کی روایت میں "لا أشبع الله بطنه" کے الفاظ نہیں ہیں!:

یہ روایت مسند احمد میں بہ سند حسن اِس طرح وارد ہوئی ہے:

"حدثنا بكر بن عيسي أبو بشر الراسبي حدثنا أبو عوانة عن أبي حمزة قال سمعت ابن عباس يقول كنت غلاما أسعي مع الغلمان فالتفت فاذا بنبي الله صلي الله عليه وسلم خلفي مقبلا فقلت ماجآء نبي الله صلي الله عليه وسلم الا الي قال فسعيت حتي أختبئ ورآء باب دار قال فلم أشعر حتي تناولني فاخذ بقفاي فحطاني حطأة فقال اذهب فادع لي معاوية قال وكان كاتبه فسعيت فأتيت معاوية فقلت أجب نبي الله صلي الله عليه وسلم فانه علي حاجة."[2]

ترجمہ: ابوحمزہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں لڑکا تھا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، پس میں نے چہرہ پھیر کر دیکھا تو اچانک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے

---

[1] (صحيح المسلم: ٦٤٠٩، ٦٦٢٨) و (دلائل النبوة للبيهقي: ٢٥٠٦ بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر ۲۷ صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں: ص ۱۳)

[2] (مسند أحمد: ج٥ ص٢١٧ ح٦١٦١، ٥١٠٤، ٣١٠٤، ٣١٣٠ (اسناده حسن) ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

پیچھے سے تشریف لارہے ہیں، تو میں نے (دل میں) کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو میری ہی طرف تشریف لارہے ہیں، کہتے ہیں کہ پھر میں بھاگا یہاں تک کہ میں گھر کے دروازے کے پیچھے چھپ گیا، کہتے ہیں کہ پھر مجھے پتا نہیں چلا یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے مجھے پالیا، پھر آپ نے میری گدی پکڑی اور (اُس پر پیار سے ہلکی سی) ضرب لگائی اور فرمایا کہ جاؤ اور معاویہؓ کو میرے پاس بلا کر لاؤ! راوی کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے! چناں چہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف گیا اور کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو بلا رہے ہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کام درپیش ہے! (ترجمہ ختم)

اصل واقعہ میں راوی کے تصرفات:

اِس روایت میں نہ تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بار بار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کرنا وارد ہوا ہے اور نہ ہی مذکورہ بالا کلمہ: "لا اشبع اللہ بطنہ" اِس روایت سے مذکور ہے، جس سے اصل واقعہ کے متعلق شکوک وشبہات نے جنم لیا ہے، اِس لئے بہ ظاہر اِس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اصل واقعہ صرف اُتنا ہی ہے جتنا کہ مسند احمد میں مذکور ہے، باقی چیزیں راوی کے تصرفات کے زُمرے میں آتی ہیں، جو اُس نے اپنی طرف سے اصل واقعہ میں بڑھا دی ہیں۔

ابوحمزہ القصاب میزانِ جرح وتعدیل میں:

اوّلاً تو اِس وجہ سے کہ اِس روایت کا بنیادی راوی عمران بن ابی عطاء الاسدی الواسطی القصاب ابوحمزہ ہے، جس کو بعض علماء نے "ثقہ" اور بعض نے "ضعیف" قرار دیا ہے۔

ابوحمزہ القصاب کی "توثیق" کرنے والے علماء:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

"ليس به بأس صالح الحديث." [1]

ترجمہ: اُن میں کوئی برائی نہیں وہ صالح الحدیث ہیں۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ثقة" [2]

ترجمہ: ثقہ ہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (التوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

"هو قليل الحديث صدوق" [3]

ترجمہ: وہ قلیل الحدیث ثقہ ہیں۔

موصوف ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"وقد وثق" [4]

ترجمہ: اور اُن کی توثیق کی گئی ہے۔

---

[1] (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ج ٦ ص ٣٠٢ تر ١٦٨١ ط مجلس دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد دكن الهند) و(تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي: ج ٢٢ ص ٣٤٣ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و(ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي: ج ٣ ص ٢٣٩ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان) و(تهذيب التهذيب لابن حجر: ج ٨ ص ١٣٥ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[2] (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ج ٦ ص ٣٠٢ تر ١٦٨١ ط مجلس دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد دكن الهند) و(تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي: ج ٢٢ ص ٣٤٣ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و(ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي: ج ٣ ص ٢٣٩ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان) و(تهذيب التهذيب لابن حجر: ج ٨ ص ١٣٥ مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[3] (سير أعلام النبلاء للذهبي: ج ٥ ص ٣٨٧ ط دار الحديث القاهرة)

[4] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي: ج ٣ ص ٢٣٩ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان)

ابوحمزہ القصاب پر "جرح" کرنے والے علماء:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

"صدوق له أوهام" [1]

ترجمہ: صدوق ہیں اُن کے اوہام ہیں۔

امام عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے "ابوحمزہ القصاب" کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

"ليس بقوي" [2]

ترجمہ: وہ قوی نہیں ہیں۔

امام ابوزرعہ الدمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لين" [3]

ترجمہ: وہ "لین" ہیں۔

علامہ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا يتابع علي حديثه" [4]

---

[1] (تقريب التهذيب لابن حجر: ج ۱ ص ۴۳۰ تر ۵۱۶۰ ط دار الرشيد سوريا)

[2] (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ج ٦ ص ۳۰۲ تر ۱٦۸۱ ط مجلس دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد دكن الهند)

[3] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي: ج ۳ ص ۲۳۹ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان) و (مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار للعيني: ج ۲ ص ۴۱۳ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (تهذيب التهذيب لابن حجر: ج ۸ ص ۱۳۵ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند) و (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ج ٦ ص ۳۰۲ تر ۱٦۸۱ ط مجلس دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد دكن الهند) و (تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي: ج ۲۲ ص ۳۴۳ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[4] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي: ج ۳ ص ۲۳۹ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان)

امام ابو حاتم اور امام نسائی رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

" ليس بقوي " [1]

ترجمہ: وہ قوی نہیں ہیں۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" ليس بذک هو ضعيف " [2]

ترجمہ: ثقہ نہیں وہ ضعیف ہیں۔

امام مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

" ليس بذاک وضعفه " [3]

ترجمہ: وہ ثقہ نہیں ہیں اور ان کو ضعیف کہا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" ليس صالح الحديث " [4]

---

[1] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي : ج ۳ ص ۲۳۹ ط دار المعرفة للطباعة و النشر بيروت) و (مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار للعيني : ج ۲ ص ٤١٣ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (تهذيب التهذيب لابن حجر : ج ۸ ص ۱۳۵ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند) و (تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي : ج ۲۲ ص ۳٤۳ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[2] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي : ج ۳ ص ۲۳۹) و (تهذيب التهذيب لابن حجر : ج ۸ ص ۱۳۵ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند) و (تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي : ج ۲۲ ص ۳٤۳ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[3] (بحر الدم فيمن تكلم فيه الامام أحمد بمدح أو ذم لابن المبرد : ج ۱ ص ۱۲۱ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[4] (مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار للعيني : ج ۲ ص ٤١۳ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ترجمہ: وہ "صالح الحدیث" نہیں ہیں۔

اِس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابوحمزہ القصاب کی بعض ماہرینِ فن اسماء الرجال نے "تعدیلِ مبہم" کی ہے اور بعض علماء (امام ابوزرعہ الدمشقی رحمہ اللہ) نے اُس پر "جرحِ مفسر" کی ہے کہ ابوحمزہ القصاب کی حدیث پر متابعت نہیں کی گئی ہے، جیسا کہ یہاں پر بھی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اُس نے جو روایت حدیث نقل کی ہے، اُس پر اُس کا کوئی متابع نہیں پایا جاتا اور یہ روایت حدیث اِس کے علاوہ کسی دوسرے سے منقول نہیں ہے۔

چناں چہ امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

"وليس له عن ابن عباس عن النبي صلي الله عليه وسلم غير هذا الحديث ...... هذا القصاب فله في مسلم هذا الحديث وحده ولا ذكر له في البخاري."[1]

ترجمہ: ابوحمزہ القصاب کی اِس کے علاوہ کوئی حدیث عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں ہے......اِس قصاب کی اکیلی یہی روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔ اور صحیح بخاری میں اِس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ (ترجمہ ختم)

بلکہ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "دلائل النبوة" میں اور علامہ بلاذری رحمہ اللہ نے "أنساب الأشراف" میں خود ابوحمزہ القصاب کا قول نقل کیا ہے کہ:

"قال أبو حمزة فكان معاوية بعد ذلك لايشبع."[2]

اِس سے بھی واضح اور صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ: "لا اشبع الله بطنه" سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر "پُرخوری" و "بسیار خوری" کا طعن قائم کرنے اور آگے اِس کی نشر و

---

[1] (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج (شرح النووي : ج ١٦ ص ١٥٥ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

[2] (دلائل النبوة للبيهقي : ج ٦ ص ٢٤٢، ٢٤٣ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (أنساب الأشراف للبلاذري : ج ٤ ص ١٠٦ ط دار الفكر دمشق)

اشاعت کرنے میں یہی راوی شریک کار ہے اور یہ اُس کا متفردانہ قول ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نا قابل اعتناء ہے۔

ابوحمزہ القصاب ضعیف راوی ہے!:

بہر حال ابوحمزہ القصاب کے بارے میں ماہرین فن اسماء الرجال سے "تعدیل مبہم" اور "جرحِ مفسر" دونوں منقول ہیں، اور ایسی صورت میں اُصول یہ ہوتا ہے کہ "تعدیل مبہم" کے مقابلے میں "جرحِ مفسر" کو راجح مان کر راوی کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے، لہٰذا ماہرین فن اسماء الرجال کے اِس اُصول کے پیش نظر ابوحمزہ القصاب ضعیف راوی ہے۔ اور کسی ضعیف راوی کی "طعن" کسی صحابی کے بارے میں معتبر نہیں ہوتا، لہٰذا ابوحمزہ القصاب کا کلمہ: "لا اشبع الله بطنه" کے ذریعے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر "پُرخوری" و "بسیار خوری" کا "طعن" قائم کرنا بھی قابل اعتبار نہیں ہوگا۔

کلمہ "لا أشبع الله بطنه" کی دوسری توجیہ:

دوسری توجیہ اِس کی یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام ومرتبہ، آپ کے اخلاقِ عالیہ اور آپ کی شانِ نبوت کے پیش نظر یہ بات انتہائی مستبعد اور نادر معلوم ہوتی ہے کہ آپ ایک فعل مباح اور جائز امر پر بغیر کسی قصور اور غلطی کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کو بھی بد دُعاء دیں یا اُس سے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمائیں، چہ جائے کہ ایک جلیل القدر صحابی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا کچھ ارشاد فرمائیں، لیکن بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ کی "لا اشبع الله بطنه" کی بد دُعاء دی بھی تھی تو اُس کا جواب یہ ہے کہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعاء بھی مانگی تھی کہ: اے اللہ! میں تو ایک بشر ہوں راضی ہوتا ہوں جیسے دوسرے لوگ راضی ہوتے ہیں۔ اور غصہ ہوتا ہوں جیسے دوسرے لوگ غصہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں نے اپنی اُمت میں سے جس کسی شخص کے بارے میں بھی لعنت کی ہو یا اُس کو برا بھلا کہا ہو یا اُس کو بد دُعاء دی ہو یا اُس کو کوڑے سے مارا ہو یا اُس کو اذیت پہنچائی ہو اور وہ اُس کا اہل نہ ہو تو اِن چیزوں کو اُس شخص کے حق میں

طہارت و پاکیزگی، اجر و رحمت اور کفارہ اور اپنے قرب کا ذریعہ بنا دے جس سے وہ قیامت کے دن تیرا قرب حاصل کر سکے۔

صحیح بخاری کا حوالہ:

چناں چہ صحیح بخاری میں آتا ہے:

"حدثنا أحمد بن صالح حدثنا ابن وهب قال أخبرني يونس عن ابن شهاب قال أخبرني سعيد بن المسيب عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه سمع النبي صلي الله عليه وسلم يقول اللهم فأيما مؤمن سببته فاجعل ذلک له قربة اليک يوم القيامة."[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! جس کسی مؤمن کو میں نے برا بھلا کہا ہو تو اِس کو اُس کے لئے قیامت کے دن اپنی طرف قربت (کا ذریعہ) بنا دیجئے! (ترجمہ ختم)

صحیح مسلم کا حوالہ:

اسی طرح صحیح مسلم میں آتا ہے:

"حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا المغيرة يعني بن عبد الرحمان الحزامي عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة أن النبي صلي الله عليه وسلم قال اللهم اني اتخذ عندک عهدا لن تخلفنيه فانما أنا بشر فأي المؤمنين آذيته شتمته لعنته جلدته فاجعلها له صلاة و زكاة وقربة تقربه بها اليک يوم القيامة."[2]

---

[1] (صحيح البخاري: ج۸ ص ۷۷ ح ٦٣٦١ ط دار طوق النجاة)

[2] (صحيح المسلم: ج ٤ ص ٢٠٠٨ ح ٢٦٠١ ط دار الوطن الرياض السعودية)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے یہ دُعاء مانگی کہ: ''اے اللہ! میں آپ سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں آپ اُس کو میرے حق ضرور پورا فرما دیجئے! کیوں کہ میں تو ایک انسان ہوں لہٰذا جس مؤمن کو میں نے اذیت دی ہو، اُس کو شتم کیا ہو، اُس کو لعنت کی ہو اُس کو مارا ہو، آپ اُس شخص کے حق میں رحمت و پاکیزگی اور قربت کا ذریعہ بنا دیجئے جس کی یہ دولت آپ اُس کو قیامت کے دن اپنا قرب عطا فرمائیں۔ (ترجمہ ختم)

چناں چہ امام مسلم رحمہ اللہ کا زیر بحث روایت پر:

''باب من لعنه النبي صلي الله عليه وسلم او سبه اودعا عليه وليس هو اهلا لذلك كان له زكاة واجرا ورحمة.''

کا عنوان قائم کرنا ہمارے اِس دعوے پر شاہد عدل ہے۔

شکم معاویہؓ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاء:

باقی رہی یہ بات کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دُعاء کے مستحق تھے یا نہیں؟ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ کی اِس بد دُعاء کے اہل شمار نہیں ہوتے، کیوں امام بخاری رحمہ اللہ نے اُن کے ''شکم مبارک'' کے حق میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ کی دُعاء کا یہ واقعہ بھی نقل فرمایا ہے کہ:

''كان معاوية ردف النبي صلي الله عليه وسلم فقال يا معاوية مايليني منك قال بطني قال اللهم املأه علما وحكما.''[1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ عنہ کے پیچھے سوار تھے تو آپ نے اُن سے دریافت فرمایا کہ تمہارا کون سا حصہ

[1] (التاريخ الكبير للبخاري: ج ٤ ص ١٨ ط دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد الدكن الهند)

میرے قریب ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرا شکم!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعاء دی کہ اے اللہ! معاویہؓ کے شکم کو علم وحلم
سے پُر فرمادے! (ترجمہ ختم)

تاخیر فی الطعام شرعاً واخلاقاً غیر قبیح ہے!:

اِس سے معلوم ہوا کہ بالفرض اگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو "لا اشبع اللہ بطنہ" کے ذریعے "پُرخوری" و "بسیار خوری" کی بددُعاء دی بھی تھی تو وہ غیر ارادی طور پر دی ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ اُس کے اہل نہ تھے، اِس لئے کہ کھانے میں زیادہ دیر لگانا نہ شرعاً قبیح ہے اور نہ ہی اخلاقاً بُرا ہے، اِس لئے اِس تصریح کے بعد بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددُعاء کا مصداق سمجھنا حقیقی شقی القلبی اور ازلی بدبختی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

ناقدین معاویہؓ کی اندھیر نگری:

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین حضرات کی یہ بے انصافی بھی انتہائی قابلِ تعجب ہے کہ اُن کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے شکم مبارک کے خلاف تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بددُعا نظر آتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو " لا اشبع اللہ بطنہ " کے ذریعے پُرخوری و شکم سیری کی بددُعاء دی ہے، لیکن اُن کے شکم مبارک کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاء اُن کو ہرگز نظر نہیں آتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے شکم مبارک کو علم وحلم سے پُر ہو جانے کی دُعاء دی ہے۔

سچ ہے کہ:

" بغضک الشئ یعمي ویصم. "

کلمہ "لااشبع اللہ بطنہ" کی تیسری توجیہ:

اکابر حضرات محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے "لا اشبع اللہ بطنہ" وغیرہ جیسے کلمات (ثکلتک امک وعقري حلقي وتربت یداک و قاتلہ اللہ ما اشجعہ

وثكلته ولا أب لک ولا أم لک وهوت أمه ولا أرض لک وغيره) کے محامل ذکر کرتے ہوئے اِنہیں زبان زد عام محاورات اور غیر ارادی کلمات کے تحت شمار کیا ہے، جس کا مقصد ہے کہ عام محاورات اور بول چال میں ایسے کلمات بغیر کسی قصد وارادے کے عامۃ الناس کے منہ سے صادر ہوتے رہتے ہیں جن سے مخاطب کی تادیب وتنبیہ اور زجر وتوبیخ کے علاوہ اُس کے حق میں اجر وثواب اور رحمت وبرکت کی دُعا بھی مقصود ہوتی ہے، اُن کا حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ایسے الفاظ کے ساتھ کوئی آدمی قسم بھی کھا لے تو وہ "یمین لغو" تصور کی جائے گی، جس کا کرنا ضروری نہیں اور چھوڑنے پر کفارہ نہیں۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ خطابی رحمہ اللہ (التوفی ۳۸۸ھ) لکھتے ہیں:

"وهم يطلقونها (أي كلمة تربت يداه) في كلامهم وهم لايريدون وقوع الأمر كما قالوا عقري حلقي." [1]

ترجمہ: عرب لوگ کلمہ ("تربت يداه" بمعنی اُس کے ہاتھ خاک آلود ہوں) کا اپنے کلام میں اطلاق کرتے ہیں، اور واقعۃ الامر میں مراد نہیں لیتے، جیسا کہ کہتے ہیں "عقري حلقي" بمعنی بانجھ، سرمنڈی۔

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (التوفی ۴۴۹ھ) لکھتے ہیں:

"وقال الأصمعي في تفسير الحديث ...... وانما أرادبه الاستحثاث كما يقول الرجل أنج ثكلتك أمك اذا استعجلته وأنت لاتريد أن تثكله أمه وقال ابن قتيبة وهذا من باب الدعاء الذي لايراد به الوقوع." [2]

---

[1] (معالم السنن شرح سنن أبي داؤد للخطابي: ج ١ ص ٦٨ ط المطبعة العلمية حلب)

[2] (شرح صحيح البخاري لابن البطال: ج ٧ ص ١٨٧ ط مكتبة الرشد الرياض السعودية)

ترجمہ: امام اصمعی رحمہ اللہ حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس (کلمہ) سے اُبھارنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے آدمی کہے: "تیز چل تیری ماں تجھے گم کرے!" جب تو اُس سے جلدی چاہتا ہو اور تیرا یہ ارادہ نہ ہو کہ اُس کی ماں اُس کو گم کردے۔ امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ دُعاء کے باب میں سے ہے اور اِس سے بد دُعاء کا واقع ہونا مراد نہیں ہوتا۔ (ترجمہ ختم)

علامہ عینی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

" وقد يطلقونها (أي تربت يداه) في كلامهم وهم لايريدون وقوع الأمر كما قالوا عقري حلقي فان هذا الباب لما كثر في كلامهم ودام استعمالهم في خطابهم صاد عندهم بمعني اللغو كقولهم لا والله وبلي والله وذلک من لغو اليمين الذي لا اعتبار به ولا كفارة عليه ." ؎

ترجمہ: عرب لوگ کبھی اِس کلمہ (تربت یداہ) بمعنی اُس کے ہاتھ خاک آلود ہوں) کا اپنے کلام میں اطلاق کرتے ہیں اور واقعۃ الامر میں مراد نہیں لیتے، جیسا کہ کہتے ہیں "عقري حلقي" بمعنی بانجھ، سر منڈی۔ کیوں کہ یہ باب جب اُن کے کلام میں بہ کثرت ہو جاتا ہے اور اُن کے خطاب میں اِس کا استعمال ہمیشگی اختیار کرلیتا ہے تو اُن کے نزدیک اِس کا معنی "لغو" ہو جاتا ہے، جیسا کہ عربوں کا قول ہے: "لا واللہ!" یعنی نہیں اللہ کی قسم اور "بلي واللہ" یعنی ہاں اللہ کی قسم! اور یہ یمین لغو ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی اِس پر کفارہ آتا ہے۔

؎ (شرح سنن أبي داؤد للعيني : ج۱ ص ۴۴۰ ط مكتبة الرشد الرياض السعودية)

علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح علامہ شرف الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۲۹ھ) لکھتے ہیں:

”فان هذا الباب لما كثر في كلامهم و أدام استعماله في مجاري استعمالهم صار عندهم بمعني اللغو وذلك من لغو اليمين الذي لا اعتبار به ولا كفارة عليه .“[1]

ترجمہ: کیوں کہ یہ باب جب عرب لوگوں کے کلام میں بہ کثرت ہو جاتا اور اُس کا استعمال اُن کے استعمال کی جاری ہونے کی جگہوں میں ہمیشگی اختیار کر لیتا ہے تو اُن کے نزدیک اِس کا معنیٰ ”لغو“ ہو جاتا ہے۔ اور یہ یمین لغو کی ایک قسم بن جاتا ہے جس کا نہ کوئی اعتبار ہے اور نہ ہی اُس پر کوئی کفارہ آتا ہے۔

علامہ ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح علامہ ابن اثیر الجزري رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وكثيرا ترد للعرب ألفاظ ظاهرها الذم وانما يريدون بها المدح كقولهم لا أب لك ولا أم لك وهوت أمه ولا أرض لك .“[2]

ترجمہ: اہل عرب کے اکثر الفاظ ایسے وارد ہوتے ہیں جن کا ظاہر ”ذم“ ہوتا ہے اور وہ جو ہیں اُس سے ”مدح“ مراد لیتے ہیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں: لا أب لك ولا أم لك بمعنی تیرے ماں باپ نہیں ہیں اور ”هوت أمه“ بمعنی اُس کی ماں نے بچہ گم کر دیا اور ”لا أرض لك“ بمعنی تیری کوئی زمین نہیں ہے۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (عون المعبود شرح سنن أبي داؤد للعظيم آبادي : ج ۱ ص ۲۲٤ ط دار الكتب العلمية بيروت)

[2] (شرح سنن أبي داؤد للعيني : ج ۱ ص ٤٤٠ ط مكتبة الرشد الرياض السعودية)

امام سیوطی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی) لکھتے ہیں:

"وانما هي (أي الحلف بأبيه) كلمة جرت عادة العرب أن تدخلها في كلامها غير قاصدة بها حقيقة الحلف كقولهم تربت يداه وقاتله الله ."[۱]

ترجمہ: اور یہ جو کلمہ ہے (یعنی باپ کی قسم کھانے کا) تو یہ اہل عرب کی عادت بن کر جاری ہو گیا کہ انہوں نے اِس سے حقیقی قسم کا قصد کئے بغیر اِس کو اپنے کلام میں داخل کرلیا ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں "تربت یداہ" بمعنی اُس کے ہاتھ خاک آلود ہوں اور "قاتلہ اللہ" بمعنی اللہ تعالیٰ اُس کو قتل کرے یا اُس پر لعنت کرے۔ (ترجمہ ختم)

امام نووی رحمہ اللہ کا حوالہ:

شارحِ مسلم امام نووی شافعی رحمہ اللہ (المتوفی) لکھتے ہیں:

"و علي كل قول فهي كلمة (أي عقري حلقي) كان أصلها ماذكرناه ثم اتسعت العرب فيها فصارت تطلقها ولا تريد حقيقة ما وضعت له أولا ونظيره تربت يداه وقاتله الله ما أشجعه وما اشعره ."[۲]

ترجمہ: اور بہر قول یہ کلمہ "عقري حلقي" بمعنی وہ بانجھ ہو، وہ سر منڈی ہو) اِس کی اصل وہ ہے جو ہم نے ذکر کردی ہے۔ پھر اہل عرب نے اِس میں وسعت اختیار کرلی اور اِس کا اطلاق کرتے ہیں اور اِس کی حقیقت مراد نہیں لیتے جس کے لئے اوّلاً اِس کو وضع کیا گیا ہے۔

---

[۱] (الديباج شرح صحيح مسلم بن الحجاج للسيوطي: ج ۱ ص ۱۲ ط دار ابن عفان للنشر والتوزيع المملكة العربية السعودية)

[۲] (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج للنووي: ج ۸ ص ۱۵۴ ط دار احياء التراث العربي بيروت)

اور اس کی نظیر "تربت یداہ" بمعنی اُس کے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ اور "قاتله الله ما أشجعه و ما أشعره" بمعنی اللہ اُس کا بھلا کرے وہ کس قدر شجاع و بہادر اور کس قدر مشہور و معروف ہے۔[1]

ملا علی قاری رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

"ثم هذا (أي عقري حلقي) وأمثال ذلك مثل تربت يداه و تكلته أمه مما يقع في كلامهم للدلالة علي تهويل الخبر و أن ما سمعه لا يوافقه لا للقصد الي وقوع مدلوله الأصلي و الدلالة علي التماسه."[2]

ترجمہ: پھر یہ کلمہ: "عقري حلقي" بمعنی وہ بانجھ ہو، وہ سر منڈی ہو) اور اس جیسے دیگر کلمات جیسے "تربت یداہ" بمعنی اُس کے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ اور "تکلته أمه" بمعنی اُس کی ماں اُس کو گم کرے جو اہل عرب کے کلام میں واقع ہوتے ہیں ڈراونی خبر پر دلالت کرنے کے لئے آتے ہیں اور اس بات کے لئے بھی آتے ہیں کہ جو اُس نے سنا ہے وہ اُس کی موافقت نہ کرے۔ اِس مقصد کے لئے نہیں آتے کہ وہ اس کے مدلولِ اصلی اور اِس کے التماس پر دلالت کے وقوع کی طرف قصد کرے۔ (ترجمہ ختم)

ملا علی قاری رحمہ اللہ کا دوسرا حوالہ:

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) مزید لکھتے ہیں:

"وقد يطلقونها (أي كلمة تربت يداه)

---

[1] یہ کلمہ موقع استحسان پر کہا جاتا ہے اور مراد اِس سے مدح ہے نہ کہ قتل کی دُعاء۔ (مصباح اللغات: ۶۵۸)

[2] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح للقاري : ج ٥ ص ١٨٤٢ ط دار الفكر بيروت لبنان)

ولایریدون وقوع ذلک ...... وقیل قیامه کان للمبادرة الي الطاعة والمسارعة الي الاجابة معني تربت يداه لله دره ما أحلاه ."[1]

ترجمہ: اور کبھی اہل عرب کلمہ (تربت یداہ) کا اطلاق کرتے ہیں اور اِس کا وقوع مراد نہیں لیتے ...... اور کہا گیا ہے کہ اُن (یعنی حضرت بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ) کا قیام اطاعت کی طرف آگے بڑھنے اور اجابت کی طرف جلدی کرنے کے لئے تھا تو تربت یداہ کا معنی ہوگا کہ اللہ ہی کے لئے اُس کی خوبی کہ اُس نے کتنا اچھا کام کیا۔ (ترجمہ ختم)

اسی طرح آج کل ہمارے پٹھان بھائی کسی بڑے عالم اور کسی خوب صورت مسجد کو دیکھ کر کہتے ہیں:

"کافر ملا و ظالم مسجد۔"

ترجمہ: یہ کافر مولوی ہے اور یہ ظالم مسجد ہے۔

تو اِس سے بھی اِس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا کہ واقعی فلاں عالم کافر ہے اور فلاں مسجد ظالم ہے، بلکہ اِس سے اِن دونوں کی مدح و تعریف مقصود ہوتی ہے کہ فلاں بہت بڑا عالم ہے اور فلاں مسجد بہت خوب صورت ہے۔

خلاصہ یہ کہ کلمہ: "لا أشبع الله بطنه" بھی اسی قسم کا ایک زبان زد عام محاورہ ہے جو ایسے ہی ایک موقع پر جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اکل طعام میں مصروف تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بغیر کسی قصد و ارادے کے صادر ہو گیا، جس سے آپ کا مقصد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو "پُر خوری" و "بسیار خوری" کی بددُعا دینا نہیں، بلکہ اہل عرب کے ایک محاورے کا برمحل استعمال تھا اور بس!

کلمہ "لاأشبع الله بطنه" تاکید الذم بمایشبہ المدح کے قبیل سے ہے!:

بہر حال حقیقت یہ ہے کہ زیر بحث روایت حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی

[1] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح للقاري: ج ٥ ص ١٨٤٢ ط دار الفكر بيروت)

توہین وتنقیص نہیں بلکہ اِس سے تو اُن کی مدح وتعریف اور کمالِ خوش نصیبی ثابت ہورہی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی کتابت وحی پر اس قدر اعتماد اور یقین تھا کہ آپ نے کتابت وحی وانشاء کی گراں قدر خدمت کے سرانجام دینے کے سلسلے میں خصوصی طور پر آدمی بھیج کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی بارگاہِ عالی میں طلب فرمایا اور وہاں اُن سے "وحی" جیسی عظیم اور قابل رشک خدمت حاصل فرمائی۔

مگر:

ہنر بہ چشم عداوت بزرگ تر عیب است
گل است سعدی و در چشم دشمناں خاراست

اکل مال بالباطل وقتل نفس کا الزام

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ریسرچ پیپرز: "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" کے تیسرے باب: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وفات سے ایک مہینہ قبل مستقبل میں ہونے والے حکومتی بگاڑ سے متعلق غیبی خبریں دے دی تھی!'' کے ذیل میں صحیح مسلم کی ایک حدیث کے حوالے سے فن حدیث سے جہالت و لاعلمی کی بناء پر انتہائی غلط اور خلافِ حقیقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ طعن نقل کیا ہے کہ نعوذ باللہ! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے کا مال حرام طریقے سے کھانے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے کا حکم دیتے تھے۔

چناں چہ انجینئر موصوف رقم طراز بہ قلم دراز ہیں:

"(۴۸) صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا عبدالرحمٰن بن عبد رب الکعبہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں آیا تو دیکھا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما ہیں اور اُن کے گرد لوگوں کا ہجوم ہے تو میں بھی اُن کے پاس آ بیٹھا۔ انہوں نے فرمایا: ''ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ سفر میں تھے۔ ایک جگہ پڑاؤ کیا تو کچھ لوگ وہاں اپنے خیمے دُرست کرنے لگ گئے، کچھ تیر اندازی کی مشق میں مشغول ہو گئے، جب کہ کچھ لوگ مویشی چرانے لگے۔ (اسی دوران) اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے صدا لگائی: ''نماز اکٹھا کرنے والی ہے'' (دراصل اِن

الفاظ سے اُس وقت لوگوں کو جمع کیا جاتا تھا) یہ سن کر ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا: ''مجھ سے پہلے بھی ہر نبی کا یہ فرض تھا کہ وہ اپنی اُمت کو اُن کی بھلائی (کے راستے کی خبر) دے اور اُن کو شر (کے راستے) سے خبردار کرے۔ اور تمہاری اِس اُمت (اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی عافیت (خیریت اور بھلائی) کا وقت اُس کا ابتدائی دور ہے۔ بہت جلد اُس کے بعد آنے والے دور میں ایسی مصیبتیں اور (فتنے والی) چیزیں آئیں گی کہ تم اُن سے ناآشنا ہو گے۔ ایسے فتنے اُٹھیں گے کہ ہر نیا آنے والا فتنہ پچھلے سے بدتر ہوگا۔ یہاں تک کہ ایسا فتنہ بھی آئے گا کہ مؤمن کہہ اُٹھے گا کہ اِسی (فتنے) میں میری موت ہوگی، مگر وہ فتنہ چھٹ جائے گا۔ پھر ایسا فتنہ آئے گا کہ مؤمن پکار اُٹھے گا کہ یہ سب سے بڑھ کر ہے، لہٰذا جو چاہے کہ اُسے جہنم سے دور ہٹایا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے، تو اُس کہ اِس حال میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر (کامل اور حقیقی) ایمان رکھتا ہو، اور لوگوں کے ساتھ وہی برتاؤ کرے جو وہ لوگوں سے اپنے حق میں کروانا چاہتا ہے۔ اور جو امام (وقت کے حکمران) کی بیعت کرلے اور دل و جان سے اطاعت قبول کر لے اُس سے جہاں تک ہو سکے اطاعت کرنی چاہیے۔ پھر اگر کوئی آکر اُس (پہلے حاکم) سے (اقتدار کے لئے) جھگڑا کرے، تو دوسرے (مدعی اقتدار) کی گردن ماردو۔ عبدالرحمٰن بن عبد رب الکعبہ تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ (یہ حدیث سن کر) میں اُن (حدیث بیان کرنے والے صحابی سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) کے قریب ہوا اور عرض کی میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ نے کیا یہ ساری باتیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں؟ (میرے اِس سوال پر) اُنہوں نے اپنے دونوں ہاتھ

کانوں اور دل پر لے جا کر کہا ہاں میرے کانوں نے (خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس حدیث کو) سنا اور میرے دل نے اسے محفوظ کر لیا۔ پھر میں نے عرض کی (آپ ہمیں امیر کی اطاعت پر اُبھار رہے ہیں، جب کہ ہمارا حکمران اور) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے اموال حرام طریقے سے کھائیں اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں (یعنی مسلمانوں سے لڑیں) حالاں کہ اللہ تعالیٰ تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ اپنے اموال آپس میں حرام طور پر کھاؤ سوائے اِس کے کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے [النساء : ۲۹] (میرا یہ سوال سن کر) وہ (سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) کچھ دیر تک تو خاموش رہے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی اطاعت (کے کاموں) میں اُن (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی (کے کاموں) میں اُن کی نافرمانی کرو۔ [1]

صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں جرح ونقد کے الفاظ نہیں ہیں!:

امام مسلم رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر کبار محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی روایت ہذا کو اپنی اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے، لیکن اُن میں مذکورہ بالا قابل اعتراض الفاظ: '......یأمرنا أن نأكل أموالنا بالباطل ونقتل أنفسنا" مذکور نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیے:

سنن ابی داؤد کا حوالہ:

سنن ابی داؤد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"حدثنا مسدد حدثنا عيسى بن يونس حدثنا

[1] (صحیح مسلم ج۲ ص۱۲۷ بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں۔ص۱۴)

الأعمش عن زيد بن وهب عن عبد الرحمان بن عبد رب الكعبة عن عبد الله بن عمرو أن النبي صلي الله عليه وسلم قال من بايع اماما فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه فليطعه ما استطاع فان جاء آخر ينازعه فاضربوا رقبة الآخر قلت أن سمعت هذا من رسول الله صلي الله عليه وسلم قال سمعته أذناي و وعاه قلبي قلت هذا ابن عمك معاوية يأمرنا أن نفعل و نفعل قال أطعه في طاعة الله و اعصه في معصية الله ."[1]

سنن نسائی الکبریٰ کا حوالہ:

سنن نسائی الکبریٰ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

" أخبرنا هناد بن السري عن أبي معاوية عن الأعمش عن زيد بن وهب عن عبد الرحمان بن عبد رب الكعبة قال انتهيت الي عبد الله بن عمرو وهو جالس في ظل الكعبة والناس مجتمعون فسمعته يقول بينا نحن مع رسول الله صلي الله عليه وسلم في سفر اذ نزلنا منزلا فمنا من يضرب خبائه اذ نادي مناديه الصلاة جامعة فاجتمعنا فقال رسول الله صلي الله عليه وسلم فخطبنا فقال انه لم يكن نبي قبلي الا كان حقا عليه أن يدل أمته علي مايعلمه خيرا لهم وينذرهم مايعلمه شرا لهم وان أُمتكم هذه جعلت عافيتها في أولها وان آخرها سيصيبهم بلآء وأمور ينكرونها تجئ الفتنة فيقول المؤمن هذه مهلكتي ثم تنكشت ثم تجئ الفتنة فيقول المؤمن هذه هذه ثم تنكشف فمن أحب أن

---

[1] (سنن ابي داؤد : ج ٤ ص ٩٦ ح ٤٨٤٢ المكتبة العصرية صيدا بيروت)

يزحزح عن النار ويدخل الجنة فلتدركه موتته وهو يؤمن بالله واليوم الآخر و اليأت الي الناس الذي يحب أن يؤتي اليه ومن بايع اماما فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه فليطعه ماستطاع۔"[1]

سنن ابن ماجہ کا حوالہ:

سنن ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"حدثنا أبو كريب قال حدثنا أبو معاوية وعبد الرحمان المحاربي و وكيع عن الأعمش عن زيد بن وهب عن عبد الرحمان بن عبد رب الكعبة قال انتهيت الي عبد الله بن عمرو بن العاص وهو جالس في ظل الكعبة والناس مجتمعون عليه فسمعته يقول بينا نحن مع رسول الله صلي الله عليه وسلم في سفر اذ نزل منزلا فمنا من يضرب خبائه ومنا من ينتضل ومنا من هو في جشره اذ نادي مناديه الصلاة جامعة فاجتمعنا فقام رسول الله صلي الله عليه وسلم فخطبنا فقال انه لم يكن نبي قبلي الا كان حقا عليه أن يدل أمته علي مايعلمه خيرا لهم وينذرهم مايعلمه شرا لهم وان أُمتكم هذه جعلت عافيتها في أولها وان آخرهم سيصيبهم بلآء و أمور ينكرونها ثم تجئ فتن يرقق بعضها بعضا فيقول المؤمن هذه مهلكتي ثم تنكشف ثم تجئ فتنة فيقول المؤمن هذه مهلكتي ثم تنكشف فمن سره أن يزحزح عن النار ويدخل الجنة فلتدركه موتته وهو يؤمن بالله واليوم الآخر وليأت الي الناس الذي يحب أن يأتوا اليه ومن بايع اماما

[1] (سنن النسائي الكبري : ج ۷ ص ۱۸٦ ح ۷۷٦٦ مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

فاعطاه صفقة يمينه وثمرة قلبه فليطعه ماستطاع فان جاء آخر ينازعه فاضربوا عنق الآخر قال فادخلت رأسي من بين الناس فقلت أنشدک الله أنت سمعت هذا من رسول الله صلي الله عليه وسلم قال فاشار بيده الي أذنيه فقال سمعته أذناي و وعاه قلبي ۔" [1]

مسند احمد کا حوالہ:

مسند احمد کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

" حدثنا أبو معاوية حدثنا الأعمش عن زيد بن وهب عن عبد الرحمان بن عبد رب الكعبة عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم من بايع اماما فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه فليطعه ماستطاع فان جاء آخر ينازعه فاضربوا عنق الآخر ۔" [2]

مصنف ابن ابی شیبہ کا حوالہ:

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

" حدثنا وكيع وأبو معاوية عن الأعمش عن زيد بن وهب عن عبد الرحمان بن عبد رب الكعبة عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم من بايع اماما فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه فليطعه ماستطاع ۔" [3]

---

[1] (سنن ابن ماجة: ج ۲ ص ۱۳۰٦ ح ۳۹۵٦ ط دار احياء الكتب العربية فيصل عيسى البابي بيروت لبنان)

[2] (مسند أحمد: ج ۱۱ ص ٤۵ ح ٦۵۰۰ (اسناده صحيح علي شرط مسلم) مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[3] (مصنف بن أبي شيبة: ج ٦ ص ٤۱۸ ح ۳۲۵۳٦ ط مكتبة الرشد الرياض السعودية)

متن مسلم میں قابل اعتراض الفاظ رُواۃ کا تصرف معلوم ہوتا ہے!:

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ زیر بحث صحیح مسلم کی روایت میں بھی مذکورہ بالا قابل طعن الفاظ موجود نہ ہوں، بلکہ بعد میں کسی راوی نے اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہوں اور انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا ہو۔

چناں چہ محقق اہل سنت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ (المتوفی) لکھتے ہیں:

"نیز روایت ہذا کو دیگر کبار محدثین نے بھی ذکر کیا ہے، لیکن متن روایت میں قابل اعتراض الفاظ (یامرنا أن ناکل اموالنا بالباطل و نقتل انفسنا) مفقود اور غیر مذکور ہیں۔ یہاں سے رُواۃ کا تصرف اور کمی بیشی عیاں ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ قابل اعتراض کلمات راوی کی طرف سے اضافہ شدہ ہیں اور اُس نے اِن کلمات کو اپنے ظن و گمان کے اعتبار سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ذکر کیا ہے۔"[1]

اکل مال بالباطل وقتل نفس راوی کا اپنا فہم ونظریہ ہے!:

اور اگر یہ بات تسلیم کر بھی لی جائے زیر بحث روایت راوی کے تصرفات سے خالی ہے تب بھی اِس روایت کو بنیاد بنا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا درست نہیں۔ اِس لئے کہ روایت ہذا سے راوی نے اُس وقت کے مشاجرات کے حالات و واقعات کے پیش نظر اپنے فہم و بصیرت کی بناء پر یہ مطلب کشید کر لیا تھا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت منعقد ہو چکی ہے اور وہ با قاعدہ منصبِ خلافت پر براجمان ہو چکے ہیں تو ایسے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محاربہ و مقاتلہ کرنا اور اپنے لشکر پر مال و دولت خرچ کرنا گویا باطل طریقے سے مال کھانے اور ایک دوسرے کے ساتھ قتل و قتال کرنا گویا اپنی جانوں کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

---

[1] (سیرت حضرت امیر معاویہؓ ج ۲ ص ۵۶۸، ۵۶۹ طدارالکتاب اردو بازار لاہور)

امام نووی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"المقصود بهذا الكلام أن هذا القائل لما سمع كلام عبد الله بن عمرو بن العاص وذكره الحديث في تحريم منازعة الخليفة الأول وأن الثاني يقتل فاعتقد هذا القائل هذا الوصف في معاوية لمنازعة عليا وكانت قد سبقت بيعة علي فرأى هذا أن نفقة معاوية على أجناده وأتباعه في حرب علي ومنازعة ومقاتلة اياه من آكل المال بالباطل ومن قتل النفس لأنه قتال بغير حق فلا يستحق أحد مالا في مقاتلة." [1]

ترجمہ: اِس کلام سے مقصود یہ ہے کہ جب قائل ہذا نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کا کلام سنا اور اُس کو خلیفۂ اوّل کی منازعت کی تحریم کے بارے میں حدیث یاد آئی اور یہ یاد آیا کہ دوسرے دعوے دار کے ساتھ قتال کرنی چاہیے تو قائل ہذا نے یہ اعتقاد کرلیا کہ یہ وصف تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ منازعت کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں پایا جاتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پہلے ہو چکی تھی تو قائل ہذا نے یہ گمان کرلیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ منازعہ و مقاتلہ اور اُن کے خلاف حرب و لڑائی میں اپنے جنود و اتباع پر خرچ کرنا "اكل المال بالباطل" اور "قتل النفس" ہے، کیوں کہ یہ قتالِ ناحق ہے، لہٰذا باہمی قتل و قتال میں کوئی بھی مال کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔ (ترجمہ ختم)

[1] (المنهاج على صحيح مسلم بن الحجاج المعروف بشرح النووي : ج ١٢ ص ٢٣٤ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

صحیح مسلم کی آڑ میں غلط فہمی کی بنیاد پر حضرت معاویہؓ پر نقد کرنا صحیح نہیں!:

اِس سے ثابت ہوا کہ اُس وقت کے جنگِ صفّین کے حالات وواقعات کے پیشِ نظر راوی عبد الرحمٰن بن عبد رب الکعبہ کو یہ گمان اور خیال گزرا کہ اِس طرح گویا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ "اکل المال بالباطل" اور "قتل النفس" کے مرتکب ہو رہے ہیں، حالاں کہ یہ بات علمائے اہلِ سنت نے خوب صراحت کے ساتھ منقح فرمائی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت و امارت کے مدعی ہرگز نہیں تھے، بلکہ اُن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نزاع محض قصاصِ دمِ عثمانؓ کے مسئلہ میں تھا اور وہ اُن سے صرف قصاصِ دمِ عثمانؓ کے طلب گار تھے، لہٰذا راویٔ مذکورہ کی ذاتی غلط فہمی و بدگمانی کو بنیاد بنا کر زیرِ بحث صحیح مسلم کی روایت کے ذریعے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن وقدح کرنا کسی طرح بھی دُرست نہیں ہے۔

اور اگر بالفرض راویٔ مذکورہ کے فہم وظن کو صحیح و دُرست مان لیا جائے اور زیرِ بحث روایت کے ذریعے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر مذکورہ طعن من وعن تسلیم مانا جائے، تو پھر بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ اُس دور کے جملہ صحابہ وتابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر آجاتی ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ "آکل المال بالباطل" اور "قتل النفس" جیسے کبیرہ گناہوں میں مرتکب ہوتے رہے، تو اِن حضرات نے "أمر بالمعروف" اور "نهي عن المنکر" کے سلسلے میں اپنے ایمان کے "مدارجِ ثلاثہ" (تغيير المنكر باليد واللسان والقلب) میں سے کسی ایک "مدرج" پر بھی عمل نہیں کیا، یہاں تک کہ سب سے آخری "مدرج" یعنی "تغيير بالقلب" (جسے حدیث شریف میں "أضعف الايمان" فرمایا گیا ہے وہ) بھی اُن سے چھوٹ گیا؟[1] لیکن یہ بات خلافِ حقیقت اور قطعی طور پر باطل ہے۔

---

[1] اِس سے اُس معروف حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آتا ہے:

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال سمعت رسول الله صلي الله عليه وسلم يقول من راي منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلک اضعف الايمان."[1]

لہٰذا زیر بحث روایت کی وہی تعبیر و تشریح ہی معتبر مانی جائے گی جو اوپر مذکور ہوئی کہ روایت ہٰذا کے اصل مطلب و مفہوم کے سمجھنے میں راوی کو غلط فہمی واقع ہوگئی تھی جس کی بناء پر اُس نے "اکل المال بالباطل" اور "قتل النفس" جیسے کبیرہ گناہوں کے طعن وقدح کی نسبت بالکل غلط اور خلافِ حقیقت طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کردی، حالاں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دامن صحابیت اِن جیسے مطاعن سے بالکل پاک اور صاف ہے۔

= ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اُس پر قدرت ہو کہ اُس کو ہاتھ سے بند کردے تو اُس کو بند کردے، اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو زبان سے اُس پر انکار کردے، اگر اتنی قدرت نہ ہو تو دل کو اُس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔ (فضائل تبلیغ: ص ۶۰۳)

لے (صحیح المسلم: ج ۱ ص ۶۹ ح ۴۹ ط دار احیاء التراث العربي بیروت لبنان) و (جامع الترمذي: ج ٤ ص ٤٦٩ ح ۲۱۷۲ ط شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر) و (سنن ابن ماجة: ج ۱ ص ٤٠٦ ح ۱۲۷٥ و ج ۲ ص ۱۳۳۰ ح ٤٠١٣ ط دار احیاء الكتب العربية بیروت لبنان) و (سنن النسائي: ج ۸ ص ۱۱۱ ح ٥٠٠٨ ط مكتب المطبوعات الاسلامية حلب) و (مسند أحمد: ج ۱۷ ص ۲۳۹ ح ۱۱۱٥٠ ط مؤسسة الرسالة بیروت لبنان) و (صحیح ابن حبان: ج ۱ ص ٥٤۲ ح ۳۰٦ ط مؤسسة الرسالة بیروت لبنان) و (السنن الكبرى للبیهقي: ج ٦ ص ۱٥۷ ح ۱۱٥۱۳ ط دار الكتب العلمية بیروت لبنان) و (شرح السنة للبغوي: ج ١٤ ص ۳٤۹ ح ٤١٥٧ ط المكتب الاسلامي دمشق بیروت لبنان)

نصف صاع فطرانہ ادا کرنے کا الزام

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ریسرچ پیپر ز: "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" کے تیسرے باب: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک مہینہ قبل مستقبل میں ہونے والے حکومتی بگاڑ سے متعلق غیبی خبریں دے دی تھیں!" کے تحت صحیح مسلم کی ایک حدیث کے حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام عائد کرتے ہوئے کہ: "وہ لوگوں کو صدقۂ فطر ایک صاع کے بجائے نصف صاع ادا کرنے کا حکم دیتے تھے!" لکھتے ہیں:

> "(۴۹) صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں (رمضان کا) فطرانہ، ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام کی طرف سے ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) اشیائے خوردنی (یعنی اناج مثلاً گندم اور جو وغیرہ) کا نکالا کرتے، یا ایک صاع پنیر، یا ایک صاع جو، یا ایک صاع کھجور، یا ایک صاع منقّی نکالا کرتے تھے۔ پس یہ سنت عمل اسی طرح جاری رہا، یہاں تک کہ ہمارے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (شام سے) حج یا عمرے کے لئے آئے اور انہوں نے منبر پر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "میں سمجھتا ہوں کہ شامی گندم کے ۲ مُدّ (نصف صاع) ایک صاع کھجور کے برابر ہیں۔" چناں چہ لوگوں نے بھی اُسی (رائے و اجتہاد) پر عمل شروع کردیا، تو سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ

عنہ نے ارشاد فرمایا: ''جہاں تک میرا تعلق ہے، میں تو زندگی بھر اسی طرح (سنت کے مطابق فطرانہ ایک صاع ہی) نکالتا رہوں گا، جیسے میں زندگی بھر نکالتا رہا ہوں۔'' [1]

حضرت معاویہ حضرت ابوسعید خدریؓ کے اجتہاد کے پابند نہیں تھے!:

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں مجتہد صحابہ ہیں اور دونوں کا مذکورہ اختلاف اجتہاد کے دائرے میں ہے جو اُن کے اپنے اپنے شرعی اور ٹھوس دلائل کی بنیاد پر مبنی ہے۔ اور زیرِ بحث صحیح مسلم کی روایت اگر چہ بہ ظاہر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا مستدل اور اُن کے مسلک کی تائید کر رہی ہے، لیکن اِس کے برخلاف بعض دیگر روایات ایسی بھی کتبِ حدیث میں وارد ہوئی ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مستدل ہیں اور اُن سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ اِس لئے اِن میں سے کسی ایک صحابی کے بارے میں بھی سنت کی مخالفت کا طعن قائم کرنا، یا فرمانِ نبوی کی عدم اطاعت کی قدح کرنا کسی بھی طرح دُرست اور جائز نہیں۔

صدقۂ فطر کی مقدار میں حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ حضرات کا موقف:

صدقۂ فطر کی تعیین کے بارے میں حضرات صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کا باہم اختلاف ہے۔

چناں چہ حضرت ابوسعید خدری، ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی امام احمد بن حنبل) اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ صدقۂ فطر ہر چھوٹے بڑے، مرد، عورت آزاد اور غلام کی طرف سے ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) ہے۔ اور اُن کا مستدل زیرِ بحث صحیح مسلم کی روایت ہے جس میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام کی طرف سے اشیائے خوردنی یعنی اناج مثلاً گندم یا جو یا پنیر یا کھجور یا منقیٰ کا صدقۂ فطر ایک صاع (یعنی تقریباً اڑھائی کلو) نکالا جاتا تھا۔

---

[1] (صحیح مسلم: ح ۲۲۸۴ بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں، ص ۱۲)

صدقہ فطر کی مقدار میں حضرت معاویہؓ وغیرہ حضرات کا مؤقف:

جب کہ اِس کے برخلاف حضرات خلفائے راشدین (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمانِ غنی، حضرت علی المرتضیٰ) حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت معاویہ، حضرت اسماء بن ابی بکر، حضرت سعید بن مسیب، حضرت عطاء، حضرت مجاہد، امام اوزاعی، امام ثوری، حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت عبداللہ بن شداد، اور حضرت مصعب بن سعید رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ صدقہ فطر ہر چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام کی طرف سے نصف صاع ہے۔ [1]

اِن حضرات کا مستدل درجِ ذیل روایاتِ حدیث ہیں:

”حدثنا عقبة بن مكرم البصري قال حدثنا سالم بن نوح عن ابن جريج عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده أن النبي صلي الله عليه وسلم بعث مناديا في فجاج مكة ألا ان صدقة الفطر واجبة علي كل مسلم ذكرا أو أنثي حر أو عبد صغير أو كبير مدان من قمح أو سواه صاع من طعام هذا حديث حسن غريب.“ [2]

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ اپنے باپ سے وہ اُن کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے راستہ میں ایک منادی روانہ کیا کہ غور سے سنو کہ صدقہ فطر ہر مسلمان پر مذکر ہے یا مؤنث، آزاد ہے یا غلام، چھوٹا ہے یا بڑا دو مُدّ گیہوں کے یا اُس کے برابر ایک صاع طعام کا واجب ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري للعيني: ج ۹ ص ۱۱۳ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

[2] (جامع الترمذي: ج ۳ ص ۵۱ ح ۶۷۴ ط شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي)

دونوں حضرات کے نزدیک ''طعام'' کا اطلاق الگ الگ ہے!:

باقی جہاں تک زیرِ بحث صحیح مسلم کی روایت کا تعلق ہے تو اصل مسئلہ یہ ہے کہ اِس میں جو لفظ ''طعام'' آیا ہے اُس کا اطلاق حضرت ابو سعید خدری، ائمہ ثلاثہ اور امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ حضرات نے تمام اجناس (گندم، جو، کھجور، منقی، پنیر وغیرہ) پر کیا ہے، جب کہ حضرت معاویہ حضرات خلفائے راشدین اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اِس لفظ کا اطلاق دیگر تمام اجناس پر تو کیا ہے لیکن گندم کو اِس سے مستثنیٰ کر کے اُس پر دو مد یعنی نصف صاع کا اطلاق کیا ہے کیوں کہ عہدِ رسالت میں لوگوں کی عام غذا گندم نہیں، بلکہ ''جو'' اور ''کشمش'' اور ''پنیر'' اور ''کھجور'' ہوا کرتی تھی۔

چناں چہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں:

" وكان طعامنا الشعير والزبيب والأقط والتمر ."[1]

ترجمہ: اور ہماری عام غذا جو، کشمش، پنیر اور کھجور ہوتی تھی۔

اِس لئے کہ صدقۂ فطر عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گندم سے نہیں بلکہ ''جو'' اور ''کشمش'' اور ''پنیر'' اور ''کھجور'' سے نکالا جاتا تھا۔

چناں چہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

" لم تكن الصدقة علي عهد رسول الله صلي الله عليه وسلم الا التمر والزبيب والشعير ولم تكن الحنطة ."[2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کھجور، کشمش، اور جو صدقۂ فطر ہوا کرتے تھے اور گندم (صدقۂ فطر) نہیں ہوا کرتی تھی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کا حضرت معاویہؓ کے اجتہاد کی طرف رجوع:

باقی رہی بات حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی زیرِ بحث صحیح مسلم کی روایت تو اُس

---

[1] (صحيح البخاري: ج ٢ ج ١٣١ ح ١٥١٠ ط دار طوق النجاة)

[2] (صحيح ابن خزيمة: ج ٤ ص ٨٥ ح ٢٤٠٦ ط المكتب الاسلامي بيروت)

کا جواب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ:

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو شروع میں یہ معلوم نہ تھا کہ گندم کا نصف صاع خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے، اِس لئے اُنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کو اُن کا قیاس فرمادیا، لیکن بعد میں جب اُنہیں معلوم ہوا کہ نصف صاع گندم خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا تو اُن کا مسلک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے موافق ہوگیا کہ "گندم" میں نصف صاع ہی صدقۂ فطر واجب ہے۔" [1]

امام طحاوی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے:

" أن مروان بعث الي أبي سعيد أن ابعث الي بزكلة رفيقك فقال أبو سعيد للرسول ان مروان لايعلم انما علينا أن نعطي لكل رأس عند كل فطر صاعا من تمر أو نصف صاع من بر ." [2]

ترجمہ: کہ مروان نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرف (قاصد) بھیجا کہ وہ میری طرف اپنے غلام کی زکوٰۃ بھیجیں، تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے قاصد سے فرمایا کہ مروان جانتا نہیں ہے کہ ہم ہر سال ہر عید الفطر کے موقع پر ایک صاع کھجور یا نصف صاع گندم کا (صدقۂ فطر) دینا واجب ہے۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (الكوكب الدري على جامع الترمذي للكنكوهي : ج١ ص ٢٤٤ ط أيج أيم سعيد كراتشي)

[2] (شرح معاني الآثار للطحاوي : ج ٢ ص ٤٤ ح ٣١١٥ ط عالم الكتب بيروت لبنان)

حضرت معاویہؓ پر سنت کی مخالفت کا الزام درست نہیں!:

اِس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب وسنت اور فقہ واجتہاد میں کامل معرفت اور مکمل بصیرت حاصل تھی اور اُن کی زندگی کا کوئی پہلو احکاماتِ الٰہیہ وفرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرگز نہیں تھا۔

لہٰذا ذخیرۂ احادیث وفتاوائے مجتہدین سے آنکھیں چراتے ہوئے محض حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی زیرِ بحث صحیح مسلم کی ایک روایت کو بنیاد بنا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک صاع گندم کے بجائے نصف صاع گندم کو صدقۂ فطر واجب قرار دینے کی وجہ سے اُن پر سنت کی مخالفت اور فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم عدولی کا طعن قائم کرنا جہاں حدیث وفقہ سے جہالت ولاعلمی کا نتیجہ ہے تو وہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کے ساتھ شدید بغض ونفرت اور قلبی عداوت کا بھی منہ بولتا ثبوت ہے۔

سود خوری کا الزام

انجینئر محمد علی مرزا اپنے ریسرچ پیپرز: "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" کے تیسرے باب: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک مہینہ قبل مستقبل میں ہونے والے حکومتی بگاڑ سے متعلق غیبی خبریں دے دی تھیں!" کے تحت صحیح مسلم کی ایک حدیث کے حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر "سود خوری" کا الزام لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(۴۰) صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: سیدنا ابو قلابہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سرزمین شام میں سیدنا مسلم بن یسار رحمہ اللہ کے (علمی) حلقہ میں موجود تھا کہ وہاں سیدنا ابو اشعث تابعی رحمہ اللہ تشریف لائے، تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا: "ابو اشعث آ گئے (یعنی آنے پر خوشی کا اظہار کیا)۔ چناں چہ جب وہ تشریف فرما ہو گئے تو میں نے سیدنا ابو اشعث رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ ہمیں سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی حدیث تو سنا دیں۔ انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے "(غور سے سنو!) ہم نے بہت ساری جنگیں، مہمات سر کیں اور بہ کثرت مالِ غنیمت حاصل کیا۔ اور اُن دنوں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہمارے حکم رَان تھے۔ ہمارے مالِ غنیمت میں چاندی کے برتن بھی تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اِن برتنوں کو لوگوں کی تنخواہوں کے عوض فروخت کر دے۔ لوگوں

نے اُس سودے میں بہت دل چسپی سے حصہ لیا۔ جب یہ بات سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو اُنہوں نے اِس عمل کی اعلانیہ مخالفت کرتے ہوئے فرمایا: ''میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کو سونے، چاندی کو چاندی، گندم کو گندم، جو کو جو، کھجور کو کھجور اور نمک کو نمک کے بدلے خریدنے اور بیچنے سے منع فرماتے تھے۔ سوائے اِس کے کہ (اِن میں سے ہر چیز) وہ آپس میں برابر وزن اور جنس والی ہو، لہٰذا جس نے لینے یا دینے میں (وزن کی) کمی بیشی کی، اُس نے سود کا ارتکاب کیا۔ چناں چہ (یہ سن کر) لوگوں نے خریدے ہوئے وہ چاندی کے برتن واپس لوٹا دیئے۔ جب یہ خبر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو اُنہوں نے بھی خطبہ دیا اور کہا: ''اِن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو ہم نے نہیں سنیں، حالاں کہ ہم بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ (حدیث پر اعتراض سن کر) سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ نے پھر اعلانیہ وہی حدیث دہرائی اور فرمایا: ''ہم نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اسے ضرور بیان کریں گے، خواہ معاویہؓ سے ناپسند کریں، یا کہا کہ خواہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ اور مجھے اِس بات کی بھی پرواہ نہیں کہ مجھے (اِس کلمہ حق پہ) تاریک رات میں اُن کے لشکر سے الگ ہونا پڑے۔''[1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مذکورہ حدیث ربا سے لاعلم تھے!:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اِس طرح کا ایک واقعہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا، لیکن اِس کے بارے میں شراحِ حدیث نے لکھا ہے کہ جس طرح شروع میں یہ

[1] (صحیح مسلم: ج۲،ص۴۰۶، بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہ تخریج الاسناد احادیث کی روشنی میں: ص۱۴،۱۵)

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم نہیں تھی، اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی اِس کا علم نہیں تھا اور نہ ہی اُنہوں نے یہ حدیث کسی سے سن رکھی تھی۔

حضرت معاویہؓ کا ربا سے متعلق جمہور صحابہؓ سے اجتہادی اختلاف:

دراصل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف اِس بارے میں یہ تھا کہ یہ حدیث سونے چاندی کی کچی دھات کے ساتھ سونے چاندی کی کچی دھات کی بیع یا سکہ بنائے ہوئے سونا چاندی کے ساتھ اُسی کے ہم جنس سکہ بنائے ہوئے سونا چاندی کی بیع میں تفاضل سے منع کرتی ہے۔

باقی جہاں تک ڈھلے ہوئے سونے چاندی کے مسئلے کا تعلق ہے تو وہ اِس حدیث نہی کے تحت داخل نہیں ہے، کیوں اُس صورت میں زیادتی زرگری وعمل زر کی طرف لوٹ جائے گی اور یہ زرگر کے عمل کی اُجرت کے بمنزلہ ہو جائے گی، لہٰذا اِس میں وہ زیادتی نہیں پائی جاتی ہے جسے حرام قرار دیا گیا ہے۔

حضرت معاویہؓ سونا چاندی کی بیع میں زیادتی ربا کے قائل نہیں تھے!:

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سونا چاندی کی خرید وفروخت میں زیادتی ربا کے جواز کے قائل نہیں تھے اور نہ ہی وہ اِس کی وجہ سے ایک صحیح حدیث کو ردّ کر رہے تھے، بلکہ وہ حدیث کی تاویل اُس صورت سے کر رہے تھے جس کے تحت ڈھلی ہوئی سونا چاندی داخل نہیں ہوتے، لہٰذا اُن کے نزدیک ڈھلی ہوئی سونا چاندی کی حیثیت وہی تھی جو دیگر تمام سامانِ تجارت کی ہوتی ہے، اِس لئے اُن کے نزدیک ڈھلی ہوئی سونا چاندی تفاضل کے ساتھ بیچنا جائز تھا، جیسا کہ کپڑے کو دراہم کے ساتھ بیچنا جائز ہے، لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اِس طرح سونا چاندی کی بیع کرنا جائز نہیں ہے تو اُس کے بعد اُنہوں نے اپنے اجتہاد سے جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسلک کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا حوالہ:

چناں چہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

" ظاهره أن معاوية رضي الله عنه لم يسمع هذا الحديث ولا علمه كما لم يعلمه في البداية عبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس رضي الله عنهم وأخرج مالک وأحمد والشافعي عن عطاء بن يسار أن معاوية بن أبي سفيان باع سقاية من ذهب أو ورق بأكثر من وزنها فقال له أبو الدرداء سمعت رسول الله صلي الله عليه وسلم ينهي عن مثل هذا الا مثلا بمثل فقال له معاوية ما أري بمثل هذا بأسا فقال أبو الدرداء من يعذرني من معاوية أنا أخبره عن رسول الله صلي الله عليه وسلم ويخبرني عن رأيه لاأساكنک بأرض أنت بها ثم قدم أبو الدرداء علي عمر بن الخطاب فذكر له ذلک فكتب عمر الي معاوية ألا يبيع مثل ذلک الا مثلا بمثل و وزنا بوزن وهذا اللفظ لمالک في المؤطأ (ص ۵۸۳) باب بيع الذهب بالورق عينا وتبرا و الظاهر أن قصته مع عبادة كانت قصة أبي الدرداء رضي الله عنهم وأما قول معاوية في قصة أبي الدرداء ما أري بمثل هذا بأسا " فلم يرد بذلک رد الحديث الصحيح برأيه بعد ما سمعه من اثنين من فقهاء الصحابة وحاشاه عن ذلک وانما كان مراده أن هذا الحديث انما ينهي عن التفاضل في بيع التبر بالتبر أو بيع المسكوک في المسكوک من جنسه و أما الذهب المصوغ فليس بداخل تحت النهي لأن الزيادة

حینئذ تکون منصرفة الصناعة والصیاغة وتکون بمثابة أجرة عمل الصائغ فلا یظهر فیه التفاضل المحرم وهذا کما أباح الحنفیة بیع السیف المحلي بالفضة اذا کانت فضة الثمن زائدة علي فضة السیف فان الزیادة حینئذ تنصرف الي السیف والي هذا المعني یشیر القاضي عیاض رحمه الله حیث قال ویحتمل أنه حمل النهي علي المسکوک الذي في اقتنائه وعدم التجر فیه مصلحة للمسلمین حکاه الأبي في شرحه (٢٦٨/٤) ویبدو أن الامام مالکا رحمه الله حمل قول معاویة علي هذا المعني فانه عقد الترجمة علي قصة أبي الدردآء بقوله باب بیع الذهب بالورق عینا وتبرا وکذلک حکي ابن رشد في بدایة المجتهد (١٦٣:٦) مذهب معاویة حیث قال وأجمع الجمهور علي أن مسکوکه وتبره ومصوغه سواء في منع بیع بعضه ببعض متفاضلا لعموم الأحادیث المتقدمة في ذلک الامعاویة فانه کان یجیز التفاضل بین التبر والمصوغ لمکان زیادة الصیاغة وکذلک حکي الشافعي رحمه الله مذهب معاویة في "الأم" وذکر أنه کان یذهب الي أن الربا لا یکون الا في التبر بالتبر والمصوغ بالمصوغ وفي العین بالعین وراجع تکملة شرح المهذب للسبکي (٧٩:١٠) فتبین من هذا أن معاویة رضي الله عنه لم یکن لیقول بجواز ربا الفضل ولا لیرد الحدیث الصحیح لأجل ذلک وانما کان یؤول الحدیث بما لایدخل فیه المصوغ من الذهب والفضة ولهذا قال في حدیث أبي الدردآء ماأري بمثل هذا

بأسا يعني لا أري بأسا بمبادلة المصوغ بالتبر متفاضلا أو نسيئة فإن المصوغ صار عنده سلعة كسائر السلع فجاز بيعه بالذهب متفاضلا ونسيئة كما في بيع الثوب بالدراهم ...... الي أن قال : فالحق الصريح أن هٰؤلاء الصحابة رضي الله عنهم كانوا يقولون بالحرمة في كل ذهب وفضة سواء كانا مصوغين أو مسكوكين وخالفهم معاوية رضي الله عنه باجتهاده ولكن قضاء عمر رضي الله عنه في الأخير كان بخلافه والظاهر أن يكون معاوية رجع عن قوله بعد كتاب عمر رضي الله عنه . والله سبحانه أعلم ."[1]

ترجمہ: ظاہر یہی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ تو یہ حدیث سن رکھی تھی اور نہ ہی اُن کو اِس کا علم تھا، جیسا کہ شروع میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی اِس کا علم نہیں تھا۔ امام مالک، امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے اِس حدیث کی تخریج کی ہے کہ: "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونے یا چاندی کا پانی پینے کا کوئی برتن اُس کے وزن سے زیادہ میں بیچ ڈالا، تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس طرح بیع سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے الا یہ کہ برابر سرابر ہو!" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اِس طرح بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کون میرا عذر قبول کرے گا؟ میں اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دے رہا ہوں اور وہ مجھے اپنی رائے کی خبر دے رہے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ

---

[1] (تكملة فتح الملهم شرح صحيح المسلم للعثماني : ج ١ ص ٥٥٣ ...... ٥٥٥ ط دار القلم دمشق)

ایسی زمین میں سکونت اختیار نہیں کرسکتا جس میں آپ ہوں۔ پھر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور اُن سے اِس کا ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ اِس طرح بیع نہ کیا کریں مگر برابر سرابر اور ہم وزن۔ یہ مؤطا امام مالک رحمہ اللہ کے الفاظ ہیں۔ (ص ۵۸۳) باب بیع الذھب بالورق عینا وتبراً. ظاہر یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جو قصہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا وہی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ بہر حال حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے قصہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ: ''میں اِس طرح بیع کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا'' تو اِس سے یہ (اعتراض) وارد نہیں ہوتا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دو فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہما سے ایک صحیح حدیث سننے کے بعد اپنی رائے سے اُس کو رَدّ کر دیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اِس اعتراض سے مستثنیٰ ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تو مراد یہ تھی کہ یہ حدیث ''تبر'' (سونے چاندی کی کچی دھات) کے ساتھ ''تبر'' (سونے چاندی کی کچی دھات) کی بیع میں کمی بیشی سے یا ''مسکوک'' (سکہ بنائے ہوا سونے چاندی) کے ساتھ ''مسکوک'' (سکہ بنائے ہوئے سونے چاندی) کی اسی کی جنس کی بیع سے منع کرتی ہے۔ باقی رہا ''مصوغ'' (ڈھلا ہوا سونا چاندی) تو وہ اِس نہی کے تحت داخل نہیں، کیوں کہ اُس وقت زیادتی عمل زر (زرگری) کی طرف لوٹ جائے گی۔ اور یہ زرگر کے عمل کی اُجرت کے بہ منزلہ ہو جائے گی۔ لہٰذا اِس میں حرام کردہ تفاضل ظاہر نہیں ہوگا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ حنفیہ نے چاندی سے آراستہ تلوار کی بیع کو مباح قرار دیا ہے، جب کہ ثمن کی چاندی تلوار کی

چاندی سے زیادہ ہو تو اُس وقت زیادتی تلوار کی طرف لوٹے گی۔ اسی مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اِس نہی کو اُس "مسکوک" (سکہ بنائے ہوئے سونے چاندی) پر محمول کیا ہو جو اُس کے جمع کردہ ذخیرے میں ہوں اور سوداگری کرنے کے لئے نہ ہوں کہ اِس میں مسلمانوں کی مصلحت ہے۔" ابی نے اپنی شرح (۴/۲۶۸) میں اِس کو نقل کیا ہے۔ اِس سے ظاہر ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کو اِسی معنی پر محمول کیا ہے، کیوں کہ انہوں نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے قصہ پر اپنے اِس قول: "باب بیع الذھب بالورق عینا وتبرا" کے ساتھ ترجمۃ الباب باندھا ہے، اسی طرح علامہ ابن رشد رحمہ اللہ (بدایۃ المجتھد ج ۲ ص ۱٦۴) میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مذہب نقل کیا ہے، چناں چہ وہ لکھتے ہیں: "جمہور کا اِس بات پر اجماع ہے کہ "مسکوک" (سکہ بنائے ہوئے سونے چاندی) اور "تبر" (کچی دھات کے سونے چاندی) اور مصاغ" (ڈھلے ہوئے سونے چاندی) کے بعض کی بیع بعض کے ساتھ احادیث متقدمہ کے عموم کی وجہ سے باہم بہ طورِ تفاضل کے منع میں برابر ہے، سوائے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کہ وہ زرگری کی زیادتی کی جگہ کی وجہ سے "مصوغ" (ڈھلے ہوئے سونے چاندی) اور "تبر" (کچی دھات کے سونے چاندی) کے درمیان تفاضل کو جائز قرار دیتے تھے۔"

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی "الام" میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب نقل کیا ہے۔ اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ اِس طرف مائل تھے کہ ربا "تبر" (کچی دھات کے سونے چاندی) ساتھ "تبر" (کچی دھات کے سونے چاندی) میں، اور "مصاغ" (ڈھلے ہوئے سونے

چاندی) کے ساتھ "مصاغ" (ڈھلے ہوئے سونے چاندی) میں، اور "عین" (خالص سونے چاندی) کے ساتھ "عین" (خالص سونے چاندی) کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔علامہ سبکی رحمہ اللہ کے تکملہ شرح المہذب (۱۰/۷۹) کی طرف مراجعت کیجئے! پس اِس سے ظاہر ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ تو زیادتی ربا کے جواز کے قائل تھے اور نہ ہی اِس کی وجہ سے وہ ایک صحیح حدیث کے ردّ کرنے والے تھے۔ وہ تو اُس صورت کے ساتھ حدیث کی تاویل کرتے تھے جس میں "مصوغ" (ڈھلا ہوا سونا چاندی) داخل نہیں ہوتا۔اسی وجہ سے اُنہوں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرمایا کہ: "اِس جیسی بیع میں مَیں کوئی حرج نہیں سمجھتا" یعنی میں "مصوغ" (ڈھلے ہوئے سونے چاندی) کے "تبر" (سونے چاندی کی کچی دھات) کے ساتھ تفاضل یا اُدھار کے طور پر تبادلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ کیوں کہ "مصوغ" (ڈھلا ہوا سونا چاندی) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تمام تجارتی سامان کی طرح ایک تجارتی سامان تھا۔لہٰذا سونے کے ساتھ کمی بیشی اور اُدھار کے طور پر اِس کی بیع جائز ہے جیسا کہ دراہم کے ساتھ کپڑے کی بیع میں ہوتا ہے ......صریح حقیقت یہ ہے کہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہر سونے اور چاندی میں (برابر ہے کہ وہ دونوں "مصوغ" (ڈھلے ہوئے) ہوں، یا "مسکوک" (سکہ بنائے ہوئے ہوں) حرمت کے قائل تھے۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد کے ذریعے اُن کی مخالفت کی، لیکن اخیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تھا۔ظاہر یہی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم نامہ کے بعد اپنے قول سے رجوع فرمالیا تھا۔واللہ سبحانہ اعلم (ترجمہ ختم)

حدیث مذکور کی تاویل اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا رجوع:

بہر حال مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زیر بحث حدیث کو بہ دل و جان تسلیم فرماتے تھے، لیکن اپنے اجتہاد کی بناء پر اس میں اِس طرح تاویل فرماتے تھے کہ اِس میں "تبر" (کچی دھات کے سونے چاندی) کے ساتھ "تبر" (کچی دھات کے سونے چاندی) کی بیع سے منع فرمایا گیا ہے۔ "مصوغ" (ڈھلے ہوئے سونے چاندی) کے ساتھ "مصوغ" (ڈھلے ہوئے سونے چاندی) کی بیع سے منع نہیں فرمایا گیا۔ اور علت اِس کی یہ بتائی کہ اِس صورت میں تفاضل زرگر کی محنت (زرگری) کی اُجرت کے بہ منزلہ ہو جاتا ہے لہٰذا یہ جائز ہے۔ لیکن بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اِس مسئلے کی حقیقت سے آگاہ فرمایا تو اُنہوں نے بلا چوں و چرا اپنے اجتہاد سے جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسلک کی طرف رجوع فرمالیا۔ لہٰذا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اِس مسئلہ سے رجوع ثابت ہے تو اُس کے بعد اب اُن پر ربا کی تحلیل کا طعن کرنا کسی بھی طرح جائز نہیں۔

اور اگر بالفرض اُنہوں نے اپنے مذکورہ اجتہاد سے رجوع نہیں بھی کیا تب بھی اُن پر طعن کرنا درست نہیں کیوں کہ وہ مجتہد تھے اور مجتہد کسی دوسرے کے اجتہاد کی اتباع کا ہرگز پابند نہیں ہوتا، بلکہ وہ اپنے مسلک پر کاربند رہنے کے لئے خود مختار ہوتا ہے۔

چناں چہ حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اسی قسم کی شکایت کسی نے کی تو اُنہوں نے فرمایا:

"أصاب انه فقيه" [1]

ترجمہ: اُنہوں نے ٹھیک کیا کیوں کہ وہ فقیہ (مجتہد) ہیں۔

[1] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ۸ ص ۱۲۴ ط دار الفكر بيروت لبنان)

شربِ خمر کا الزام

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ریسرچ پیپر: "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" کے تیسرے باب: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک مہینہ قبل مستقبل میں ہونے والے حکومتی بگاڑ سے متعلق غیبی خبریں دے دی تھیں!" کے تحت مسند احمد کے حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ (نعوذ باللہ!) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حلقہ بہ گوشِ اسلام ہو جانے کے بعد "شربِ خمر" کے عادی ہو گئے تھے اور بڑے شوق سے شراب پیتے تھے۔

چناں چہ انجینئر موصوف رقم طراز بہ قلم دراز ہیں:

"سیدنا عبد اللہ بن بریدہ تابعی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ملنے گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں فرشی نشست (یعنی قالین) پر بٹھایا۔ پھر کھانا لایا گیا جو ہم نے تناول کیا۔ پھر ہمارے سامنے ایک مشروب لایا گیا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پینے کے بعد (وہ مشروب والا برتن) میرے والد کو پکڑا دیا، تو انہوں نے (سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: "جب سے اس مشروب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، تب سے میں نے اسے کبھی نوش نہیں کیا۔" پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: "میں قریشی نوجوانوں میں سب سے حسین ترین اور خوب صورت دانتوں والا نوجوان تھا۔ اور

جوانی کے اُن دنوں میں میرے لئے وہ دودھ اور اچھے قصہ کو آدمی سے بڑھ
کر کوئی چیز لذت آور نہیں ہوتی تھی۔ "[۱]

انجینئر صاحب کی کم علمی یا اُن کا تجاہل عارفانہ:

مسند احمد کی اِس روایت کے ترجمہ میں انجینئر محمد علی مرزا نے اپنی جہالت و لاعلمی یا شیعیت و رافضیت کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر حدیث کے الفاظ " ثم قال ماشربته " میں لفظ " قال " کا قائل بریکٹ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو مانا ہے جس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف طعن و اہانت کا پہلو نکلتا ہے، بایں طور کہ اُنہوں نے مشروب پینے کے بعد وہ برتن حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو پکڑایا تو اُنہوں نے فرمایا کہ جب سے اِس مشروب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے تب سے میں نے کبھی اِس کو نہیں پیا۔

گویا اِس روایت کے ترجمہ میں انجینئر محمد علی مرزا نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو حرام قرار دیا ہے اُس وقت سے لے کر آج تک حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے تو اِس کو کبھی نہیں پیا، البتہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (نعوذ باللہ!) اِس کو اب تک پیتے ہیں۔

مسند احمد کی روایت کا صحیح ترجمہ:

جب کہ مسند احمد کی روایت کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

" حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُنہوں نے ہمیں فرش پر بٹھایا پھر ہمارے لئے کھانا لایا گیا اور ہم نے کھانا کھایا۔ پھر ہمارے لئے مشروب لایا گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ مشروب نوش فرمایا۔ پھر وہ مشروب میرے والد کو پکڑایا۔

---

[۱] (مسند احمد: ج ۱۰ ص ٦٦١ ح ۲۳۳۲۹، بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں: ص ۱۵)

پھر فرمایا: "جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کو حرام قرار دیا ہے، تب سے میں نے اِس کو نہیں پیا۔ پھر فرمایا: "میں نوجوانانِ قریش میں سب سے زیادہ خوب صورت تھا اور میرے سامنے کے دانت بہت عمدہ تھے (یعنی میں خوب رُو تھا!) اور میں کوئی چیز لذت والی نہیں پاتا جیسا کہ جوانی میں پاتا تھا، سوائے دودھ کے۔" (ترجمہ ختم)

شربِ خمر کی روایت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ:

مذکورہ بالا زیرِ بحث روایت احادیث کی مختلف کتابوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ سب سے پہلے مسند احمد کی روایت کے الفاظ اور اُس کے پیش نظر دیگر کتب حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے تا کہ کتب حدیث کی مختلف روایات کا باہمی تقابل کرتے ہوئے اصل حقیقت کے سمجھنے میں آسانی واقع ہو:

مسند احمد کی روایت کے الفاظ:

چنانچہ مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

" حدثنا زيد بن الحباب حدثني حسين حدثنا عبد الله بن بريدة قال دخلت أنا و أبي على معاوية فأجلسنا على الفرش ثم أتينا بالطعام فأكلنا ثم أتينا بالشراب فشرب معاوية ثم ناول أبي ثم قال ماشربته منذ حرمه رسول الله صلي الله عليه وسلم ثم قال معاوية : كنت أجمل شباب قريش و أجوده ثغراً و ما شيءٌ كنت أجد له لذة كما كنت أجده و أنا شاب غير اللبن ." [1]

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے الفاظ:

اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

---

[1] (مسند أحمد: ج ۳۸ ص ۲٦ ح ۲۲۹٤۲ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

"حدثنا عبد الله بن بريدة قال دخلت أنا وأبي علي معاوية فأجلس أبي علي السرير وأوتي بالطعام وأطعمنا وأوتي بشراب فشرب فقال معاوية: ما شئ كنت أستلذه وأنا شاب فآخذه اليوم الا اللبن فآخذه كما آخذه قبل اليوم اليوم والحديث الحسن."[1]

مجمع الزوائد کی روایت کے الفاظ:

اور مجمع الزوائد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"عن عبد الله بن بريدة قال دخلت مع أبي علي معاوية فأجلسنا علي الفراش ثم أتينا بالطعام فأكلنا ثم أتينا بالشراب فشرب معاوية ثم ناول أبي ثم قال معاوية كنت أجمل شباب قريش وأجوده ثغرا وما من شئ أجد له لذة كما كنت أجده وأنا شاب غير اللبن وإنسان حسن الحديث يحدثني رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح وفي كلام معاوية شئ تركته."[2]

سند کے اعتبار سے بحث:

مسند احمد کی اِس روایت کے رجال کو علامہ نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۰۷ھ) نے صحیح کے رجال فرمایا، جن میں سے ایک زید بن حباب ہے۔

زید بن حباب میزانِ جرح وتعدیل میں:

مسند احمد کی زیرِ بحث روایت کے راوی زید بن حباب ماہرینِ فنِ اسماء الرجال کی تصریح کے مطابق "صدوق" اور "حسن الحدیث" ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب اوہام واخطاء

---

[1] (مصنف ابن أبي شيبة: ۱۱/۹۴، ۹۵ ط مكتبة الرشد الرياض السعودية)

[2] (مجمع الزوائد و منبع الفوائد للهيثمي: ج ۵ ص ۴۲ ح ۸۰۱۹ ط مكتبة القدسي القاهرة)

تھے۔

چنانچہ خود امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اُن کے بارے میں فرماتے ہیں:

"زید بن الحباب کان صدوقا وکان یضبط الألفاظ عن معاویة بن صالح ولکن کان کثیر الخطأ." [1]

ترجمہ: زید بن حباب "صدوق" تھے اور معاویہ بن صالح سے الفاظ ضبط کرتے تھے، لیکن "کثیر الخطاء" تھے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ زید بن حباب کے "صدوق" و"حسن الحدیث" ہونے کے باوجود بھی اُن سے "اوہام" و"اخطاء" کا صدور ہوتا تھا۔ لہٰذا عام حالات میں اُن کی مرویات "حسن" ہوں گی، لیکن اگر کسی خاص روایت کے بارے میں محدثین عظام کی صراحت یا قرائن و شواہد مل جائیں کہ یہاں موصوف سے چوک ہوئی ہے تو وہ خاص روایت ضعیف ہوگی۔ اور زیر بحث روایت کا بھی یہی حال ہے، کیوں کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ زید بن حباب نے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ سے اِس روایت کو بیان فرمایا ہے، لیکن اُس میں وہ منکر جملہ مذکور نہیں ہے جو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی روایت میں ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ زید بن حباب نے کبھی اس روایت کو صحیح طور سے بیان کیا ہے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہؒ کی روایت میں ہے۔ اور کبھی اُن سے چوک ہوگئی ہے جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں ہے۔ پھر چوں کہ مسند امام احمد کی روایت میں ایک بے جوڑ اور بے موقع و محل جملہ ہے اس لئے مسند احمد کی یہ زیر بحث روایت منکر قرار پائے گی۔ چناں چہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی جب اس روایت کو مسند احمد سے مجمع الزوائد میں نقل کیا ہے تو منکر جملہ کو چھوڑ دیا ہے۔

حسین بن واقد مروزی میزانِ جرح وتعدیل میں:

مسند احمد کی زیر بحث روایت کے دوسرے راوی "حسین بن واقد مروزی" ہیں، جن کے بارے میں ماہرین فن اسماء الرجال نے اگرچہ ثاقت ذکر کی ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ ان

---

[1] (سؤالات أبی داؤد للامام أحمد بن حنبل فی جرح الرواة وتعدیلهم: ج ۱ ص ۳۱۹ ط مکتبة العلوم والحکم المدینة المنورة السعودیة)

کے متعلق یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ جب ان کی مرویات کا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے سامنے ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی مرویات ہیں ہی کیا چیز؟ کچھ بھی نہیں ہیں، بلکہ آپؒ نے ان کی بے وزنی بیان کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کو جھاڑ دیا، اور ایک جگہ تو آپؒ نے ان کی بعض احادیث کے پہچاننے ہی سے لاعلمی کا اظہار فرمایا ہے۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

" حسين بن واقد له أشياء مناكير " [1]

ترجمہ: حسین بن واقد کی روایات "منکر" ہیں۔

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

" ما انكر حديث حسين بن واقد وأبي المنيب عن بريدة ." [2]

ترجمہ: حسین بن واقد اور ابو المنیب عن بریدہ کی احادیث کس قدر منکر ہیں۔

موصوف ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

" عبد الله بن بريدة الذي روي عن حسين بن واقد ما أنكرها ." [3]

ترجمہ: عبد اللہ بن بریدہ نے جو حسین بن واقد سے روایت کی ہے وہ کس قدر "منکر" ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

" وربما أخطأ في الروايات قال أحمد في أحاديثه زيادة ما أدري أي شئ هي ونفض يده ." [4]

[1] (العلل ومعرفة الرجال لأحمد رواية المروذي وغيره: ج ۱ ص ۱۸۳ س ۱۰۷ ط مكتبة المعارف الرياض السعودية)

[2] (العلل ومعرفة الرجال لأحمد رواية ابنه عبد الله: ج ۱ ص ۳۰۱ ر ٤۹۷ ط دار الخاني الرياض السعودية)

[3] (العلل ومعرفة الرجال لأحمد رواية ابنه عبد الله: ج ۲ ص ۲۲ ر ۱٤۱۸ ط دار الخاني الرياض السعودية)

[4] (تهذيب التهذيب لابن حجر: ج ۲ ص ۳۷٤ ط ۲ ٦٤۲ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

ترجمہ: بسا اوقات یہ روایات میں خطاء کر جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اِس کی احادیث میں زیادتی پائی جاتی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کیا چیز ہے؟ اور اُنہوں نے اپنا ہاتھ جھاڑ دیا۔

موصوف ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"ثقة له أوهام ."[1]

ترجمہ: ثقہ ہے اُس کو اوہام ہیں۔

اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

" واستنكر أحمد بعض حديثه "[2]

اسی طرح علامہ عقیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" ذكر أبو عبد الله حسين بن واقد فقال :
وأحاديث حسين ما أري أي شيءٍ هي ونفض يده ."[3]

ترجمہ: امام ابو عبداللہ رحمہ اللہ نے حسین بن واقد کا ذکر کیا تو فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ حسین کی احادیث کیا چیز ہیں؟ اور اپنا ہاتھ جھاڑ دیا۔ (ترجمہ ختم)

مذکورہ بالا روایت کے راوی حسین بن واقد مروزی پر ماہرین فن اسماء الرجال کی اس طرح کی جرح وقدح کے بعد زیر بحث روایت جو وزن رہ گیا ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔

متن کے اعتبار سے بحث:

بالفرض زیر بحث روایت کی سند ہذا میں نقد کا اعتبار نہ کیا جائے اور اِس سے صرف نظر کرلی جائے تب بھی اِس روایت سے "شرب خمر" کا طعن ثابت نہیں ہوتا، اِس لئے کہ عبارت کا

---

[1] (تهذيب التهذيب لابن حجر : ج ۱ ص ۱٦۹ ، ر ۱۳۵۸ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[2] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي : ج ۱ ص ۵٤۹ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان) و (المغني في الضعفاء للذهبي : ج۱ ص۱۷٦ ، ر ۱۵۷٦ ط مكتبة شاملة بيروت)

[3] (الضعفاء الكبير للعقيلي : ج ۱ ص ۲۵۱ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

مفہوم مبہم اور غیر واضح ہے، بلکہ معنی کے اعتبار سے مفہوم میں تدافع پایا جاتا ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ لفظ "ثم ناول أبي" کے بعد "ثم قال" مذکور ہے۔ چناں چہ اِس لفظ "قال" کا فاعل اگر لفظ "أبي" کو بنایا جائے تو پھر یہ لفظ "ثم قال" کے بجائے عربی گرامر کے اعتبار سے "فقال" ہونا چاہیے۔ اور اگر "ثم قال" کا فاعل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے تو روایت کا مفہوم باہم متعارض ہو کر رہ جاتا ہے، اس وجہ سے کہ ماقبل میں "شرب معاوية" موجود ہے۔ پھر یہ کہنا کہ "ماشربت منذ حرمه رسول الله صلي الله عليه وسلم" اِس سے متعارض مفہوم تیار ہوتا ہے۔

اس بناء پر زیر بحث روایت کے متن اور مصنف ابن ابی شیبہ اور دیگر محدثین کے متن روایت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ: "ثم قال ماشربت منذ حرمه رسول الله صلي الله عليه وسلم" کے کلمات رُواۃ کی طرف سے مدرج اور الحاقی ہیں۔ ان کلمات کو عبارت سے الگ کر لیا جائے تو متن روایت میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا اور مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ قابل اعتراض روایت کی تعبیر اپنے معنی کے لحاظ سے غیر واضح اور ناقلین کے تصرف سے خالی نہیں۔ اسی بناء پر فاضل ہیثمی رحمہ اللہ نے "مجمع الزوائد" میں یہ روایت ذکر کرتے وقت قابل اشکال کلمات کو حذف کر دیا اور آخر میں لکھا کہ:

"وفي كلام معاوية شئ تركته ."[1]

درایت کے اعتبار سے بحث:

اسی طرح بالفرض اگر زیر بحث روایت کو قابل اعتراض نہ ٹھہرایا جائے اور اس میں بعض کلمات مذکورہ کو رُواۃ اور ناقلین کے تصرف سے خالی مان لیا جائے اور ان پر عدم ادراج و الحاق کا حکم لگایا جائے، تب بھی درایت کے اعتبار سے "شربِ خمر" کا الزام سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جلالت شان اور آپ کے مقام صحابیت آپ کے مقام دیانت کے بالکل خلاف ہے۔

---

[1] (مجمع الزوائد: ج ۵ ص ۴۲ کتاب الاطعمہ، بحوالہ: سیرتِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۶۵۰، ۶۵۱، طدارالکتاب اردو بازار لاہور)

اِس لئے کہ یہ بات تواتر کے ساتھ نص قطعی سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا تھے اور اللہ تعالی کے فرماں بردار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم بردار تھے۔ اِس لئے یہ بات کسی بھی طرح پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتی کہ کوئی ایک بھی ادنیٰ درجہ کا صحابی شرب خمر وغیرہ کسی بھی صریح حکم شرعی کا ارتکاب کرتا ہو، چہ جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے خلیفۃ المسلمین، جلیل القدر، کاتب وحی، عظیم صحابی اِس فعل حرام کا ارتکاب کر بیٹھیں۔

حرمت خمر سے متعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایات:

حالاں کہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حرمت خمر پر متعدد روایاتِ حدیث منقول ہیں۔

پہلی روایت یہ ہے:

۱۔عن يعلي بن شداد بن أوس سمعت معاوية يقول سمعت رسول الله صلي الله عليه وسلم يقول كل مسكر حرام علي كل مؤمن." [1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نشہ آور چیز ہر مؤمن پر حرام ہے۔(ترجمہ ختم)

دوسری روایت یہ ہے:

۲۔عن معاوية قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم من شرب الخمر فاضربوه وان عاد فاضربوه وان عاد

---

[1] (سنن ابن ماجة: ج ۲ ص ۱۱۲٤ ح ۳۳۸۹ ط دار احياء الكتب العربية فيصل عيسي البابي الحلبي) و (موارد الظمآن الي زوائد ابن حبان: ج ۱ ص ۳۳٦ ح ۱۳۸۷ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فاضربوه فان عاد فاقتلوه ."[1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص شراب پیئے اُس کو حد لگاؤ! اگر دوبارہ پیئے پھر حد لگاؤ! اگر سہ بارہ پیئے پھر حد لگاؤ! اور اگر چوتھی بار پیئے تو اُس کو قتل کردو!"۔ (ترجمہ ختم)

اِن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو خود شراب نوشی، اُس کی حرمت اور اُس کی وعیدوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث نقل کرنے والے ہیں، پھر بھلا وہ خود کیسے اِس صریح حکم شرعی کی خلاف ورزی کرسکتے تھے؟ بالخصوص جب کہ شربِ خمر والا یہ فعل قبیح اُن کے مقامِ دیانت اور اُن کے مرتبہ صحابیت کے بھی خلاف تھا؟

فقہی قواعد کے اعتبار سے بحث:

اسی طرح فقہی اُصول و قواعد کی رُوشنی میں بھی کبار علمائے اہل سنت نے اپنی یہ نادر تحقیق پیش فرمائی ہے کہ "قولی" اور "فعلی" اور "محرم" اور "مبیح" روایات کے تعارض کی صورت میں "قولی روایات" کو "فعلی روایات" پر اور "محرم روایات" کو "مبیح روایات" پر ترجیح دی جاتی ہے۔

چنانچہ محقق اہل سنت حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قابل اعتراض روایت مذکورہ بالا کا جواب علمائے کرام اِس قاعدے کے اعتبار سے بھی پیش کرتے ہیں اگر (مسند احمد کی زیر بحث) وہ روایت جو موردِ اعتراض ہے دُرست تسلیم کرلی جائے تو وہ "فعلی" ہے اور (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ بالا حرمت خمر والی) یہ ابن ماجہ اور مسند احمد وغیرہ کی روایات "قولی" ہیں، فلہٰذا "قولی" اور "فعلی" (روایات) کے تعارض کی صورت میں "قولی" روایت کو ترجیح دی

---

[1] (مسند أحمد: ج ۲۸ ص ۱۰۰ ح ۱۶۸۸۸ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (المعجم الكبير للطبراني: ج ۱۹ ص ۳۵۹ ح ۸۴۳ ط مكتبة ابن تيمية القاهرة)

جاتی ہے۔"

نیز یہ روایات جو (اوپر) اب ذکر کی گئی ہیں "محرم" ہیں اور (مسند احمد کی زیرِ بحث قابل اعتراض روایت) "مبیح" ہے۔ (اور) "محرم" اور "مبیح" روایات کے تقابل کی صورت میں "محرم" کو ترجیح دی جاتی ہے۔"[1]

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ:

ممکن ہے کوئی شخص اپنی لاعلمی اور جہالت کی بناء پر یہ اعتراض کر بیٹھے کہ راوی کا جب اپنا عمل اُس کی مرویات کے خلاف پایا جائے تو فن حدیث وفقہ کے اُصول وقواعد کے اعتبار سے وہ راوی لائق نقد وطعن ہوتا ہے۔ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ حدیث وفقہ کا یہ اُصول وضابطہ مطلق نہیں ہے، بلکہ اِس کی بھی کچھ قیود وشرائط ہیں۔ مثلاً یہ کہ (۱) اگر روایت کرنے سے پہلے راوی اپنی روایت کے خلاف کوئی کام کرے (۲) یا جو کام اُس نے کیا ہے اُس کی تاریخ معلوم نہ ہو تو وہ جرح نہیں ہوتی۔

چنانچہ فخر المحدثین علامہ خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ (المتوفی) لکھتے ہیں:

" قال في التوضيح وان عمل بخلافه قبلها أو لم يعلم التاريخ لايجرح ." [2]

ترجمہ: توضیح میں ہے کہ اگر راوی نے اگر روایت نقل کرنے سے پہلے اپنی روایت کے خلاف عمل کیا یا اسے تاریخ معلوم نہ رہی ہو تو یہ جرح نہیں ہے۔ (ترجمہ ختم)

اسی طرح ملاجیون رحمہ اللہ (المتوفی) بھی لکھتے ہیں:

" وان كان قبل الرواية أو لم يعرف تاريخه لم يكن جرحا ." [3]

---

[1] (سیرتِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۶۵۲ طبع دار الکتاب اردو بازار لاہور)

[2] (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد للسهارن بوري :)

[3] (نور الأنوار في شرح المنار لملا جيون : ص)

ترجمہ: اور اگر روایت (نقل کرنے) سے پہلے (راوی کا عمل
اُس کی روایت کے خلاف) ہو یا وہ اُس کی تاریخ نہ جانتا ہو تو یہ جرح نہیں
ہے۔ (ترجمہ ختم)

محولہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ راوی مطلقاً اپنی مروی روایت کے خلاف عمل کرنے سے قابلِ طعن اور لائقِ جرح نہیں بنتا بلکہ اُس کی بھی کچھ قیود و شرائط ہیں کہ جب اُس کا عمل روایت کرنے کے بعد اپنی مروی روایت کے خلاف پایا جائے تو اُس صورت میں وہ قابلِ جرح و لائقِ طعن بنتا ہے۔ اگر اُس کا عمل روایت کرنے سے قبل اپنی مروی روایت کے خلاف پایا گیا یا اُس کا عمل روایت کرنے سے قبل یا روایت کرنے کے بعد متعین نہیں ہو سکا تو اُس صورت میں یہ چیز راوی کے حق میں قابلِ طعن و لائقِ جرح نہیں بنتی ہے۔

عقلی و قیاسی اعتبار سے بحث:

روایت و درایت اور فقہی قواعد و قابلِ اعتراض عبارت کے علاوہ بھی عقلی و قیاسی اعتبار سے بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں "شربِ خمر" یعنی شراب نوشی کا الزام کسی طرح پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا:

۱- اوّلاً تو اِس وجہ سے کہ اُردو وغیرہ زبانوں میں حقیقی شراب کے لئے "شراب" کا لفظ ہی بولا جاتا ہے، لیکن عربی زبان میں قطعاً ایسا نہیں ہے، بلکہ اُس میں "شراب" کا لفظ عام مشروبات کے لئے بولا جاتا ہے، جب کہ حقیقی شراب کے لئے "خمر" کا لفظ بولا جاتا ہے۔

چنانچہ قرآنِ مجید میں حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں آتا ہے:

" فانظر الي طعامک و شرابک لم يتسنه ." [1]

ترجمہ: اب اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ ذرا نہیں سڑیں!

ایک دوسری جگہ جہنمی لوگوں کے بارے میں آتا ہے:

" لا يذوقون فيها بردا ولا شرابا ." [2]

---

[1] (سورۃ البقرۃ : ۲/ ۲۵۹)

[2] (النبأ : ۷۸/ ۲۴)

ترجمہ: اُس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کسی پینے کے قابل چیز کا۔
جب کہ حقیقی شراب کے لئے قرآنِ مجید میں "خمر" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔
چنانچہ سورۂ بقرہ میں آتا ہے:

"یسئلونک عن الخمر والمیسر ۔" [۱]

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں!
اسی طرح سورۂ مائدہ میں آتا ہے:

"یا أیھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۔" [۲]

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوئے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں! لہٰذا اِن سے بچو تا کہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

۲- اور ثانیاً اس وجہ سے کہ زیرِ بحث روایت میں شراب سے "خمر" مراد لینا اِس لئے بھی دُرست نہیں کہ نہ تو اِس کا سیاق وسباق قطعاً اِس کو مراد لینے کی اجازت دیتے ہیں اور نہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقامِ صحابیت کے پیشِ نظر اُن سے اِس طرح کی بدظنی گوارا کی جاسکتی ہے، بلکہ اِس صورت میں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ پر بھی حرف آتا ہے کہ اُنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسے دسترخواں پر بیٹھنا ہی کیوں گوارہ کیا جس پر شراب (خمر) کا دور چلتا تھا؟ کیوں کہ ایسے دسترخواں پر بیٹھنا کسی عام مسلمان کے شایانِ شان نہیں، چہ جائے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ جیسے ایک صحابی رسول اسے گوارا کر سکتے۔

مزید یہ کہ احادیث مبارکہ میں ایسے دسترخواں پر بیٹھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، جس

---

[۱] (سورۃ البقرۃ: ۲/۲۱۹)

[۲] (المائدۃ: ۵/۹۰)

پر شراب (خمر) کا دور چلتا ہو۔

چنانچہ اس سلسلہ میں جامع ترمذی کی ایک مرفوع حدیث (جو اگرچہ ضعیف ہے، لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بہ سند صحیح موقوفاً منقول ہے اُس) میں یہ ممانعت مذکور ہے کہ:

''تم ایسے دستر خوان پر مت کھاؤ جس پر شراب پی جاتی ہے!''

چنانچہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۱ھ) سے روایت ہے:

"اخبرنا معمر عن زيد بن رفيع عن حرام بن معاوية قال كتب الينا عمر بن الخطاب لا يجاورنكم خنزير ولا يرفع فيكم صليب الا تأكلوا علي مائدة يشرب عليها الخمر وأدبوا الخليل و امشوا بين الغرضين." [1]

ترجمہ: حضرت حرام بن معاویہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں لکھا کہ خنزیر تمہارے آس پاس نہ بھٹکے، تمہارے درمیان صلیب نہ کھڑی کی جائے اور تم ایسے دستر خواں پر مت کھاؤ جس پر شراب پی جاتی ہو اور گھوڑوں کو سکھاؤ اور دو نشانوں (جہاں سے تیر چلائے جائیں اور جہاں پر چلائے جائیں اس) کے بیچ دوڑو!

۳- اور ثالثاً اِس وجہ سے کہ اکابر صحابہ کرام اور اکابر ہاشمی حضرات مثلاً حضرات حسنین کریمینؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم وغیرہم کی اکثر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ یہ حضرات اُن کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے تھے اور اُن کے ہدایا اور وظائف قبول اور وصول کرتے تھے اور اُس دور کی جہاد کی مساعی میں شامل رہتے تھے۔ [2]

تو اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شراب خوری کے مرتکب تھے تو ان حضرات نے کیوں منع نہیں کیا؟ اور اُن کے ساتھ دینی و دُنیوی تعلقات کیوں استوار رکھے؟ کیا یہ حضرات ایک گناہ

---

[1] (مصنف عبدالرزاق : ج٦ ص ٦٠ ح ١٠٠٠٣ اسناده صحيح ط المكتب الاسلامي بيروت)

[2] (مسئلہ اقربا نوازی ص ۱۹۵ طادارالکتاب اردو بازار لاہور)

اور ظلم پر تعاون کرتے رہے؟ اور ظلم پر تعاون کے مرتکب ہوئے؟ کیا یہ آیات اُن کے پیشِ نظر نہیں تھیں:

وتعاونوا علي البر والتقوي ولا تعاونوا علي الاثم والعدوان ."

اسی طرح:

" ولا تركنوا الي الذين ظلموا فتمسكم النار ."

نیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو " هاديا مهديا " کے الفاظ کے ساتھ دُعاء دے کر مشرف فرمایا ہے اور آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں یقیناً منظور ہوئیں۔

اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر "شراب خوری" کا اعتراض درست ہے تو وہ قوم کے لئے " هادي " اور اپنے مقام میں " مهدي " کس طرح ہوئے؟ کیوں شراب خود آدمی "ہادی" و "مہدی" نہیں ہوتا۔[1]

شراب سے کون سا مشروب مراد ہے؟

اب آخر میں یہ سوال رہ جاتا ہے کہ آخر وہ مشروب کون سا تھا جسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مہمانوں کے لئے منگوایا اور خود بھی نوش فرمایا؟ تو اُس کے جواب میں بعض علماء نے "نبیذ" کا نام لیا ہے جو کھجور، منقی اور شہد سے تیار کی جاتی ہے اور شرعاً اُس کا استعمال حلال ہے۔ لیکن زیرِ بحث روایت کے سیاق وسباق کو اگر دیکھا جائے تو اُس میں ایسا کوئی اشارہ نہیں ملتا جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ مشروب نبیذ تھی، بلکہ جہاں تک غالب گمان جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اِس مشروب سے مراد "دودھ" تھا، جس کا اسی روایت کے آخر میں ذکر بھی موجود ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے "دودھ" اپنا پسندیدہ مشروب بتلایا ہے۔ لہٰذا اس سے یہی اشارہ ملتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے "دودھ" ہی پیا تھا اور زیرِ بحث روایت میں "شراب" سے مراد "دودھ" ہی ہے۔ چنانچہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کا زیرِ بحث روایت پر " باب ما جاء في اللبن"

---

[1] (سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۶۵۳ طدارالکتاب اردو بازار لاہور)

(یعنی اُن احادیث کے بارے میں باب جو "دودھ" پینے کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں) کا "ترجمۃ الباب" قائم کرنا ہمارے اِس دعوے پر شاہدِ عدل ہے۔

مختصر یہ کہ مسند احمد کی زیرِ بحث روایت رُواۃ و ناقلین کے تصرف کی بناء پر روایت و درایت اور عقل و قیاس کے لحاظ سے نا قابلِ اعتبار اور درجۂ احتجاج سے ساقط ہے اور سند کے اعتبار سے "منکر" اور "ضعیف" ہے، جب کہ اُس کے مقابلے میں مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت صحیح اور قابلِ اعتماد ہے۔

لہٰذا انجینئر محمد علی مرزا کا مصنف ابن ابی شیبہ کی صحیح روایت کو چھوڑ کر مسند احمد کی ایک "منکر" اور ضعیف" روایت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف "شرب خمر" یعنی شراب نوشی کا الزام عائد کر کے اُن کی ذات کو مطعون بنانا اور اُن کے مقام صحابیت کو مجروح کرنا ایک انتہائی گھٹیا، مذموم، اور نا قابلِ روا جسارت ہے۔

وفاتِ حسنؓ پر خوشی واشیائے ممنوعہ کا الزام

انجینئر محمد علی مرزا اپنے ریسرچ پیپر ز: ''واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں'' کے تیسرے باب: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک مہینہ قبل مستقبل میں ہونے والے حکومتی بگاڑ سے متعلق غیبی خبریں دے دی تھیں!'' کے تحت سنن ابی داؤد کی ایک حدیث کے حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بالکل غلط اور خلافِ واقعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوشی منانے اور بعض اشیائے ممنوعہ کے استعمال کرنے کا الزام لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''(۳۱) سنن ابی داؤد کی حدیث میں ہے: سیدنا خلد تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ اور عمرو بن اسود اور بنی اسد کا ایک شخص حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس وفد بن کر گئے۔ (اِس موقع پر ملاقات کے دوران) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ سے کہا: ''کیا تمھیں معلوم ہے کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے ہیں؟'' سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ نے فوراً پڑھا: ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' ایک شخص (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جن کا نام اگلے طریق میں ہے) نے سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ سے کہا: ''تم اسے (سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی موت کو) مصیبت سمجھتے ہو؟'' (نعوذ باللہ من ذلک) سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''میں اسے مصیبت کیوں نہ سمجھوں؟ حالاں

کہ میں نے خود دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنی گود میں بٹھایا ہوا تھا اور ارشاد فرما رہے تھے: "یہ (حسن رضی اللہ عنہ) مجھ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہے اور حسین (رضی اللہ عنہ) علی (رضی اللہ عنہ) سے ہے!" بنو اسد کے ایک شخص نے کہا: "وہ (حسن رضی اللہ عنہ) تو ایک انگارہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے بجھا دیا!" نعوذ باللہ من ذلک) سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ نے (یہ باتیں سننے کے بعد غصے میں آ کر ارشاد) فرمایا: "میں اُس وقت تک یہاں سے نہیں اٹھوں گا جب تک تجھ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کو غصہ نہ دلاؤں اور ایسی بات نہ سناؤں جو تجھے ناپسند ہو! اے معاویہ (رضی اللہ عنہ)! اگر میں سچ بیان کروں تو میری تصدیق کر دینا اور اگر جھوٹ بولوں تو میری تردید کر دینا!" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "ٹھیک ہے!" چناں چہ سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونا پہننے سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا؟" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہاں!" پھر سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشم پہننے سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا؟" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہاں!" پھر سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درندوں کی کھالوں (کے لباس) کو پہننے سے اور اُن پر (قالین کے طور پر) بیٹھنے سے روکا تھا؟" (یہ لفظ غلط ہے صحیح ترجمہ یہ ہے: "روکتے ہوئے سنا تھا؟" (رفیع) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہاں!" پھر سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! اے معاویہ (رضی اللہ عنہ)!

یہ سب (حرام اشیاء استعمال ہوتی ہوئی) میں نے تیرے گھر میں دیکھی ہیں؟" یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے مقدام (رضی اللہ عنہ)! مجھے پتا ہے کہ میں تم سے جیت نہیں سکتا!" سیدنا خالد تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: "پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ کے لئے اُن کے دونوں ساتھیوں سے بڑھ کر انعام و اکرام کا حکم صادر کیا۔ اور سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے سارا مال اپنے ساتھیوں میں ہی وہیں بانٹ دیا اور اسدی نے کسی کو کچھ بھی نہ دیا۔ اِس بات کی خبر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے کہا: "سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ تو واقعی ایک سخی شخص ہیں، جنہوں نے دل کھول کر دے دیا۔ اور جو اسدی شخص ہے وہ اپنے مال کو اچھی طرح سنبھالنے والا ہے۔" [1]

انجینئر محمد علی مرزا نے سنن ابی داؤد کی اِس روایت میں: "فقال له رجل أترا ها مصيبة؟" میں لفظ "قال" کے فاعل "رجل" سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات مراد لی ہے اور ساتھ ہی بریکٹ میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ اِس سے مراد (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (ہیں) جن کا نام اگلے طریق میں ہے) ہے، جب کہ سنن ابی داؤد ہی کے ایک دوسرے نسخہ میں لفظ "قال" کا فاعل "فلان" کو قرار دیا ہے، اور اُس کا فاعل شارحِ ابو داؤد علامہ خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ نے "اسدی" وغیرہ کو قرار دیا ہے۔

چناں چہ علامہ سہارن پوری رحمہ اللہ (المتوفی) لکھتے ہیں:

"(فقال له فلان) ولعله الرجل الأسدي أو غيره." [2]

ترجمہ: (پس فلاں نے اُن سے کہا) ہو سکتا ہے کہ فلاں شخص اسدی یا اُس کے علاوہ کوئی اور شخص ہو۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (سنن ابی داؤد: ح ۴۱۳۱ بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں: ص ۱۵)

[2] (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد للسهارن فوري: ج ۱۷ ص ۱۴ ط دار القلم دمشق)

لیکن انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے مدعا کے اثبات میں یہی روایت سنن ابی داؤد کے بعد مسند احمد کے حوالے سے بھی نقل کی ہے جس میں لفظ "قال" کا فاعل واضح طور پر "رجل" یا "فلان" کے بجائے "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ" کو قرار دیا گیا ہے۔

چناں چہ انجینئر موصوف لکھتے ہیں:

"مسند احمد کی حدیث میں ہے: سیدنا خالد بن معدان تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ اور عمرو بن اسود حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ سے کہا "کیا تمہیں معلوم ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں؟" سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ نے فوراً پڑھا: "انا للہ وانا الیہ راجعون" اِس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ سے کہا: "تم اسے (یعنی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی موت کو) مصیبت سمجھتے ہو؟" (نعوذ باللہ من ذلک) سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا "میں اسے مصیبت کیوں کر نہ سمجھوں؟ حالاں کہ میں نے خود دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں بٹھایا ہوا تھا اور ارشاد فرما رہے تھے: "یہ (حسنؓ) مجھ (محمدؐ) سے ہے اور حسین علیؓ سے ہے۔"[1]

مسند احمد کی روایت کے الفاظ:

چناں چہ مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

" حدثنا حيوة بن شريح حدثنا بقية عن بحير بن سعد عن خالد بن معدان قال وفد المقدام بن معدي كرب وعمرو بن الأسود الي معاوية فقال معاوية للمقدام أعلمت أن الحسن بن علي توفي فرجّع المقدام فقال له معاوية

[1] (مسند احمد: ج ۷ ص ۱۳۱ ح ۱۷۲۴۳، واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر ۲۷ صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں: ص ۱۵)

أتراها مصيبة؟ فقال ولم لا أراها مصيبة وقد وضعه رسول الله صلي الله عليه وسلم في حجره وقال هذا مني وحسين من علي ."[1]

ترجمہ: حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت مقدام بن معدی کرب اور حضرت عمرو بن بن اسود رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس وفد بن کر گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا آپ کو معلوم ہے کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما وفات پا گئے ہیں؟'' حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا'' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم ان (کی وفات) کو مصیبت سمجھتے ہو؟'' حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں اسے مصیبت کیوں نہ سمجھوں؟ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ان (امام حسن رضی اللہ عنہ) کو اپنی گود میں بٹھایا ہوا تھا اور آپ ؐ ارشاد فرمارہے تھے کہ: ''یہ (حسن رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور حسین (رضی اللہ عنہ) علی (رضی اللہ عنہ) سے ہے!'' (ترجمہ ختم)

معجم طبرانی کی روایت کے الفاظ:

اسی طرح ''المعجم الكبير للطبراني'' میں بھی آتا ہے جس کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"حدثنا الحسين بن اسحاق وابراهيم بن محمد بن عرق الحمصي قالا ثنا محمد بن مصفي ثنا بقية عن بحير بن سعد عن خالد بن معدان قال وفد المقدام بن معدي كرب وعمرو بن الأسود – رجل من الأسد من أهل

---

[1] (مسند أحمد: ج ۲۸ ص ٤٢٦ ط مؤسسة الرسالة بيروت)

قِنّسرين من أصحاب النبي صلي الله عليه وسلم الي معاوية رحمه الله فقال معاوية للمقدام أما علمت أن الحسن بن علي توفي؟ قال فاسترجع المقدام فقال له معاوية أتراها مصيبة؟ قال ولم لا أراها مصيبة؟ وقد وضعه رسول الله صلي الله عليه وسلم في حجره فقال هذا مني وحسين من علي فقال للأسدي ماتقول أنت؟ فقال جمرة أطفأها الله فقال المقدام أما أنا فلا أبرح اليوم حتي أغيظک وأسمعک ما تکره ثم قال ان أنا صدقت فصدقني وان أنا كذبت فكذبني فقال افعل فقال أنشدک بالله هل سمعت رسول الله صلي الله عليه وسلم ينهي عن لبس الذهب؟ قال نعم قال وأنشدک بالله هل تعلم أن رسول الله صلي الله عليه وسلم نهي عن لبس الحرير؟ قال نعم قال أنشدک بالله هل تعلم أن رسول الله صلي الله عليه وسلم نهي عن جلود السباع والركوب عليها قال نعم قال فوالله لقد رأيت هذا كله في بيتک يا معاوية فقال معاوية قد عرفت أني لن أنجو منها اليوم يا مقدام قال خالد وأمر له معاوية بمال ولم يأمر لصاحبه وفرض لابنه قال ففرقها المقدام علي أصحابه ولم يعط الأسدي شيئاً مما أخذ فبلغ ذلک معاوية فقال أما المقدام فرجل كريم بسيط يديه وأما الأسدي فرجل حسن الامساک لنفسه.“[1]

سند کے اعتبار سے بحث:

امام ابوداؤد اور امام احمد بن حنبل اور امام طبرانی رحمہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر محدثین

---

[1] المعجم الكبير للطبراني: ج ۲۰ ص ۲۶۹ ط مكتبة ابن تيمية القاهرة)

(مثلاً امام طبرانی رحمہ اللہ ہی نے "معجم الکبیر" ہی میں اور "معجم الشامیین" میں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے "تاریخ الاوسط" میں) اِس روایت کو اسی اسناد کے ساتھ بقیہ بن الولید سے مختلف طرق سے نقل کیا ہے، لیکن سوائے مسند احمد اور معجم کبیر للطبرانی کی ایک روایت کے اور کسی کی بھی روایت میں "فقال لہ" کا فاعل "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ" کو نہیں قرار دیا گیا۔

بقیہ بن الولید میزانِ جرح وتعدیل میں:

بقیہ بن الولید کی جہاں ماہرین فن اسماء الرجال نے تعدیل وتوثیق کی ہے تو وہیں اُس پر جرح وتنقید بھی کی ہے۔ ذیل میں ہم پہلے اِس کی تعدیل وتوثیق ذکر کرتے ہیں اور اُس کے بعد اُس پر نقد وجرح۔

تعدیل وتوثیق کرنے والے علماء:

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" اذا حدث عن ثقة فليس به بأس "[1]

ترجمہ: بقیہ جب ثقہ راوی سے روایت کرے تو اُس میں کوئی حرج نہیں۔

امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" ثقة ما روي عن المعروف "[2]

بقیہ معروف راوی سے روایت کرنے میں ثقہ ہے۔

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

" قال أبي بقية اذا حدث عن المعروفين مثل بحير بن سعد وغيره قبل. "[3]

ترجمہ: میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) فرماتے ہیں

---

[1] (تاریخ ابن معین روایة ابن محرز : ج ١ ص ٧٩ ط مجمع اللغة العربية دِمَشق)

[2] (تاریخ الثقات للعجلي : ج ١ ص ٨٣ ط دار الباز)

[3] (موسوعة أقوال الامام أحمد بن حنبل في رجال الحديث وعلله : ج ١ ص ١٦٢ ط عالم الكتب)

کہ بقیہ جب معروف راویوں بحیر بن سعد وغیرہ سے روایت کرے تو
اُس کی روایت قبول کی جائے۔(ترجمہ ختم)

امام ابن سعد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" وكان ثقة في روايته عن الثقات " [1]

ترجمہ:بقیہ ثقات سے روایت کرنے میں ثقہ ہے۔

امام یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" بقية ثقة حسن الحديث اذا حدث عن المعروفين " [2]

ترجمہ: بقیہ جب معروف راویوں سے روایت کرے تو وہ ثقہ اور حسن الحدیث ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" اذا قال حدثنا و أخبرنا فهو ثقة " [3]

ترجمہ:بقیہ جب " حدثنا "اور" أخبرنا " کہے تو وہ ثقہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی)فرماتے ہیں:

"وهو حسن الحديث اذا حدث عن المعروفين ولم يدلس" [4]

ترجمہ: بقیہ جب معروف راویوں سے روایت کرے تو اُس
کی تدلیس نہ کی جائے بلکہ وہ حسن الحدیث ہے۔

جرح وتعدیل کرنے والے علماء:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی)فرماتے ہیں:

" له مناكير عن الثقات " [5]

---

[1] (طبقات ابن سعد: ج ۷ ص ۳۲٦ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[2] (سير أعلام النبلاء للذهبي : ج ۷ ص ٤٥٩ ط دار الحديث القاهرة)

[3] (سير أعلام النبلاء للذهبي : ج ۷ ص ٤٥٩ ط دار الحديث القاهرة)

[4] (طبقاة الحفاظ للسيوطي : ج ۱ ص ۱۲۷ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[5] (بحر الدم فيمن تكلم فيه الامام أحمد بمدح أو ذم لابن المبرد: ج۱ ص ۳۰ ط دار الكتب العلمية بيروت)

ترجمہ: بقیہ ثقہ راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" صدوق لكن يكتب عمن اقبل و أدبر " [۱]

ترجمہ: بقیہ صدوق ہے لیکن ہر آنے جانے والے کی روایت لکھ لیتا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

" قلت وهو أيضا ضعيف الحديث اذا قال عن فانه مدلس " [۲]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ بقیہ تب بھی ضعیف الحدیث ہوگا جب "عن" کہے کیوں کہ وہ مدلس ہے۔

موصوف دوسری جگہ لکھتے ہیں:

" وقال غير واحد كان مدلسا فاذا قال عن فليس بحجة " [۳]

ترجمہ: متعدد علماء نے کہا ہے کہ بقیہ مدلس ہے۔ اور جب یہ "عن" سے روایت کرے تو پھر نا قابل حجت ہے۔

موصوف ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

" قلت كان يدلس كثيرا فيما يتعلق بالأسماء " [۴]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ جو روایات اسماء سے متعلق ہوتی ہیں اُن میں بقیہ بہت زیادہ تدلیس کرتا ہے۔

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو مسہر الغسانی رحمہ اللہ سے بقیہ کی حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا:

" احذر أحاديث بقية و كن منها على تقية فانها غير نقية " [۵]

---

[۱] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي: ج ۱ ص ۳۳۱ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت)

[۲] (سير أعلام النبلاء للذهبي: ج ۸ ص ۵۲۲ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[۳] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي: ج ۱ ص ۳۳۱ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت)

[۴] (تذكرة الحفاظ للذهبي: ج ۱ ص ۲۲۱ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[۵] (الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ج ۲ ص ۲۵۹ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ترجمہ: بقیہ کی احادیث سے کنارہ کشی کریں اور اُن سے بچتے رہیں، کیوں کہ وہ صاف نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"وكان كثير التدليس عن الضعفاء والمجهولين" [1]

موصوف ایک دوسری جگہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وقال البيهقي في الخلافيات أجمعوا على أن بقية ليس بحجة" [2]

ترجمہ: امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب الخلافیات میں فرمایا ہے کہ ماہرین فنِ اسماء الرجال کا اِس بات پر اجماع ہے کہ بقیہ قابلِ حجت نہیں ہے۔

موصوف تھوڑا آگے چل کر امام ابن القطان رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"بقية مدلس عن الضعفاء ويستبيح ذلک و هذا ان صح مفسد لعدالته" [3]

ترجمہ: بقیہ مدلس ہے ضعیف راویوں سے روایت کرتا ہے اور اسے مباح سمجھتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو اُس کی عدالت کو فاسد کر دینے والی ہے۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كان مدلسا يروي عن قوم متروكين و مجهولين" [4]

ترجمہ: بقیہ مدلس ہے متروک اور مجہول لوگوں سے روایت کرتا ہے۔

---

[1] (تعريف أهل التقديس بمراتب الموصوفين لابن حجر: ج ١ ص ٤٩ ط مكتبة المنار عمان)

[2] (تهذيب التهذيب: ج ١ ص ٤٧٨ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية حيدر آباد دكن الهند)

[3] (تهذيب التهذيب لابن حجر: ج ١ ص ٤٧٨ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[4] (الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي: ١٤٦/١، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وفي حديثه مناكير الا أن أكثرها عن المجاهيل وكان صدوقا" [1]

ترجمہ: بقیہ کی حدیث میں مناکیر ہیں مگر یہ کہ اُن میں سے زیادہ تر مجہول راویوں سے مروی ہیں اور یہ صدوق تھے۔

صاحب "الوفیات و الأحداث" لکھتے ہیں:

"بقية بن الوليد محدث مشهور بالتدليس" [2]

ترجمہ: بقیہ بن الولید محدث ہیں تدلیس میں مشہور ہیں۔

جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے!:

اِس تمام تر تفصیل سے معلوم ہوا کہ "بقیہ بن الولید" کی جہاں کبار ماہرین فن اسماء الرجال نے توثیق و تعدیل بیان کی ہے تو وہیں اُس پر نقد و جرح بھی کی ہے۔ اور یہ اُصول ہے کہ نقد و جرح تعدیل و توثیق پر مقدم ہوتی ہے، بالخصوص اُس وقت جب کہ بقول حافظ ذہبی رحمہ اللہ یہ "عن" سے روایت کرے تو اُس وقت یہ نا قابل حجت ہوتا ہے، چناں چہ زیر بحث روایت میں "عن بحير" مذکور ہے یعنی یہ "عن" سے روایت کر رہا ہے، لہٰذا بقیہ بن الولید ایک مجروح اور ضعیف راوی ہے، جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

بقیہ بن الولید مدلس اور ضعیف راوی ہے!:

مزید برآں یہ کہ انجینئر محمد علی مرزا نے سنن ابی داوٗد کی زیر بحث روایت کے ترجمہ میں "عن رجل" کی جو تشریح اُس سے اگلی مسند احمد روایت کی روایت کے حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام سے کی ہے تو مسند احمد کی اس روایت کے بارے میں شیخ شعیب الارناؤوط، عادل مرشد وغیرہ اُس کے محققین فرماتے ہیں کہ:

---

[1] (تاريخ بغداد للخطيب البغدادي: ج ۷ ص ۱۲٦ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[2] (الوفيات والأحداث: ج ۱ ص ۵۳ المؤلف غير مطبوع)

" اسناده ضعيف ، بقية - ابن الوليد - مدلس

ويسوي وقد عنعن وباقي رجال الاسناد ثقات " [1]

ترجمہ: اِس روایت کی اسناد ضعیف ہے۔ بقیہ ابن الولید مدلس اور تسویہ کرتا ہے اور کبھی "عنعن" سے یہ روایت کرتا ہے۔ اور باقی اسناد کے رجال ثقہ ہیں۔

لہٰذا انجینئر محمد علی مرزا کا اِن جیسی ضعیف اور کم زور روایاتِ حدیث سے استدلال کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر خوشی منانے اور اشیائے ممنوعہ کا مرتکب قرار دینے کا الزام دینا ماہرین فن اسماء الرجال کی تحقیق کی رُوشنی میں لائق اعتناء نہیں بلکہ ناقابل حجت ہے، نیز اِس قسم کی ضعیف الاسناد روایاتِ حدیث کو بنیاد بنا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر طعن و تشنیع اور جرح و تنقید کرنا بڑی ہی بدبختی اور انتہائی ناروا جسارت ہے۔ اعاذنا الله منه ......

حضرت حسنؓ کی وفات پر حضرت معاویہؓ کی حالت زار:

درحقیقت حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ کی زیر بحث روایت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اندازِ گفتگو کے واقعہ کا اگر دیگر روایات کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ اُس سے اِس اندازِ گفتگو کے واقعہ کا باطل ہونا لازم آتا ہے، بلکہ اِس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حسن معاشرت، بلند کردار اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ قلبی تعلق اور دلی ہم دردی کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

" فلما جاء الكتاب بموت الحسن بن علي اتفق

---

[1] (تعليق المحققين (شيخ شعيب الأرناؤوط ، عادل مرشد وآخرون) على مسند الامام أحمد بن الحنبل : ج ۲۸ ص ۴۲۷،۴۲۶ ح ۱۷۱۸۹ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

كون ابن عباس عند معاوية وعزاه فيه بأحسن تعزية ورد عليه ابن عباس ردا حسنا كما قدمنا ...... (من أنه) قال معاوية يا عجبا للحسن بن علي شرب شربة عسل يمانية بماء رومة فقضي نحبه ثم قال لابن عباس لايسوك الله ولايحزنك في الحسن بن علي فقال ابن عباس لمعاوية لايحزنني الله ولايسوؤني ما أبقي الله أمير المؤمنين قال فأعطاه ألف ألف درهم وعروضا و أشياء وقال خذها فاقسمها في أهلك .“[1]

ترجمہ: پس جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی موت کی خبر (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو) کو پہنچی تو اُس وقت اتفاق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اُن کے پاس موجود تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں اِس (جاں کاہ) خبر پر نہایت ہی اچھے طریقے سے تعزیت کی تو اُس کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اُتنے ہی اچھے طریقے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دیا۔ جیسا کہ ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ (یعنی یہ کہ) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما قابلِ تعجب ہیں کہ آپؓ نے شہد کا شربت نوش فرمایا جو شہد یمانی کے ساتھ چاہِ رومہ کے پانی کے ساتھ ملا کر تیار کیا گیا تھا۔ اور اِس سے آپ کا انتقال ہو گیا۔ پھر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات پر اللہ تعالیٰ آپ کو غم اور مصیبت میں نہ ڈالے! تو جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے

[1] (البداية والنهاية لابن كثير : ج ٨ ص ١٣٨ ط دار الفكر بيروت لبنان)

فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو باقی رکھیں گے ہمیں کوئی غم اور مصیبت نہیں پہنچے گی۔ اِس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دس لاکھ نقد درہم، کچھ ساز و سامان اور کچھ دیگر اشیاء عطیہ کیں اور کہا کہ یہ آپ قبول فرمالیجئے اور انہیں اپنے اہل و عیال میں تقسیم فرمادیجئے! (ترجمہ ختم)

حضرت معاویہؓ اور یزید دونوں نے حضرت حسنؓ کی تعزیت کی!:

اور صرف یہی نہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ نہ صرف یہ کہ خود ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں تعزیت کے لئے تشریف لے گئے، بلکہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ دوسرے وقت اُنہوں نے اپنے بیٹے یزید بن معاویہ کو بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں تعزیت کے لئے بھیجا۔ اور یزید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں پہنچ کر انتہائی عمدہ الفاظ میں نہایت ہی بہترین اور اچھے طریقے سے تعزیت کی، جس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اِس کی قدر دانی کی اور شکریہ ادا کیا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

" وبعث معاوية ابنه يزيد فجلس يدي ابن عباس وعزاه بعبارة فصيحة وجيزة شكره عليها ابن عباس ." [۱]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو بھیجا، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے نہایت ہی فصیح اور سنے تلے الفاظ میں آپؓ کی تعزیت کی، جس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ (ترجمہ ختم)

---

[۱] (البداية والنهاية لابن كثير : ج ۸ ص ۲۰۴ ط دار الفكر بيروت لبنان)

اب اگر حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی زیر بحث روایت اور ان مذکورہ بالا روایات کا باہم تقابل کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر کے وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اصل تعزیتی گفتگو وہ تھی جو امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں صحیح اور مستند روایات کی رُوشنی میں ذکر کی ہے۔

افسوس کہ بعض عاقبت نا اندیش لوگوں انجینئر محمد علی مرزا وغیرہ ناقدین نے اِن صحیح اور مستند روایات کو پس پشت ڈال کر حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی زیر بحث مجروح اور مقدوح روایت کو معرضِ استدلال میں پیش کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کو ہدفِ تنقید اور طعن کا نشانہ بنا کر دُنیا و آخرت کی بربادی مول لی ہے۔ فیا اسفا......

متنِ روایت کی نکارت:

اِس کے بعد یہ چیز بھی لائق توجہ ہے کہ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے جو روایت: (هذا مني وحسين من علي) منقول ہے، اُس کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ اِس میں لفظاً و معناً نکارت پائی جاتی ہے۔ یعنی یہ روایت معروف روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے "منکر" ہے۔

چناں چہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (التوفی ۷۷۴ھ) نے اِس پر درج ذیل کلام کیا ہے:

" وقال بقية عن بحير بن سعيد عن خالد بن معدان عن المقدام بن معدي كرب قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم الحسن مني والحسين من علي " فيه نكارة لفظا و معنا ." [1]

روایت ہذا کے ایک راوی بقیہ بن ولید کے متعلق سابقاً ذکر کر دیا گیا ہے کہ وہ ضعیف اور مجروح ہے۔ اور استدلال و استناد کے لائق نہیں۔ لہٰذا اِس بناء پر ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اِس روایت کو "منکر" قرار دیا ہے۔

[1] (البداية والنهاية لابن كثير : ج ٨ ص ٣٦ ط دار الفكر بيروت لبنان)

مطلب یہ ہے کہ اِس موقع کی عام روایات میں (جو حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کے حق میں موجود ہیں) اُن (میں) دونوں حضرات کا جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر طاہرہ (سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے نسب مبارک سے ہونے کی تصریحات صحیح مروی ہیں، پھر یہاں یہ فرق کرنا کہ حسنؓ مجھ سے ہیں اور حسین علیؓ سے ہیں، یہ امتیاز عجیب معلوم ہوتا ہے۔ اور اُن دونوں حضرات کے لئے جو فضائل صحیح روایات میں دست یاب ہوتے ہیں وہ بالکل دُرست ہیں۔ اُن میں یہ تفریق اور یہ امتیاز مفقود ہے۔

اِس مقام پر ایک دیگر چیز بھی قابل توجہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یعلی بن مرہ عامری مرفوعاً ذکر کرتے ہیں کہ آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کرتے ہوئے اُن کی تقبیل فرمائی (یعنی اُن کو چوما) اور ارشاد فرمایا:

"حسين مني وأنا من حسين اللهم أحب من أحب حسينا حسين سبط من الأسباط."[1]

مطلب یہ ہے کہ حسین مجھ سے ہیں (میری اولاد سے ہیں) اور میں حسین سے ہوں

---

[1] (جامع الترمذي: ج ٥ ص ٦٥٨ ح ٣٧٧٥ ط شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر) و (سنن ابن ماجة: ج ١ ص ٥١ ح ١٤٤ ط دار احياء الكتب العربية فيصل عيسى البابي الحلبي) و (مسند ابن أبي شيبة: ج ٢ ص ٣٠٧ ح ٨٠٧ ط دار الوطن الرياض) و (مصنف ابن أبي شيبة: ص٦ ص ٣٨٠ ح٣٢١٩٦ ط مكتبة الرشد الرياض) و (فضائل الصحابة لأحمد بن الحنبل: ج ٢ ص ٧٧٢ ح ١٣٦١ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (مسند أحمد: ج ٢٩ ص ١٠٣ ح ١٧٥٦١ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (صحيح ابن حبان: ج ١٥ ص ٤٢٨ ح٦٩٧١ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (المعجم الكبير للطبراني: ج ٣ ص ٣٣ ح ٢٥٨٩ و ج ٢٢ ص ٢٧٤ ح ٧٠٢ مكتبة ابن تيمية القاهرة) و (المستدرك على الصحيحين للحاكم: ج ٣ ص ١٩٤ ح ٤٨٢٠ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (فضائل الخلفاء الراشدين للأصفهاني: ج ١ ص ١١٧ ح ١٢٨ ط دار البخاري للنشر والتوزيع المدينة المنورة) و (موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان: ج ١ ص ٥٥٤ ح ٢٢٤٠ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (الكنى والأسماء للدولابي: ج ١ ص ٢٧٠ ح ٤٧٩ ط دار ابن حزم بيروت لبنان)

(میرا اور حسین کا نسبی تعلق ہے۔ میں نانا ہوں) اے اللہ! جو حسینؓ سے محبت رکھے تو اُس کے ساتھ محبت فرما! اور حسین تو نواسوں میں سے نواسے ہیں! ؎۱

یہ روایت متعدد محدثین (امام بخاری، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، اور امام احمد بن حنبل وغیرہ) رحمہم اللہ تعالیٰ نے با سند ذکر کی ہے۔

چناں چہ جامع ترمذی میں ہے:

"عن يعلي بن مرة قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم "حسين مني وأنا من حسين أحب الله من احب حسينا حسين سبط من الأسباط ." ؎۲

ترجمہ: حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں! اے اللہ! جو حسینؓ سے محبت رکھے تو اُس سے محبت رکھ! حسینؓ نواسوں میں سے نواسا ہیں! (ترجمہ ختم)

اور سنن ابن ماجہ میں ہے:

" قال (رسول الله صلي الله عليه وسلم) حسين مني و أنا من حسين أحب الله من أحب حسينا حسين سبط من الأسباط ." ؎۳

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں! اے اللہ! جو حسینؓ سے محبت رکھے تو اُس سے محبت رکھ! حسین تو نواسوں میں سے نواسا ہیں! (ترجمہ ختم)

اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

؎۱ (سیرتِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۶۱۹، ۶۲۰ ط دار الکتاب اُردو بازار لاہور)

؎۲ (جامع الترمذي: ج ٥ ص ٦٥٨ ح ٣٧٧٥ ط شركة مكتبة ومطبعة مصطفي البابي الحلبي مصر)

؎۳ (سنن ابن ماجة: ج ١ ص ٥١ ح ١٤٤ ط دار احياء الكتب العربية بيروت لبنان)

" فقال (رسول الله صلي الله عليه وسلم) حسين مني و أنا من حسين أحب الله من أحب حسينا حسين سبط من الأسباط ." [1]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں! اے اللہ! جو حسینؓ سے محبت رکھے تو اُس سے محبت رکھ! حسینؓ نواسوں میں سے نواسا ہیں! (ترجمہ ختم)

اور مسند ابن ابی شیبہ میں ہے:

"وقال (رسول الله صلي الله عليه وسلم) حسين مني و أنا من حسين أحب الله من أحب حسينا حسين سبط من الأسباط ." [2]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں! اے اللہ! جو حسینؓ سے محبت رکھے تو اُس سے محبت رکھ! حسینؓ نواسوں میں سے نواسا ہیں! (ترجمہ ختم)

اور فضائل الصحابہ میں ہے:

" وقال(رسول الله صلي الله عليه وسلم) حسين مني و أنا من حسين أللهم أحب من أحب حسينا حسين سبط من الأسباط ." [3]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں! اے اللہ! جو حسینؓ سے محبت رکھے تو اُس سے محبت رکھ! حسینؓ نواسوں میں سے نواسا ہیں! (ترجمہ ختم)

---

[1] (مصنف ابن أبي شيبة: ج ٦ ص ٣٨٠ ح ٣٢١٩٦ ط مكتبة الرشد الرياض السعودية)

[2] (مسند ابن أبي شيبة: ج ٢ ص ٣٠٧ ح ٨٠٧ ط دار الوطن الرياض السعودية)

[3] (مسند ابن أبي شيبة: ج ٢ ص ٧٧٢ ح ١٣٦١ ، الناشر :مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

اور مسند احمد بن حنبل میں ہے:

" وقال(رسول الله صلي الله عليه وسلم) حسين مني و أنا من حسين أحب الله من أحب حسينا حسين سبط من الأسباط ."[1]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں! اے اللہ! جو حسینؓ سے محبت رکھے تو اُس سے محبت رکھ! حسینؓ نواسوں میں سے نواسا ہیں! (ترجمہ ختم)

اور مستدرک حاکم میں ہے:

" فقال (رسول الله صلي الله عليه وسلم) حسين مني و أنا من حسين أحب الله من أحب حسينا حسين سبط من الأسباط هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه ." [2]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں! اے اللہ! جو حسینؓ سے محبت رکھے تو اُس سے محبت رکھ! حسینؓ نواسوں میں سے نواسا ہیں! (ترجمہ ختم)

اور صحیح ابن حبان میں ہے:

" وقال(رسول الله صلي الله عليه وسلم) حسين مني و أنا من حسين أحب الله من أحب حسينا حسين سبط من الأسباط ." [3]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسینؓ

---

[1] (مسند أحمد بن الحنبل : ج ٢٩ ص ١٠٣ ح ١٧٥٦١ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[2] (آلمستدرك علي الصحيحين للامام الحاكم : ج٣ص ١٩٤ ح٤٨٢٠ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[3] (صحيح ابن حبان : ج ١٥ ص ٤٢٨ ح ٦٩٧١ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں! اے اللہ! جو حسینؓ سے محبت رکھے تو
اُس سے محبت رکھ! حسینؓ تو نواسوں میں سے نواسا ہیں! (ترجمہ ختم)

اور معجم کبیر میں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی موجود ہے:

" ثم قال رسول الله صلي الله عليه وسلم حسين مني وأنا منه أحب الله من أحبه الحسن والحسين سبطان من الأسباط ." [1]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسینؓ
مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں! اے اللہ! جو حسینؓ سے محبت رکھے تو
اُس سے محبت رکھ! حسنؓ اور حسینؓ تو نواسوں میں سے نواسے ہیں!

اسی طرح "الأدب المفرد" میں بھی ہے:

" ثم قال النبي الله صلي الله عليه وسلم حسين مني وأنا منه أحب الله من أحب الحسن والحسين سبطان من الأسباط ." [2]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسینؓ
مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں! اے اللہ! جو حسینؓ سے محبت رکھے تو
اُس سے محبت رکھ! حسنؓ اور حسینؓ تو نواسوں میں سے نواسے ہیں!

" فتلك عشرة كاملة "

اسی طرح حسنین شریفین رضی اللہ عنہما کے فضائل میں ایک ذخیرۂ روایات دست یاب ہوتا ہے۔ اُن میں سے صحیح مواد پر نظر کرنے سے علی العموم زیر بحث روایت مذکورہ (هذا مني و

---

[1] (المعجم الكبير للطبراني : ج ٣ ص ٣٢ ح ٢٥٨٦ و ج ٢٢ ص ٢٧٣ ح ٧٠١ ط مكتبة ابن تيمية القاهرة)

[2] (الأدب المفرد للبخاري : ج ١ ص ١٩٠ ح ٣٦٤ ط مكتبة المعارف للنشر والتوزيع الرياض)

حسين من علي) کی تائید نہیں پائی جاتی۔

فلہٰذا ہماری جستجو کی حد تک اِس روایت کا دوسرا متابع اور شاہد (جو اِس روایت کے مختلف طرق کے باوجود بقیہ بن الولید کے علاوہ کسی دوسری اسناد سے مذکور ہو) نہیں پایا گیا، تو (اُصول و) قواعد کی رُو سے یہ روایت معروف روایات کے خلاف ہونے کی بناء پر "منکر" ہوئی۔ اور منکر روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ روایت بھی نا قابل قبول، اور درجۂ احتجاج سے ساقط ہے۔[1]

اطفاءِ جمرۃ کا الزام اور اُس کی حقیقت:

زیرِ بحث روایت میں ایک شخص اسدی ہے جس نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنتے ہی یہ کہا کہ "یہ ایک انگارہ تھا جو بجھ گیا!" (العیاذ باللہ!) تو اب سب سے پہلے یہ سوال اُٹھتا ہے کہ یہ شخص کون تھا؟ کہاں کا رہنے والا تھا؟ اس کا مزاج کیسا تھا؟ تو اِس بارے میں کوئی تصریح نہیں ملتی، البتہ اُس کے اِن قبیح اور شنیع کلمات سے اتنی بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ وہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی سے شدید درجہ کا بغض اور دلی عداوت رکھتا تھا۔

اور دوسرا سوال یہ اُٹھتا ہے کہ اگر اُس شخص نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان ایسے گھٹیا اور نازیبا الفاظ منہ سے نکال ہی دیئے تھے تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُس کی اِن باتوں پر اُس کا کوئی مؤاخذہ کیوں نہیں کیا؟

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال محض احتمال کے درجہ میں ہے۔ معلوم نہیں کہ اُس وقت کیا حالات چل رہے تھے؟ پوری گفتگو کیا ہوئی تھی؟ پھر نقل کرنے والوں نے اُس میں سے کتنی گفتگو نقل کی اور کتنی چھوڑ دی؟ یہ تمام سوالات حل طلب ہیں؟

چناں چہ محقق اہل سنت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ (المتوفی) لکھتے ہیں:

> "اِس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض قائم کرنا کہ اُنہوں نے اسدی کے اِس قول پر مؤاخذہ نہیں کیا، یہ محض احتمال

---

[1] (سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ط: دار الکتاب اُردو بازار لاہور)

کے درجے میں ہے۔خدا جانے اُس وقت کیا صورتِ احوال تھی؟اور کیا کچھ وہاں پوری گفتگو ہوئی؟اور کس قدر ناقلین نے نقل کی اور کس قدر ترک کردی؟

نیز ہر فرد کے شخصی رجحانات الگ الگ ہوتے ہیں۔اور ہر شخص واقعات میں ایک دوسری رائے رکھتا ہے،جس پر دیگر شخصیات کا کوئی کنٹرول نہیں ہوتا۔ممکن ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُس پر گرفت اور مؤاخذہ کیا ہو اور ناقلین رُواۃ نے اسے ذکر نہیں کیا؟ اور "عدم ذکر الشئ" سے "ذکر عدم الشئ" لازم نہیں آتا۔

اِس کے آخر میں اِس اَمر کا ذکر کردینا فائدہ سے خالی نہیں کہ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی اِس روایت کو محدثین نے دیگر مقام پر بھی ذکر کیا ہے،لیکن وہاں نہ ناسدی مذکور ہے اور نہ یہ کلمہ:
(جمرة أطفاها الله) منقول ہے۔

یہاں سے راویوں کے تصرفات کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ کسی راوی نے یہ جملہ مذکورہ اعتراض والی روایت میں اضافہ فرمادیا ہو کہ اعتراض کی بحث گرم رہے اور سلسلۂ طعن جاری رہے۔فافہم!"[1]

اِس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اُن روایات کو بھی ذکر کردیا جائے جن میں محدثین عظام نے اِس روایت کو ناسدی اور کلمہ "جمرة أطفاها الله" کے بغیر نقل کیا ہے تاکہ اصل حقیقت خوب نکھر کر سامنے آجائے۔

معجم طبرانی کا حوالہ:

چناں چہ المعجم الکبیر للطبرانی کی روایت میں آتا ہے:

"حدثنا أحمد بن محمد بن يحي بن حمزة الدمشقي ثنا حيوة بن شريح ثنا بقية بن الوليد عن بحير بن

[1] (سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۶۲۱ طدار الکتاب اُردو بازار لاہور)

سعد عن خالد بن معدان قال وفد المقدام بن معدي كرب وعمرو بن الأسود الي قنسرين فقال معاوية رحمه الله للمقدام أعلمت أن الحسن بن علي توفي فاسترجع المقدام فقال له معاوية أتراها مصيبة فقال لم لا أراها مصيبة وقال وضعه رسول الله صلي الله عليه وسلم في حجره فقال هذا مني وحسين من علي." [1]

مسند الشاميين للطبراني کا حوالہ:

مسند الشاميين للطبراني کی روایت میں آتا ہے:

" حدثنا ابراهيم بن محمد بن عرق الحمصي ثنا محمد بن مصفي ح وحدثنا أحمد بن عبد الوهاب بن نجدة ثنا أبي قالا ثنا بقية بن الوليد عن بحير بن سعد عن خالد بن معدان عن المقدام بن معدي كرب قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم حسن مني وحسين من علي." [2]

تاریخ اوسط کا حوالہ:

التاريخ الأوسط للبخاري کی روایت میں آتا ہے:

" حدثني يحي بن بشر ثنا الحكم بن المبارك عن بقية عن بحير عن خالد قال قدم المقدام بن معدي كرب وعمرو بن الأسود ورجل من بني أسد من أهل قِنّسرين الي معاوية فقال معاوية للمقدام أعلمت أن الحسن بن علي توفي فرجّع وقال وضعه رسول الله صلي الله عليه

---

[1] (المعجم الكبير للطبراني : ج ۳ ص ۴۳ ط مكتبة ابن تيمية القاهرة)

[2] (مسند الشاميين للطبراني : ج ۲ ص ۱۷۰ ح ۱۱۲۶ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

رسول الله صلي الله عليه وسلم في حجره وقال هذا مني و حسين من علي ۔"[1]

الغرض حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی اِس روایت کو محدثین عظام نے سنن ابی داؤد، معجم کبیر، مسند احمد کے علاوہ معجم کبیر، مسند الشامیین اور تاریخ اوسط وغیرہ میں بھی ذکر کیا ہے، لیکن وہاں نہ اسدی مذکور ہے اور نہ یہ کلمہ: " جمرة اطفاها الله " منقول ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعد کے راویوں کے اپنے ذاتی تصرفات ہیں جو بعد میں کسی نے اپنی طرف سے اصل روایت میں بڑھا دیئے ہیں۔

چناں چہ انجینئر محمد علی مرزا کی جانب سے معرضِ استدلال میں پیش کی جانے والی زیر بحث سنن ابی داؤد کی روایت اپنے متن کی نکارت، عجائبات کی حامل اور مختلف قسم کے تصرفات کی بناء پر ہمارے اِس دعوے پر شاہد عدل ہے۔

لہٰذا اس قسم کی منکر، ضعیف اور کم زور روایات کو حجت بنا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی بھی دوسرے صحابی کو طعن وتنقید کا ہدف ونشانہ بنانا کسی بھی طرح جائز نہیں ہے۔

اشیائے ممنوعہ کے استعمال کا الزام اور اُس کی حقیقت:

زیر بحث سنن ابی داؤد کی روایت کے آخر میں حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی اشیائے ممنوعہ (سونا، ریشم اور جلودِ سباع) کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہونے والی گفتگو کو دلیل و بنیاد بنا کر انجینئر محمد علی مرزا نے اُن کو اِن مذکورہ بالا ہر سہ اشیائے ممنوعہ کا مرتکب قرار دیا ہے۔ لیکن اوپر ہم نے اِس روایت کی سند پر خوب تفصیل سے کلام کر کے اِس کی سند کے مجروح ہونے کی صراحت کر دی ہے۔ تاہم اگر سند پر جرح کرنے سے صرفِ نظر کر بھی لی جائے تب بھی معتبر نہیں، کیوں کہ یہی روایت اسی سند کے ساتھ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب "السنن الکبریٰ" میں نقل کی ہے اور خاص بات یہ ہے اُس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِن ہر سہ اشیائے ممنوعہ کے استعمال کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے۔

---

[1] (التاريخ الأوسط للبخاري : ج ١ ص ١١١ ط دار الوعي مكتبة دار التراث حلب القاهرة)

سنن بیہقی کا حوالہ:

السنن الکبری للبیھقي کے الفاظ یہ ہیں:

" أخبرنا أبو علي الروذباري انبأنا محمد بن بكر ثنا أبوداؤد ثنا عمرو بن عثمان بن سعيد الحمصي حدثنا بقية عن بحير عن خالد قال وفد المقدام بن معدي كرب وعمرو بن الأسود علي معاوية بن أبي سفيان فذكر قصته ثم قال المقدام يا معاوية ان أنا صدقت فصدقني وان أنا كذبت فكذبني قال فافعل قال فأنشدك بالله هل سمعت رسول الله صلي الله عليه وسلم ينهي عن لبس الذهب ؟ قال نعم قال فأنشدك بالله هل تعلم أن رسول الله صلي الله عليه وسلم نهي عن لبس الحرير ؟ قال نعم قال فأنشدك بالله هل تعلم أن رسول الله صلي الله عليه وسلم نهي عن لبس جلود السباع والركوب عليها قال نعم ."[1]

ترجمہ: حضرت خالد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس ایک وفد کو صورت میں تشریف لائے ۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن (حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات) کا قصہ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ۔ پھر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے معاویہؓ! اگر میں سچ بیان کروں تو آپ میری تصدیق کیجئے اور اگر جھوٹ بولوں تو آپ میری تردید کیجئے!" سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ٹھیک ہے!" چناں چہ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا

---

[1] (السنن الکبري للبيهقي : ج ٣ ص ٣٨٨ ح ٦١٠٨ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونا پہننے سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے؟" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہاں!" پھر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشم پہننے سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے؟" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہاں!" پھر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درندوں کی کھالوں (کے لباس) کو پہننے اور اُن پر (قالین کے طور پر) بیٹھنے سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے؟" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہاں!"

ناقلین اور راویوں کے تصرفات:

اِس تصریح سے معلوم ہوا کہ وہ تمام قابلِ اشکال چیزیں جو "سنن ابی داؤد" کی زیرِ بحث روایت میں ہیں:

" قال فواللہ لقد رأیت ھذا کلہ في بیتک یا معاویۃ فقال معاویۃ قد علمت أني لن أنجو منک یا مقدام ."

سنن کبریٰ کی مذکورہ بالا روایت میں نہیں ہیں جس کا واضح اور صاف مطلب اِس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہوسکتا کہ یہ بعد کے راویوں کا اپنا ذاتی تصرف ہے جو انہوں نے بعد میں کسی طرح زیرِ بحث روایت میں اضافہ کر دیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اشیائے ممنوعہ کی حرمت کے قائل تھے!:

علاوہ ازیں خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان ہر سہ اشیائے ممنوعہ (سونا، ریشم اور جلودِ سباع) کی حرمت کے بڑی سختی سے قائل تھے۔ اور اُن کے استعمال سے نہ صرف یہ کہ خود بچنے کی کوشش فرماتے تھے، بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اِن کے استعمال سے منع فرماتے تھے۔

سنن نسائی کا حوالہ:

چناں چہ "سنن نسائی" میں ہے:

" أخبرنا الحسن بن قزعة عن سفيان بن حبيب عن خالد عن أبي قلابة عن معاوية أن رسول الله صلي الله عليه وسلم نهي عن لبس الحرير و الذهب الا مقطعا ." [1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم اور سونا پہننے سے منع فرمایا مگر

سنن نسائی کا دوسرا حوالہ:

ایک دوسری جگہ "سنن نسائی" میں ہے:

" أخبرنا اسحاق بن ابراهيم قال أنبأنا النضر بن شميل قال حدثنا بيهس بن فهدان قال حدثنا أبو شيخ الهنائي قال سمعت معاوية وحوله ناس من المهاجرين و الأنصار فقال لهم أتعلمون أن رسول الله صلي الله عليه وسلم نهي عن لبس الحرير ؟ فقالوا اللهم نعم قال و نهي عن لبس الذهب الا مقطعا قالوا نعم ." [2]

سنن نسائی کا تیسرا حوالہ:

ایک تیسری جگہ "سنن نسائی" میں ہے:

" أخبرنا اسحاق بن ابراهيم قال أخبرنا النضر بن شميل قال أخبرنا بيهس بن فهدان قال أخبرنا أبو شيخ الهنائي قال سمعت معاوية و حوله ناس من المهاجرين و

---

[1] (السنن الكبري للنسائي : ج ۸ ص ۱۶۱ ح ۵۱۴۹ ط مكتب المطبوعات الاسلامية حلب)

[2] (السنن الكبري للنسائي : ج ۸ ص ۱۶۳ ح ۵۱۵۹ ط مكتب المطبوعات الاسلامية حلب)

الأنصار فقال لهم أتعلمون أن رسول الله صلي الله عليه وسلم نهي عن لبس الحرير قالوا اللهم نعم قال ونهي عن لبس الذهب الا مقطعا قالوا نعم.“ [1]

مصنف ابن ابی شیبہ کا حوالہ:

اور ” مصنف ابن أبي شيبة “ میں ہے:

” حدثنا أبو بكر قال حدثنا محمد بن عبد الله الأسدي عن عمر بن سعيد بن أبي حسين عن علي بن عبد الله بن علي قال أخبرني أبي أنه سمع معاوية وهو علي المنبر يقول نهي رسول الله صلي الله عليه وسلم عن لبس الحرير والذهب.“ [2]

مسند احمد کا حوالہ:

اور ”مسند احمد“ میں ہے:

” حدثنا عبد الصمد حدثنا حرب يعني ابن شداد قال حدثني يحي يعني ابن أبي كثير قال حدثني أبو شيخ الهنائي عن أخيه حمان أن معاوية عام حج جمع نفرا من أصحاب رسول الله صلي الله عليه وسلم في الكعبة فقال أسئلكم عن أشياء فأخبروني أنشدكم الله هل نهي رسول الله صلي الله عليه وسلم عن لبس الحرير قالوا نعم قال وأنا أشهد ثم قال أنشدكم الله أنهي رسول الله صلي الله عليه وسلم عن لبس الذهب قالوا نعم قال وأنا أشهد قال أنشدكم بالله أنهي رسول الله صلي الله عليه وسلم عن لبس صفف

---

[1] (السنن الكبري للنسائي: ج ۸ ص ۳۶۲ ح ۹۳۹۸ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[2] (مصنف بن أبي شيبة: ج ۵ ص ۱۵۳ ح ۲۴۶۶۳ ط مكتبة الرشد الرياض السعودية)

النمور قالوا نعم قال وأنا أشهد ۔"[1]

مسند احمد کا دوسرا حوالہ:

ایک دوسری جگہ "مسند احمد" میں آتا ہے:

" حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا سعيد عن قتادة عن أبي شيخ الهنائي أنه شهد معاوية وعنده جمع من أصحاب النبي صلي الله عليه وسلم فقال لهم معاوية أتعلمون أن رسول الله صلي الله عليه وسلم نهي عن ركوب جلود النمور قالوا نعم قال أتعلمون أن رسول الله صلي الله عليه وسلم نهي عن لبس الحرير قالوا اللهم نعم قال أتعلمون أن رسول الله صلي الله عليه وسلم نهي أن يشرب في آنية الفضة قالوا اللهم نعم قال أتعلمون أن رسول الله صلي الله عليه وسلم نهي عن لبس الذهب الا مقطعا قالوا اللهم نعم قال أتعلمون أن رسول الله صلي الله عليه وسلم نهي عن جمع بين حج وعمرة قالوا اللهم لا قال فوالله انها لمعهن ۔"[2]

شرح مشکل الآثار کا حوالہ:

اور "شرح مشکل الآثار" میں ہے:

" وحدثنا محمد بن حميد بن هشام الرعيني أبو قرة قال حدثنا عبد الله بن يوسف قال حدثنا يحي بن حمزة قال حدثني الأوزاعي قال حدثني يحي بن أبي كثير قال حدثني حمران قال حج معاوية فدعا نفرا من الأنصار في

[1] (مسند أحمد: ج ۲۸ ص ۹۰ ح ۱۶۸۷۷ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[2] (مسند أحمد: ج ۲۸ ص ۱۱٤ ح ۱٦۹۰۹ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

الکعبة فقال أنشدکم باللہ عز وجل ألم تسمعوا أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نهي عن ثیاب الحریر قالوا اللهم نعم قال وأنا أشهد ۔“[1]

معجم طبرانی کا حوالہ:

اور ”المعجم الکبیر للطبراني“ میں ہے:

” حدثنا علي بن عبد العزیز وأبو مسلم الکشي قالا ثنا حجاج بن المنهال ثنا همام بن یحی ثنا قتادة عن أبي شیخ الهنائي قال کنت في ملأ من أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عند معاویة فقال معاویة نشدتکم باللہ هل تعلمون أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نهي عن لبس الحریر قالوا اللهم نعم قال و أنا أشهد قال نشدتکم باللہ هل تعلمون أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نهي عن الشراب في آنیة الفضة قالوا اللهم نعم قال وأنا أشهد ۔“[2]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول وفعل میں تضاد سے پاک تھے!:

اِن تمام روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زیر بحث ہر سہ اشیائے ثلاثہ (سونا، ریشم اور جلودِ سباع) وغیرہ اشیائے ممنوعہ کے استعمال کی جب خود ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حرمت وممانعت نقل کر رہے ہیں تو پھر آپؓ کے مرتبۂ صحابیت، مقامِ عدالت، شانِ دیانت اور پابندیٔ شریعت سے یہ چیزیں بعید از قیاس بلکہ ناممکن الوجود معلوم ہوتی ہیں کہ آپؓ خود کسی طرح اِن میں ملوث ہوئے ہوں۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں نے بعد میں اپنے اپنے تصرفات کے ذریعے روایات میں اضافہ کر کے غلط طور پر آپؓ کی منسوب کر دی ہیں

---

[1] (شرح مشکل الآثار للطحاوي: ج ۱۲ ص ۳۱۸ ح ۴۸۳۳ ط مؤسسة الرسالة بیروت)

[2] (المعجم الکبیر للطبراني: ج ۱۹ ص ۳۵۳ ح ۸۲۵ ط مکتبة ابن تیمیة القاهرة)

تا کہ آپؓ کے خلاف پروپیگنڈے کا بازار ہمیشہ گرم رہے، اور اُمت کے طبقات آپس میں اِس میں لڑتے بھڑتے رہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق حسن ظن کا اعتقاد رکھنا چاہیے!

لیکن ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن اعتقاد رکھنے، اُن سے رذائل و نقائص کی نفی کرنے، اور اُن سے قابل اشکال اُمور کے صدور کی مناسب تاویل کرنے اور تاویل نہ ہونے کی صورت میں راویوں کی طرف دروغ گوئی کی نسبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ شارحِ مسلم امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

" لكنا مامورون بحسن الظن بالصحابة رضي الله عنهم أجمعين ونفي كل رذيلة عنهم واذا انسدت طرق تاويلها نسبنا الكذب الي رواتها ۔ " [1]

ترجمہ: لیکن ہمیں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ حسن ظن رکھنے اور اُن سے ہر عیب کی نفی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جب اُس (عیب) کی تاویل کے (تمام) راستے مسدود ہو جائیں تو ہم دروغ گوئی کی نسبت اُس کے راویوں کی طرف کریں گے۔ (ترجمہ ختم)

الغرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف طعن و قدح پیدا کرنے والی سنن ابی داؤد کی زیر بحث حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ والی منکر، ضعیف اور کم زور روایت حدیث نا لائق اعتناء، نا قابل التفات اور درجۂ احتجاج سے ساقط ہے، اِس سے کسی بھی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مرتبۂ صحابیت، مقام عدالت، شانِ دیانت اور حسن کردار ہرگز مجروح و مقدوح نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی اِس جیسی منکر، ضعیف اور کم زور روایات پر اعتماد کر کے اُن

---

[1] (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج المعروف بشرح النووي : ج ۱۲ ص ۷۲ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

کی بلند پایہ مقام صحابیت اور اُن کی پاکیزہ قد آور شخصیت کا دامن عفت وعصمت کسی طرح داغ دار کیا جا سکتا ہے۔

عدم فضیلت کا شبہ اور اُس کا ازالہ!

انجینئر محمد علی مرزا اپنے ریسرچ پیپرز: ''واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں'' کے تیسرے باب: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک مہینہ قبل مستقبل میں ہونے والے حکومتی بگاڑ سے متعلق غیبی خبریں دے دی تھیں!'' کے تحت بعض اکابر اہل سنت کے اقوال سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت کے بارے میں کوئی صحیح روایت منقول نہیں ہے، اور اِس کوشش کے پس پردہ اُس خاص سوچ اور نظریئے کو پروان چڑھانا مقصود ہے کہ (خاکم بدہن) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مرتبہ صحابیت حاصل ہو جانے کے باوجود اسلام میں کوئی خاص مقام نصیب نہیں ہوا اور نہ ہی زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کے حق میں کسی قسم کی کوئی فضیلت ومنقبت منقول ہے۔

چناں چہ انجینئر محمد علی مرزا لکھتے ہیں:

''نوٹ! امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: ''امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں (صحیح بخاری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق باب کے عنوان میں) صرف لفظ ''ذکر معاویہ'' بیان کیا، اور فضیلت یا منقبت جیسے الفاظ ذکر نہیں کیے، کیوں کہ اُس حدیث سے کوئی فضیلت معلوم نہیں ہوتی البتہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کے لئے فقیہ اور صحابیت کا بیان ہی بہ طورِ فضیلت کافی ہے۔ تاہم امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ نے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ایک رسالہ لکھا ہے۔اسی طرح کا کام ابوعمر غلام ثعلب اور ابوبکر نقاش نے بھی کیا ہے۔اور امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے بھی (من گھڑت احادیث کی نشان دہی کرنے والی اُن کی مشہور کتاب) ''الموضوعات'' میں بھی کچھ روایات ذکر کر کے امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ: ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں (صحابیت کے سوا) کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ (امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:) ''یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اُستاد (امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ) پر اعتماد کرتے ہوئے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذکر میں) لفظ ''فضیلت'' یا ''منقبت'' استعمال کرنے سے گریز کیا ہے۔تاہم اپنی گہری نظر سے ایسا استنباط فرمایا (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ثابت کیا ہے) کہ جس سے روافض کی سرکوبی ہوگئی۔اور امام نسائی رحمہ اللہ کا واقعہ اِس بارے میں مشہور رہے کہ اُنھوں نے بھی اپنے اُستاد (امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ) کے قول پر اعتماد کیا (اور اپنی مشہور کتاب ''فضائل صحابہؓ'' میں کوئی حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے متعلق نہیں جمع فرمائی) اور امام حاکم رحمہ اللہ کا قصہ بھی اِسی طرح ہے۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن احمد سے اُن کے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مکالمہ بھی ذکر کیا ہے کہ اُنھوں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے (اختلافات سے) متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟'' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے تھوڑی دیر تک سر جھکائے رکھا، پھر فرمایا: ''(میرے بیٹے! خوب) سمجھ لو کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دُشمن بہت زیادہ تھے۔جنہوں نے اُن کے عیوب

تلاش کرنا چاہے، مگر ناکام رہے۔ چناں چہ اُن دشمنوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر اُن (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو) بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔

(امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:) "امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اِس جواب میں اشارہ ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے بے شمار فضائل گھڑ لیے، جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے روایاتِ فضیلت تو بہت آئی ہیں، مگر اُن احادیث میں سے کوئی بھی (اُصولِ محدثین پہ) اسنادی حیثیت سے صحیح نہیں ہے۔ (اسی لئے) امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اِس مؤقف کو بڑے یقین کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ (یعنی صحابیت کے سوا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل سے متعلق کوئی بھی صحیح حدیث نقل نہیں ہوئی ہے۔" [1]

کیا صحابیت کے علاوہ حضرت معاویہ ﷺ کو کوئی مقام نصیب نہیں ہوا؟:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا عبارت سے انجینئر محمد علی مرزا نے اپنی مرضی کا مطلب و مفہوم کشید کر کے دُشمنانِ معاویہؓ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بعض اکابر علمائے اہل سنت کے اقوال و فرامین کی آڑ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کو طشت ازبام کرنے کی سعی لاحاصل اور مذموم انجینئر نگ کر کے جو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ (خاکم بدہن) "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مرتبہ صحابیت حاصل ہو جانے کے باوجود اسلام میں کوئی خاص مقام نصیب نہیں ہوا اور نہ ہی زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؓ کے حق میں کسی قسم کی کوئی فضیلت و بشارت منقول ہے۔" بالکل باطل، مردود، نا قابلِ التفات، بلکہ خلافِ تحقیق ہے۔

---

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر العسقلانی تحت "باب ذکر معاویہ" صحیح بخاری: ج ۲۲، ۳۷۶۶۔ بحوالہ: واقعہ کربلا کا تحقیقی پس منظر، ص ۱۴،۱۳)

امام بخاری کا "مناقب معاویہؓ" کی جگہ "ذکر معاویہؓ" لانے کی وجہ:

حقیقت یہ ہے کہ اِس عبارت میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کے "ترجمۃ الباب" کی یہ تشریح بیان فرمائی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے "فضیلت" یا "منقبت" کے الفاظ کے بجائے "ذکر" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ کیوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ترجمۃ الباب سے ثابت نہیں ہوتی۔ تاہم انہوں نے اپنی گہری فکر و نظر سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فقہ و صحبت کا قول بہ طورِ فضیلت نقل کر کے ایسا استنباط فرمایا کہ جس سے روافض کی سرکوبی ہوگئی۔

مزید بر آں یہ کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الموضوعات" میں بھی کچھ روایات ذکر کر کے امام اسحاق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے یہ اقوال نقل کیے ہیں کہ: "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی بھی صحیح حدیث وارد نہیں ہے۔ یا کچھ لوگوں نے آپؓ کے لئے بے شمار فضائل گھڑ لیے، جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

چناں چہ یہی وہ نکتہ تھا جس کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اُستاد امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں "فضیلت" یا "منقبت" کے الفاظ سے عدول فرمایا کر "ذکر معاویہؓ" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

"عدمِ صحت" کا قول "صحتِ عدم" کو مستلزم نہیں ہوتا!:

باقی جہاں تک اِس بات کا تعلق ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اُستاذ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کی متابعت میں اپنی کتاب صحیح بخاری کے کتاب المناقب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مرویات کو "باب مناقب معاویہ" کے بجائے "باب ذکر معاویہ" کے عنوان سے معنون کیا ہے تو اُس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ عین ممکن ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب سے متعلق کوئی ایسی صحیح روایت سرے سے ملی ہی نہ ہو جو اُن کی شرائطِ قبولِ روایت کے مطابق ہو۔ لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کے متعلق زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جاری ہونے والی کسی فضیلت ومنقبت کا ذکر نہ کرنا اِس بات کو مستلزم نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت منقول ہی نہیں، اِس لئے کہ "عدمِ صحت" کا قول "صحتِ عدم" کو مستلزم نہیں ہوتا۔

امام بخاریؒ نے بطورِ تفنن کلام "ذکر معاویہؓ" کا ترجمۃ الباب باندھا ہے!:

اور دوسرا جواب اِس کا یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ طریقہ تفنن کلام کے طور پر اختیار کیا ہے، جیسا کہ بعض دیگر صحابہ کرام (حضرت اُسامہ بن زید، حضرت عبداللہ بن سلام، اور حضرت جبیر بن مطعم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم) کے بارے میں بھی انہوں نے یہی اُسلوب اپنایا ہے، حالاں کہ اُن حضرات کے بڑی کثرت سے فضائل ومناقب بیسیوں صحیح احادیث میں وارد ہوئے ہیں، لیکن اِس کے باوجود امام بخاری رحمہ اللہ نے اُن کے فضائل ومناقب کی روایات کے شروع میں بھی "باب ذکر اُسامۃ بن زید" اور "باب ذکر عبداللہ بن سلام" اور "باب ذکر جبیر بن مطعم بن عبداللہ" جیسے ترجمۃ الباب باندھے ہیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

" وأما الجواب عما فعله البخاري فانه تفنن في الكلام فانه فعل كذا في أسامة بن زيد و عبد الله بن سلام وجبير بن مطعم بن عبد الله فذكر لهم فضائل جليلة معنونة بالذكر ." [1]

ترجمہ: اور بہر حال وہ طریقہ جو امام بخاری رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ وہ تفنن فی الکلام ہے کیوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت اُسامہ بن زید، حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت

---

[1] (الناهية عن طعن معاوية للفرهاروي :ص ٣٤ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

جبیر بن مطعم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی یہی طریقہ اپنایا ہے کہ اُن کے فضائل جلیلہ لفظ "ذکر" کے ساتھ معنون کیے ہیں۔ (ترجمہ ختم)

علاوہ ازیں امام بخاری رحمہ اللہ نے بعض دیگر صحابہ مثلاً حضرت عباس بن عبد المطلب حضرت عبد اللہ بن عباس، اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب کی روایات کے شروع میں بھی "باب ذکر عباس بن عبد المطلب" اور "باب ذکر عبد اللہ بن عباس" اور باب ذکر حذیفۃ بن الیمان" جیسے ترجمۃ الباب باندھے ہیں۔ حالاں کہ اِن حضرات کے بھی فضائل و مناقب بڑی کثرت کے ساتھ بیسیوں صحیح احادیث میں موجود ہیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کا ایک خاص اُسلوبِ تحریر ہے جس میں وہ تفنن فی الکلام کے پیشِ نظر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے "مناقب" کا لفظ استعمال فرماتے ہیں اور بعض کے لئے "ذکر" کا لفظ۔ پس جس طرح بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل سے متعلق مرویات کو لفظ "مناقب" کے بجائے لفظ "ذکر" کے عنوان سے معنون کیا ہے تو اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل سے متعلق مرویات کو بھی لفظ "مناقب" کے بجائے لفظ "ذکر" کے عنوان سے معنون کر کے "باب ذکر معاویہ" کا ترجمۃ الباب قائم فرمایا ہے۔ اور یہ اُسلوب اِس لئے اپنایا ہے تا کہ اِس سے عبارت اور کلام میں تفنن پیدا ہو، کیوں کہ ایسا تفنن فصحاء و بلغاء کے کلام میں اکثر پایا جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فضیلت و بشارت ہی منقول نہیں ہے، بلکہ یہ خلافِ تحقیق بات ہے۔

"عدم صحت" کا قول "عدم ثبوت" کو مستلزم نہیں ہوتا!:

" لم یصح فی فضل معاویۃ شئٌ " میں اگر عدم صحت روایت سے مراد یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت نہیں، تو یہ قول درست نہیں، کیوں کہ متعدد روایات جو درجۂ حسن میں ہیں وہ آپ ﷛ کی فضیلت میں موجود اور ثابت ہیں، اگر چہ اُن کا

اسنادِ صحت کے درجے سے کم ہے۔اور جو روایات درجۂ حسن میں ہوں وہ محدثین کے نزدیک مقبول ہیں اور اُن سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں۔لہٰذا حسان روایات کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں پایا جانا عدم صحت روایت کے قول کے جواب میں کافی ہے۔

علامہ فرہاروی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

" فان أريد بعدم الصحة عدم الثبوت فهو مردود لما مر بين المحدثين فلا ضير فان فسحتها ضيقة وعامة الأحكام والفضائل انما تثبت بالأحاديث الحسان لعزة الصحاح ولاينحط ما في المسند والسنن عن درجة الحسن ."[1]

ترجمہ:پس اگر عدم صحت سے مراد عدم ثبوت ہے تو یہ قول مردود ہے، بنا بر آں جو محدثین کے مابین گزر چکا،لہٰذا یہ معتر نہیں، کیوں کہ اس کا دائرہ تنگ ہے۔اور عام احکام وفضائل جو ہیں وہ بھی احادیث صحیحہ کی قلت کی وجہ سے احادیث حسان ہی سے ثابت ہوتے ہیں۔اور مسند اور سنن کی احادیث درجۂ حسن سے کم تر نہیں ہوتیں۔(ترجمہ ختم)

"عدم صحت" کا قول "موضوع" یا "ضعیف" کو مستلزم نہیں ہوتا!:

"اکابر علمائے اہل سنت نے محدثین کی "مصطلحات" کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض لوگوں کو محدثین کے قول:

" لا يصح ولا ثبت هذا الحديث "

کے مفہوم کو سمجھنے میں غلط فہمی ہو جاتی ہے۔حالاں کہ اِس قول کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ روایت "موضوع" ہے یا "ضعیف" ہے۔اُن لوگوں سے یہ قول محدثین کی "مصطلحات" سے

---

[1] (الناهية عن طعن معاوية للفرهاروي : ص ٣٤ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

ناواقفیت اور لاعلمی کی بناء پر صادر ہوا ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کا حوالہ:

فاضل ابوالحسنات مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

" كثيرا ما يقولون مالا يصح ولايثبت هذاالحديث ويظن منه من لاعلم له أنه موضوع أوضعيف وهو مبني علي جهلة بمصطلحاتهم وعدم وقوفه علي مصرحاتهم فقد قال علي القاري في تذكرة الموضوعات لايلزم من عدم الثبوت وجود الوضع انتهي وقال في موضع آخر لايلزم من عدم صحته وضعه انتهي ."

ترجمہ: محدثین عظام اکثر و بیشتر کہتے ہیں **"لا يصح ولا ثبت هذا الحديث"** تو اِس (اصطلاح) سے ناواقف لوگ یہ گمان کر بیٹھتے ہیں یہ روایت ضعیف یا من گھڑت ہے۔ حالاں کہ یہ بات اُن لوگوں کے محدثین کی "مصطلحات" سے جہالت اور اُن کی "مصرحات" سے ناواقفیت کی بناء پر مبنی ہوتی ہے، چناں چہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے "تذکرۃ الموضوعات" میں لکھا ہے کہ "عدم ثبوت" سے موضوع کا وجود لازم نہیں آتا! انتہی اور ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ (کسی) حدیث کی عدم صحت سے اُس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ (ترجمہ ختم)

مسئلہ ہٰذا کی وضاحت کے سلسلے میں چند تمثیلات:

چناں چہ اِس کی چند ایک تمثیلات اہل علم کے لئے یہاں ذکر کی جاتی ہیں، تا کہ اِس مسئلے میں اطمینانِ خاطر کا باعث ہوسکیں:

---

[1] (الرفع والتكميل في الجرح و التعديل للكنوي : ج ۱ ص ۱۹۱ ط مكتب المطبوعات الاسلامية حلب)

۱-فاضل ابوالحسنات مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

" قال الحافظ ابن حجر في تخريج أحاديث الأذكار المسمي بنتائج الأفكار ثبت عن أحمد بن حنبل أنه قال لا أعلم في التسمية أي في الوضوء حديثا ثابتا قلت لايلزم من نفي العلم ثبوت العدم وعلي التنزل لايلزم من نفي الثبوت ثبوت الضعف لاحتمال أن يراد بالثبوت الصحة فلا ينتفي الحسن ." [۱]

ترجمہ: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ " تخريج أحاديث الأذكار المسمي بنتائج الأفكار " میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ثابت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ وضوء میں تسمیہ کے بارے میں کوئی حدیث ثابت ہو، میں کہتا ہوں کہ "نفی علم" سے "ثبوتِ عدم" لازم نہیں آتا، اور علی سبیل التنزل "ثبوت کی نفی" سے "ضعف کا ثبوت" لازم نہیں آتا، اِس بات کے احتمال کی وجہ سے کہ "ثبوت" سے "صحت" مراد لی جائے، لہٰذا (اس سے) "حسن" (کا وجود) نابود نہیں ہوتا۔ (ترجمہ ختم)

۲-موصوف ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

" لايلزم من كون الحديث لم يصح أن يكون موضوعا ." [۲]

ترجمہ: کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے اُس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

۳-علامہ ابن عراق رحمہ اللہ (المتوفی ۹۶۳ھ) " تنزيه الشريعة " میں لکھتے ہیں:

---

[۱] (الرفع والتكميل في الجرح و التعديل للكنوي : ج۱ص ۱۹۴، ۱۹۵ ط مكتب المطبوعات الاسلامية حلب)

[۲] (القول المسدد في الذب عن مسند أحمد لابن حجر العسقلاني : ج ۱ ص ۳۷ ط مكتبة ابن تيمية القاهرة)

(قلت) وقول الامام أحمد لا يصح لا يلزم منه أن يكون باطلا كما فهمه ابن القيم فقد يكون الحديث غير صحيح وهو صالح للاحتجاج به بأن يكون حسنا والله تعالي أعلم۔"[1]

ترجمہ: (میں کہتا ہوں کہ) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قول: "لا یصح" سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ باطل ہو، جیسا کہ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے سمجھا ہے، کیوں کبھی ایک حدیث صحیح نہیں ہوتی اور وہ اپنے سے حجت پکڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے، بایں طور کہ وہ "حسن" ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ترجمہ ختم)

۴- علامہ سمہودی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۱۱ھ) "جواهر العقدين في فضل الشرفين" میں لکھتے ہیں:

" قلت لايلزم من قول أحمد في حديث التوسعة علي العيال يوم عاشوراء لا يصح أن يكون باطلا فقديكون غير صحيح وهو صالح للاحتجاج به اذ الحسن رتبته بين الصحيح والضعيف انتهي۔"[2]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ عاشوراء کے دن گھر کے لوگوں پر کشادگی کرنے کی حدیث کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قول "لا یصح" سے اُس (حدیث) کا باطل ہونا لازم نہیں آتا، کیوں کہ کبھی وہ غیر صحیح ہوتی ہے اور وہ اپنے سے حجت پکڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے، کیوں کہ "حسن" کا مرتبہ "صحیح" اور "ضعیف" کے درمیان ہوتا

---

[1] (تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة للكتاني : ج۲ص ۱۵۸ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[2] (جواهر العقدين في فضل الشرفين للسمهودي :)

ہے۔(ترجمہ ختم)

۵-ملاعلی قاری رحمہ اللہ محقق ابن ہمام رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" و قول من يقول في حديث انه لم يصح ان سلم لم يقدح لان الحجة لاتتوقف علي الصحة بل الحسن كاف ."[1]

ترجمہ:اور اُس شخص کا قول جو حدیث کے بارے میں کہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، اگر اِس (قول) کو تسلیم کرلیا جائے تو یہ موجب قدح نہیں، اِس لئے کہ حجت صحت پر موقوف نہیں، بلکہ "حسن" بھی کافی ہے۔(ترجمہ ختم)

۶-علامہ ابن حجر ہیثمی مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" وقول أحمد انه حديث لايصح اي لذاته فلا ينفي كونه حسنا لغيره والحسن لغيره يحتج به كما بين في علم الحديث ."[2]

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے یعنی (صحیح) لذاتہ نہیں ہے،تو اِس سے اُس کے حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی،اور حسن لغیرہ سے حجت پکڑ سکتے ہیں،جیسا کہ علم حدیث میں بیان کیا گیا۔(ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ قولہ:" لا یصح " کے مفہوم کو کبار محدثین عظام وعلمائے اہل سنت (حافظ ابن حجر،علامہ زرقانی،محقق ابن ہمام،علامہ سمہودی،حافظ ابن حجر ہیثمی،علامہ ابن العراق، علامہ نورالدین ہیثمی،اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہم اللہ تعالیٰ) نے واضح کردیا ہے،جس میں اشتباہ باقی نہیں رہا۔یعنی اگر بعض لوگوں کی جانب سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی روایت

---

[1] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح للقاري : ج ۲ ص ۷۹۵ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] (الصواعق المحرقة لابن حجر الهيتمي : ص ۱۸۵ ط مكتبة الحقيقة استبول تركي)

کے متعلق ''عدم صحت'' کا قول پایا گیا ہے تو وہ کوئی معتبر نہیں، اِس سے واقع میں مقبول روایت کی نفی نہیں ہو سکتی۔ یعنی ''عدم صحت'' کا قول ''صحت عدم'' کو مستلزم نہیں ہے، بلکہ اِثباتِ فضیلت ہذا میں درجۂ حسن کی روایات موجود ہیں اور قابل احتجاج ہیں۔ ان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شرف اور فضیلت بہتر طریق سے ثابت ہے۔ اور جمہور علمائے اُمت اِس کو صحیح قرار دیتے ہیں اور درست تسلیم کرتے ہیں۔[1]

صحیح بخاری سے فضائل معاویہ میں صحیح روایت کا ثبوت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے متعلق ایک صحیح حدیث نقل کی ہے جس میں انہیں زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت میں داخل ہونے کی بشارت کی پیشین گوئی دُنیا ہی میں دی گئی ہے۔

چناں چہ صحیح بخاری میں ہے:

''ان عمير بن أسود العنسي حدثه أنه أتي عبادة بن الصامت رضي الله عنه وهو نازل في ساحل حمص وهو في بناء له ومعه أم حرام رضي الله عنها قال عمير رضي الله عنه فحدثتنا أم حرام رضي الله عنها أنها سمعت النبي صلي الله عليه وسلم يقول أول جيش من أمتي يغزون البحر قد أوجبوا قالت أم حرام رضي الله عنها قلت يا رسول الله صلي الله عليه وسلم أنا فيهم قال أنت فيهم قالت ثم قال النبي صلي الله عليه وسلم أول جيش من أمتي يغزون مدينة القيصر مغفور لهم فقلت أنا فيهم يا رسول الله صلي الله عليه وسلم قال لا ۔''[2]

ترجمہ: حضرت عمیر بن اسود عنسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

---

[1] (سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۶۶۷...... ۶۶۹ ط دار الکتاب اردو بازار لاہور)

[2] (صحيح البخاري : ج ٤ ص ٤٢ ح ٢٩٢٤ ط دار طوق النجاة)

وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے یہاں آئے اور وہ ساحل حمص میں اپنی جائے قیام میں تشریف فرما تھے اور اُن کے ساتھ (اُن کی اہلیہ) حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا (بھی) تھیں۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری اُمت میں سے سب سے پہلے بحری جنگ لڑنے والے لشکر نے اپنے لئے جنت واجب کرلی ہے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اُن میں داخل ہوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اُن میں داخل ہو۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت میں سے سب سے پہلے جو لشکر مدینہ قیصر کا جہاد کرے گا اُس کے لئے مغفرت ہے۔ پس میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اُن میں داخل ہوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں!'' (ترجمہ ختم)

مؤرخین اسلام کا اتفاق:

مؤرخین اسلام کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ اِس غزوہ سے قُبرص کا وہ پہلا بحری غزوہ مراد ہے جو ۲۸ھ میں پیش آیا تھا، جب اہل قُبرص نے عہد شکنی کرتے ہوئے رومیوں کو مسلمانوں کے خلاف مدد دی اور انہیں جنگی کشتیاں فراہم کیں تو غزوہ کے امیر جیش حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پانچ سو کشتیوں کے ساتھ قُبرص پر حملہ کرکے پورا جزیرہ بزور شمشیر فتح کرلیا تھا۔[1]

صحیح مسلم سے فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ میں صحیح روایت کا ثبوت:

بعض کبار علمائے اسلام حافظ ابن عساکر اور امام سیوطی رحمہما اللہ وغیرہما نے صحیح مسلم کی اُس حدیث کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے زیادہ صحیح روایت قرار دیا

---

[1] (فتوح البلدان للبلاذري : ص ١٥٤ ط دار ومكتبة الهلال بيروت)

ہے جس میں آپ ؓ کے کاتب نبویؐ ہونے کا ذکر آتا ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (المتوفی ا۵۷ھ) لکھتے ہیں:

" واصح ماروي في فضل معاوية حديث أبي حمزة عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه كان كاتب النبي صلي الله عليه وسلم فقد أخرجه مسلم في صحيحه وبعده حديث العرباض أللهم علمه الكتاب والحساب وبعده حديث ابن أبي عميرة أللهم اجعله هاديا مهديا ." [1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے زیادہ صحیح ابوحمزہ کی حدیث روایت کی گئی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج کی ہے۔ اور اُس کے بعد حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھلا دیجئے اور اُس کے بعد حضرت ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ! معاویہ کو ہادی مہدی بنا دیجئے! (ترجمہ ختم)

امام سیوطی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح امام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی مندرجہ بالا قول نقل کیا ہے جو حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کے قول کی من وعن تائید ہے۔

چناں چہ علامہ ابن عراق الکنانی رحمہ اللہ (۹۶۳ھ) لکھتے ہیں:

" وقال السيوطي الشافعي أصح ما ورد في فضل

---

[1] (تاريخ دمشق لابن عساكر: ج ۵۹ ص ۱۰۶ ط دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت)

معاوية حديث ابن عباس رضي الله عنهما أنه كاتب النبي صلي الله عليه وسلم فقد أخرجه مسلم في صحيحه وبعده حديث العرباض رضي الله عنه أللهم علمه الكتابة وبعده حديث ابن أبي عميرة أللهم اجعله هاديا مهديا ." [1]

ترجمہ: امام سیوطی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سب سے زیادہ صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث وارد ہوئی ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج کی ہے۔ اور اُس کے بعد حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ! معاویہ کو کتاب سکھلا دیجئے اور اُس کے بعد حضرت ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ! معاویہ کو ہادی مہدی بنا دیجئے!

فضائل معاویہ میں حسان روایات کا ثبوت:

اور کبار علماء نے متعدد روایات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں درج کی ہیں جن کو درجۂ حسن میں شمار کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

۱- عن العرباض بن سارية السلمي قال سمعت رسول الله صلي الله عليه وسلم...... يقول أللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب ." [2]

---

[1] (تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة للكناني : ج ۲ ص ۸ ط دار الكتب العلمية بيروت)

[2] (مسند أحمد: ج ۲۸ ص ۳۸۳ ح ۱۷۱۵۲ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و(فضائل الصحابة: ج ۲ ص ۹۱۳ ح ۱۷٤۸ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (مسند البزار : ج ۱۰ ص ۱۳۸ ح ٤۲۰۲ ط مكتبة العلوم والحكم المدينة المنورة) و (صحيح ابن خزيمة : ج ۳ ص ۲۱٤ ح ۱۹۳۸ ط المكتب الاسلامي بيروت لبنان) و(صحيح ابن حبان : ج ۱٦ ص -

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! معاویہ کو حساب اور کتاب سکھلا دیجئے اور عذاب سے بچا دیجئے! (ترجمہ ختم)

مسند احمد کا مقام علامہ فرہاروی رحمہ اللہ کی نظر میں:

اس حدیث کے تحت علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

”رواہ الامام أحمد في مسندہ عن عرباض بن ساریة هو كتاب عظيم الاعتماد قال الحافظ الثقة جلال الدين السيوطي رحمه الله كلما في مسند أحمد مقبول وضعيفه قريب من الحسن قال وقال الامام أحمد ما اختلف المسلمون فيه فارجعوا الي المسند فان وجدتموه فحسن والا فليس بحجة وأطلق بعضهم الصحة علي كل مافيه وأخطأ ابن الجوزي في نسبة بعض أحاديث الوضع اليه

- ۱۹۲ ح ۷۲۱۰ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (الشريعة للآجري : ج ٥ ص ۲٤۳۳ ح ۱۹۱۰ ط دار الوطن الرياض السعودية) و (المعجم الكبير للطبراني : ج ۱۹ ص ٤۳۹ ح ۱۰٦٦ ط مكتبة ابن تيمية القاهرة) و (موارد الظمآن الي زوائد ابن حبان للهيثمي : ج ۱ ص ٥٦٦ ح ۲۲۷۸ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (غاية المقصد في زوائد المسند للهيثمي: ج ٤ ص ٥۲ ح ۳۸٤۸ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (كشف الأستار عن زوائد البزار للهيثمي : ج ۳ ص ۲٦۷ ح ۲۷۲۱ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي : ج ۹ ص ۳٥٦ ح ۱٥۹۱٥ ط مكتبة القدسي القاهرة) و (اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة للبوصيري : ج ۳ ص ۹٤ ح ۲۲٦٥ ط دار الوطن للنشر الرياض) و (المعرفة والتاريخ للبسوي : ج ۲ ۳٤٥ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (المعجم الكبير للطبراني : ج ۱۹ ص ٤۳۹ ح ۱۰٦٦ ط مكتبة ابن تيمية القاهرة) و (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائي : ج ۸ ص ۱٥۲۷ ح ۲۷۷۷ ط دار طيبة السعودية) و (معجم لابن عساكر : ج ۲ ص ۱۰٤۱ ح ۱۳٤۱ ط دار البشائر الدمشق)

كما هو عادته من التعصب والافراط وقال شيخ الاسلام ابن حجر العسقلاني ليس فيه موضوع وهو احسن من السنن الأربعة ."[1]

ترجمہ: اِس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ مسند امام احمد بڑی قابلِ اعتماد کتاب ہے۔ حافظ ثقہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسند احمد کی جملہ مرویات مقبول ہیں۔ اور جو "ضعیف" ہیں وہ بھی "حسن" کے قریب ہیں۔ نیز امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر مسلمان کسی مسئلہ میں اختلاف کریں تو انہیں چاہیے کہ میری مسند کی طرف رُجوع کریں۔ اگر تم اُس میں پاؤ تو وہ حسن ہے ورنہ حجت نہیں اور محدثین نے تو مسند احمد کی جملہ مرویات پر "صحت" کا اطلاق کیا ہے۔ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے مسند احمد کی طرف بعض احادیث کے موضوع ہونے کی نسبت میں خطا کی ہے، جیسا کہ اُن کی عادت ہے کہ وہ تعصب اور افراط سے کام لیتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسند احمد میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے۔ اور یہ کتاب سنن اربعہ سے زیادہ اچھی ہے۔ (ترجمہ ختم)

۲۔عن عبد الرحمان بن عميرة المزني رضي الله عنه وكان من أصحاب النبي صلي الله عليه وسلم أن النبي صلي الله عليه وسلم قال لمعاوية أللهم علمه الكتاب والحساب وقه العذاب ."[2]

---

[1] (ألناهية عن طعن معاوية للفرهاروي : ص ١٤ ط مكتبة الحقيقة استبول تركي)

[2] (مسند الشاميين للطبراني : ج١ص ١٩٠ ح ٢٢٣ ط مؤسسة الرسالة بيروت) و (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال للهندي : ج ١٣ ص ٥٨٨ ح ٣٧٥١١ ط مؤسسة الرسالة بيروت)

حضرت عبدالرحمٰن بن عمیرہ المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے) کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے (دُعاء) فرمائی کہ اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا دیجئے اور اسے عذاب سے بچا لیجئے! (ترجمہ ختم)

۳۔عن عبد الرحمان بن عميرة المزني رضي الله عنه وكان من أصحاب رسول الله صلي الله عليه وسلم عن النبي صلي الله عليه وسلم أنه قال لمعاوية اللهم اجعله هاديا مهديا واهد به. حديث حسن غريب."[1]

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عمیرہ مزنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

---

[1] (جامع الترمذي: ج ٥ ص ٦٨٧ ح ٣٨٤٢ ط شركة مكتبة ومطبعة مصطفي البابي الحلبي مصر) و (مسند أحمد: ج ٢٩ ص ٤٢٦ ح ١٧٨٩٥ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (مشكلة المصابيح للتبريزي: ج ٣ ص ١٧٥٨ ح ٦٢٤٤ ط المكتب الاسلامي بيروت) و (الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم: ج ٢ ص ٣٥٨ ح ١١٢٩ ط دار الراية الرياض) و (السنة لأبي بكر الخلال: ج ٢ ص ٤٥٠، ٤٥٩ ح ٦٩٨، ٧١٢ ط دار الراية الرياض) و (الشريعة للآجري: ج ٥ ص ٢٤٣٦ ح ١٩١٠ ط دار الوطن الرياض السعودية) و (المعجم الأوسط للطبراني: ج ١ ص ٢٠٥ ح ٦٥٦ ط دار الحرمين القاهرة) و (مسند الشاميين للطبراني: ج ١ ص ١٩٠ ح ٣٣٣ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائي: ج ٨ ص ١٥٢٧ ح ٢٧٧٨ ط دار طيبة السعودية) و (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء لابن نعيم: ج ٨ ص ٣٥٨ ط السعادة بجوار محافظة مصر) و (جامع الأصول لابن أثير الجزري: ج ٩ ص ١٠٧ ح ٦٦٥٦ ط مكتبة الحلواني) و (جامع المسانيد والسنن لابن كثير: ج ٥ ص ٥٣٦ ح ٦٩٨٦ ط دار خضر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت لبنان) و (المسند الجامع لمحمود محمد لخليل: ج ١٢ ص ٣٢٧ ح ٩٥٤٠ ط دار الجيل للطبعاة والنشر والتوزيع بيروت لبنان) و (جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد لمحمد بن سليمان المغربي: ج ٣ ص ٥٦٢ ح ٨٨٩٨ ط مكتبة ابن كثير الكويت - دار ابن حزم بيروت)

کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ دُعاء فرماتے ہوئے سنا کہ: ''اے اللہ! معاویہ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا بنا دیجئے! اِن کو ہدایت عطا فرما دیجئے اور اِن کے ذریعے دوسروں کو ہدایت عطا فرما دیجئے!(ترجمہ ختم)

جامع ترمذی کا مقام علامہ فرہاروی رحمہ اللہ کی نظر میں:

اِس حدیث کے تحت علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

" رواه الترمذي وحسنه وكتابه جليل القدر حتي قال شيخ الاسلام الهروي هو عندي أنفع من الصحيحين لما فيه من ذكر المذاهب ووجوه الاستدلال دونهما وأطلق الحاكم والخطيب الصحة علي جميع مافيه وقال الترمذي عرضت هذاالكتاب علي علماء الحجاز والعراق وخراسان ومن كان في بيته فكأنما في بيته نبي يتكلم ."[1]

ترجمہ: اِس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اِس کو ''حسن'' فرمایا ہے۔ جامع ترمذی جلیل القدر کتاب ہے۔ یہاں تک کہ شیخ الاسلام ہروی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک یہ کتاب صحیحین سے زیادہ نفع بخش ہے، کیوں کہ اِس میں ذکرِ مذاہب اور وجوہِ استدلال پائے جاتے ہیں نہ کہ صحیحین میں۔ امام حاکم اور امام خطیب رحمہما اللہ نے جامع ترمذی کی تمام مرویات پر ''صحت'' کا اطلاق کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اِس کتاب کو حجاز، عراق اور خراسان کے علماء کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور جس شخص کے گھر میں یہ کتاب ہوگی وہ ایسا ہے جیسا کہ اُس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرما رہے ہیں۔(ترجمہ ختم)

---

[1] (الناهية عن طعن معاوية للفرهاروي: ص ١٥ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

۴۔حدثنا محمد بن يحي قال حدثنا عبد الله بن محمد النفيلي قال حدثنا عمرو بن واقد عن يونس بن حلبس عن أبي ادريس الخولاني قال لما عزل عمر بن الخطاب عمير بن سعد عن حمص ولي معاوية فقال الناس عزل عميرا و ولي معاوية فقال عمير لا تذكروامعاوية الا بخير فاني سمعت رسول الله صلي الله عليه وسلم يقول اللهم اهد به ." [1]

ترجمہ: حضرت ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حمص سے حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کیا (اور) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو (اُس کا) والی بنایا تو لوگوں نے کہا کہ عمیر کو معزول کردیا اور معاویہ کو والی بنا دیا تو حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگو! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا کرو! کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "اے اللہ! معاویہ کے ذریعہ ہدایت دیجئے!" (ترجمہ ختم)

مذکورہ احادیث پر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا تبصرہ:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی کتاب "البدایہ والنہایہ" میں یہ چاروں احادیث نقل کرنے کے بعد ان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] (جامع الترمذي ج ٥ ص ٦٨٧ ح ٣٨٤٣ ط مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر) و (تخريج الأحاديث المرفوعة المسندة في كتاب التاريخ الكبير للبخاري : ج ١ ص ١٢٥٥ ح ٨١٩ ط مكتبة الرشد الرياض) و (الشريعة للآجري : ج ٥ ص ٢٤٣٧ ح ١٩١٦ ط دار الوطن الرياض السعودية) و (المعجم الأوسط للطبراني : ج ٢ ص ٢٣٣ ح ١٨٣٨ ط دار الحرمين القاهرة)

"واكتفينا بما أوردناه من الأحاديث الصحاح والحسان والمستجادات عما سواها من الموضوعات والمنكرات."[۱]

ترجمہ: ہم نے موضوع و منکر روایات کو چھوڑ کر صرف صحیح، حسن اور جید احادیث کے ذکر پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ (ترجمہ ختم)

۵- عن السري بن اسماعيل عن الشعبي قال حدثني سفيان بن الليل قال لما قدم الحسن بن علي المدينة من الكوفة أتيته فقلت له يامذل المؤمنين قال لاتقل ذلک فاني سمعت أبي يقول سمعت رسول الله صلي الله عليه وسلم يقول لا تذهب الأيام والليالي حتي يملک رجل وهو معاوية والله ما أحب أن لي الدنيا ومافيها بعد ماسمعت هذا الحديث أن لا أكون رجعت في المدينة ."

ترجمہ: سفیان بن اللیل کہتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ سے مدینہ تشریف لائے تو میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اُن سے کہا اے مؤمنوں کو ذلیل کرنے والے! تو انہوں نے فرمایا کہ تم ایسے مت کہو! کیوں کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دن اور رات نہیں گزریں گے یہاں تک کہ کوئی شخص بادشاہ بنے گا اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں، اللہ کی قسم! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ مجھے دُنیا و مافیہا مل جائے، بعد اِس کے کہ میں نے یہ حدیث سنی اِس بات سے کہ میں مدینہ میں لوٹنے والا نہ ہوں۔ (ترجمہ ختم)

---

۱ (البداية والنهاية لابن كثير: ج ٨ ص ١٢٢ ط دار الفكر بيروت لبنان)

۲ (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال للهندي: ج١٣ ص ٥٨٨ ح٣٧٥١٤ ط مؤسسة الرسالة بيروت)

ضعیف الاسناد احادیث باہم مل کر تقویت کا فائدہ دیتی ہیں:

اور اگر بالفرض تھوڑی دیر کے لئے یہ بات تسلیم کر بھی لی جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت میں کوئی صحیح اور حسن حدیث مروی نہیں بلکہ ضعیف روایات مروی ہیں تب بھی معتر نہیں، اِس لئے کہ محدثین عظام رحمہم اللہ کے نزدیک یہ اُصول مسلم ہے کہ جب کوئی ضعیف روایت متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ طریق بھی ایک دوسرے کے مؤید ہو کر تقویت کا فائدہ دیتے ہیں۔ نیز فضائل کے باب میں ضعیف روایات بھی قابل قبول ہوتی ہیں۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں:

" قال البيهقي ان أسانيده كلها ضعيفة ولكن اذا ضم بعضها الي بعض أفاد قوة ." [۱]

ترجمہ: امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اِس کی تمام اسانید ضعیف ہیں، لیکن جب اِن کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملایا جاتا ہے تو قوت کا فائدہ دیتی ہیں۔ (ترجمہ ختم)

علامہ کنانی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح علامہ ابن عراق الکنانی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۶۳ھ) لکھتے ہیں:

" وقال البيهقي فيهما وفي حديث أبي هريرة وابن مسعود رضي الله عنهما أسانيدها ضعيفة ولكنها اذا ضم بعضها الي بعض أخذت قوة انتهي ." [۲]

ترجمہ: امام بیہقی رحمہ اللہ ان دونوں روایتوں اور حضرت ابوہریرہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں

---

۱ (المقاصد الحسنة للسخاوي : ج ۱ ص ٦٧٤ ح ۱۱۹۳ ط دار الكتاب العربي بيروت)

۲ (تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة للكناني: ج ۲ ص ۱۵۷ ط دار الكتب العلمية بيروت)

کہ اِن کی اسانید ضعیف ہیں، لیکن جب اِن کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملایا جاتا ہے تو یہ قوت پکڑ لیتی ہیں۔ (ترجمہ ختم)

ملا علی قاری رحمہ اللہ کا حوالہ:

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

"قلت لايلزم من عدم صحته نفي وجود حسنه وضعفه." [1]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ کسی روایت کے عدم صحت سے اُس کے حسن وضعیف کے وجود کی نفی لازم نہیں آتی۔ (ترجمہ ختم)

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ کا حوالہ:

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قلت الذي أطبق عليه أئمتنا الفقهاء والأصوليين والحفاظ أن الحديث الضعيف حجة في المناقب كما أنه ثم باجماع من يعتد به حجة في فضائل الأعمال." [2]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ ہمارے ائمہ فقہاء، اُصولیین اور حفاظ حدیث کے مطابق ضعیف حدیث مناقب میں اُسی طرح حجت ہوتی ہے جیسا کہ وہاں معتد بہ علماء کے اجماع سے فضائل اعمال میں حجت ہوتی ہے۔ (ترجمہ ختم)

بہر حال اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کے بارے میں ضعیف احادیث کے قابل قبول نہ ہونے کا حکم لگایا جائے تو اُس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و

---

[1] (الأسرار المرفوعة في الأحاديث الموضوعة لملا علي القاري: ج۱ ص ۱۰۸ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[2] (تطهير الجنان واللسان لابن حجر الهيتمي: ص ۱۳ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

مناقب کی بھی بے شمار روایات سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

فضائل معاویہؓ میں من گھڑت احادیث بے اصل ہیں!

باقی رہا انجینئر محمد علی مرزا کا یہ کہنا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کے سوال کے جواب میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے بقول اِس طرف اشارہ ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے بے شمار فضائل گھڑ لیے ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے، تو اُس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ تو فرمایا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں لوگوں نے موضوع و من گھڑت احادیث گھڑ لی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے، لیکن یہ کہیں نہیں فرمایا ہے کہ آپؓ کی فضیلت و منقبت کے بارے میں سرے سے کوئی روایت ہی ثابت نہیں ہے؟ اِس لئے کہ سلسلۂ سیاقِ کلام موضوع و من گھڑت احادیث کے بارے میں چل رہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں کوئی موضوع و من گھڑت روایت ایسی نہیں جو اسناد کے لحاظ سے صحیح ہو، اور اِس کے تو ہم بھی قائل ہیں۔

ورنہ اگر یہی بات ہوتی تو خود امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی کتاب میں مسند احمد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کے بارے میں احادیث نقل نہ فرماتے، حالاں کہ آپؒ نے حضرت معاویہ رضی اللہ کے فضائل و مناقب میں مسند احمد میں کئی روایات نقل فرمائی ہیں، جیسا کہ ماقبل میں مذکور ہو چکا ہے۔

لہٰذا اگر موضوع و من گھڑت روایات کے انکار سے تمام روایات کی نفی لازم آتی تو یہ بات تو مشاہدہ اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔ اِس لئے کہ کبار اہل سنت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں وارد ہونے والی احادیث کو "صحیح" اور "حسن" قرار دیتے ہیں۔

حضرت علیؓ کے فضائل و مناقب میں بکثرت روایات گھڑی گئی ہیں!:

نیز اِس سلسلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نمبر تو بہت بعد کا بنتا ہے، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں اہل تشیع و روافض نے جتنی کثرت سے احادیث گھڑی ہیں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں اُن کا عشرِ عشیر بھی نہیں گھڑا گیا۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) عامر شعبی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ما كذب على احد من هذه الأمة ما كذب على عليّ رضي الله عنه." [1]

ترجمہ: اِس اُمت میں جس قدر جھوٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر باندھا گیا ہے اتنا کسی پر نہیں باندھا گیا۔ (ترجمہ ختم)

فضائلِ علی رضی اللہ عنہ میں بکثرت گھڑی جانے والی روایات کی تعداد!:

امام ابن قیم جوزی رحمہ اللہ حافظ ابو یعلی الخلیلی کے حوالے سے اِن موضوع و من گھڑت روایات کی تعداد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال الحافظ أبو يعلي الخليلي في كتاب الارشاد وضعت الرافضة في عليّ و أهل البيت نحو ثلاث مائة ألف حديث ولا تستبعد هذا فانک لو تتبعت ما عندهم من ذلک لوجدت الأمر كما قال." [2]

ترجمہ: حافظ ابو یعلی الخلیلی کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ روافض نے حضرت علی اور حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل میں تین لاکھ احادیث گھڑ کر پھیلا دی ہیں۔ اور یہ بات کچھ مستبعد نہیں، کیوں کہ اگر آپ تتبع وجستجو کریں گے تو ایسا ہی پائیں گے جیسا کہ حافظ ابو یعلی

---

[1] (تذكرة الحفاظ للذهبي : ج۱ ص٦٥ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي : ج ۱ ص ٤٣٦ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان)

[2] (المنار المنيف في الصحيح والضعيف لابن قيم الجوزية : ج۱ ص۱۱٦ رقم ۲٤۷ ط مكتب المطبوعات الاسلامية حلب)

الخلیلی نے فرمایا ہے۔(ترجمہ ختم)

لہٰذا علمائے اہل سنت کی ان تصریحات کے بعد اگر کوئی نادان سیدنا علی اور حضرت اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب کی تمام احادیث کا انکار کردے تو جیسا کہ انجینئر محمد علی مرزا نے کیا ہے تو سوائے ہدایت کی دُعاء کے اور کیا کیا جاسکتا ہے؟

فضائل معاویہ میں ابن جوزیؒ کے عدم صحت کا قول بھی معتبر نہیں!

اسی طرح انجینئر محمد علی مرزا کا یہ کہنا کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے بھی (من گھڑت احادیث کی نشان دہی کرنے والی اپنی مشہور کتاب) "الموضوعات" میں کچھ روایات ذکر کر کے امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں (صحابیت کے سوا) کوئی چیز ثابت نہیں ہے" تو یہ بات بھی صحیح نہیں ہے۔ اِس لئے کہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ کے بارے میں علامہ عبد العزیز فرماہروی رحمہ اللہ کے حوالے سے پیچھے گزر چکا ہے کہ یہ اُن کی خطاء ہے کیوں کہ اُن کی عادت ہے کہ وہ تعصب اور افراط سے کام لیتے ہیں، اِس لئے اُن کا بھی قول کا بھی معتبر نہیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ عبد العزیز فرماہری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" واخطأ ابن الجوزي في نسبة بعض احاديث الوضع اليه كما هو عادته من التعصب والافراط ."[1]

ترجمہ: امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے مسند احمد کی طرف بعض احادیث کے موضوع ہونے کی نسبت میں خطا کی ہے، جیسا کہ اُن کی عادت ہے کہ وہ تعصب اور افراط سے کام لیتے ہیں۔(ترجمہ ختم)

فضائل معاویہ میں امام نسائیؒ کے عدم صحت کا قول بھی معتبر نہیں!

اسی طرح انجینئر محمد علی مرزا کا یہ کہنا کہ امام نسائی رحمہ اللہ کا واقعہ اِس بارے میں مشہور

---

[1] (الناهية عن طعن معاوية للفرهاروي: ص ١٤ مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

ہے کہ [1] اُنہوں نے بھی اپنے اُستاد (امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ) کے قول پر اعتماد کیا (اور اپنی مشہور کتاب "فضائل صحابہؓ" میں کوئی حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے متعلق نہیں جمع فرمائی) تو اِس بات سے بھی "لم یصح في فضل معاویة شيءٌ" کے قول کو تقویت نہیں ملتی، اِس لئے کہ ایک مرتبہ اہل شام نے امام نسائی رحمہ اللہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دینے کا مطالبہ کیا تو امام نسائی رحمہ اللہ اُن کے سوئے ادب سے غضب ناک ہوگئے اور اُنہوں نے بہت اچھا کیا، مگر یہ کہ وہ حد سے تجاوز کر گئے اور اُنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ اِس قسم کے موہم طعن کلمات کہہ ڈالے کہ مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں سوائے اِس حدیث کے کہ "اللہ اُن کا پیٹ نہ بھرے!" اور کوئی حدیث معلوم نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپؒ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ اُنہیں سر بسر نجات مل جائے، اور وہ فضیلت طلب کر رہے ہیں۔"

امام نسائی رحمہ اللہ کے قول کی مختلف توجیہات:

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں "تاکید المدح بما یشبه الذم" جیسے کلمات کہے ہوں، لیکن اہل شام نے اپنی

---

[1] امام نسائی رحمہ اللہ کا یہ واقعہ اِس طرح ہے کہ جب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب لکھ کر فارغ ہوئے تو چاہا کہ جامع دمشق میں لوگوں کے سامنے اس کتاب کو بیان کردیں، تاکہ وہاں کے لوگ جو بنی اُمیہ کی مدت مدید تک شام میں سلطنت کے باعث نواصب کے مذہب کی طرف مائل ہوگئے ہیں ہدایت یافتہ ہوجائیں۔ (ابھی آپ نے) اس کتاب کا تھوڑا ہی حصہ بیان کیا تھا کہ ایک شخص نے پوچھا کہ: "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بھی آپؒ نے تحریر کچھ کیا ہے؟" امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ اُنہیں سر بسر نجات مل جائے، اُن کے فضائل ہی کہاں ہیں؟" بعض کہتے ہیں کہ: "آپؒ نے یہ بات بھی فرمائی تھی کہ: "میرے نزدیک اُن کے مناقب میں کوئی صحیح روایت ثابت نہیں، سوائے "لا أشبع اللہ بطنه" کے!" (یہیں سے) عوام الناس نے اُن پر تشیع کا الزام جڑ دیا اور چند ضربیں اُن کے خصیتین میں لگائیں جن کی وجہ سے وہ نیم جاں ہوگئے۔ (بستان المحدثین للدهلوي: ص ۱۱۱)

جہالت و لاعلمی کی بناء پر انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین و تنقیص پر محمول کر کے امام نسائی رحمہ اللہ کو مارا ہو۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

”والجواب أنهم سألوه أن يفضلوه على علي كرم الله وجهه فغضب من سوء أدبهم وقد أحسن الا أنه جاوز الحد فتكلم بما يوهم طعنا على الصحابي والبشر قد يخطئ ويمكن أن يقال أنه أراد مدحه لما مر من أن مثل هذه الكلمة زكوة وأجر ورحمة الاأنهم لم يفهموا وانكروا عدم تفضيل معاوية على علي رضي الله عنهما فضربوه جهلا منه.“[1]

ترجمہ: اس کا جواب یہ ہے کہ اہل شام نے امام نسائی رحمہ اللہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دینے کا مطالبہ کیا تو امام نسائی رحمہ اللہ اُن کے سوئے ادب سے غضب ناک ہو گئے اور بہت اچھا کیا، مگر یہ کہ آپؒ نے حد سے تجاوز کیا اور صحابی پر موہم طعن کلام کیا۔ اور بشر کبھی خطا کر جاتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدح کا ارادہ کیا ہو بہ سبب اُس بات کے جو پیچھے گزر چکی ہے کہ اِس قسم کے کلمات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے پاکیزگی اور اجر و رحمت ہیں، مگر یہ کہ انہوں نے اُس (کے مفہوم) کو نہ سمجھا ہو، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدم تفضیل کا انکار کیا ہو، تو انہوں نے اِس (بات) سے جہالت کی بناء پر امام نسائی رحمہ

---

[1] (الناهية عن طعن معاوية للفرهاروي: ص ۳۹ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

اللہ کو مارا ہو۔ [1] (ترجمہ ختم)

فضائلِ معاویہ میں عدمِ صحت کا قول معتبر نہیں!

بہر حال خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض اہل علم (امام اسحاق بن راہویہ، امام نسائی اور امام ابن جوزی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم) حضرات کا جو یہ مؤقف کتابوں میں مذکور ہے کہ:

"لم يصح في فضل معاوية شيٌ"

تو وہ آپؓ کے حق میں دو وجہ سے قابلِ اعتناء نہیں:

ایک تو اِس وجہ سے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدمِ فضیلت کے بارے میں صحیح روایت کے مفقود ہونے کے متعلق جہاں ایک طرف بعض اکابر اہل سنت کے اقوال منقول ہیں تو وہیں دوسری طرف اُن کی فضیلت کے بارے میں صحیح وحسان روایات کے موجود ہونے کے متعلق جمہور اکابر اہل سنت کے اقوال بھی منقول ہیں، پھر معلوم نہیں کہ انجینئر محمد علی مرزا اور اُن کے ہم نوا ناقدین معاویہ جمہور اکابر اہل سنت کے اقوال کو چھوڑ کر بعض اکابر اہل سنت ہی کے اقوال کو کیوں ترجیح دیتے ہیں؟

اور دوسرے اِس وجہ سے کہ جن اکابر اہل سنت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت میں صحیح روایت کے فقدان کا قول فرمایا ہے تو عین ممکن ہے کہ انہوں نے آپؓ کے بارے میں یہ مؤقف اِس لئے اختیار کیا ہو کہ اُن تک اُن کی فضیلت ومنقبت کی کوئی صحیح روایت نہ پہنچ سکی ہو، اور انہوں نے اپنے علم وتحقیق کی بنیاد پر یہ کہہ دیا ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت میں کوئی ایک صحیح روایت بھی ثابت نہیں ہے۔

---

[1] اِس سے اُس حکمت کی طرف اشارہ ہے جو علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مطاعن میں لوگوں کی اکثریت کے مبتلا رہنے کے بارے میں لفظ شاید سے ذکر کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کچھ صادر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ جب تک دُنیا رہے گی اُن کے لئے اعمالِ صالحہ کا سلسلہ چلتا رہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کو تم مکروہ سمجھو حالاں کہ وہی چیز تمہارے لئے بہتر ہو۔ (الناهية عن طعن معاوية للفرهاروي: ص ۳۳، ۳۴ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

فضائلِ معاویہ میں صحیح روایات کی موجودگی کا قول لائق اعتماد ہے!

لیکن جیسا کہ گزشتہ سطور میں آپ نے اچھی طرح ملاحظہ فرمالیا کہ ہم نے اکابر علمائے اہلِ سنت (امام مسلم، امام بیہقی، حافظ ابن عساکر، حافظ ابن حجر، علامہ سمہودی، حافظ سخاوی اور علامہ سیوطی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم) کے اُصول و تحقیقات کی رُوشنی میں صحیح و حسن اور مختلف طرق منقول ہو کر درجۂ قوت حاصل کرنے والی ضعیف احادیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت کو ثابت کیا ہے اور آپؓ کے بارے میں بعض کبار علمائے اہلِ سنت کے " لم یصح في فضل معاویة شئ " کے مؤقف کو مرجوح اور شاذ قرار دیا ہے اور اُن کے بالمقابل جمہور علمائے اہلِ سنت کے اِس مؤقف کو راجح اور معروف قرار دے کر یہ ثابت کردیا ہے کہ ہے آپؓ کی فضیلت و منقبت میں زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جاری ہونے والی صحیح و حسان روایات اپنی جگہ ثابت اور موجود ہیں۔

لہٰذا بعض کبار علمائے اہلِ سنت کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں: " لم یصح في فضل معاویة شئ " کا مؤقف اختیار کرنا اُن کا اپنا ذاتی خیال اور اُن کا مرجوح اور شاذ مؤقف تو ہوسکتا ہے، لیکن جمہور محققین کبار علمائے اہلِ سنت کے اُصول و تحقیقات کی رُوشنی میں اُن کا راجح، معروف اور لائق اعتماد مؤقف ہرگز نہیں ہوسکتا۔

حضرت معاویہؓ کے ثابت شدہ فضائل سے صرفِ نظر کرنا ظلم ہے!:

بہرحال انجینئر محمد علی مرزا اور اُن کے ہم نوا ناقدین معاویہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ کی فضیلت و منقبت میں موجود کبار علمائے اہلِ سنت کی نقل کردہ صحیح و حسان اور مختلف طرق سے منقول ہو کر درجۂ تقویت حاصل کرنے والی ضعیف احادیث کو نظر انداز کرکے اُن کے بالمقابل بعض دوسرے علمائے اہلِ سنت کے اپنے ذاتی خیالات اور اُن کے مرجوح و شاذ اقوال کو بنیاد بنا کر آپؓ کی فضیلت و منقبت کے بارے میں صحیح روایت کے فقدان کا مرجوح و شاذ مؤقف اختیار کرنا اور آپؓ کے حق میں زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے جاری ہونے والے فضائل و مناقب اور دسیوں قسم کی بشارات سے محروم کرکے آپؓ کی ذات بابرکات متصف باصد

صفات کو بادلِ ناخواستہ صرف شرفِ صحابیت تک ہی محدود رکھنا درحقیقت آپؓ کے ساتھ انتہائی بددیانتی، بڑی ہی انصافی بلکہ ایک طرح کا ظلم عظیم کیا ہے۔

سب و شتم کا الزام اور اُس کی حقیقت

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ریسرچ پیپر: "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" کے چوتھے باب "چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان اور اُن پر منبروں سے لعنت جاری کرنے کی بدعت کب اور کس نے ایجاد کی" کے عنوان کے تحت بتیس نمبر سے لے کر اڑتالیس نمبر تک سترہ احادیث نقل کی ہیں جن میں سے بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہیں اور بعض دیگر احادیث سے یہ ثابت کرنے کی مذموم انجینئر تگ اور سعی لاحاصل کی ہے کہ العیاذ باللہ! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں اُن کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سرِ منبر سب و شتم کیا جاتا تھا۔

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں جن روایاتِ حدیث کا سہارا لیا ہے ذیل میں ہم انہیں راویوں کے اعتبار سے پانچ قسموں پر تقسیم کرتے ہیں:

﴿۱﴾ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایات:

پہلی قسم کی روایات حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، جن میں آتا ہے:

"عن عامر بن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه قال أمر معاوية بن أبي سفيان سعدا فقال ما منعك أن تسب أبا التراب ؟ "[1]

---

[1] (صحيح المسلم: ج ٤ ص ١٨٧١ ح ٢٤٠٤ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان) و (جامع الترمذي: ج٥ص٦٣٨ ح ٣٧٢٤ ط شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر)۔

ترجمہ: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
مجھے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے امیرِ حج مقرر کیا اور
فرمایا کہ آپ کو ابوتراب پر سب وشتم کرنے سے کس چیز منع کیا؟

حضرت معاویہؓ نے سبّ کا حکم نہیں دیا بلکہ منعِ سبّ کا سبب دریافت کیا:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے اِس روایت میں اِس بات کی تصریح بالکل نہیں ملتی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنے کا حکم صادر فرمایا، بلکہ اِس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم نہ کرنے کا سبب پوچھ دریافت کر رہے ہیں کہ آپؓ کو رات دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ناقدین ومخالفین کے ساتھ رہنے کے باوجود آخر اُن پر سب وشتم کرنے سے کس چیز نے منع کر رکھا ہے؟

وجہ اِس کی یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں عراق فتح کرنے کے بعد کوفہ میں آباد ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی کچھ مدت تک وہیں گورنر تعینات رہے تھے۔ پھر ۲۵ھ میں وہاں سے معزول ہو کر واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے۔ اور شہادتِ عثمانؓ کے بعد آپؓ شہری آبادی سے تین میل (پونے پانچ کلومیٹر) دُور "عقیق" نامی مقام پر عزلت نشین ہو گئے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں سے کسی کا ساتھ نہ دیا۔ اِس دوران کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید کرنے والے ناصبی وخارجی بہت طاقت وَر ہو گئے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جب اِس کی اطلاع ملی تو وہ اِس پر افسوس کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس میں دیرینہ مراسم چلے آ رہے تھے۔ اُن میں

—و(اَلسنن الكبري للنسائي : ج ۷ ص ۴۲۸،۴۱۰ ح ۸۳۸۵،۸۳۴۲ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (اَلجمع بين الصحيحين للحميدي : ج ۱ ص ۱۹۷ ح ۲۰۶ ط دار ابن حزم مصر) و (اَلمسند الجامع لمحمود محمد الخليل : ج ۶ ص ۱۲۶ ح ۴۱۱۷ ط دار الجيل للطباعة والنشر والتوزيع بيروت لبنان)

باہم دینی اُخوت و بھائی چارگی بھی تھی اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے بے تکلف دوست بھی تھے۔ ایسے میں جب دوست باہم مل بیٹھتے ہیں تو تکلفات کو برطرف رکھ کر ہنسی مزاح میں ایک دوسرے پر چوٹ بھی کر جاتے ہیں۔ بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو ویسے بھی بڑے ہنس مکھ اور خوش مزاج تھے۔ انہیں موجودہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر یہ تجسس بڑی شدت کے ساتھ بے قرار کیے جا رہا تھا کہ ابتلاء و آزمائش کے ایک ایسے دور میں جب کہ حضرت علی رضی اللہ کے بارے میں لوگ افراط و تفریط کا شکار ہو رہے ہیں اور اعتدال کا دامن تھامنا انتہائی مشکل کام ہے، تو ایسے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا افراط و تفریط سے ہٹ کر حد اعتدال پر قائم رہنا آخر کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے؟ حالاں کہ اُن کو یہ بات خوب اچھی طرح معلوم تھی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرنے والے ہرگز نہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود آپؓ نے اپنا تجسس ختم کرنے کے لئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بے تکلفی کے سے انداز میں دریافت فرمایا کہ آپؓ کو یہ ملکہ کیسے حاصل ہو گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے کے باوجود آپؓ کی زبان سے اُن کے خلاف ابھی تک کوئی نازیبا کلمہ سننے کو نہیں ملا؟

امام نووی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ شارحِ مسلم امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

"فقول معاوية هذا ليس فيه تصريح بانه امر سعدا بسبه وانما سأله عن السبب المانع له من السب كانه يقول هل امتنعت تورعا او خوفا او غير ذلك فان كان تورعا واجلالا له عن السب فانت مصيب محسن وان كان غير ذلك فله جواب آخر ولعل سعدا قد كان في طائفة يسبون فلم يسب معهم وعجز عن الانكار وانكر عليهم فساله هذا السؤال." [1]

---

[1] (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج المعروف بشرح النووي: ج ۱۵ ص ۱۷۵، ۱۷۶ ح ۲۴۰۴ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِس قول میں یہ تصریح نہیں ہے کہ اُنہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو صرف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اُس سبب کے بارے میں سوال کیا جو اُن کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنے سے مانع ہے۔ گویا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ دریافت فرما رہے ہیں کہ آپؓ بہ طورِ ورع (شرعی احتیاط) کے ایسا کر رہے ہیں یا بہ طورِ خوف کے ایسا کر رہے ہیں یا اِس کے علاوہ کوئی اور وجہ ہے؟ اگر تو تورع اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ادب کی وجہ سے ایسا ہے تو آپ اچھا اور درُست کر رہے ہیں اور اگر کسی اور وجہ سے ایسا کر رہے ہیں تو اُس کا جواب دوسرا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں میں رہتے ہوں گے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتے ہوں اور یہ اُن کے ساتھ رہ کر ایسا نہ کرتے ہوں۔ اور اُن لوگوں کو روکنے سے اور سمجھانے سے عاجز ہوں تو تب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے یہ سوال کر لیا ہو۔ (ترجمہ ختم)

علامہ وشتانی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح امام ابو عبد اللہ الوشتانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۲۷ھ) اِس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

" لأنه ليس بصريح في انه أمره بسبه انما سأله عن المانع وقد سئل عنه من لا يجيز السب ." [1]

ترجمہ: اِس لئے کہ یہ قول اِس بارے میں صریح نہیں ہے کہ

---

[1] (اکمال اکمال المعلم في شرح صحيح المسلم للوشتاني : ط دار المكتب العلمية بيروت لبنان)

ترجمہ: اِس لئے کہ یہ قول اِس بارے میں صریح نہیں ہے کہ
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو
حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ نے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منع کرنے
والی چیز دریافت فرمائی، اور اُن سے اُس چیز کے بارے میں پوچھا ہے
جسے وہ جائز نہیں سمجھتے۔ (ترجمہ ختم)

شیخ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح شیخ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۸۶ھ) لکھتے ہیں:

"مامنعک أن تسب أبا تراب هذا لايستلزم أمر معاوية بالسب بل سوال عن سبب امتناعه عنه أنه تورع أو اجلال أو غير ذلک." [1]

ترجمہ: "مامنعک أن تسب أبا تراب" اِس کو مستلزم نہیں
کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سب وشتم کا حکم دیا، بلکہ یہ سب وشتم
سے امتناع کے سبب کے بارے میں سوال ہے کہ یہ تورع (شرعی
احتیاط) کی وجہ سے ہے یا ادب واحترام کی وجہ سے ہے یا کسی اور وجہ
سے؟ (ترجمہ ختم)

علامہ فرہاروی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) نے لکھتے ہیں:

"وذكر في شرح صحيح مسلم يجب تاويله لما بانه ليس فيه الأمر بل سوال من السبب المانع عنه." [2]

---

[1] (مجمع البحار للفتني: ج ۲ ص ۸۳ ط نور کشور لکنائ الهند)

[2] (النّاهية عن طعن معاوية للفرهاروي: ص ۳۷ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

ترجمہ: بہرحال بات یہ ہے کہ اِس میں سب وشتم کا حکم نہیں
بلکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سبب مانع کا سوال ہے۔

عربی زبان میں لفظ "سبّ" کا استعمال مختلف معانی میں ہوتا ہے!:

دوسرے یہ کہ لفظ "سب" کا استعمال ہماری زبانوں (اردو، پنجابی) کی طرح صرف ایک دو معانی (گالم گلوچ اور دُشنام طرازی) کے لئے نہیں بلکہ عربی زبان میں مختلف معانی مثلاً کسی کو غلطی پر ٹوکنے، کسی کو سخت سست کہنے، کسی کو عار دلانے، کسی کی عیب جوئی کرنے، کسی پر نکتہ چینی کرنے، کسی کی رائے کا تخطیہ کرنے جیسے بیسیوں معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے استدلال:

چناں چہ صحیح مسلم میں آتا ہے کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفقاء کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ کل جب تم تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ تو تم میں سے کوئی شخص میرے پہنچنے سے پہلے اُس کے پانی کو نہ چھوئے، اتفاقاً دو حضرات قافلے سے آگے نکل کر چشمے پر پہلے پہنچ گئے اور انہوں نے پانی پی لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اِس کی اطلاع ہوئی تو بقول راوی کے:

"فسبهما النبي صلى الله عليه وسلم." [1]

ترجمہ: اُن دونوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "سبّ" فرمایا۔

تو فرمائیے جناب! کیا یہاں کوئی شخص حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ کا یہ ترجمہ کر سکتا ہے کہ (العیاذ باللہ!) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں حضرات کو گالم گلوچ کی تھی، یا اُن پر سبّ وشتم کی بوچھاڑ کی تھی؟ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی ایسا ترجمہ نہیں کرے گا، بلکہ موقع محل اور آپ کی شخصیت کی مناسبت سے یہی ترجمہ کرے گا کہ آپ نے اُن کو غلطی پر ٹوکا، یا آپ نے اُن کو خطا کار کہا، یا آپ نے اُن کی تادیب وسرزنش کی، کیوں کہ یہاں یہ لفظ صرف اِن ہی معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔

---

[1] (صحيح المسلم: ج ٤ ص ١٧٨٤ ح ٧٠٦ ط دار الوطن الرياض السعودية)

صحیح بخاری میں حضرت ابوذر غفاری ﷺ کے فرمان سے استدلال:

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی آتا ہے جس میں وہ خود فرماتے ہیں:

"اني ساببت رجلا فعيرته بامه فقال لي النبي صلى الله عليه وسلم يا أبا ذر أعيرته بامه ."[1]

ترجمہ: میں نے ایک شخص کو سب وشتم کیا اور اُس کو اُس کی ماں کا عار دلایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: "اے ابوذر! کیا تم نے اُس کو اُس کی ماں کا عار دلایا؟" (ترجمہ ختم)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا پس منظر:

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے ایک غلام کو اُس کی ماں کے متعلق یہ کہہ دیا تھا کہ: "تیری ماں سیاہ رنگ کی ہے" یا "تو سیاہ رنگ کی عورت کا بیٹا ہے" تو اِس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے ارشاد فرمایا: "اے ابوذر! تم نے اُس کو اُس کی ماں کے متعلق عار دلائی ہے۔" ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے یہاں "ساببت" کا لفظ استعمال فرمایا، جس سے مراد یہاں "عار دلانا" تھا۔

مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ کا حوالہ:

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۹۶ھ) لکھتے ہیں:

"لفظ "سبّ" کا ترجمہ اردو میں عموماً "گالی دینا" کیا جاتا ہے، جو اِس لفظ کا صحیح ترجمہ نہیں، کیوں کہ "گالی" کا لفظ اردو زبان میں "فحش" کلام کے لئے آتا ہے، حالاں کہ لفظ "سبّ" عربی زبان میں اِس سے زیادہ عام ہے، ہر اُس کلام کو عربی میں "سبّ" کہا جاتا ہے، جس

[1] (صحيح البخاري : ج ١ ص ١٥ ح ٣٠ و ج ٣ ص ١٤٩ ح ٢٥٤٥ ط دار طوق النجاة)

سے کسی کی تنقیص ہوتی ہو، ''گالی'' کے لئے ٹھیٹ لفظ عربی میں ''شتم'' آتا ہے۔ [1]

موصوف ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''لفظ ''سب'' عربی زبان کے اعتبار سے صرف ''فحش گالی'' ہی کو نہیں کہتے، بلکہ ہر ایسا کلام جس سے کسی تنقیص وتوہین یا دل آزاری ہوتی ہے، وہ لفظ ''سب'' میں داخل ہے۔'' [2]

لفظ ''سب'' کا استعمال رائے کی خطا و تصویب میں:

چناں چہ اِس مقام پر بھی کئی ماہرینِ فن و شراحِ حدیث نے اِس لفظ کو دوسرے کی رائے کا تخطیہ اور اپنی رائے کی تصویب کے معنی میں مراد لیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ شارحِ صحیح مسلم امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

" قالوا ويحتمل تاويلا آخر ان معناه مامنعک أن تُخَطِئهُ في رايه واجتهاده وتظهر للناس حسن راينا واجتهادنا وانه أخطأ قوله ." [3]

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ یہ قول ایک اور تاویل کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے و اجتہاد میں اُن کا تخطیہ کرنے اور ہماری رائے واجتہاد کی اچھائی کا لوگوں کے سامنے اظہار کرنے اور یہ انہوں نے اپنے قول میں خطا کی اِس سے آپ کو کس چیز نے منع کیا؟ (ترجمہ ختم)

---

[1] (مقام صحابہؓ ص ۴۴ ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

[2] (مقام صحابہؓ ص ۴۶ ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

[3] (شرح النووي على صحيح المسلم: ج ۱۵ ص ۱۷۶،۱۷۵ ح ۲٤٠٤ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

علامہ وشتانی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح امام ابی عبداللہ الوشتانی رحمہ اللہ (التوفی ۸۲۷ھ) لکھتے ہیں:

" ان یحمل السب علي التغیر في المذهب والرأي فیکون المعني ما منعک من أن تبین للناس خطاه و أن ما نحن علیه أسد و أصوب مثل هذا یسمي سبا في العرف ." [۱]

ترجمہ: اگر "سب" کو مذہب اور رائے میں تغیر پر محمول کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خطاء لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے اور وہ مذہب و رائے جس پر ہم ہیں اُس کے زیادہ ٹھیک اور درُست ہونے سے کس چیز نے منع کیا؟ عرف میں اِن جیسی چیزوں کو "سب" کہا جاتا ہے۔ (ترجمہ ختم)

شیخ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح شیخ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ (التوفی ۸۰۶ھ) لکھتے ہیں:

" المعني ما منعک أن تخطئه في اجتهاد و تظهر للناس حسن اجتهادنا ." [۲]

ترجمہ: مطلب یہ ہے کہ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد میں تخطیہ کرنے اور ہمارے اجتہاد کی اچھائی لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے کے بارے میں کس چیز نے منع کیا؟ (ترجمہ ختم)

﴿۲﴾ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایات:

دوسری قسم کی روایات حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جن میں آتا ہے:

---

[۱] (اکمال اکمال المعلم للوشتاني : ط دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

[۲] (مجمع بحار الأنوار للفتني : ج ۲ ص ۸۳ ط نور کشور لکناؤ الهند)

" حدثنا محمد بن بشر حدثنا مسعر عن الحجاج مولي بني ثعلبة عن قطبة بن مالک عم زياد بن علاقة قال نال المغيرة بن شعبة من علي فقال زيد بن أرقم قد علمت أن رسول الله صلي الله عليه وسلم كان ينهي عن سب الموتي فلم تسب عليا وقد مات ."[1]

ترجمہ: حضرت قطبہ بن مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوت شدگان پر سبّ و شتم سے روکا ہے تو پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ و شتم کیوں کیا؟ (ترجمہ ختم)

ابوالحجاج مولیٰ بنی ثعلبہ مجہول ہے!

اِس روایت میں ابوالحجاج مولیٰ بنی ثعلبہ مجہول الحال اور نامعلوم راوی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) جیسے ماہرِ فن اسماء الرجال بھی تقریباً ایک صفحہ بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" و لم يستفد من ذلک كله معرفة حال حجاج

---

[1] (مسند أحمد: ج ۳۲ ص ۴۳ ح ۱۹۲۸۸ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (معجم ابن العربي ج ۲ ص ۶۳۷ ص ۱۲۳۲ ط دار ابن الجوزي المملكة العربية السعودية) و (المعجم الكبير للطبراني: ۵ ص ۱۶۸ ح ۴۹۷۵ ط مكتبة ابن تيمية القاهرة) و (جامع المسانيد والسنن: ج ۳ ص ۸۹ ح ۳۲۵۰ ط دار خضر للطباعة و النشر و التوزيع بيروت لبنان) و (غاية المقصد في زوائد المسند للهيثمي ج ۳ ص ۱۴۸ ح ۳۰۰۷) و (اطراف المسند المعتلي بأطراف المسند الحنبلي لابن حجر: ج ۲ ص ۳۷۳ ح ۲۴۱۸ ط دار ابن كثير دمشق دار الكلم الطيب بيروت لبنان)

ابي أيوب مولي بني ثعلبة ." ؎

ترجمہ: اِس تمام تفصیل سے حجاج ابوایوب مولی بنی ثعلبہ کے حالات کی معرفت مستفاد نہیں ہوئی۔

لہٰذا یہ روایت مشکوک اور سنداً ضعیف ہے۔ اور اِس سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کرنے کا طعن ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ پر سب وشتم کی سرپرستی کا الزام:

" حدثنا يحيي بن سعيد عن صدقة بن المثني حدثني رياح بن الحارث أن المغيرة بن شعبة كان في المسجد الأكبر وعنده أهل الكوفة عن يمينه وعن يساره فجائه رجل يدعي سعيد بن زيد فحياه المغيرة و أجلسه عند رجليه علي السرير فجاء رجل من الكوفة فاستقبل المغيرة فسب وسب فقال من يسب هذا يامغيرة قال يسب علي بن أبي طالب قال يا مغير بن شعب يا مغير بن شعب ثلاثا ألا أسمع أصحاب رسول الله صلي الله عليه وسلم يسبون عندك لا تنكر ولا تغير فانا أشهد علي رسول الله صلي الله عليه وسلم بما سمعت أذناي و وعاه قلبي من رسول الله صلي الله عليه وسلم فاني لم أكن أروي عنه كذبا يسألني عنه اذا لقيته أنه قال أبوبكر في الجنة وعمر في الجنة وعثمان في الجنة وعلي في الجنة وطلحة في الجنة والزبير في الجنة وعبد الرحمان في الجنة وسعد بن مالك في الجنة وتاسع المؤمنين في الجنة لو شئت أن أسميه

؎ (تعجيل المنفعة بزوائد رواية رجال الأئمة الأربعة لابن حجر : ج ٢ ص ٤١٣ ط دار البشائر بيروت لبنان)

لسميته قال فضج أهل المسجد يناشدونه ياصاحب رسول الله صلي الله عليه وسلم من التاسع قال ناشدتموني بالله والله عظيم أنا تاسع المؤمنين ورسول الله صلي الله عليه وسلم العاشر ثم أتبع ذلک يمينا قال والله لمشهد شهده رجل يغبر فيه وجهه أفضل من عمل أحدكم ولو عمر عمر نوح عليه السلام."[1]

ترجمہ: حضرت ریاح بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (کوفہ کی سب سے) بڑی مسجد میں تھے۔ اور آپؓ کے پاس دائیں بائیں کوفہ والے تھے۔ اتنے میں آپؓ کے پاس ایک صاحب تشریف لائے جنہیں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خوش آمدید کہا اور تخت پر اپنے پاؤں کی جانب بٹھالیا۔ پھر اہل کوفہ میں سے ایک شخص آیا، تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اُس کا بھی استقبال

---

[1] (مسند أحمد باسناد صحيح: ج ۳ ص ۱۷٤ ح ۱٦۲۹ ط مؤسسة الرسالة) و (سنن أبي داؤد: ج ۲ ص ۲۱۲ ح ٤٦٥۰ ط ألمكتبة العصرية صيدا بيروت لبنان) و (مصنف بن أبي شيبة: ج ٦ ص ۳۵۰ ح ۳۱۹٤٦ ط مكتبة الرشد الرياض) و (فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل: ج ۱ ص ۱۲۰، ۱۰٤ ح ۹۰، ۲۲۵ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (ألسنة لابن أبي عاصم: ج ۲ ص ٦۱۹ ح ۱٤۳۳ ط ألمكتب الاسلامي بيروت لبنان) و (شرح أصول اعتقاد أهل السنة للالكائي: ج ۸ ص ۱٤۹۵ ح ۲۷۱۸ ط دار طيبة السعودية) و (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء لأبي نعيم الأصبهاني: ج ۱ ص ۹۵ ط أسعادة بجوار محافظة مصر) و (ألأحاديث المختارة للمقدسي: ج ۳ ص ۲۸۲ ح ۱۰۸۳ ط دار خضر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت لبنان) و (جامع الأصول لابن أثير الجزري: ج ۸ ص ۵۵۷ ح ٦۳۷۰ ط مكتبة الحلواني مطبعة الملاح مكتبة دار البيان) و (جامع المسانيد والسنن لابن كثير: ج ۳ ص ٤٤۲ ح ٤۱۸۱ ط دار خضر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت لبنان)

کیا۔پھر اُس شخص نے سب وشتم اور گالم گلوچ کرنی شروع کردی تو
حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
سے دریافت فرمایا کہ یہ شخص کس کو سب وشتم کررہا ہے؟حضرت مغیرہ بن
شعبہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔حضرت سعید بن
زید رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ فرمایا اے مغیرہ بن شعبہ! اے مغیرہ بن
شعبہ! اے مغیرہ بن شعبہ! خبردار! میں آپ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے صحابہ کو سب وشتم کیا جاتا سن رہا ہوں؟ آپ نہ تو نکیر فرمارہے
ہیں اور نہ ہی متغیر ہورہے ہیں؟ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بارے میں اُس چیز کی گواہی دیتا ہوں جو میرے کانوں نے آپ علیہ
السلام سے سنی اور میرے دل نے اُس کو محفوظ کیا۔کیوں کہ میں ایسا نہیں
کرسکتا کہ آپ علیہ السلام سے جھوٹ روایت کروں جس کے بارے میں
(قیامت کے دن) جب میں اُن سے ملوں تو وہ مجھ سے سوال کریں۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں،
حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں،حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنت
میں ہیں،حضرت علی رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں،حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ
جنت میں ہیں،حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں،حضرت عبد
الرحمٰن رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں،حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ
جنت میں ہیں،اور مؤمنین کے نویں صحابی جنت میں ہیں۔اگر میں اُن کا
نام لینا چاہوں تو لے سکتا ہوں۔راوی کہتے ہیں کہ پس مسجد گونج اُٹھی۔
لوگوں نے قسم دے کر پوچھا کہ اے صحابی رسول! نواں شخص کون ہے؟
حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے مجھے اللہ کی قسم دی ہے۔
واللہ العظیم! میں ہوں مؤمنین کا نواں شخص۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم دسویں ہیں۔اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں

جس شخص کا چہرہ گرد آلود ہوا ہو تم میں سے کسی ایک کے عمل سے افضل ہے
اگر چہ اسے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر دے دی جائے۔ (ترجمہ ختم)

سبّ وشتم والی روایات میں حضرت معاویہؓ کا نام ثابت نہیں!:

پہلی بات تو یہ ہے کہ اِس روایت یا اِس جیسی دیگر تمام روایات میں سے کسی ایک روایت میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام ونشان تک موجود نہیں اور نہ ہی آپؓ اِس مجلس میں موجود تھے اور نہ ہی آپؓ کے حکم وایماء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سبّ وشتم کیا گیا ہے۔ اِس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سبّ وشتم پر مشتمل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ والی اِس قسم کی جملہ روایات کو بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا صریح بددیانتی، قبیح زیادتی اور انتہائی ناروا جسارت ہے۔

لوگوں میں باہم طبیعت ومزاج کا بڑا فرق ہوتا ہے!:

دوسرے یہ کہ تمام دانائے زمانہ کے نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ دُنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب میں فطرتی طور پر کچھ لوگ مختلف مزاج اور متنوع طبیعت کے بہ کثرت پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے بعض حضرات نہایت ہی تند مزاج اور تیز طبیعت کے مالک ہوتے ہیں جو اپنے مزاج وطبیعت کے خلاف حبہ بھر بات بھی سننا برداشت نہیں کرتے، لیکن اِس کے برخلاف بعض حضرات ایسے منکسر المزاج اور طبیعت کے نرم ہوتے ہیں کہ اپنے مزاج اور طبیعت کے خلاف دُرشت سے دُرشت اور کڑوی سے کڑوی بات بھی صرف اِس لئے بڑی فراخ دلی اور کشادہ ظرفی سے سن لیتے ہیں بلکہ اسے اپنے اوپر برداشت کرلیتے ہیں کہ کہیں اِس سے صلح وآشتی کے زمانے میں فساد وبدامنی کی چنگاریاں ہی نہ بھڑک اُٹھیں۔

حضرت مغیرہؓ وحضرت سعیدؓ کی طبیعت ومزاج میں فرق:

چناں چہ یہاں بھی ایسا ہی تھا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طبیعت اور مزاج میں تحمل وبردباری اور نرمی وفروتنی غالب تھی تو اُنہوں نے قیس بن علقمہ کی اِس ناروا گفتگو پر صبر وتحمل سے کام لیا، جب کہ اِس کے برخلاف حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی طبیعت اور مزاج

میں تندی وتیزی اور شدت وسختی غالب تھی تو انہوں نے حق گوئی و بے باکی سے کام اور یہ سن فوراً برافروختہ ہو گئے۔ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے شکایت کرنے لگ گئے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کا تسامح مصلحت کے درجے میں تھا!:

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت کے پُر آشوب حالات کی نزاکت اور دینی وسیاسی مصالح کے پیشِ نظر اپنی صف میں شامل اشتر نخعی جیسے کرخت مزاج اور تند طبیعت جیسے لوگوں کو برداشت کر کے حالات کو قابو میں رکھے رکھا، بالکل اسی طرح حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (جن کا تقرری کوفہ کے حالات پر قابو پانے کے لئے ہوا تھا) بھی حالات کو پُرامن رکھنے کی خاطر بعض متشدد اور بدامنی پھیلانے والے لوگوں کو برداشت کر کے اُن سے تسامح وچشم پوشی کا ہی معاملہ فرماتے تھے۔ اور اُن کے خلاف کسی بڑی کارروائی سے حتیٰ الامکان گریز فرماتے تھے۔ تاکہ ملک میں کہیں بھی فرقہ بازی اور فتنہ انگیزی جنم نہ لے اور ملک کے حالات قابو سے باہر ہو کر بدامنی وفساد نہ پھیل جائے۔ لیکن حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جیسے بعض کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمانی جذبہ اور اُن کی حساس طبیعت اِس قسم کے تسامح وچشم پوشی اور دینی وسیاسی مصالح کو گوارا نہیں فرماتے تھے، اِس لئے حق گوئی و بےباکی سے کام لیتے ہوئے اُنہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ پر اعتراض کر دیا۔

سبّ وشتم سے متعلق عبداللہ بن ظالم کی روایات:

" أخبرنا محمد بن العلآء قال أخبرنا ابن ادريس قال أخبرنا حصين عن هلال بن يساف عن عبد الله بن ظالم وعن سفيان عن منصور عن هلال عن عبد الله بن ظالم وذكر سفيان رجلا فيما بينه وبين عبد الله بن ظالم قال سمعت سعيد بن زيد قال لما قدم معاوية الكوفة اقام مغيرة بن شعبة خطباء يتناولون عليا فأخذ بيدي سعيد بن زيد فقال ألا تري هذا الظالم الذي يأمر بلعن رجل من أهل

الجنة فاشهد علي التسعة أنهم في الجنة ولو شهدت علي العاشر قلت من التسعة قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم وهو علي حراء أثبت انه ليس عليك الا نبي أو صديق أو شهيد قال ومن التسعة قال رسول الله صلي الله عليه وسلم و أبوبكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة والزبير وسعد وعبد الرحمان قلت من العاشر ؟ قال أنا ."[1]

ترجمہ:عبداللہ بن ظالم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خطیبوں کو کھڑا کیا تا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا آپ اِس ظالم کو نہیں دیکھ رہے جو جنت والوں میں سے ایک شخص کے بارے میں لعنت کا حکم دے رہا ہے؟ پس میں نوں آدمیوں کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں ہیں اور اگر دسویں شخص کے متعلق میں گواہی دوں تو میں کہوں نواں شخص کون ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرواء پہاڑ پر (کھڑے ہوکر) ارشاد فرمایا کہ تھم جا! کیوں کہ تیرے اوپر سوائے نبی یا صدیق یا شہید کے اور کوئی نہیں۔ راوی نے پوچھا کہ نواں شخص کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] (السنن الكبري للنسائي : ج ٧ ص ٣٣٣ ح ٨١٩٠ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (صحيح بن حبان : ج ١٥ ص ٤٥٧ ح ٦٩٩٦ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (اتحاف المهرة بالفوائد المبتكرة من أطراف العشرة لابن حجر : ج ٥ ص ٥٢٣ ح ٥٨٧٨ ط مطبع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف المدينة المنورة) و (أخبار مكة للفاكهي : ج ٤ ص ٥٧ ح ٢٣٧٧ ط دار خضر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت لبنان)

ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں۔ میں نے پوچھا دسواں شخص کون ہے؟ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ہوں۔(ترجمہ ختم)

سند اور متن کی چھان بین:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اِس روایت کی سند کے طرق اور اِس کے الفاظِ متن میں باہم شدید تعارض اور سخت تضاد ہے۔

جامع ترمذی کی روایت کے الفاظ:

چناں چہ جامع ترمذی میں یہ روایت اِس سند اور متن کے ساتھ آئی ہے:

" حدثنا أحمد بن منيع قال حدثنا هشيم قال أخبرنا حصين عن هلال بن يساف عن عبد الله بن ظالم المازني عن سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل أنه قال أشهد علي التسعة أنهم في الجنة ولو شهدت علي العاشر لم آثم قيل وكيف ذاک قال كنا مع رسول الله صلي الله عليه وسلم بحراء فقال أثبت حرآء فانه ليس عليک الا نبي أو صديق أو شهيد قيل ومنهم قال رسول الله صلي الله عليه وسلم وأبوبكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة والزبير وسعد وعبد الرحمان بن عوف قيل فمن العاشر قال أنا هذا حديث حسن صحيح وقد روي من غير وجه عن سعيد بن زيد عن

النبي صلي الله عليه وسلم حدثنا أحمد بن منيع قال حدثنا
الحجاج بن محمد قال حدثني شعبة عن الحر بن الصياح
عن عبد الرحمان بن الأخنس عن سعيد بن زيد عن النبي
صلي الله عليه وسلم نحوه بمعناه هذا حديث حسن ."[1]

جامع ترمذی کی اِس روایت میں تو سرے سے حضرت معاویہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کے اسماء کا نام ونشان تک موجود نہیں ہے اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم اور لعنت وملامت کا حکم وایماء کرنے کا کوئی شائبہ نکلتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت اسی معنٰی کے ساتھ مزید جتنے طرق سے مروی ہے سب کو حسن فرمایا ہے۔

سنن ابی داؤد کی روایت کے الفاظ:

اور سنن ابی داؤد میں یہ روایت اِن الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

" حدثنا محمد بن العلآء عن ابن ادريس حدثنا
حصين عن هلال بن يساف عن عبد الله بن ظالم وسفيان
عن منصور عن هلال بن يساف عن عبد الله بن ظالم
المازني ذكر سفيان رجلا فيما بينه وبين عبد الله بن ظالم
المازني قال سمعت سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل قال
لما قدم فلان الي الكوفة اقام فلان خطيبا فأخذ بيدي سعيد
بن زيد فقال الا تري الي هذا الظالم فأشهد علي التسعة
انهم في الجنة ولو شهدت علي العاشر لم ايثم قال ابن
ادريس والعرب تقول آثم قلت ومن التسعة قال قال رسول
الله صلي الله عليه وسلم وهو علي حرآء اثبت حرآء انه
ليس عليك الا نبي أو صديق أو شهيد قلت ومن التسعة

---

[1] (جامع الترمذي ت شاكر: ج ٥ ص ٦٥١ ح ٣٧٥٧ ط شركة مكتبة و مطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر)

قال رسول الله صلي الله عليه وسلم وأبوبكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة والزبير وسعد بن أبي وقاص وعبد الرحمان بن عوف قلت ومن العاشر ؟ فتلكأ هنية ثم قال أنا قال أبوداؤد رواه الأشجعي عن سفيان عن منصور عن هلال بن يساف عن ابن حيان عن عبد الله بن ظالم باسناده نحوه ."[1]

سنن ابی داؤد کی اِس روایت میں حضرت معاویہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کے ناموں کی جگہ فلاں، فلاں کے الفاظ مروی ہیں۔

سننِ نسائی الکبریٰ کی روایت کے الفاظ:

سننِ نسائی الکبریٰ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

" أخبرنا اسحاق بن ابراهيم قال حدثنا جرير عن حصين عن هلال عن عبد الله بن ظالم قال دخلت علي سعيد بن زيد فقلت ألا تعجب من هذا الظالم أقام خطباء يشتمون عليا فقال أوقد فعلوها أشهد علي تسعة أنهم في الجنة ولو شهدت علي العاشر لصدقت كنا مع رسول الله صلي الله عليه وسلم علي حرآء فتحرك فقال اثبت حرآء فما عليك الا نبي أوصديق أوشهيد قلت ومن كان علي حرآء فقال رسول الله صلي الله عليه وسلم وأبوبكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة والزبير وعبد الرحمان بن عوف وسعد قلنا فمن العاشر قال أنا ."[2]

سننِ نسائی الکبریٰ کی اِس روایت میں حضرت معاویہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی

---

[1] (سنن أبي داؤد : ج ٤ ص ٢١١ ح ٤٦٤٨ ط المكتبة العصرية صيدا بيروت لبنان)

[2] (سنن النسائي الكبري : ج ٧ ص ٣٢٦ ح ٨١٣٤ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

اللہ عنہما کا سرے سے نام تک مذکور نہیں ہے۔

سنن نسائی الکبریٰ کی دوسری روایت کے الفاظ:

سنن نسائی الکبریٰ کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

" أخبرنا محمد بن العلآء قال أخبرنا ابن ادريس قال أخبرنا حصين عن هلال بن يساف وعن سفيان عن منصور عن هلال عن عبد الله بن ظالم وذكر سفيان رجلا فيما بينه وبين عبد الله بن ظالم قال سمعت سعيد بن زيد قال لما قدم معاوية الكوفة أقام مغيرة بن شعبة خطباء يتناولون عليا فاخذ بيدي سعيد بن زيد فقال الا تري هذا الظالم يأمر بلعن رجل من أهل الجنة فأشهد علي التسعة انهم في الجنة ولو شهدت علي العاشر قلت من التسعة قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم و أبوبكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة والزبير وسعد وعبد الرحمان قلت من العاشر قال أنا ." [1]

سنن نسائی الکبریٰ کی اِس روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کوفہ میں آنے اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے خطباء کو کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کرنے کا ذکر موجود ہے، لیکن اِس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کا حکم دیا تھا تو اُنہوں نے آپؓ کے تعمیلِ ارشاد میں خطباء کو کھڑا کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کروایا تھا۔

مسند احمد کی روایت کے الفاظ:

اور مسند احمد میں یہ روایت اِن الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

---

[1] (سنن النسائي الكبري: ج ۷ ص ۳۴۳ ح ۸۱۵۱ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

"علي بن عاصم قال حصين أخبرنا عن هلال بن يساف عن عبد الله بن ظالم المازني قال لما خرج معاوية من الكوفة استعمل المغيرة بن شعبة قال فأقام خطباء يقعون في علي قال وأنا الي جنب سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل قال فغضب فقام فأخذ بيدي فتبعته فقال ألا تري الي هذا الرجل الظالم لنفسه الذي يأمر بلعن رجل من أهل الجنة فأشهد علي التسعة أنهم في الجنة ولو شهدت علي العاشر لم آثم قال قلت وما ذاک قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم أثبت حرآء فانه ليس عليک الا نبي أو صديق أو شهيد قال قلت منهم فقال رسول الله صلي الله عليه وسلم وأبوبكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة والزبير وعبد الرحمن بن عوف وسعد بن مالک قال ثم سكت قال قلت ومن العاشر قال قال أنا اسناده حسن ."[1]

مسند احمد کی اِس روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کوفہ سے نکلتے ہوئے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو وہاں کورنر مقرر کرنے کا ذکر ہے۔اور پھر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا اپنے خطباء کو کھڑا کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کرنے کا ذکر ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے الفاظ:

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت اِن الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

"حدثنا أبو الأحوص عن حصين عن هلال بن يساف عن عبد الله بن ظالم عن سعيد بن زيد قال أشهد

---

[1] (مسند أحمد بن حنبل: ج ۳ ص ۱۸۵ ح ١٦٤٤ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

علي تسعة أنهم في الجنة ولو شهدت علي العاشر لصدقت قال قلت وما ذاک قال کان رسول الله صلي الله عليه وسلم علي حراء وأبوبكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة والزبير وسعد بن مالک وعبد الرحمان بن عوف فقال رسول الله صلي الله عليه وسلم اثبت حراء فانه ليس عليک نبي اوصديق او شهيد قال قلت من العاشر قال أنا."[1]

مصنف ابن ابی شیبہ کی اِس روایت میں نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام ہے اور نہ ہی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا۔

صحیح ابن حبان کی روایت کے الفاظ:

اور صحیح حبان میں یہ روایت اِن الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

" أخبرنا الفضل بن الحباب حدثنا علي بن المديني حدثنا ابن ادريس قال سمعت حصينا يذكر عن هلال بن يساف عن عبد الله بن ظالم المازني قال قام خطباء يتناولون عليا رضي الله عنه و في الدار سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل فاخذ بيدي وقال ألا تري الي هذا الرجل الذي أري يلعن رجلا من أهل الجنة ؟ و اشهد علي التسعة أنهم في الجنة ولو شهدت علي العاشر لم آثم فقلت من التسعة ؟ فقال كان رسول الله صلي الله عليه وسلم علي حرآء فقال اثبت حرآء فان عليک نبيا وصديقا و شهيدا قلت من هم قال رسول الله صلي الله عليه وسلم وابوبكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة والزبير وسعد وعبد الرحمن

[1] (مصنف بن أبي شيبة: ج ٦ ص ٣٥١ ح ٣١٩٤٨ ط مكتبة الرشد الرياض السعودية)

بن عوف قلت من العاشر فـفكر ساعة ثم قال أنا قال الشيخ
شعيب الأرنؤوط حديث صحيح ."[1]

صحیح ابن حبان کی اِس روایت میں بھی حضرت معاویہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کا سرے سے نام ہی مذکور نہیں ہے۔

دو قابل بحث امر:

یہاں دو امر قابل بحث ہیں۔ایک سند کے لحاظ سے اور دوسرا متن کے لحاظ سے۔

(۱) سند پر کلام:

پہلا قابل بحث امر یہ ہے کہ زیر بحث روایت جتنے بھی طرق سے مروی ہے سب کا بنیادی راوی عبد اللہ بن ظالم المازنی ہے جو کہ مجہول اور غیر معروف ہے۔چناں چہ کہیں اِس کا اصل نام امالک بن ظالم مذکور ہے، اور کہیں حیان بن غالب مذکور ہے اور کہیں عبد اللہ بن ظالم مذکور ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتب حدیث میں عبد اللہ بن ظالم سے صرف یہی دو روایات منقول ہیں۔ایک یہی روایت جس میں کہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم وایماء پر اور کہیں حکم وایماء کے بغیر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کرنے کا الزام ہے۔اور دوسری "بحسب أصحابي القتل" والی روایت[2] جس کے الفاظ یہ ہیں:

"حـدثنا حماد بن أسامة أخبرني مسعر عن عبد
الملک بن ميسرة عن هلال بن يساف عن عبد الله بن
ظالم عن سعيد بن زيد ذكر رسول الله صلي الله عليه
وسلم فتنا كقطع الليل المظلم أراه قال قد يذهب فيها

---

[1] (صحيح ابن حبان : ج ۱۵ ص ۴۵۷ ح ۶۹۹۶ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[2] (تهذيب التهذيب لابن حجر : ج ۵ ص ۲۶۹ تر ۴۶۳ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

الناس أسرع ذهاب قال فقيل أكلهم هالك أم بعضهم قال حسبهم أو بحسبهم القتل ." (قال المحققون له شعيب الأرنؤوط وعادل مرشد وآخرون اسناده حسن) [1]

ترجمہ: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنوں کا ذکر فرمایا کہ میں اُن کو دیکھ رہا ہوں۔ تحقیق لوگ اُن میں بڑی تیزی سے پڑ رہے ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں عرض کیا گیا کہ کیا سب ہلاک ہو جائیں گے یا بعض ہلاک ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن کے مطابق قتل ہوں گے۔ (ترجمہ ختم)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ علماء فرماتے ہیں کتب حدیث میں عبد اللہ بن ظالم کی ایک تیسری روایت بھی منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

" عن أبي هريرة ان فساد أمتي علي يدي غلمة من قريش ." [2]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری اُمت کا فساد قریش کے نوجوانوں کے ہاتھوں سے ہوگا۔

عبد اللہ بن ظالم میزانِ جرح وتعدیل میں:

عبد اللہ بن ظالم کو کہ امام عجلی رحمہ اللہ نے "ثقہ" قرار دیا ہے۔

" قال العجلي ثقة ." [3]

ترجمہ: امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہے۔

اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی اسے "ثقات" میں ذکر کیا ہے۔ اور اِس کی حدیث

---

[1] (مسند أحمد: ج ۳ ص ۱۸۷ ح ۱٦٤٨ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[2] (تهذيب التهذيب لابن حجر: ج ٥ ص ٢٦٩ رت ٤٦٣ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[3] (تهذيب التهذيب لابن حجر: ج ٥ ص ٢٧٠ تر ٤٦٢ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔

چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"وذكره ابن حبان في الثقات وأخرج حديثه في صحيحه." [1]

ترجمہ: اُس کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے "ثقات" میں ذکر کیا ہے اور اپنی "صحیح" میں اُس کی حدیث کی تخریج کی ہے۔

وذكره ابن حبان في الثقات التابعين." [2]

ترجمہ: امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اُس کو ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) نے اسے "صدوق" فرمایا ہے۔

"عبد الله ابن ظالم التميمي المازني صدوق." [3]

ترجمہ: عبداللہ بن ظالم تمیمی المازنی "صدوق" ہے۔

لیکن اِس کے ساتھ ساتھ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ عبداللہ بن ظالم مجہول اور غیر معروف راوی ہے۔

چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

"عبد الله بن ظالم شيخ لهلال بن يساف لا يعرف." [4]

ترجمہ: ہلال بن یساف کے استاد عبداللہ بن ظالم غیر معروف ہے۔

نیز علامہ عقیلی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن ظالم کی عن سعید بن زید کوفی کی سند سے روایت صحیح نہیں ہے:

چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

---

[1] (تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة لابن حجر: ج۲ ص۲۲٦ ح ۹۹٦ ط دار البشائر بيروت)

[2] (تهذيب التهذيب لابن حجر: ج۱۰ ص ۱۸ تر ۲۳ ط مطبعة دائرة المعارف النظاميه الهند)

[3] (تقريب التهذيب لابن حجر العسقلاني: ج ۱ ص ۳۰۸ ح ۳٤۰۰ ط دار الرشيد سوريا)

[4] (لسان الميزان لابن حجر العسقلاني: ج ۷ ص ٤۹۲ تر ۵۷٤۳ ط مؤسسة الأعلمي للمطبوعات بيروت لبنان)

" وقال العقيلي عبد الله بن ظالم عن سعيد بن زيد كوفي لا يصح حديثه ." [1]

ترجمہ: امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ظالم کی سعید بن زید سے حدیث صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح خود علامہ عقیلی رحمہ اللہ حضرت آدم بن موسیٰ رحمہ اللہ کے حوالے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" حدثني آدم بن موسى قال سمعت البخاري قال عبد الله بن ظالم عن سعيد بن زيد عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا يصح ." [2]

ترجمہ: حضرت آدم بن موسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عبداللہ بن ظالم کی عن سعید بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت صحیح نہیں ہے۔ (ترجمہ ختم)

" وكذا ذكره ابن عدي عن البخاري ." [3]

ترجمہ: اور اسی طرح اِس کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل کر کے ذکر کیا۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ عبداللہ بن ظالم کو "لین" قرار دیا ہے۔

چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

" لينه البخاري ." [4]

---

[1] (تهذيب التهذيب لابن حجر : ج ٥ ص ٢٧٠ تر ٤٦٢ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[2] (الضعفاء الكبير للعقيلي : ج ٢ ص ٢٦٧ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[3] (تهذيب التهذيب لابن حجر : ج ٥ ص ٢٧٠ تر ٤٦٢ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[4] (تقريب التهذيب لابن حجر العسقلاني : ج ١ ص ٣٠٨ ح ٣٤٠٠ ط دار الرشيد سوريا)

ترجمہ: امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے "لین" قرار دیا ہے۔

بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تعجیل المنفعة" میں عبداللہ بن ظالم کی شخصیت سے متعلق مذکورہ بالا تمام بحث و تمحیص کا نچوڑ اور لب لباب یہ نکالا ہے کہ:

"مالک بن ظالم عن أبي هريرة في أغيلمة قريش وعنه سماک بن حرب ذکره الحسيني ولم يعرف من حاله بشیٔ وانما صوب أنه عبد الله بن ظالم وذکر في عبد الله بن ظالم أن بن حبان وثقه وقد أخرجه النسائي في التفسير من طريق مالک بن ظالم فليس هو من شرط هذا الكتاب لكن عذر الحسيني أن المزي لم يذکره واستدرکه في تهذيب التهذيب وذکره ابن حبان في الثقات وأخرج حديثه في صحيحه وکذا أخرجه الحاکم وقال انما لم يخرجاه لاختلاف فيه بين سفيان وشعبة ثم ساق من طريق سفيان أنه قال عبد الله بن ظالم تارة وتارة مالک بن ظالم وساقه في الثقات من طريق أبي عوانة عن سماک فقال مالک بن ظالم ولم يذکر في ترجمة عبد الله بن ظالم أن أن له رواية عن أبي هريرة رضي الله عنه ولا لسماک رواية عنه وکذا هو عند البخاري في الترجمتين فلايبعد أنهما اثنين والله أعلم وقد ذکره الذهبي في الميزان وحکي أنه قيل فيه مالک بن عبد الله بن ظالم والمعروف أنه قيل فيه عبد الله بن ظالم بدل مالک بن ظالم ونقل عن الأزدي أنه قال لايتابع علي حديثه." [1]

---

[1] (تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة لابن حجر العسقلاني: ج ۲ ص ۲۲۶ ح ۹۹۶ ط دار البشائر بيروت لبنان)

ترجمہ: مالک بن ظالم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے غلاموں کے بارے میں روایات نقل کیں۔ اور اُس سے سماک بن حرب نے۔ امام حسینی رحمہ اللہ نے اِس کا ذکر کیا ہے لیکن اُس کا حال نہیں بتایا۔ البتہ اتنی تصویب کی ہے کہ یہ عبداللہ بن ظالم ہے۔ اور عبد اللہ بن ظالم کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ سے اس کی توثیق کی ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے تفسیر میں مالک بن ظالم کی سند سے جو نقل کیا ہے وہ اِس کتاب کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔ لیکن امام حسینی رحمہ اللہ نے یہ عذر بیان کیا ہے کہ امام مزی رحمہ اللہ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ میں نے ''تہذیب التہذیب'' میں اس کا اضافہ کیا ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اِس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور اِس کی حدیث اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی اِس حدیث کی تخریج کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے اِس لئے اِس کی روایت نہیں لی کہ اِس کی سند میں سفیان اور شعبہ کے درمیان اختلاف ہے۔ پھر امام حاکم رحمہ اللہ نے روایت کو سفیان کی سند سے نقل کیا ہے۔ کبھی راوی کو وہ عبداللہ بن ظالم کہتے ہیں اور کبھی مالک بن ظالم۔ اور ابی عوانہ عن سماک کی سند سے اسے ثقات میں شامل کر دیا ہے۔ اور مالک بن ظالم فرمایا ہے۔ عبداللہ بن ظالم کے حالات میں مذکور نہیں کہ اُس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نقل کی ہو یا اُس سے سماک نے نقل کی ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں کے حالات میں یہی لکھا ہے۔ اور کوئی بعید نہیں کہ یہ دو افراد ہوں۔ واللہ اعلم۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''میزان الاعتدال'' میں اِس کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ اسے مالک بن عبداللہ بن ظالم کہا گیا ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ اسے مالک بن عبداللہ کی جگہ عبداللہ بن ظالم کہا گیا ہے۔ امام ازدی

رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اِس کی حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی ہے۔

عبداللہ بن ظالم کی روایات ضعیف اور نا قابل حجت ہیں!:

حاصل کلام یہ کہ زیر بحث روایت سنداً ضعیف ہے کیوں کہ اِس کا بنیادی راوی عبداللہ بن ظالم ہے جسے بعض علماء امام عجلی اور امام ابن حبان رحمہما اللہ تعالیٰ نے "ثقہ" کہا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے جہاں اسے "صدوق" کہا ہے وہاں اسے غیر معروف اور مجہول بھی کہا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک جگہ اسے "ملین" فرمایا ہے۔ دوسری جگہ اِس کی عن سعید بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ سے اِس کی روایت پر عدم صحت کا حکم لگایا ہے۔ امام عقیلی رحمہ اللہ نے بھی اِس روایت پر عدم صحت کا حکم لگایا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے اِس کی مشکوک حیثیت کے پیشِ نظر اِس کی روایت نقل نہیں فرمائی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اسے مجہول اور غیر معروف قرار دیا ہے۔ امام ازدی رحمہ اللہ نے اِس کی روایت کی عدم متابعت کا مؤقف اختیار فرمایا ہے۔

جرحِ مفسر تعدیل مبہم پر مقدم ہوتی ہے!:

فلہٰذا ایسے میں عبداللہ بن ظالم کے متعلق جرح مفسر کو ترجیح دیتے ہوئے تعدیل مبہم پر مقدم سمجھا جائے گا" لأن الجرح مقدم علي التعديل "اور اُس کی اِس ضعیف الاسناد اور مشکوک روایت کو نا قابل التفات تسلیم کرتے ہوئے درجۂ احتجاج سے ساقط گردانا جائے گا۔

(۲) متن روایت پر کلام:

دوسرا قابل بحث امر یہ ہے کہ زیر بحث روایت کے الفاظِ متن میں باہم شدید تعارض اور قسم کا تضاد ہے۔

چناں چہ جامع ترمذی کی روایت میں حضرت معاویہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کے اسماء کا حضرت علی رضی اللہ پر سب وشتم کرنے کے بارے میں سرے سے نام ونشان تک موجود نہیں ہے۔

اسی طرح سنن نسائی الکبریٰ کی ایک روایت میں حضرت معاویہ اور حضرت مغیرہ بن

شعبہ رضی اللہ عنہما کا سرے سے نام تک مذکور نہیں ہے۔ البتہ اِس کی دوسری روایت میں اگر چہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کوفہ میں آنے اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے خطباء کو کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کرنے کا ذکر موجود ہے، لیکن اِس میں یہ مذکور نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کا حکم دیا تھا تو انہوں نے آپؓ کے تعمیل ارشاد میں خطباء کو کھڑا کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کروایا تھا۔

سنن ابی داؤد کی روایت میں فلاں، فلاں کے الفاظ مروی ہیں کہ فلاں کوفہ میں آئے تو فلاں نے خطباء کو کھڑا کیا۔

مسند احمد کی روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کوفہ سے نکلتے ہوئے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو وہاں گورنر مقرر کرنے اور پھر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا اپنے خطباء کو کھڑا کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کرنے کا ذکر ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ اور صحیح ابن حبان کی روایات میں نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام مذکور ہے اور نہ ہی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا۔

لہٰذا زیر بحث روایت الفاظِ متن میں شدید تعارض اور سخت تضاد کی بنیاد پر مشکوک ہو کر رہ گئی ہے۔ بالخصوص جب کہ اِس کو ساتھ اُصولِ درایت کی رُوشنی میں دیکھا جائے تو اِس کے کچھ حصے کو خواہ مخواہ مشکوک ہی ماننا پڑے گا۔

اِس لئے کہ یہ بات کسی طرح بھی عقل وشعور میں نہیں آسکتی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود یا اُن کے گورنر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ خود یا اُن کے حکم وایماء سے اُن کے خطباء منبروں پر کھڑے ہو کر اعلانیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کرتے ہوں اور پوری اُمت مسلمہ اپنے زمانہ خیر القرون میں جرأتِ رِندانہ کے حامل ایسے حق گو وبے باک لوگوں سے خالی ہو گئی ہو کہ وہ اِس مذموم رسم سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے خطباء کو منع نہ کر سکتے ہوں۔ کیا حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی ایک بھی ایسا غیرت مند شخص کوفہ میں موجود نہیں تھا جو اُن حضرات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا اور

ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہہ کر اُس کے خلاف افضل ترین جہاد کرتا؟

باقی رہی یہ بات کہ زیر بحث روایت کو اِس قدر شہرت و مقبولیت ملنے کا سبب کیا ہوا؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ غالباً اِس روایت کو فضائل عشرہ مبشرہ کی وجہ سے مقبولیت عامہ نصیب ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی نامور محدثین نے بھی اِس روایت کو اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے۔ تاہم امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنی کڑی اور سخت شرائط کے پیش نظر اِس روایت کو نہیں لیا کیوں کہ اُن کے نزدیک اِس کا راوی عبداللہ بن ظالم مجہول، غیر معروف اور مشکوک شخص تھا۔

لہٰذا روایت ہٰذا کا صرف وہی حصہ قابل قبول تصور کیا جائے گا جس میں عشرہ مبشرہ کے فضائل وارد ہوئے ہیں، کیوں کہ یہی روایت بعض دیگر کتب حدیث (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مسند ابی داؤد الطیالسی، مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ اور صحیح ابن حبان) میں تقریباً اِن ہی طرق کے ساتھ مروی ہے، لیکن اُن میں حضرت معاویہؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی جانب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کا ذکر کہیں موجود نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن ظالم سے مروی یہ روایات سنداً ضعیف اور الفاظِ متن کے اعتبار سے باہم شدید متعارض اور سخت متضاد ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جرح وقدح پر بھی مشتمل ہیں، جس کی وجہ سے روایت ہٰذا کے اِس حصے کو نا قابل التفات تصور کیا جائے گا اور اُس کے مقابلے میں روایت ہٰذا کے صرف اُس حصے کو قابل اعتناء تصور جائے گا جس میں سند کے تمام طرق اور الفاظِ متن باہم موافق ہیں اور وہ حصہ عشرہ مبشرہ سے متعلق ہے، جس میں اُن حضرات کے فضائل و مناقب مذکور ہیں۔

﴿۳﴾ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایات:

تیسری قسم کی روایات حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جن میں آتا ہے:

صحیح بخاری کی روایت:

”حدثنا عبد الله بن مسلمة حدثنا عبد العزيز بن

أبي حازم عن أبيه أن رجلا جاء الي سهل بن سعد فقال هذا فلان لأمير المدينة يدعو عليا عند المنبر قال فيقول ماذا قال يقول له أبو تراب فضحک قال والله ما سماه الا النبي صلي الله عليه وسلم وما کان له اسم أحب اليه منه.“[1]

ترجمہ: ایک شخص حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ فلاں امیر مدینہ منبر پر کھڑے ہو کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرتا ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا کہتا ہے؟ اُس شخص نے بتایا کہ وہ اُنہیں ابوتراب کہتا ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے اور فرمایا اللہ کی قسم! یہ نام تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا رکھا ہے۔ اور اُنہیں اِس نام سے زیادہ کوئی نام محبوب نہ تھا۔ (ترجمہ ختم)

مروان بن حکم کا حضرت علیؓ پر سبّ و شتم اُس کا ذاتی فعل تھا!:

اِس روایت میں آنے والے شخص کا نام تو معلوم نہیں، البتہ امیر مدینہ سے مراد مروان بن حکم ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ و شتم کرتا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

” الرجل الذي جاء لم يسم وأمير المدينة هو مروان بن الحكم.“[2]

ترجمہ: وہ شخص جو آیا اُس کا نام نہیں لیا گیا اور امیر مدینہ مروان بن حکم ہے۔

---

[1] (صحيح البخاري: ج ۵ ص ۱۸ ح ۳۷۰۳ ط دار طوق النجاة) و (الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم ج ۱ ص ۱۵۰ ح ۱۸۳: ط دار الراية الرياض) و (مسند الروياني ج ۲ ص ۱۸۷ ح ۱۰۱۵ ط مؤسسة قرطبة القاهرة) و (صحيح ابن حبان: ج ۱۵ ص ۳۶۸ ح ۶۹۲۵ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (المعجم الكبير للطبراني: ج ۶ ص ۱۶۷ ح ۵۸۷۹)

[2] (فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر: ج ۱ ص ۳۰۱ ط دار المعرفة بيروت لبنان)

"ابوتراب" کا معنی "مٹی کا باپ" ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محبت میں پکارا کرتے تھے۔ لہٰذا اِس سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ مروان "کلمة حق نريد بها الباطل" کی رُو سے اِس نام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تعریض کر کے اُن کی شان میں گستاخی کرتا تھا، لیکن اِس سے یہ بات آخر کیسے ثابت ہوتی ہے کہ وہ یہ کام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے کرتا تھا؟

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا حوالہ:

چناں چہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

"اگر یہاں امیر مدینہ" سے مراد مروان ہی ہے، جیسا کہ ظاہر بھی ہے، تو اِس "سب وشتم" کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ ابوتراب کے معنی ہیں "مٹی کا باپ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محبت میں اِس نام سے پکارا کرتے تھے، مروان زیادہ سے زیادہ اسے اِس کے حقیقی معنوں میں استعمال کرتا ہوگا۔ اگر فرض کیجئے کہ مروان اِس سے زیادہ کچھ نازیبا الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں استعمال کرتا تھا، تو آخر یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ یہ کام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے کرتا تھا؟"[1]

صحیح مسلم کی روایت:

اسی طرح کی ایک دوسری روایت صحیح مسلم کی ہے جس میں آتا ہے:

"عن سهل بن سعد قال استعمل على المدينة رجل من آل مروان قال فدعا سهل بن سعد فأمره أن يشتم عليا قال فأبى سهل فقال له أما اذا أبيت فقل لعن الله أبا التراب."

[1] (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق: ص ۵۰ ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

[2] (صحيح المسلم: ج ٤ ص ١٨٧٤ ح ٢٤٠٩ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آلِ مروان کا کوئی شخص مدینہ منورہ پر عامل مقرر کیا گیا، جس نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کو بلا کر حکم دیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کریں۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ حاکم نے حضرت سہل بن سعد سے کہا بہر حال اگر آپ انکار کرتے ہیں تو اتنا کہہ دیں کہ ابوتراب پر اللہ کی لعنت ہو۔ (ترجمہ ختم)

صحیح مسلم کی روایت میں امیر مدینہ کی تعیین نہیں!:

صحیح مسلم کی اِس روایت سے صرف اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ مدینہ کے کسی گورنر نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی زبانی پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرانا چاہا مگر جب انہوں نے انکار کیا تو پھر اُس نے لعنت کرانی چاہی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ گورنر مدینہ کون تھا اور اسے کس نے خلیفہ مقرر کیا تھا؟ اِس کا ذکر اس روایت میں نہیں ہے۔

''رجل من آلِ مروان'' میں دو احتمال ہیں!:

یہاں ''رجل من آل مروان'' میں لغوی لحاظ سے دو احتمال ہیں:

پہلا احتمال:

ایک یہ کہ اِس سے مروان کی نسبی اولاد مراد ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اِس سے مروانی گروہ کا کوئی شخص مراد ہو۔ چناں چہ اگر ''آلِ مروان'' سے مراد مروان بن حکم کی نسبی اولاد ہو تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت ۴۱ھ سے لے کر ۶۰ھ تک تقریباً بیس سالوں میں سوائے مروان بن حکم، سعید بن العاص اور ولید بن عتبہ کے مروان کی نسبی اولاد (عبدالملک، عبدالعزیز، ولید، سلیمان، ہشام) میں سے کوئی بھی مدینہ کا گورنر نہیں بنا۔ لہٰذا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیس سالہ دورِ حکومت میں ''آلِ مروان'' میں سے کسی ایک شخص کا امیر مدینہ بنایا جانا ثابت نہیں ہوتا تو آخر اِس سے یہ کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں آپ کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم اور

لعنت کی بوچھاڑ کی جاتی تھی؟

دوسرا احتمال:

اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر "آلِ مروان" سے مروان کی نسبی اولاد مراد نہ لی جائے، بلکہ "مروانی گروہ" مراد لیا جائے، تب بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مروان بن حکم کے کسی گورنر کا نہیں ہو سکتا، کیوں کہ یہاں روایت میں امیر مدینہ کا ذکر ہے، جب کہ مروان بن حکم کو مدینہ منورہ پر کوئی گورنر تعینات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا، اِس لئے کہ اُس کی حکومت حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں صرف شام تک محدود تھی۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مروان بن حکم کے بعد اُس کے بیٹے عبد الملک بن مروان یا اُس کے پوتے ولید بن عبد الملک کے دورِ حکومت کا ہوگا۔ لہٰذا اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ نہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا ہے اور نہ ہی آپؓ کے حکم و ایماء سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم اور لعنت کی بوچھاڑ کی جاتی تھی۔

کیا حضرت معاویہؓ کے گورنروں کا حضرت علیؓ پر سبّ وشتم ثابت ہے؟

باقی رہی یہ بات کہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گورنر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کرتے تھے یا نہیں؟ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح وحسن روایاتِ حدیث اور صحیح روایاتِ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعض متشدد وغیر محتاط اُموی گورنر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے، لیکن اُن کے بعض دوسرے غیر متشدد ومحتاط اور سنجیدہ گورنر اِس فعلِ شنیع کا ارتکاب نہیں کرتے تھے۔

حضرت معاویہؓ سیاسی مصالح کے تحت مصلحت سے کام لیتے تھے!:

لیکن اِس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دورِ حکومت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم اور لعن وملامت کی بوچھاڑ کرنے والے اپنے متشدد وغیر محتاط گورنروں کی پشت پناہی کرتے ہوئے اُن سے تسامح وچشم پوشی اور عفو ودرگزر کا معاملہ فرماتے تھے۔ بلکہ آپؓ ایک دُور اندیش، صاحبِ بصیرت اور مدبر حکیم تھے۔ زمانے کے حالات اور اُن

کی نزاکت کے پیش نظر کبھی تو آپ مصلحت سے کام لیتے ہوئے ایسی کڑوی کسیلی باتوں کو برداشت کر کے تسامح وچشم پوشی کا مظاہرہ فرما لیتے تھے اور کبھی ایسی ناروا جسارت اور درشت باتوں کی پاداش میں اگلے کو تنبیہ کر کے ڈانٹ بھی پلادیتے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی چشم پوشی مصلحتاً تھی!:

اِس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ اہل شام ایک طویل مدت تک اہل عراق کے مد مقابل رہ چکے تھے۔ اِس دوران اُن کے ہزاروں کی تعداد میں افراد اہل عراق کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اِس لئے اِن میں سے بعض متشدد وغیر محتاط لوگ اِس تمام تر خون ریزی کی ذمہ داری حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ڈال کر اُن پر سبّ وشتم کرتے تھے۔ ایسے میں اُس زمانہ کے حالات کی نزاکت اور سیاسی مصالح کے پیش نظر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کبھی تو اُن سے عفو درگزر کا معاملہ کرتے ہوئے چشم پوشی کا مظاہرہ فرماتے تھے۔

سنن ابی داؤد کا حوالہ:

چناں چہ سنن ابی داؤد کی روایت کے حوالے سے پیچھے گزر چکا ہے:

"عن خالد قال وفد المقدام بن معدي كرب وعمرو بن الأسود ورجل من بني أسد من أهل قِنَّسرين الي معاوية بن أبي سفيان فقال معاوية للمقدام أعلمت أن الحسن بن علي توفي فرجّع المقدام فقال له رجل أتراها مصيبة قال له ولم لا أراها مصيبة وقد وضعه رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجره فقال هذا مني وحسين من علي فقال الأسدي جمرة أطفأها الله عز وجل." [1]

ترجمہ: حضرت خالد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ اور عمرو بن اسود اور بنی اسد کا ایک شخص اہل

---

[1] (سنن أبي داؤد: ج ٤ ص ٦٨ ح ٤١٣١ ط المكتبة العصرية صيدا بيروت لبنان)

قنسرین میں سے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس وفد بن کر گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما وفات پا گئے ہیں؟'' حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا۔ ایک شخص نے حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے کہا: ''تم اسے مصیبت سمجھتے ہو؟'' حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں اسے مصیبت کیوں نہ سمجھوں؟ حالاں کہ میں نے خود دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنی گود میں بٹھایا ہوا تھا اور ارشاد فرما رہے تھے: ''حسنؓ مجھ سے ہے اور حسینؓ علیؓ سے ہے!'' بنو اسد کے ایک شخص نے کہا: ''حسنؓ تو ایک انگارہ تھا (نعوذ باللہ!) جسے اللہ تعالیٰ نے بجھا دیا!'' (ترجمہ ختم)

حضرت معاویہ ؓ کبھی مصلحت کے تحت گوش مالی بھی فرماتے تھے!:

اِس کے برخلاف جب کبھی حالات ہم وار ہوتے اور اُن میں بہتری آتی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایسے متشدد و غیر محتاط اموی گورنروں کو تنبیہ و گوش مالی بھی فرماتے تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ و شتم کرتے اور اُن کو برا بھلا کہتے تھے۔

چناں چہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انتہائی سخت اور درشت الفاظ سے یاد کیا۔ اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت زید بن عمر رحمہ اللہ (جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے اور اُن کی والدہ حضرت اُمِ کلثوم رحمہا اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی تھیں) [1] وہ بھی وہاں

---

[1] قال الذهبي: " زيد بن عمر بن الخطاب القرشي العدوي و أمه أم كلثوم بنت فاطمة الزهراء." (تاريخ الاسلام و وفيات المشاهير والأعلام للذهبي : ج ٤ ص ٥٨ ط دار الكتاب العربي بيروت لبنان)

موجود تھے۔ حضرت زید بن عمر رحمہ اللہ اپنے نانا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص برداشت نہ کر سکے اور حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دونوں کو علیحدہ کیا۔ اور حضرت بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتے ہو حالاں کہ وہ حضرت زید بن عمر رحمہ اللہ کے نانا ہیں!

تاریخ طبری کا حوالہ:

چناں چہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (المتوفی ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

" عن جويرية بنت أسماء أن بسر بن أبي أرطاة نال من علي عند معاوية و زيد بن عمر بن الخطاب جالس فعلاه بعصا فشجه فقال معاوية لزيد عمدت الي شيخ من قريش سيد أهل الشام فضربته و أقبل علي بسر فقال تشتم عليا وهو جده وابن الفاروق علي رؤوس الناس أو كنت تري أنه يصبر علي ذلك ثم أرضاهما جميعا ."[1]

ترجمہ: حضرت جویریہ بنت اسماء رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ حضرت بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت زید بن عمر بن خطاب رحمہ اللہ کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سخت اور درشت الفاظ سے یاد کیا، تو حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہ نے لاٹھی اٹھائی اور اُن کو مار کر زخمی کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن عمر رحمہ اللہ سے فرمایا کہ آپ نے قریش اور اہل شام کے سردار کو مارنے میں جلد بازی کی۔ اور حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کر رہے ہیں حالاں کہ وہ حضرت زید بن عمر رحمہ اللہ کے نانا ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے کو لوگ اپنا سردار مانتے ہیں۔ آپ کا

[1] (تاريخ الطبري : ج ٥ ص ٣٣٥ ط دار التراث بيروت لبنان)

کیا خیال ہے کہ حضرت زید بن عمر رحمہ اللہ اِس بات پر صبر کرلیں گے؟
پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن دونوں (حضرات) کو آپس میں
راضی کرادیا۔ (ترجمہ ختم)

سبِّ علی﷜ حضرت معاویہ﷜ کے بعض متشدد گورنروں کا ذاتی فعل تھا!:

اِس سے ثابت ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم اور لعنت و ملامت کرنا بعض متشدد و غیر محتاط گورنروں کا اپنا ذاتی فعل تھا، جس کے بل بوتے پر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو ہین و تنقیص کر کے اپنے باطن کی آگ کو ٹھنڈا کرتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حالات کی نزاکت اور سیاسی مصالح کے پیش نظر اپنی بالغ حکمت عملی سے کبھی تو عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے اُن کے اِس فعل شنیع سے تسامح وچشم پوشی کا مظاہرہ فرماتے اور کبھی حالات کی ہم وَاری اور اُن کی بہتری سے فائدہ اُٹھا کر موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے ایسے گورنروں کی تادیب و گوش مالی بھی فرمادیتے۔

حضرت علی﷜ پر سبّ وشتم سے حضرت معاویہ﷜ کا دامن پاک ہے!:

اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم اور لعنت و ملامت کی رسم نہ حضرت معاویہ رضی اللہ کے دورِ حکومت کی پالیسی تھی اور نہ ہی اُن کا حکم تھا، بلکہ آپ﷜ کے دورِ حکومت کے بعض متشدد و غیر محتاط اُموی گورنروں (مروان بن حکم وغیرہ) کا یہ اپنا ذاتی فعل تھا۔ جس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ موقع ومحل کی مناسبت سے کبھی اُن سے چشم پوشی فرمالیتے تھے اور کبھی اُن کی اِس گھٹیا حرکت پر اُن کی تنبیہ و سرزنش فرمادیتے تھے۔ چناں چہ شروع میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اِسی جرم کے پاداش میں مروان بن حکم کو مدینہ منورہ کی گورنری سے معزول فرمایا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ کتب حدیث و تاریخ کے ذخیرہ میں کوئی ایک بھی ایسی صحیح، مستند اور قابل اعتماد روایت ڈھونڈے نہیں ملتی، جس سے کسی بھی طرح یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کی یہ سرکاری پالیسی تھی یا آپ﷜ کے حکم و ایماء سے حضرت علی رضی اللہ

عنہ پر سب وشتم اور لعنت وملامت کی یہ شنیع وقبیح رسم ادا کی جاتی تھی۔

هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين .

﴿۴﴾ ابوعبداللہ الجدلی کی روایات:

تیسری قسم کی روایات ابوعبداللہ الجدلی سے مروی ہیں جن میں آتا ہے:

"حدثنا محمد بن الحسين أو حصين القاضي قال نا عون بن سلام قال نا عيسى بن عبد الرحمان السلمي عن السدي عن أبي عبد الله الجدلي قال قالت لي أم سلمة أيسب رسول الله صلي الله عليه و سلم فيكم علي المنابر قلت سبحان الله وأني يسب رسول الله صلي الله عليه وسلم قالت أليس يسب علي بن أبي طالب ومن يحبه أشهد أن رسول الله صلي الله عليه وسلم كان يحبه ." [1]

ترجمہ: ابوعبداللہ الجدلی کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم میں منبروں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا جاتا ہے؟ میں کہا سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں کر سب وشتم کیا جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ کیا

---

[1] (المعجم الأوسط للطبراني واللفظ له: ج ٦ ص ٧٤ ح ٥٨٣٢ ط دار الحرمين القاهرة) و (مسند أبي يعلي: ج ١٢ص ٤٤٤ ح ٧٠١٣ ط دار المأمون للتراث الدمشق) و (سنن النسائي الكبري: ج ٧ ص ٤٤١ ح ٨٤٢٢ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (مسند أحمد: ج ٤٤ ص ٣٢٩ ح ٢٦٧٤٨ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (المستدرك علي الصحيحين للحاكم: ج ٣ ص ١٣٠ ح ٤٦١٥، ٤٦١٦ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي: ج ٩ ص ١٣٠ ح ١٤٧٤٠ ط مكتبة القدسي القاهرة) و (فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ج ٢ ص ٥٩٤ ح ١٠١١ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (مصنف بن أبي شيبة: ج ٦ ص ٣٧١ ح ٣٢١١٣ ط مكتبة الرشد الرياض) و (المعجم الكبير للطبراني: ج ٢٣ ص ٣٢٢ ط مكتبة ابن تيمية القاهرة)

علی بن ابی طالب اور اُن سے محبت رکھنے والوں کو سبّ وشتم نہیں کیا جاتا؟
میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ
سے محبت فرماتے تھے۔ (ترجمہ ختم)

ابوعبداللہ الجدلی کی صحیح روایات "سبّ وشتم" کے طعن سے پاک ہیں!:

ابوعبداللہ الجدلی کی زیرِ بحث روایت متعدد طرق سے مروی ہے، جن میں سے بعض طرق "صحیح" اور "حسن" ہیں اور بعض طرق "ضعیف" ہیں۔

پہلی قسم کی روایات جن صحیح یا حسن طرق سے مروی ہیں اُن میں اتنا تو آتا ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا عبداللہ الجدلی کو فرما رہی ہیں کہ تم لوگوں میں منبروں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "سبّ وشتم" کیا جاتا ہے، تاہم اِس میں یہ کہیں بھی مذکور نہیں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو اِس کام کا حکم دیتے تھے یا اُن کے گورنر خود یہ کام کرتے تھے۔ اِس لئے اِس فعلِ شنیع کا اطلاق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کرنا بڑی ناروا جسارت اور انتہائی گھٹیا حرکت ہے۔

ابوعبداللہ الجدلی کی ضعیف روایات ناقابلِ حجت ہیں!:

دوسری قسم کی روایات جتنے بھی طرق سے مروی ہیں وہ تمام کے تمام بوجوہ ضعیف ہیں۔

ابوعبداللہ الجدلی میزانِ جرح وتعدیل میں:

اوّلاً تو اِس وجہ سے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہر جگہ نقل کرنے والا ایک شخص ابوعبداللہ الجدلی ہے، جسے اگرچہ بعض علماء نے "ثقہ" کہا ہے۔

چناں چہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

"وقد وثقه أحمد وابن معين وغيرهما." [1]

---

[1] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي: ج ٤ ص ٥٤٤ تر ١٠٣٥٧ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان)

ترجمہ: اور تحقیق امام احمد اور امام ابن معین رحمہما اللہ نے اُس کی توثیق کی ہے۔

امام ابو طالب رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن منصور رحمہما اللہ تعالیٰ سے وہ امام یحییٰ بن معین اور امام ابو زرعہ رحمہما اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ الجدلی ''ثقہ'' ہے۔

چناں چہ امام مزی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۲ھ) لکھتے ہیں:

" وقال أبو طالب عن أحمد بن حنبل واسحاق بن منصور عن يحي بن معين وأبي زرعة ثقة ." [۱]

ترجمہ: اور امام ابو طالب رحمہ اللہ اماماحمد بن حنبل اور امام اسحاق بن منصور رحمہما اللہ تعالیٰ سے وہ امام یحییٰ بن معین اور امام ابو زرعہ رحمہما اللہ تعالیٰ سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ وہ ''ثقہ'' ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" وذكره ابن حبان في الثقات ." [۲]

ترجمہ: امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اُس کو ''ثقات'' میں ذکر کیا ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

" أبو عبد الله الجدلي ليس بمتروک ." [۳]

ترجمہ: ابو عبد اللہ الجدلی متروک نہیں ہے۔

امام برقانی رحمہ اللہ امام دار قطنی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں:

" لا بأس به " [۴]

ترجمہ: اُس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[۱] (تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي : ج ۱۵ ص ۸۸ تر ۲ ۳۳۲ ط مؤسسة الرسالة بيروت)

[۲] (تهذيب التهذيب لابن حجر : ج ٥ ص ۲٥۳ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[۳] (تاريخ ابن معين رواية الدوري : ج ۳ ص ٤۹٦ رت ۲٤۲۸ ط مركز البحث العلمي و احياء التراث الاسلامي المكة المكرمة)

[۴] (تهذيب التهذيب لابن حجر : ج ٥ ص ۲٥۳ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

امام حرب بن اسماعیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کیا ابوعبداللہ الجدلی معروف ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں! اور اُس کی توثیق کی۔

چناں چہ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۷ھ) لکھتے ہیں:

" عبد الرحمان نا حرب بن اسماعيل فيما كتب الي قال قلت لأحمد بن حنبل ابو عبد الله الجدلي معروف قال نعم و وثقه ." [۱]

ترجمہ: امام حرب بن اسماعیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ابوعبداللہ الجدلی معروف ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں! اور اُس کی توثیق فرمائی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

" ابو عبد الله الجدلي ...... ثقة ." [۲]

ترجمہ: ابوعبداللہ الجدلی...... "ثقہ" ہے۔

امام عجلی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۶۱ھ) لکھتے ہیں:

" أبو عبد الله الجدلي كوفي تابعي ثقة ." [۳]

ترجمہ: ابوعبداللہ الجدلی کوفی تابعی "ثقہ" ہے۔

حافظ مزی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

" قال حرب بن اسماعيل قيل لأحمد بن حنبل ابو عبد الله الجدلي معروف قال نعم و وثقه ." [۴]

---

[۱] (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ج ٦ ص ٩٣ تر ٤٨٤ ط دار احياء التراث العربي بيروت)

[۲] (تقريب التهذيب لابن حجر: ج ١ ص ٦٥٤ تر ٨٢٠٧ ط دار الرشيد سوريا)

[۳] (الثقات للعجلي: ج ٢ ص ٤١٢ تر ٢١٨٩ ط مكتبة الدار المدينة المنورة السعودية)

[۴] (تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي: ج ٣٤ ص ٢٤ رت ٧٤٧١ ط مؤسسة الرسالة بيروت) و (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ج ٦ ص ٩٣ تر ٤٨٤ ط دار احياء التراث العربي بيروت)

ترجمہ: امام حرب بن اسماعیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ابو عبد اللہ الجدلی معروف ہے؟ تو اُنہوں نے فرمایا کہ ہاں! اور اُس کی توثیق فرمائی۔

امام احمد، امام ابن معین اور امام ابو زرعہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

" ثقة ." [1]

ترجمہ: "ثقہ" ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ (التوفی) فرماتے ہیں:

" ليس به بأس " [2]

ترجمہ: اُس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن اِس کے برخلاف بعض علماء نے ابو عبد اللہ الجدلی پر جرح بھی کی ہے۔

چناں چہ امام ابو حاتم اور امام نسائی رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

" ليس بقوي " [3]

امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" أسدي كوفي كان ممن يغلو ." [4]

ترجمہ: اسدی ہے کوفی ہے یہ اُن لوگوں میں سے تھا جو غلو کرتے ہیں۔

امام جوزجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" مختاري كذاب ." [5]

دوسری جگہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (التوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

---

[1] (تهذيب التهذيب لابن حجر : ج ٥ ص ٢٥٣ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[2] (تهذيب التهذيب لابن حجر : ج ٥ ص ٢٥٣ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[3] (تهذيب التهذيب لابن حجر : ج ٥ ص ٢٥٣ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[4] (تهذيب التهذيب لابن حجر : ج ٥ ص ٢٥٣ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[5] (تهذيب التهذيب لابن حجر : ج ٥ ص ٢٥٣ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

" أبو عبد الله الجدلي شيعي ." [1]

ترجمہ: ابوعبداللہ الجدلی "شیعی" ہے۔

ایک اور جگہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (التوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

" أبو عبد الله الجدلي شيعي بغيض ." [2]

ترجمہ: ابوعبداللہ الجدلی شیعی ہے سخت دشمنی رکھنے والا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (التوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

" أبو عبد الله الجدلي ...... رمي بالتشيع ." [3]

ترجمہ: ابوعبداللہ الجدلی ......اُس پر تشیع کا عیب لگایا گیا ہے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ (التوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

" ويستضعف في حديثه وكان شديد التشيع ." [4]

ترجمہ: وہ اپنی حدیث میں ضعیف سمجھا جاتا ہے اور اُس میں شدید تشیع تھا۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (التوفی ۳۵۴ھ) لکھتے ہیں:

" وكان غاليا في التشيع يروي عن الأثبات ما لايشبه حديث الثقات ." [5]

ترجمہ: یہ تشیع میں غلو کرتا تھا، اثبات راویوں سے وہ حدیث نقل کرتا ہے جو "ثقات" کی حدیث کے مشابہ نہیں ہوتی۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے پیچھے ایک جگہ ابوعبداللہ الجدلی کو "ثقات" میں شمار کیا ہے

---

[1] (المغني في الضعفاء للذهبي : ج ۲ ص ۷۹٤ تر ۷۵٦٥ ط مكتبة الشاملة بيروت لبنان)

[2] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي : ج ٤ ص ٥٤٤ تر ١٠٣٥٧ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان)

[3] (تقريب التهذيب لابن حجر : ج ۱ ص ٦٥٤ تر ۸۲۰۷ ط دار الرشيد سوريا)

[4] (طبقات ابن سعد : ج ٦ ص ۲۲۸ ط دار صادر بيروت لبنان)

[5] (الضعفاء لابن حبان)

اور یہاں اُس پر جرح کی ہے تو اِس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ولما ذكره في الثقات قال عداده في أهل الكوفة روي عن ابن عمر روي عنه الثوري فكأنه ظنه الآخر." [1]

ترجمہ: اور جب امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اُس کو "ثقات" میں ذکر کیا تو فرمایا کہ اُس کے ہم سر اہل کوفہ میں ہیں، یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتا ہے اور اِس سے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں تو گویا کہ یہ اُن کا ظن آخر ہے۔ (ترجمہ ختم)

امام یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ثقة من كبراء أهل الكوفة يميل الى التشيع." [2]

ترجمہ: ثقہ ہے، کبار اہل کوفہ میں سے ہے، تشیع کی طرف میلان رکھتا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

"ولينه النسائي وقال الجوزجاني كذاب ...... وقال ابراهيم بن عرعرة عن سفيان كان مختاريا وان لايحدث عنه قال وكان عبد الرحمان بن مهدي قد ترك الحديث عنه." [3]

اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اُس کو "لین" قرار دیا ہے۔ اور امام جوزجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ "کذاب" ہے۔ اور امام ابراہیم بن عرعرہ رحمہ اللہ امام سفیان رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ مختاری تھا اور یہ کہ اُس سے حدیث نہ لی جائے۔ اور فرمایا کہ امام عبد الرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ نے اُس سے حدیث لینی ترک کر دی تھی۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (تهذيب التهذيب لابن حجر: ج٥ ص ٢٥٣ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[2] (تهذيب التهذيب لابن حجر: ج ٥ ص ٢٥٣ تر ٤٤٣ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

[3] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي: ج ٢ ص ٤٣٩ تر ٤٣٧٩ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت)

امام ابوالفتح الازدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"من أصحاب المختار لایکتب حدیثه." [۱]

ترجمہ: مختار کے ساتھیوں میں سے ہے اِس کی حدیث نہ لکھی جائے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مختاري کوفي ولیس له من الحدیث الا الشئ الیسیر." [۲]

ترجمہ: مختاری ہے کوفی ہے اور اِس کے پاس حدیث میں سے سوائے تھوڑی سی مقدار کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

ابوعبداللہ الجدلی کی اگرچہ بعض ماہرین فن اسماء الرجال نے توثیق وتعدیل کی ہے، اسی طرح اُس کا مختار کذاب کی فوج میں شامل رہنا بھی اُس کے لئے موجب قدح نہیں ہے، کیوں کہ بعد میں وہ اِس سے تائب ہو کر علیحدہ ہو گیا تھا۔

چناں چہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (التوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

"وکان في أوائل أمره من أصحاب المختار ولکنه تاب." [۳]

ترجمہ: اور وہ اپنے معاملے کے اوائل میں مختار کے ساتھیوں میں سے تھا، لیکن اُس نے توبہ کر لی تھی۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (التوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"أن وجوده في ذلک الجیش لایقدح به." [۴]

ترجمہ: اُس کا وجود اِس جماعت میں موجب قدح نہیں ہے۔

تاہم حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہر جگہ اُسی کا مذکورہ روایت نقل کرنا اُس کی

---

[۱] (تهذیب التهذیب لابن حجر: ج ٥ ص ٢٥٣ تر ٤٤٣ ط مطبعة دائرة المعارف النظامیة الهند)

[۲] (تهذیب التهذیب لابن حجر: ج ٥ ص ٢٥٣ تر ٤٤٣ ط مطبعة دائرة المعارف النظامیة الهند)

[۳] (میزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي: ج ٢ ص ٤٣٩ رت ٤٣٧٩ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بیروت لبنان)

[۴] (تهذیب التهذیب لابن حجر: ج ١٢ ص ١٤٩ ط مطبعة دائرة المعارف النظامیة الهند)

روایت کو مشکوک ضرور بنا دیتا ہے، اور "تشیع" کا داغ تو اُس کے دامن سے کسی بھی طرح نہیں مٹ سکتا۔

سدی میزانِ جرح وتعدیل میں:

اور ثانیاً اِس وجہ سے کہ ابوعبداللہ الجدلی سے یہ روایت "علي المنابر" کے اضافے کے ساتھ صرف سدی نے نقل کی ہے جسے اگرچہ بعض علماء نے "ثقہ" و "صدوق" کہا ہے، مگر تشیع کا الزام اُس پر بھی ہے۔

چناں چہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

"قال يحي القطان لا بأس به وقال أحمد ثقة وقال ابن معين في حديثه ضعف وقال أبو حاتم لايحتج به وقال ابن عدي هو عندي صدوق......وقال الفلاس عن ابن مهدي ضعيف و رمي السدي بالتشيع و قال الجوزجاني حدثت عن معتمر عن ليث قال كان بالكوفة كذابان فمات احدهما السدي والكلبي."[1]

ترجمہ: امام یحیٰ القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سدی میں کوئی حرج نہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ "ثقہ" ہیں۔ امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اُن کی حدیث میں ضعف ہے۔ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ نا قابل احتجاج ہیں۔ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ میرے نزدیک "صدوق" ہیں۔ امام فلاس رحمہ اللہ امام ابن مہدی رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں اور سدی پر "تشیع" کا الزام لگایا گیا ہے۔ امام جوزجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے معتمر سے اور اُنہوں نے لیث سے روایت کیا ہے کہ کوفہ میں دو جھوٹے شخص تھے۔ اُن میں سے ایک مر گیا۔ سدی اور کلبی۔

---

[1] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي: ج ١ ص ٢٣٧ رت ٩٠٧ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت)

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

" صدوق يهم و رمي بالتشيع . " [1]

ترجمہ: وہ "صدوق" ہے، اسے "وہم" ہوتا ہے اور اُس پر "تشیع" کا الزام لگایا گیا ہے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات کی اسناد میں عبید اللہ بن موسیٰ کا نام بھی دیکھنے کو ملتا ہے، جنہیں اگر چہ بعض علماء نے "ثقہ" کہا ہے۔اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اُن سے روایات لی ہیں، تاہم اُن پر بھی "تشیع" کا الزام ہے۔

چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

" ثقة كان يتشيع " [2]

ترجمہ: ثقہ ہے، اُس میں "تشیع" تھا۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

" ثقة في نفسه لكنه شيعي محترق وثقه ابو حاتم وابن معين ...... وقال أبو داؤد كان شيعيا محترقا وروي الميموني عن أحمد كان عبيد الله صاحب تخليط حدث بأحاديث سوء . " [3]

ترجمہ: عبید اللہ بن موسیٰ رحمہ اللہ فی نفسہ "ثقہ" ہے، لیکن جلا بھنا شیعہ ہے۔امام ابو حاتم اور امام ابن معین رحمہما اللہ تعالیٰ نے اِس کی توثیق کی ہے۔امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جلا بھلا ہوا شیعہ تھا۔ امام میمونی رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ

---

[1] (تقريب التهذيب لابن حجر : ص ٤٦٣ تر ٤٦٣ ط دار الرشيد سوريا)

[2] (تقريب التهذيب لابن حجر : ج ١ ص ٣٧٥ رت ٤٣٤٥ ط دار الرشيد سوريا)

[3] (ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي : ج ٣ ص ١٦ تر ٥٤٠٠ ط دار المعرفة للطباعة والنشر بيروت لبنان)

عبید اللہ بن موسیٰ صاحب "تخلیط" ہے اور اُس نے بری روایات نقل کی ہیں۔ (ترجمہ ختم)

مسلک اہل بدعت کی تائیدی روایات نا قابل قبول ہوتی ہیں!:

بہر حال ابو عبد اللہ الجدلی کی دوسری قسم کی روایات کی اسناد میں ایسے راوی ضرور موجود ہیں جنھیں کو کہ ماہرین فن نے "ثقہ" قرار دیا ہے، لیکن اِس کے باوجود اُن پر "تشیع یسیر" یا "تشیع شدید" کا الزام بہر حال موجود ہے۔ لہٰذا اُن کے اِس "تشیع" کے پس منظر میں اُن کی یہ روایات ضعیف و مشکوک اور محل نظر سمجھی جائیں گی۔ کیوں کہ اہل علم کے نزدیک اُصول یہ ہے کہ اہل بدعت کی جو روایات اُن کے مسلک کی تائید کر رہی ہوں یا اُن کے نظریئے کو تقویت پہنچا رہی ہوں وہ مقام طعن میں نا قابل قبول شمار کی جاتی ہیں اور اُن کی طرف التفات نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا اِس اُصول و کلیہ کے تحت ابو عبد اللہ الجدلی کی مذکورہ روایات بھی نا قابل قبول اور درجۂ احتجاج سے ساقط تصور کی جائیں گے۔

برسرِ منبر سبِّ علیؓ کی رسم حضرت معاویہؓ کے دور کے بعد کی ہے!:

ہاں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ابو عبد اللہ الجدلی کی اِن تمام روایات سے باتفاقِ شراحِ حدیث مجموعی طور پر یہ تاثر ضرور ملتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کے بعد دورِ بنی اُمیہ میں کوفہ کے منبروں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سبّ وشتم کرنے کی رسم بد جاری کی گئی تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

" ثم کان من أمر علي ما کان فنجمت طائفة اخري حاربوه ثم اشتد الخطب فتنقصوه واتخذوا لعنه علي المنابر سنة ووافقهم الخوارج علي بغضه وزادوا حتي کفروه مضموما ذلک منهم الي عثمان فصاروا الناس في حق علي

ثلاثة أهل السنة والمبتدعة من الخوارج والمحاربين له من بني أمية وأتباعهم ." [1]

ترجمہ: پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ جو بھی تھا تو دوسری جماعت ظاہر ہوئی جنہوں نے اُن سے محاربہ کیا، پھر حالات سنگین ہوگئے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی اور منبروں پر اُن کو لعنت کرنے کی رسم شروع کی اور خوارج نے اُن سے بغض کی بناء پر اُن (کے محاربین) کی موافقت کی اور (بغض میں) بڑھتے ہی چلے گئے، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر کہا۔ اُن میں سے بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملا دیا، چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں لوگ تین فرقوں میں بٹ گئے (۱) اہل سنت (۲) خوارج میں سے اہل بدعت (۳) اُن سے محاربہ کرنے والے بنو اُمیہ اور اُن کے ہم نوا۔ (ترجمہ ختم)

علامہ سفیری رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح شارحِ بخاری علامہ سفیری رحمہ اللہ (المتوفی ۹۵٦ھ) لکھتے ہیں:

"وهو الذي أزال ما كان يذكر به عليا على المنابر فان بني أمية كانوا يلعنون عليا على المنابر ." [2]

ترجمہ: اور یہ (یعنی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ) وہی شخص ہیں جنہوں نے وہ الفاظ زائل کرائے جن کے ذریعے منبروں پر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد کرتے تھے، یعنی یہ کہ بنی اُمیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبروں پر لعنت کرتے تھے۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر: ج ۷ ص ۷۱ ط دار المعرفة بيروت لبنان)

[2] (شرح البخاري للسفيري (المعروف بالمجالس الوعظية في شرح أحاديث خير البرية صلى الله عليه وسلم من صحيح البخاري): ج ۱ ص ۳۱۰ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ملا علی قاری رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

"وما أحسن عمر بن عبد العزيز حيث جعل مكان سب أهل البيت الصادر من بني أمية فوق المنابر هذه الآية الشريفة." [1]

ترجمہ: اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے کیا ہی اچھا کیا کہ بنو اُمیہ کی جانب سے منبروں اہل بیت کے "سبّ وشتم" کی جگہ اُنہوں نے یہ آیت شریف جاری فرمادی۔ (ترجمہ ختم)

باقی جہاں تک مؤرخین کی بات کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اُنہوں نے بھی کوفہ کے منبروں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر "سبّ وشتم" کرنے کی اِس رسم بد کو دور بنی اُمیہ پر ہی محمول کیا ہے اور اسے ایک حقیقت متواترہ کے طور پر تسلیم کیا ہے۔

علامہ اتلیدی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ اتلیدی رحمہ اللہ (المتوفی ق ۱۲ھ) لکھتے ہیں:

"أزال ما كانت بنو أمية تذكر به عليا رضي الله عنه علي المنابر وجعل مكان ذلك قوله تعالي ان الله يامر بالعدل والاحسان ......الآية." [2]

ترجمہ: بنو اُمیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ جن الفاظ سے کرتے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اُن کو زائل کر کے اُن کی جگہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان جاری کردیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتے ہیں ......الخ۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح للقاري: ج ۳ ص ۱۰۳۲ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] (نوادر الخلفاء للأتليدي: ج ۱ ص ۶۸ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

علامہ ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح علامہ ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ (المتوفی ۶۳۰ھ) لکھتے ہیں:

" کان بنو أمية يسبون أمير المؤمنين علي بن أبي طالب عليه السلام الي أن ولي عمر بن عبد العزيز الخلافة فترک ذلک و کتب الي العمال في الآفاق بترکه ." [1]

ترجمہ: بنو امیہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو سب وشتم کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ والی خلافت ہوئے تو انہوں نے اِس (رسم بد) کو ترک کیا اور اپنے آس پاس کے عمال کے طرف اِس (رسم بد) کے ترک کرنے کا حکم نامہ جاری کیا۔ (ترجمہ ختم)

علامہ ابن الوردی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح علامہ ابن الوردی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۹ھ) لکھتے ہیں:

" وبويع عمر بن عبد العزيز بالخلافة أوائل سنة تسع و تسعين فأبطل سب علي رضي الله عنه علي المنابر و کتب الي نوابه بابطاله ولما خطب يوم الجمعة أبدل السب في الخطبة بقوله تعالي ان الله يأمر بالعدل و الاحسان وايتاء ذي القربي وينهي عن الفحشاء و المنكر يعظكم لعلكم تذكرون ." [2]

ترجمہ: اور ۹۹ھ کے اوائل میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی بیعت خلافت کی لی گئی تو انہوں نے منبروں پر حضرت علی رضی اللہ

---

[1] (الكامل في التاريخ لابن أثير الجزري : ج ٤ ص ٩٨ ط دار الكتاب العربي بيروت لبنان)

[2] (تاريخ ابن الوردي : ج ١ ص ١٧٢ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

عنہ کو سبّ و شتم کرنے (کی رسم بد) کو باطل کر دیا اور اپنے گورنروں کی طرف اِس (رسم بد) کو باطل کرنے کا حکم نامہ جاری کیا۔ اور جب جمعہ کے دن خطبہ دیا تو خطبہ میں سبّ و شتم (کے الفاظ) کو اللہ تعالیٰ کے اِس قول سے بدل دیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان و اقرباء نوازی کا حکم کرتا ہے اور فحش و منکر کاموں سے منع کرتا ہے تم کو نصیحت کرتا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (ترجمہ ختم)

امام سیوطی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

"كان بنو أمية يسبون علي بن أبي طالب في الخطبة فلما ولي عمر بن عبد العزيز ابطله وكتب الي نوابه بابطاله وقرأ مكانه ان الله يأمر بالعدل والاحسان............ الآية."[1]

ترجمہ: بنواُمیہ خطبوں میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر سبّ و شتم کیا کرتے تھے۔ پس جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ والی بنے تو اُنہوں نے اِس (رسم بد) کو باطل کر دیا اور اپنے گورنروں کی طرف اِس رسم بد) کے باطل کرنے کا حکم نامہ جاری کیا۔ اور اِس کی جگہ یہ آیت تلاوت کرنی شروع کی کہ بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے..... الخ (ترجمہ ختم)

علامہ عصامی رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح علامہ عبدالملک العصامی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۱۱ھ) لکھتے ہیں:

"و أزال ما كان بنو أمية تذكر به عليا علي المنابر

---

[1] (تاريخ الخلفاء للسيوطي: ج ١ ص ١٨٢ ط مكتبة نزار مصطفى الباز)

وكتب الي الآفاق بتركه وجعل مكان ذلك ان الله يأمر بالعدل والاحسان ......الآية ."[1]

ترجمہ: بنواُمیہ منبروں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ جن الفاظ سے کرتے تھے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اُن کو زائل کردیا اور آس پاس (کے گورنروں) کی طرف اِن کے ترک کرنے کا حکم نامہ جاری کیا۔ اور اِن کی جگہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان جاری کیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ عدل واحسان کا حکم دیتے ہیں......الخ۔ (ترجمہ ختم)

چناں چہ خود انجینئر محمد علی مرزا اِس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"علامہ جلال الدین السیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: "بنو اُمیہ (اپنے) خطبات میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گالی دیا کرتے تھے۔ پھر جب سیدنا عمر بن عبد العزیز تابعی رحمہ اللہ خلیفہ بنے تو اُنہوں نے اِ(غلیظ، انتہائی گستاخانہ اور قبیح رسم) کو بند کروا دیا، اور حکومتی کارندوں کے نام حکم نامہ جاری فرمایا کہ اِس (غلیظ رسم) کو بند کر دیا جائے۔ پھر اُس کی جگہ اِس (آیت) کو جاری فرمایا: "بے شک (اے ایمان والو!) اللہ تعالیٰ تمہیں (اِن تین کاموں کا) حکم دیتا ہے کہ ہر معاملہ میں اِنصاف سے کام لو، اور احسان کرو، اور اچھا سلوک کرو رشتہ داروں کے ساتھ، اور تمہیں (اِن تین کاموں سے منع فرمایا ہے، بے حیائی سے، اور بُرے کاموں سے، اور سرکشی سے۔ وہ (اللہ تعالیٰ) تمہیں وعظ کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرسکو۔" [النحل: ۹۰] چناں چہ اُس وقت سے اَب تک خطبات میں اِس (آیت مبارکہ) کی قرأت مسلسل جاری

[1] (سمط النجوم العوالي في أنباء الأوائل والتوالي للعصامي : ج ۳ ص ۴۲٦ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ہے۔"[1]

بہر حال ابوعبداللہ الجدلی کی زیر بحث روایت کی تشریح وتوضیح کے پس منظر میں شراحِ حدیث ومؤرخین بلکہ خود انجینئر محمد علی مرزا کی تصریح سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اِس روایت کا تعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کے ساتھ ہرگز نہیں، بلکہ اُن کے دورِ حکومت کے بعد دورِ بنی اُمیہ کے ساتھ ہے جس میں یہ رسم بد اُموی عمال کا اپنا فعل شنیع تھا اور جس کا بالآخر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے قلع قمع کیا۔

ابوعبداللہ الجدلی کی روایت ضعیف اور نا قابل احتجاج ہے!:

مختصر یہ کہ ابوعبداللہ الجدلی کی زیر بحث روایت جتنے طرق سے مروی ہے، اُن میں سے بعض طرق "صحیح" اور "حسن" ہیں اور بعض طرق "ضعیف" اور "کم زور" ہیں۔ پھر یہ روایت جن "صحیح" یا "حسن" طرق سے مروی ہے اُن میں کہیں بھی مذکور نہیں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کیا جاتا تھا یا وہ اپنے گورنروں کو اِس فعل بد کا حکم دیتے تھے یا اُن کے گورنر خود یہ کام کرتے تھے۔ اور جن "ضعیف" اور "کم زور" طرق سے یہ روایت مروی ہے وہ تمام کے تمام نا قابل اعتبار درجۂ احتجاج سے ساقط ہیں۔

ایک تو اِس لئے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کرنے والا ہر جگہ ایک ہی شخص ابوعبداللہ الجدلی ہے۔ جس کی بعض علماء نے جہاں توثیق کی ہے تو وہیں بعض دوسرے علماء نے اُس پر نقد وجرح بھی کی ہے۔ بلکہ بعض علماء نے تو اُس پر "تشیع" کا الزام بھی عائد کیا ہے۔ چناں چہ امام ابن سعد رحمہ اللہ نے اسے متشدد شیعہ کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے غیض دار شیعہ کہا ہے۔

دوسرے اِس وجہ سے کہ ابوعبداللہ الجدلی سے یہ روایت: "علي المنابر" کے الفاظ سے صرف سدی ہی نے نقل کی ہے، جس پر خود "تشیع" کا الزام ہے۔

تیسرے اِس وجہ سے کہ بعض روایات میں عبیداللہ بن موسیٰ کا نام آیا ہے، جس کی

---

[1] (تاریخ الخلفاء للسیوطی، باب عمر بن عبدالعزیز۔ بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر ۲۷ صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں، ص ۴۳)

اگر چہ بعض علماء نے توثیق کی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں اُس سے روایات بھی نقل کی ہیں، لیکن اِس کے باوجود بعض علماء نے اُس پر "تشیع" کا الزام بھی عائد کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ابوعبداللہ الجدلی کی یہ روایت ضعیف اور مشکوک اور نا قابلِ حجت ہو کر رہ جاتی ہے۔

چوتھے یہ کہ ابوعبداللہ الجدلی کی اِس روایت کے تمام طرق سے مجموعی طور پر حسبِ تصریح شراحِ حدیث و مؤرخین یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ منبروں پر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی رسم بد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کی نہیں بلکہ اُن کے بعد دورِ بنی اُمیہ کی تھی۔ اِس لئے اِس الزام کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کے بعد دورِ بنی اُمیہ پر محمول کیا جائے گا۔ اور اِس صورت میں کوئی اشکال واقع نہیں ہو سکتا، کیوں کہ دیگر صحیح روایات سے بعض اُموی عمال کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرنا اپنی جگہ بالکل ثابت ہے۔ اِس لئے اِس ضعیف اور مشکوک روایت کو جو مختلف اسناد سے شیعہ راویوں سے مروی ہے دیگر صحیح روایات کے ساتھ ملا کر دورِ بنی اُمیہ پر محمول کر کے لائقِ اعتبار اور قابلِ احتجاج سمجھا جائے گا۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیس سالہ درخشاں دورِ حکومت کو منبروں پر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرنے کی رسم بد کے الزام سے بالکلیہ مستثنیٰ اور خارج از بحث تصور کیا جائے گا۔

﴿۵﴾ قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کی روایات:

پانچویں قسم کی روایات قیس بن ابی الحازم رحمہ اللہ کی ہیں جن میں آتا ہے:

" فحدثنا بشرح هذا الحديث الشيخ ابوبكر بن اسحاق أنا الحسين بن علي بن زياد السري ثنا حامد بن يحي البلخي بمكة ثنا سفيان عن اسماعيل بن ابي خالدعن قيس بن أبي حازم قال كنت بالمدينة فبينا أنا أطوف في السوق اذ بلغت أحجار الزيت فرأيت قوما مجتمعين علي فارس قد ركب دابة وهو يشتم علي أبي طالب والناس

وقوف حواليه اذ أقبل سعد بن أبي وقاص فوقف عليهم فقال ماهذا فقالوا رجل يشتم علي بن أبي طالب فتقدم سعد فافرجوا له حتي وقف عليه فقال يا هذا علام تشتم علي أبي طالب ألم يكن أول من أسلم ألم يكن أول من صلي مع رسول الله صلي الله عليه وسلم ألم يكن أزهد الناس ألم يكن أعلم الناس وذكر حتي قال ألم يكن ختن رسول الله صلي الله عليه وسلم علي ابنته ألم يكن صاحب راية رسول الله صلي الله عليه وسلم في غزاوته ثم استقبل القبلة ورفع يديه وقال اللهم ان هذا يشتم وليا من أوليائک فلا تفرق هذا الجمع حتي تريهم قدرتک قال قيس فوالله ماتفرقنا حتي ساخت به دابته فرمته علي حامته في تلک الأحجار فانفلق دماغه ومات ." هذا حديث صحيح علي شرط الشيخين ولم يخرجاه ۔[1]

ترجمہ: حضرت قیس بن حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا، دریں اثنا میں بازار میں گھوم رہا تھا کہ میں "احجار الزیت" نامی جگہ پہنچ گیا، تو میں نے ایک گھوڑا سوار کے پاس چند لوگوں کو مجتمع ہوتے دیکھا جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کر رہا تھا۔ اور لوگ اُس کے اِردگرد کھڑے تھے کہ اچانک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور لوگوں کے پاس آکر ٹھہر گئے۔ اور دریافت فرمایا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سبّ وشتم کر رہا ہے۔ چناں چہ حضرت سعد بن

[1] (المستدرك علي الصحيحين للحاكم: ج ۳ ص ۵۷۱ ح ۶۱۲۱ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ابی وقاص رضی اللہ عنہ آگے کی جانب بڑھے تو لوگوں نے آپؓ کے لئے راستہ کشادہ کر دیا یہاں تک کہ آپؓ اُس شخص کے پاس جا کر ٹھہر گئے۔ اور فرمایا اے فلاں! تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کیوں کرتا ہے؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان نہیں تھے؟ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے نہیں تھے؟ کیا وہ لوگوں میں سب سے زیادہ زُہد اختیار کرنے والے تھے؟ کیا وہ لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے نہیں تھے؟ آپؓ اُن کا ذکر خیر کرتے رہے یہاں کہ فرمایا کہ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کے رشتے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد نہیں تھے؟ کیا وہ غزوات النبی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم بردار نہیں تھے؟ اِس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قبلہ رُخ ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور کہا: اے اللہ! بے شک یہ شخص تیرے اولیاء میں سے ایک ولی پر سبّ وشتم کرتا ہے، لہٰذا یہ ہجوم منتشر نہ ہونے پائے یہاں تک کہ تو ان لوگوں کو اپنی قدرت دکھادے۔ حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم منتشر بھی نہیں ہوئے یہاں تک کہ اُس شاتم کی سواری زمین میں دھنسنے لگی، اور اُس شاتم کو اُس کی کھوپڑی کے اُس سواری نے پتھروں پر دے پٹخ مارا، جس سے اُس کا دماغ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ (ترجمہ ختم)

قیس بن ابی حازم کی روایات حضرت معاویہؓ کے طعن سے پاک ہیں!:

انجینئر محمد علی مرزا کے ریسرچ پیپرز "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر میں" کے چوتھے باب بہ عنوان "خلیفہ راشد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بیان اور اُن پر منبروں سے لعنت کرنے کی بدعت کب اور کس نے ایجاد کی؟" کے ذیل میں حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ

اللہ کی اِس روایت سے چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل تو ثابت ہورہے ہیں کہ وہ سب سے پہلے مسلمان تھے۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے تھے۔ سب سے زیادہ لوگوں میں زُہد اختیار کرنے والے تھے؟ سب سے زیادہ لوگوں میں جاننے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کے رشتے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ غزوات النبی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم بردار تھے؟ لیکن یہ چیز اِس روایت سے قطعاً ثابت نہیں ہورہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر منبروں سے لعنت کرنے کی بدعت کب اور کس نے ایجاد کی؟

اگر انجینئر محمد علی مرزا حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کی اِس روایت کے پس پردہ میں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ (خاکم بدہن) حضرت علی رضی اللہ عنہ پر منبروں سے لعنت کرنے کی بدعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں ایجاد کی، جیسا کہ انہوں نے متعدد مواقع میں ایسی انجینئر تک کرنے کی سعی لاحاصل کی بھی ہے، تو پھر سوال یہ ہوگا کہ اِس روایت میں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کا اشارہ تک موجود نہیں ہے۔ اگر یہی بات ہوتی تو پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جیسے یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاتم کے خلاف بددُعاء کرکے اُسے ٹھکانے لگا دیا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے بھی ویسا ہی کوئی کارنامہ انجام دیتے جب انہوں نے آپؓ سے دریافت فرمایا کہ:

"مامنعک ان تسب أبا تراب" [1]

ترجمہ: آپ کو کس چیز نے ابوتراب (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) پر سب وشتم کرنے سے روکا ہے؟ (ترجمہ ختم)

لیکن چوں کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منشاء و مراد سے خوب اچھی طرح واقف تھے اور جانتے تھے کہ اُن کی منشاء و مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ میں بھی حضرت علی رضی اللہ پر سب وشتم کرنا شروع کردوں بلکہ اُن کے دریافت فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتے ہیں، لیکن آپ کو کبھی ایسا کرتے نہیں

[1] (صحیح المسلم: ج ٤ ص ١٨٧١ ٢٤٠٤ ط دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

دیکھا گیا، تو آپؓ کو کس چیز نے اِس سے منع کیا ہے اور آپؓ اِس سے کیسے بچ نکلے ہیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِس سوال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین و تنقیص یا اُن پر سب و شتم کرنے کا اگر کوئی ادنیٰ سا بھی اشارہ پایا جاتا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی ایمانی غیرت و دینی حمیت کا ضرور مظاہرہ فرماتے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی نہ کوئی مہم لازمی طور پر چلاتے ،لیکن اِس کے جواب میں اُنہوں نے نہایت ہی سنجیدگی و متانت خوش اُسلوبی کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کرنے شروع کردیئے، جنہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی نہایت ہی ادب و احترام اور بڑی ہی دل چسپی سے گوش گزار کرتے رہے۔

حضرت معاویہؓ کی توہین حضرت سعدؓ کی توہین کو مستلزم ہے!:

اب اگر دُشمنانِ معاویہ انجینئر محمد علی مرزا اور اُن کے ہم نوا لوگ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی مذکورہ گفتگو سے یہ غلط مطلب کشید کریں کہ (نعوذ باللہ!) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمانے کی منشاء و مراد یہ تھی کہ ہم لوگ تو العیاذ باللہ! حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرتے ہیں، لیکن آپ اُن پر سب و شتم کیوں نہیں کرتے اور آپ کو اُن پر سب و شتم کرنے سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟ تو اِس سے دُشمنانِ معاویہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ذات سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھی ناقد و گستاخ ٹھہریں گے۔ کیوں کہ اِس صورت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ لازم آئے گا کہ ایک طرف تو اُنہوں نے مدارجِ ایمان کے اعلیٰ ترین مدرج کا مظاہرہ کر کے شاتم علیؓ کے خلاف بددُعاء کر کے اُسے ٹھکانے لگا کر حق پسندی و ایمان داری کا ثبوت دیا، لیکن دوسری طرف اُنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف مدارجِ ایمان کے درمیانی مدرج کا بھی مظاہرہ نہیں فرمایا، بلکہ اُن کے سامنے آپؓ کی زبان حق گوئی و بے باکی سے گنگ ہو کر رہ گئی۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا حوالہ:

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو پروپیگنڈا کیا گیا ہے اسے بلا تحقیق درُست مان لیا جائے تو صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کی ذات مجروح نہیں ہوتی، بلکہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن وتشنیع کا بھی دروازہ کھل جاتا ہے۔ چناں چہ تجربہ ہے کہ جو لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام عائد کرنے میں جری ہوتے ہو جاتے ہیں، اُن کی زبان دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف اور زیادہ دراز ہو جاتی ہے۔ حضرت ربیع بن نافع رحمہ اللہ نے کتنی سچی بات کہی تھی کہ: "معاوية ستر لأصحاب محمد صلي الله عليه وسلم فاذا كشف الرجل الستر اجترأ علي ماورائه۔"[1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پردہ ہیں۔ جب کوئی شخص اِس پردے کو کھول دے گا تو اُس کے پیچھے کے لوگوں پر اُس کی جرأتیں بڑھ جائیں گی۔[2]

بہر حال حضرت قیس بن حازم رحمہ اللہ کی اِس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب تو ثابت ہو رہے ہیں، لیکن اِس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو رہا کہ آپؓ کے خلاف منبروں سے سب سے پہلے لعنت کب اور کس کی نے ایجاد کی؟

[1] (تاريخ بغداد للخطيب البغدادي: ج ۱ ص ۲۰۹، بحوالہ حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص۱۲۹، ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

[2] (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص۱۲۹ ط: مکتبہ معارف القرآن کراچی)

شرائط صلح کے عدم ایفاء کا الزام

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ریسرچ پیپرز: "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" کے پانچویں باب "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت مل جانے کے بعد سے بہ تدریج اُمت پر کیسی ملوکیت مسلط ہوئی اور اُس کا بھیانک نتیجہ کیا نکلا؟" کے تحت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر شرائط صلح حسن رضی اللہ عنہ کے عدم ایفاء کا بے جا الزام لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما جن شرائط کی بنیاد بنا کر حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو حکومت سپرد کی تھی، اُن کی پوری تفصیلات شروحِ احادیث اور کتب تاریخ میں ہیں۔ مثلاً:

۱۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، اور خلفائے راشدین کے طریقے کے مطابق نظام حکومت چلائیں گے۔

۲۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعد کسی کو جانشین مقرر نہیں کریں گے، بلکہ اُمت کو خلیفہ کے انتخاب کے لئے شوریٰ پہ چھوڑیں گے۔

۳۔سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جماعت کے لوگ (جو صلح کے بعد ہتھیار ڈال چکے ہیں) اُن کے خلاف کسی قسم کی انتقامی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

۴-آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خمس (مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ) جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مقرر کیا ہے بہ دستور بنو عبد المطلب کو ملے گا، جیسا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار سے ملتا آرہا ہے۔

۵-سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر بنو اُمیہ کے منبروں سے ہونے والا سب و شتم کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کردیا جائے گا۔

وغیرہ وغیرہ۔ مگر افسوس! اِن شرائط کی پابندی ویسے نہ کی گئی جیسا کہ اُس (اُن (رفیع)) کا حق تھا۔ [1]

مصالحت حسن رضی اللہ عنہ کا پس منظر:

تاریخ اسلام میں مصالحت حسن رضی اللہ عنہ کا واقعہ انتہائی اہمت اور بڑی وقعت کا حامل ہے۔ اور مؤرخین نے اِس بارے میں بہت کچھ رطب و یابس جمع کر رہا ہے۔ اِس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شرائط صلح پر بحث کرنے سے پہلے اِس واقعہ کا حقیقی پس منظر روایاتِ تاریخ کے بجائے روایاتِ حدیث کی رُوشنی میں بنیاد بنا کر پیش کیا جائے تا کہ شرائط صلح کے ایفاء وعدم ایفاء کے مالہ وما علیہ کے سمجھنے میں آسانی واقع ہو سکے اور اصل واقعہ کی صحیح حقیقت آنکھوں کے سامنے آجائے۔

چناں چہ مصالحت حسن کا سب سے صاف اور بے غبار واقعہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''صحیح بخاری'' میں اِس طرح لکھا ہے:

---

[1] (الاستیعاب لابن عبد البر، الاصابة لابن حجر، البداية والنهاية لابن كثير، فتح الباري لابن حجر تحت الحديث البخاري: ح ۷۱۰۹، بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر، صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں، ص ۴۳)

مگر قہ تماشا یہ کہ یہاں حوالہ نقل کرتے ہوئے انجینئر محمد علی مرزا نے اپنی نیم علمی بلکہ اپنی جہالت و نادانی کا بیّن ثبوت دیتے ہوئے ''مضاف'' پر ''الف لام'' داخل کر کے ''تحت حديث البخاري'' کی جگہ ''تحت الحديث البخاري'' لکھ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے۔ رفیع

" حدثنا عبد الله بن محمد حدثنا سفيان عن أبي موسى قال سمعت الحسن يقول استقبل والله الحسن بن علي معاوية بكتائب أمثال الجبال فقال عمرو بن العاص اني لأري كتائب لاتولي حتي تقتل أقرانها فقال له معاوية وكان والله خير الرجلين أي عمرو ان قتل هؤلآء هؤلآء وهؤلآء هؤلآء من لي بأمور الناس من لي بنسائهم من لي بضيعتهم فبعث اليه رجلين من قريش من بني عبد شمس عبد الرحمان بن سمرة وعبد الله بن عامر بن كريز فقال اذهبا الي هذا الرجل فاعرضا عليه وقولا له واطلبا اليه فأتياه فدخلا عليه فتكلما وقالا له فطلبا اليه فقال لهما الحسن بن علي أنا بنو عبد المطلب قد أصبنا من هذا المال وان هذه الأمة قد عاثت في دمائها قالا فانه يعرض عليك كذا وكذا ويطلب اليك ويسألك قال فمن لي بهذا قالا نحن لك به فما سألهما شيئاً الا قالا نحن لك به فصالحه فقال الحسن ولقد سمعت أبا بكرة يقول رأيت رسول الله صلي الله عليه وسلم علي المنبر والحسن بن علي الي جنبه وهو يقبل علي الناس مرة وعليه أخري و يقول ان ابني هذا سيد ولعل الله أن يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين قال أبو عبد الله قال لي علي بن عبد الله انما ثبت لنا سماع الحسن من أبي بكرة بهذا الحديث ."[1]

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے

---

[1] (صحيح البخاري: ج ٣ ص ١٨٦ ح ٢٧٠٤ ط دار طوق النجاة)

میں پہاڑوں جیسے لشکر لے کر آن پہنچے۔ تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے ایسا لشکر دیکھا ہے جو اُس وقت تک پیٹھ پھیر کر جانے والا نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اپنے مد مقابل کو قتل کر دے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا (اور وہ یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ "خیر الرجلین" تھے یعنی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بہتر تھے) کہا اگر اِن لوگوں (کی فوج) نے اُن لوگوں (کی فوج) کو اور اُن لوگوں (کی فوج) نے اِن لوگوں (کی فوج) کو مارا تو میرے پاس لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والا کون رہے گا؟ میرے پاس لوگوں کی خواتین کی نگہداشت کرنے والا کون رہے گا؟ اور میرے پاس لوگوں کی جائے دادوں کی خبر گیری کرنے والا کون رہے گا؟ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ قریش کی شاخ بنو عبد شمس کے دو حضرات حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ اور عبد اللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہما کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا۔ اور ہدایت فرمائی کہ آپ دونوں حضرات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اُنہیں (صلح کی) پیش کش کریں۔ اور (اِس بارے میں) اُن سے بات چیت کریں۔ اور اُن سے (باہمی مفاہمت کی) درخواست کریں۔

چناں چہ وہ دونوں حضرات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور گفت وشنید اور بات چیت کر کے اُن سے باہمی مفاہمت کی درخواست کی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اُن دونوں سے فرمایا کہ ہم عبد المطلب کی اولاد ہیں (یعنی جود و سخا اور فیاضی و کرم نوازی ہماری جبلت میں داخل ہے) اور ہم اِس (دُنیا کے) مال و دولت سے (بہت کچھ) خرچ (کر کے لوگوں کو اپنی سخاوت کرم نوازی کا عادی)

کر چکے ہیں۔ بے شک یہ اُمت اپنے ہی خون میں لت پت ہے (اور اب اِس میں بہت انتشار اور فساد واقع ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہ خون خرابا ختم کرنے کے لئے باہمی صلح و رضامندی انتہائی ناگزیر ہے، لیکن اِس صلح کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم پر دل کھول کر خرچ کیا جائے، تا کہ مخالفین صلح کا منہ بند رہے اور اُمت مسلمہ کے حالات پُر امن رہیں) اِس پر اُن دونوں حضرات نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنے اتنے (عطیات و اموال کی) کی پیش کش کر رہے ہیں۔ اور آپ سے باہمی مفاہمت کا مطالبہ اور صلح کی درخواست کر رہے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میرے لئے اِس بات کی ضمانت کون لیتا ہے؟ اُن دونوں حضرات نے کہا کہ ہم آپ کے لئے اِس بات کی ضمانت لیتے ہیں۔

(اِس کے بعد) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اُن دونوں حضرات سے جس چیز کی بھی فرمائش کی تو اُنہوں نے کہا کہ ہم آپ کے لئے اِس بات کی ضمانت لیتے ہیں۔ چناں چہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ صلح فرمالی۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس حال میں منبر پر دیکھا کہ آپ کے پہلو میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ لوگوں کے مجمع کی طرف متوجہ ہوتے اور دوسری طرف حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ صاحب زادہ سردار ہے! اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔ (ترجمہ ختم)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا حوالہ:

اِس واقعہ کی مزید تفصیل امام ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۴ھ) نے بیان فرمائی ہے کہ:

" فاشترط أن يأخذ من بيت مال الكوفة خمسة آلاف ألف درهم وأن يكون خراج دار أبجرد له وأن لا يسب علي رضي الله عنه وهو يسمع فاذا فعل ذلك فنزل فنزل عن الأمرة لمعاوية ."[1]

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے شرط (بھی) رکھی کہ کوفہ کے بیت المال سے وہ پچاس لاکھ درہم حاصل کریں گے۔ اور "دارابجرد" کا خراج بھی اُن کے لئے ہوگا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اُن کی موجودگی میں سبّ وشتم بھی نہیں کیا جائے گا۔ (ترجمہ ختم)

شرائطِ صلح کی تفصیل:

مذکورہ بالا حدیث وتاریخ کی دونوں صحیح روایات کی رُوشنی میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شرائطِ صلح یہ تھیں:

۱- چوں کہ ہم عبد المطلب کی اولاد ہیں (یعنی جود وسخا اور فیاضی وکرم نوازی ہماری جبلت میں داخل ہے) اور ہم اِس (دُنیا کے) مال و دولت سے (بہت کچھ) خرچ (کرکے لوگوں کو اپنی سخاوت کرم نوازی کا عادی) کر چکے ہیں۔ اِس لئے ہم پر اِس صلح کو برقرار رکھنے کے لئے دل کھول کر خرچ کیا جائے، تاکہ مخالفین صلح کے منہ بند رہیں اور اُمت مسلمہ کے حالات پُرامن رہیں۔

۲- کوفہ کے بیت المال میں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پچاس لاکھ درہم عطاء کئے جائیں گے۔

---

[1] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ۸ ص ۱٤ ط دار الفكر بيروت لبنان)

۳- ''دارابجرد'' کا خراج حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے مختص ہوگا۔

۴- حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اُن کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم نہیں کیا جائے گا۔

روایات حدیث وتاریخ کی رُوشنی میں یہ وہ صحیح اوراصل ''شرائط صلح'' تھیں جن کے وعدۂ ایفاء پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امر خلافت کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سونپ دیا اور خود اِس سے دست بردار ہو گئے تھے۔

اِس کے بعد اب ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جن مذکورہ بالا شرائط صلح کے وعدۂ ایفاء کی بنیاد پر امر خلافت کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا، تو کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے امر خلافت کو اپنانے کے بعد اُن شرائط کا ایفاء صحیح معنوں میں کیا یا نہیں؟

جہاں تک مذکورہ بالا حدیث وتاریخ کی دونوں صحیح روایات کی رُوشنی میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شرائط صلح کے ایفاء وعدم ایفاء کی بات ہے تو اِس بارے میں علمائے اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صلح کی یہ تمام شرائط نہ صرف یہ کہ پوری فرمائیں بلکہ اُن کا حق بھی ادا فرمایا۔

چناں چہ علامہ ابوحنیفہ الدینوری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۸۲ھ) لکھتے ہیں:

'' ولا قطع عنهما شيئا مما كان شرط لهما .''[1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے جو عہد کئے تھے اُن میں سے کسی کی خلاف ورزی نہیں کی۔ (ترجمہ ختم)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

'' انه اشترط عليه شروطا كثيرة فالتزمها و وفى له بها .''[2]

---

[1] (الأخبار الطوال للدينوري : ج ۱ ص ۲۲۵ ط دار احياء الكتب العربي القاهرة)

[2] (الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة لابن حجر الهيتمي : ص ۲۱۷ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہت ساری شرائط رکھیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کے لئے اُن کا التزام کیا اور اُن کو پورا کیا۔ (ترجمہ ختم)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"فوافقاه علي ما شرط من جميع ذلك والتزما له ."[1]

ترجمہ: پس اُن دونوں حضرات (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فرستادوں حضرت عبد اللہ بن عامر اور حضرت حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہما) نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تمام شرائط کی موافقت کی اور اُن کے لئے اُن شرائط کا التزام کیا۔ (ترجمہ ختم)

شرائطِ صلح کی چھان بین:

لیکن بعض حضرات نے مذکورہ بالا صحیح روایاتِ حدیث و تاریخ کے علاوہ دیگر شرائطِ صلح کو بھی ذکر کیا ہے، تو سب سے پہلے تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ شرائط تھیں کیا؟ اُن کی حیثیت کیا تھی؟ اور وہ کن لوگوں سے مروی ہیں؟ اُس کے بعد یہ دیکھا جائے گا وہ شرائط کس قسم کی اسناد سے مروی ہیں؟ صحیح الاسناد روایات سے مروی ہیں، یا ضعیف الاسناد سے؟ اگر تو ضعیف الاسناد سے مروی ہیں تو اُن کو ردّ کر دیا جائے گا۔ کیوں کہ سند کی بنیاد پر ہی کسی بھی روایت کی صحت و سقم کو پرکھا جاتا ہے۔ سند صحیح ہوگی تو روایت بھی صحیح ہوگی اور سند ضعیف یا کم زور ہوگی تو روایت بھی ضعیف اور کم زور قرار پا کر نا قابلِ حجت ٹھہرے گی۔

اور اگر شرائطِ صلح صحیح الاسناد روایات سے مروی ہوئیں تو اُس کے بعد اِس بات کا سراغ لگایا جائے گا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسبِ وعدہ اُن شرائط کا ایفاء کیا تھا یا نہیں؟ یا اگر کیا بھی تھا تو کیسا کیا تھا ادھورا یا کما حقہ؟

انجینئر محمد علی مرزا کا دعویٰ ہے کہ:

"سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما جن شرائط کی بنیاد بنا کر

---

[1] (فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر : ج ۱۳ ص ٦٥ ط دار المعرفة بيروت لبنان)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو حکومت سپرد کی تھی، اُن کی پوری تفصیلات شروحِ احادیث اور کتب تاریخ میں ہیں۔ مثلاً: (۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، اور خلفائے راشدین کے طریقے کے مطابق نظام حکومت چلائیں گے۔ (۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعد کسی کو جانشین مقرر نہیں کریں گے، بلکہ اُمت کو خلیفہ کے انتخاب کے لئے شوریٰ پہ چھوڑیں گے۔ (۳) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جماعت کے لوگ (جو صلح کے بعد ہتھیار ڈال چکے ہیں) اُن کے خلاف کسی قسم کی انتقامی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ (۴) آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خمس (مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ) جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مقرر کیا ہے یہ دستور بنو عبدالمطلب کو ملے گا، جیسا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار سے ملتا آرہا ہے۔ (۵) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر بنو اُمیہ کے منبروں سے ہونے والا سب وشتم کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کردیا جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر افسوس! اِن شرائط کی پابندی ویسے نہ کی گئی جیسا کہ اُس کا حق تھا۔[۱]

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں چار کتابوں کا سہارا لیا ہے۔ جن میں سب سے پہلے علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" ہے۔ دوسرے نمبر پر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" ہے۔ تیسرے نمبر پر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی "البدایہ والنہایہ" اور چوتھے نمبر پر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی "فتح الباری شرح صحیح البخاری" ہے۔

---

[۱] (الاستیعاب لابن عبد البر، الاصابة لابن حجر، البداية والنهاية لابن كثير، فتح الباري لابن حجر تحت الحديث البخاري: ۷۱۰۹، بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں، ص ۴۴)

پہلی شرط کے عدم ایفاء کا الزام:

ذیل میں ہم لف ونشر مرتب کے طور پر سب سے پہلے انجینئر محمد علی مرزا کی پیش کردہ پہلی شرط کو لیتے ہیں جس میں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک تو اِس شرط پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت سپرد کی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کے طریقے کے مطابق نظام حکومت چلائیں گے، مگر افسوس! اِس شرط کی پابندی ویسے نہ کی گئی جیسا کہ اُس کا حق تھا۔

ہم نے جب انجینئر محمد علی مرزا کی پیش کردہ اِس شرط کو اُن کی محولہ بالا چار کتب کے علاوہ اُمہات کتب تفسیر، شروحِ حدیث، کتب تاریخ اور کتب اسماء الرجال کے ذخیرہ میں تلاش کیا تو اُن کی یہ شرط ہمیں امام ابن بطال رحمہ اللہ کے حوالہ کے ساتھ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی "فتح الباری شرح صحیح البخاری" میں اِن الفاظ کے ساتھ ملی:

" قال ابن بطال سلم الحسن لمعاوية الأمر وبايعه علي اقامة كتاب الله وسنة نبيه ودخل معاوية الكوفة ." [1]

ترجمہ: امام ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امر خلافت سونپا اور اِس بات پر اُن کی بیعت فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق امر خلافت قائم فرمائیں گے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے۔ (ترجمہ ختم)

شرائط صلح میں سنت خلفائے راشدین کا ذکر موجود نہیں!:

انجینئر محمد علی مرزا نے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف چارج شیٹ یعنی) اپنے ریسرچ پیپرز میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ اُن میں صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی ہی میں اپنا مدعا ثابت کریں گے، لیکن جب اُنہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف شرائط صلح کے عدم ایفاء

---

[1] (فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر : ج ۱۳ ص ۶۳ ط دار المعرفة بيروت لبنان)

کے بارے میں کوئی روایت صحیح الاسناد نظر نہ آئی تو وہ شروحِ حدیث، تاریخ اور اسماء الرجال کی کتب پر اُتر آئے اور اپنے مکروہ مدعا کو اِن کتابوں سے ثابت کرنے کی سعی لاحاصل شروع کردی، اور پھر جب وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ثابت نہ کر سکے تو فتح الباری میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے کلام میں شرائط صلح میں "خلفائے راشدین" کے نام کا اضافہ کر کے یہ فریب کاری دکھانے کی مذموم انجینئرنگ کی ہے کہ شرائط صلح میں "کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے ساتھ "خلفائے راشدین" کے طریقے کے مطابق نظام حکومت چلانے کی بھی شرط ہے، حالاں کہ فتح الباری سمیت علی مرزا کی پیش کردہ محولہ بالا چاروں کتابیں اُٹھا کر دیکھ لیں اُن میں کہیں بھی "خلفائے راشدین" کے طریقے کے مطابق نظام حکومت چلانے کا نام ونشان تک موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں انہوں نے کسی کتاب کی کا بقید جلد وصفحہ کے حوالہ دینا گوارا نہیں تاکہ کہیں اُن کا بھانڈا پھوٹ نہ پڑے اور "رائی" پر اُن کا بنایا ہوا "پربت" دھڑام سے نیچے نہ گر جائے۔

مسلک اہل تشیع سے مسلک اہل سنت کی تائید:

البتہ شیعہ مذہب کے بعض مشاہیر علماء نے دیگر شرائط صلح کے ساتھ اِس شرط کا بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کتاب اللہ، سنت رسول اور خلفائے راشدین صالحین کے طریقے کے مطابق نظام حکومت چلائیں گے۔

شیعہ عالم علامہ اربلی کا حوالہ:

چناں چہ مشہور شیعہ عالم علی بن عیسیٰ الاربلی لکھتے ہیں:

" بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما صالح عليه الحسن بن علي بن أبي طالب معاوية بن أبي سفيان صالحه علي أن يسلم اليه ولاية أمر المسلمين علي أن يعمل فيهم بكتاب الله تعالي وسنة رسوله وسيرة الخلفاء الراشدين

الصالحین۔"[1]

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ شرائط ہیں جن کی بنیاد پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہم صلح فرمائی۔ (من جملہ اُن شرائط کے ایک) اِس شرط پر (بھی) صلح فرمائی کہ وہ مسلمانوں کے معاملہ کی ولایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اِس شرط پر سونپتے ہیں کہ وہ اِس امر خلافت میں کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین صالحین رضی اللہ عنہم کی سیرت پر عمل درآمد کریں گے۔ (ترجمہ ختم)

انجینئر محمد علی مرزا کا شیعہ کتب سے سہارا:

افسوس! کہ انجینئر محمد علی مرزا کو جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے مکروہ پروپیگنڈے کی انجینئرنگ اور اپنے مذموم عزائم ومقاصد کے اثبات کے لئے صحیح الاسناد روایات، کتب شروحِ حدیث، اور کتب تاریخ واسماء الرجال میں جب کچھ نہ ملا تو وہ اتنی بلندی سے نیچے شیعہ مسلک کی کتابوں کی طرف اُتر آئے اور ایک شیعہ عالم علامہ علی بن عیسیٰ الاربلی کی بیان کردہ اِس شرطِ صلح کہ: "حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے معاملہ کی ولایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اِس شرط پر سونپی تھی کہ وہ اِس امر خلافت میں کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین صالحین رضی اللہ عنہم کی سیرت پر عمل درآمد کریں گے۔" کو دلیل بنا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نقد وجرح اور طعن وقدح کا بازار گرم کردیا۔

فاضل اربلی شیعہ کی زبانی خلفائے راشدین کی حقانیت!:

بے شک فاضل اربلی شیعہ کے اِس بیان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ذات ستودہ صفات پر تو کوئی حرف اِس لئے نہیں آتا کہ اہل بدعت کی ایسی دلیل جو اُن کے مؤقف کو تقویت پہنچا رہی ہو علمائے محققین کے نزدیک نا قابل قبول ہوتی ہے، تاہم اِس روایت سے اتنا ضرور

[1] (كشف الغمة في معرفة الأئمة للأربلي: ج ٢ ص ١٤٥ ط تبريز ايران)

ثابت ہو رہا ہے کہ اہل تشیع کے نظریئے کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرات خلفائے ثلاثہ (حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمانِ غنی) رضی اللہ عنہم کی خلافت برحق اور صحیح تھی۔ اور اُن کی دینی و مذہبی وثاقت وثقاہت مسلم تھی۔ اُن حضرات کا عہد خلافت قابل تقلید تھا۔ وہ نیک و صالح اور راشد خلفاء تھے۔ اور اسی بناء پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے باہم صلح کرتے وقت اِن حضرات خلفائے راشدین صالحین کی سیرت پر عمل درآمد کرنے کی شرط لگائی تھی۔

" والفضل ماشهدت به الأعداء "

انجینئر محمد علی مرزا کا الزام باطل ہے!:

بہر حال انجینئر محمد علی مرزا کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اِس شرطِ صلح کہ (وہ کتاب اللہ، سنت رسول، اور سنت خلفائے راشدین کے طریقے کے مطابق نظام حکومت چلائیں گے) کے عدم ایفاء کے الزام کے اثبات میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب "فتح الباری شرح صحیح البخاری" کی عبارت میں اِس طرح کے مکروہ دجل و فریب اور قطع برید کرنے کے ساتھ ڈنڈی مار کر خلاف حقیقت اور غلط استدلال کرنا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کی بدترین اور غلط تصویر پیش کرنا قطعی طور پر باطل، مردود اور ناقابل التفات ہے۔

دوسری شرط کے عدم ایفاء کا الزام:

دوسرے نمبر پر ہم انجینئر محمد علی مرزا کی پیش کردہ دوسری شرط کو لیتے ہیں جس کے بارے میں اُنہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دوسرے اِس شرط پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت سپرد کی تھی کہ وہ اپنے بعد کسی کو جانشین مقرر نہیں کریں گے، بلکہ اُمت کو خلیفہ کے انتخاب کے لئے شوریٰ پہ چھوڑیں گے۔ مگر افسوس! اِس شرط کی پابندی ویسے نہ کی گئی جیسا کہ اُس کا حق تھا۔

ہم نے جب انجینئر محمد علی مرزا کی پیش کردہ اِس شرط کو اُن کی محولہ بالا چار کتب کے

علاوہ اُمہات کتب تفسیر، شروحِ حدیث، کتب تاریخ اور کتب اسماء الرجال کے ذخیرہ میں تلاش کیا تو اُن کی یہ شرط ہمیں علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی "الاستیعاب" میں اِن الفاظ کے ساتھ ملی:

" وكان معاوية قد أشار بالبيعة الي يزيد في حياة الحسن وعرض بها ولكنه لم يكشفها ولا عزم عليها الا بعدموت الحسن ."[1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زندگی ہی میں یزید کی بیعت کی طرف اشارہ کیا اور بیعت پیش کی لیکن وہ اُس میں کام یاب نہ ہو سکے اور اُس کا عزم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کیا۔ (ترجمہ ختم)

امر خلافت شوریٰ کے سپرد کرنے کی شرط بلا سند ہے!:

لیکن جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے کہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے یہ روایت کسی صحیح یا حسن سند سے تو کجا کسی ضعیف اور کم زور سند سے بھی نقل نہیں کی، بلکہ بلاسند ہی اسے نقل کردیا ہے، جس کی وجہ سے اِس کی حیثیت واضح ہوگئی ہے کہ یہ سند ضعیف کم زور اور ناقابل احتجاج ہے۔ لہٰذا ایسی سند بطورِ حجت بھلا کیسے پیش کی جاسکتی ہے؟

البتہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۴ھ) نے اتنا لکھا ہے کہ:

" وقد كان معاوية لما صالح الحسن عهد للحسن بالأمر من بعده فلما مات الحسن قوي أمر يزيد عند معاوية ."[2]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ اِس شرط پر صلح فرمائی تھی کہ امر خلافت اُن کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے ہوگا، پھر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی

---

[1] (الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر : ج ۱ ص ۳۹۱ ط دار الجيل بيروت لبنان)

[2] (البداية والنهاية لابن كثير : ۸ ص ۸۰ ط دار الفكر بيروت لبنان)

وفات ہوگئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید کے لئے امر
خلافت قوی ہوگیا۔(ترجمہ ختم)

اِس سے یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ پختہ قلبی عہد تھا کہ اُن کے بعد امر خلافت حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہی کے لئے ہوگا، لیکن بہ قضائے الٰہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اِس سے پہلے ہی وفات پا گئے، اِس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اپنے بعد یزید کو امر خلافت سپرد کرنے کا ارادہ قوی ہوگیا۔ گویا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اِس شرطِ صلح کا عہد بھی اپنی دلی رضا و رغبت سے وفاء کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات نے اُنہیں اِس شرطِ صلح کے ایفاء کا موقع ہی حاصل نہیں ہونے دیا۔

امرِ خلافت شوریٰ کے سپرد کرنے کی شرط ثابت نہیں!:

بہر حال انجینئر محمد علی مرزا کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ شرطِ صلح ذکر کرنا کہ وہ اپنے بعد کسی کو جانشین مقرر نہیں کریں گے، بلکہ اُمت کو خلیفہ کے انتخاب کے لئے شوریٰ پہ چھوڑیں گے" کسی بھی روایت سے ثابت نہیں۔ ہم انجینئر صاحب کے نشان دہی کردہ جملہ شروحِ حدیث و تاریخ کے حوالہ جات میں اِس شرط کو ڈھونڈا کہ ہوسکتا ہے کہ کہیں کوئی گری پڑی ہوئی روایت ہی مل جائے، لیکن یقین کیجئے کہ ہمیں کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں ملی جس میں اِس شرط کا ذکر ہو۔

بعض لوگوں نے شرائطِ صلح میں اِس شرط کا بھی اضافہ کیا ہے کہ "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت واپس حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف عود کر آئے گی" چناں چہ اِس بناء پر انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام بھی عائد کیا ہے کہ انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اِس مقصد کی خاطر "زہر" بھی دلوایا تھا، تاکہ حکومت ہمیشہ اُن کے خاندان میں باقی رہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاریخ کی اُمہات الکتب اور اُس کے قدیم، معتبر اور مستند مآخذ تاریخ طبری، تاریخ خلیفہ بن خیاط اور طبقات ابن سعد وغیرہ کے علاوہ بالخصوص قدیم ترین شیعہ مؤرخین

کی کتب ''الامامۃ والسیاسۃ'' و ''المعارف'' کلاھما لابن قتیبہ، و''الاخبار الطوال للدینوری'' اور ''تاریخ یعقوبی'' وغیرہ کی کسی بھی معتبر و مستند روایت سے مذکورہ بالا شرط کی تائید نہیں ہوتی۔

اِس تفصیل سے یہ چیز بہ خوبی سمجھ میں آجاتی ہے کہ مذکورہ بالا سُنی و شیعہ ہر دو مؤرخین کے ادوار تک شرائطِ صلح میں یہ شرط داخل نہیں تھی، بلکہ ایک مدت دراز کے بعد روافض نے یہ روایت اِس لئے وضع کی تاکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلوانے کے طعن والزام کے لئے اِس روایت کو سہارا بنایا جاسکے۔

اگر شرائطِ صلح کی مخالفت کی تو کبار صحابہؓ خاموش کیوں رہے؟:

اور دوسرے یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب اپنے دورِ حکومت میں ''استخلافِ یزید'' کا مسئلہ اُس دور کے صحابہ کرام (حضرت حسین بن علی، حضرت اسامہ بن زید، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت زید بن ثابت، حضرت سلمہ بن مخلد، حضرت ابو سعید خدری، حضرت رافع بن خدیج، حضرت ابو امامہ الباہلی اور حضرت انس بن مالک) رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام (حضرت مسور بن مخرمہ، حضرت عبد الرحمٰن بن الاسود بن عبد یغوث، حضرت سعید بن مسیب، اور حضرت عبد اللہ بن محیریز وغیر) رحمہم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش فرمایا تو اگرچہ اُن میں بعض اکابر حضرات (حضرت حسین بن علی، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر، اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم) نے اِس مسئلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا، لیکن اُن میں سے کسی ایک بزرگ نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اِس بات کا طعنہ و الزام نہیں دیا کہ آپ اپنی وفات کے بعد امر خلافت اپنے بیٹے یزید کے لئے ثابت کر رہے ہیں، حالاں کہ یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حق ہے، جو اُن کی وفات کے بعد اب اُن کی اولاد میں منتقل ہونا چاہیے!۔

انجینئر محمد علی مرزا کا الزام باطل ہے!:

بہرحال انجینئر محمد علی مرزا کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اِس دوسری شرطِ صلح کے عدم ایفاء کے الزام کے اثبات میں علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کی

کتاب ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی کتاب ''البدایہ والنہایہ'' کی عبارات سے خلافِ حقیقت اور غلط قسم کا استدلال کر کے اُن کے اِس سے پھر جانے اور وعدہ وفا نہ کرنے کا الزام لگانا بالکل باطل، مردود اور نا قابلِ اعتبار ہے۔

تیسری شرط کے عدمِ ایفاء کا الزام:

تیسرے نمبر پر ہم انجینئر محمد علی مرزا کی پیش کردہ تیسری شرط کو لیتے ہیں جس کے بارے میں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے تیسرے اِس شرط پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت سپرد کی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے لوگ (جو صلح کے بعد ہتھیار ڈال چکے ہیں) اُن کے خلاف کسی قسم کی انتقامی کارروائی نہیں جائے گی۔ مگر افسوس! اِس شرط کی پابندی ویسے نہ کی گئی جیسا کہ اُس کا حق تھا۔

ہم نے جب انجینئر محمد علی مرزا کی پیش کردہ اِس شرط کو اُن کی محولہ بالا چار کتب کے علاوہ اُمہات کتب تفسیر، شروحِ حدیث، کتب تاریخ اور کتب اسماء الرجال کے ذخیرہ میں تلاش کیا تو اُن کی یہ شرط ہمیں امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی کتاب ''تاریخ طبری'' میں اِن الفاظ کے ساتھ ملی:

" وأرسل معاوية الي قيس بن سعد يذكره الله ويقول علي طاعة من تقاتل وقد بايعني الذي أعطيته طاعتك فابي قيس أن يلين له حتي أرسل اليه معاوية بسجل قد ختم عليه في أسفله فقال اكتب في هذا السجل ماشئت فهو لك فقال عمرو لمعاوية لاتعطه هذا وقاتله فقال معاوية علي رسلك فانا لانخلص الي قتل هؤلاء حتي يقتلوا أعدادهم من أهل الشام فما خير العيش بعد ذلك واني والله لا أقاتله أبدا حتي لاأجد من قتاله بدا فلما بعث اليه معاوية بذلك السجل اشترط قيس فيه له ولشيعة

على الأمان على ما أصابوا من الدماء والأموال ولم يسأل معاوية في سجله ذلك مالا وأعطاه معاوية ما سأل فدخل قيس ومن معه في طاعته ."[1]

ترجمہ: اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی طرف (سفیر) روانہ فرمایا، اُن کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلائی اور دریافت فرمایا کہ کس کی اطاعت پر قتال کر رہے ہو؟ حالاں کہ جن لوگوں کی آپ اطاعت کر رہے ہیں اُنہوں نے میری اطاعت کر رکھی ہے۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے دب جانا پسند نہ کیا، یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کی طرف ایک سادہ کاغذ روانہ فرمایا جس پر اُس کے نچلے حصہ میں مہر لگی ہوئی تھی اور فرمایا کہ اِس سادے کاغذ میں آپ جو چاہیں لکھیں آپ کو ملے گا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اُنہیں یہ نہ عطا فرمائیں، بلکہ اُن سے قتال فرمائیں! تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رفق ونرمی اختیار کیجئے! ہم اُن کے قتل سے اُس وقت تک خلاصی نہیں پاسکتے یہاں کہ اہل شام میں سے بھی اتنے ہی افراد قتل نہ کئے جائیں۔ پھر اُس کے بعد زندگی کا مزہ ہی کیا ہے؟ اللہ کی قسم! حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے جب تک میں قتال کرنے میں لاچار نہ ہو جاؤں اُس وقت تک کبھی بھی اُن سے قتال نہیں کروں گا۔ پس جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی طرف یہ مہر لگا کاغذ روانہ فرما دیا تو حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اُس میں (گزشتہ لڑائیوں میں) لوگوں کے خون بہاو اتلافِ مال سے اپنے اور شیعانِ علیؓ کے لئے امان کی شرط لازم کر دی

[1] (تاريخ الطبري: ج ٥ ص ١٦٤ ط دار التراث بيروت لبنان)

اور اِس مہر لگے رقعہ میں اُنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مال کا
سوال نہیں کیا۔ چناں چہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کی شرط قبول
فرمائی، تو حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھی حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت میں داخل ہو گئے۔ (ترجمہ ختم)

مصالحت کے بعد شیعانِ علیؓ سے عدم انتقام کی شرط کا ثبوت موجود نہیں!:

انجینئر مرزا محمد علی کی اِس تیسری شرط کا ثبوت تو "تاریخ طبری" کی اِس روایت سے مل گیا ہے کہ "حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ کی جماعت کے لوگ (جو صلح کے بعد ہتھیار ڈال چکے ہیں) اُن کے خلاف کسی قسم کی انتقامی کارروائی نہیں جائے گی۔" لیکن ہمارا انجینئر محمد علی مرزا کو کھلا چیلنج ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اِس بات کا ثبوت اِس روایت سے تو کجا شروحِ حدیث، کتب تاریخ واسماء الرجال کی کسی ایک روایت سے بھی پیش نہیں کر سکتے، جس میں یہ لکھا ہو کہ اُنہوں نے اِس شرط کی ویسے پابندی نہیں کی جیسا کہ اُس کی پابندی کرنے کا حق تھا۔

" ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ "

لہٰذا انجینئر محمد علی مرزا کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اِس شرطِ صلح (کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جماعت کے لوگ (جو صلح کے بعد ہتھیار ڈال چکے ہیں) اُن کے خلاف کسی قسم کی انتقامی کارروائی نہیں جائے گی) کے عدم ایفاء کے الزام کے اثبات میں امام ابن طبری رحمہ اللہ کی کتاب "تاریخ طبری" کی عبارت سے ادھورا اور غلط استدلال کرنا انجینئر صاحب کی پُر فریب ریسرچ، اُن کی نیم علمی تحقیق اور اُن کی کور چشمی کا انتہائی واضح اور بیّن ثبوت ہے۔

چوتھی شرط کے عدم ایفاء کا الزام:

چوتھے نمبر پر ہم انجینئر محمد علی مرزا کی پیش کردہ چوتھی شرط کو لیتے ہیں جس کے بارے میں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے چوتھے اِس شرط پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت سپرد کی تھی کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خمس (مالِ غنیمت کا پانچواں

حصہ۔) جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مقرر کیا ہے) یہ دستور بنو عبد المطلب کو ملے گا، جیسا کہ خلفائے راشدین کے ادوار سے ملا آرہا ہے۔ مگر افسوس! اِس شرط کی پابندی ویسے نہ کی گئی جیسا کہ اُس کا حق تھا۔

ہم نے جب انجینئر محمد علی مرزا کی پیش کردہ اِس چوتھی شرط کو اُن کی محولہ بالا چار کتب کے علاوہ اُمہات کتب تفاسیر، شروحِ حدیث، کتب تاریخ وکتب اسماء الرجال بلکہ کتب شیعہ وسنی وشیعہ ویب سائٹس تک کو کھنگالا لیکن کسی ایک کتاب میں بھی کوئی ایک جی ہاں! کوئی ایک گری پڑی ایسی روایت ہماری نظر سے نہیں گزری، جس میں یہ تصریح یا اشارہ ہو کہ "آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خمس (مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مقرر کیا ہے) یہ دستور بنو عبد المطلب کو ملے گا، جیسا کہ خلفائے راشدین کے ادوار سے ملا آرہا ہے۔"

شرائطِ صلح میں آلِ نبی کے لئے خمس کی شرط موجود نہیں!:

لہٰذا انجینئر محمد علی مرزا کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اِس شرطِ صلح (کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خمس (مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مقرر کیا ہے) یہ دستور بنو عبد المطلب کو ملے گا، جیسا کہ خلفائے راشدین کے ادوار سے ملا آرہا ہے) کے عدم ایفاء کے الزام کے اثبات میں خدع وفریب پر مبنی بلا حوالہ وثبوت کے اپنا مکروہ دعویٰ دائر کرنا جہاں اُن کی شاطرانہ وعیارانہ انجینئر نگ بازی کا ثبوت دیتا ہے تو وہیں اُن کی بغض معاویہ میں ڈوبی ہوئی رافضیت گزیدگی کا بھی پتہ دیتا ہے۔

پانچویں شرط کے عدم ایفاء کا الزام:

پانچویں نمبر پر ہم انجینئر محمد علی مرزا کی پیش کردہ پانچویں شرط کو لیتے ہیں جس کے بارے میں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پانچویں اِس شرط پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت سپرد کی تھی کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر بنو اُمیہ کے منبروں سے ہونے والا سبّ وشتم کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر افسوس! اِس شرط کی پابندی ویسے نہ کی گئی جیسا کہ اُس کا حق تھا۔

ہم نے جب انجینئر محمد علی مرزا کی پیش کردہ اِس شرط کو اُن کی محولہ بالا چار کتب کے علاوہ اُمہات کتبِ تفسیر، شروحِ حدیث، کتب تاریخ اور کتب اسماء الرجال کے ذخیرہ میں تلاش کیا تو اُن کی یہ شرط ہمیں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی ''البدایہ والنہایہ'' میں اِن الفاظ کے ساتھ ملی:

" فاشترط ...... وأن لا يسب علي رضي الله عنه وهو يسمع فاذا فعل ذلک نزل عن الأمرة فيه ."[1]

ترجمہ: پس انہوں (حضرت حسن رضی اللہ) نے شرط رکھی ......اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''سب وشتم'' نہیں کیا جائے گا دراں حالے کہ وہ سن رہے ہوں۔ پس جب یہ کیا گیا تو اِس بارے میں وہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) امارت سے سبک دوش ہو جائیں گے۔

شرائطِ صلح میں سبِّ علی ختم کرانے کی شرط موجود نہیں!:

اِس روایت سے اتنی بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امر خلافت سونپتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ شرطِ صلح رکھی تھی کہ اُن کے دورِ حکومت میں اُن کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم نہیں کیا جائے گا، لیکن اِس سے یہ کسی بھی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ شرط رکھی کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بنو اُمیہ کے منبروں سے ہونے والا سب وشتم کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے گا'' اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کی اِس شرط کے ایفاء کا وعدہ کیا۔

حضرت معاویہؓ نے سبِّ علیؓ کی پاداش میں مروان کو معزول کیا!:

البتہ یہ بات تاریخی حقائق سے ثابت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعض متشدد اور غیر محتاط گورنر اُن کے دورِ حکومت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتے تھے۔ مروان بن حکم (جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں مدینہ منورہ کا گورنر تھا) اُس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنا صحیح اور حسن روایات سے ثابت ہے، اور پیچھے حافظ ذہبی رحمہ اللہ

---

[1] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ٨ ص ١٤ ط دار الفكر بيروت لبنان)

کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اِس جرم کی پاداش میں اُس کو مدینہ کی گورنری سے معزول فرمادیا تھا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔اور انہوں نے اُس وقت کے حالات کی نزاکت کے پیش نظر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اِس شرطِ صلح کا بھی پاس رکھا اور اُس کا کما حقہ ایفاء بھی کیا۔

لٰہذا انجینئر محمد علی مرزا کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اِس شرطِ صلح کہ (حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر بنو اُمیہ کے منبروں سے ہونے والا سب و شتم کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کردیا جائے گا) کی عدم ایفاء کے الزام کے اثبات میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی کتاب "البدایہ والنہایہ" کی عبارت میں قطع و برید کر کے اور اسے توڑ مروڑ کر اُس سے اپنے مکروہ عزائم کے اثبات کے لئے خلافِ حقیقت اور غلط استدلال کرنا انتہائی گھٹیا اور ناروا جسارت ہے۔

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو ظلماً قتل کرانے کا الزام

انجینئر محمد علی مرزا اپنے لیکچر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کے ظلماً قتل کرنے کا الزام لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اِس پورے کنٹیکس میں اب آپ کو وہ حدیث سمجھ میں آئے گی جو 'مسند امام احمد میں' موجود ہے "المستدرک للحاکم" کے اندر موجود ہے اور شعیب ارناؤط (جو "مسند امام احمد" کی تحکیم کرنے والے ہیں اُنہوں) نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام حاکم نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ بڑی ڈیٹیل حدیث ہے۔ اُس میں آتا ہے کہ حضرت معاویہ اپنے دور میں حضرت عائشہ سے ملنے کے لئے آئے۔ سیدہ عائشہ نے کہا کہ اے معاویہ! تجھے اللہ کا خوف نہیں آتا جو کچھ تو نے حجر ابن عدی اور اُن کے ساتھیوں کے ساتھ کیا؟'' حجر بن عدی شیعانِ علیؓ میں سے تھے۔ شروع کے مسلمانوں میں سے تھے۔ اُن کو حضرت معاویہ نے ظلماً شہید کروایا۔ وہ پوری ڈیٹیل آپ کو "مستدرک للحاکم" میں ایک پورا چیپٹر ہے حجر بن عدی کا ...... وہ تیرہ حدیثیں آپ پڑھیں آپ کے آنسو نہیں رکیں گے کہ کس ظلم کے ساتھ حجر ابن عدی کو قتل کروایا گیا۔ صرف اِس بات پہ کہ یہ (بنو اُمیہ) جمعہ کی نماز لیٹ کر دیتے تھے منبروں پہ سبّ و شتم حضرت علی پہ کرتے تھے اِس مخالفت کی وجہ سے۔ اور اِس شخص کی قبر وہاں پہ کھودی گئی جو علاقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور

میں حجر بن عدی نے فتح کیا......اور آخری وقت میں کہا گیا کہ بچت کی ایک صورت ہے کہ حضرت علی پہ لعنت کردو! چھوڑ دیں گے اُن کا پوری زندگی علی سے عشق تھا (تو وہ کہنے لگے کہ) اب موت کو دیکھ کے تو میں حضرت علی کے اوپر سب وشتم نہیں کرسکتا!"

انجینئر محمد علی مرزا نے مسند احمد کا غلط حوالہ پیش کیا!:

انجینئر محمد علی مرزا نے "مسند احمد" اور "مستدرک حاکم" کے حوالے سے جو حدیث اوپر ذکر کی ہے ہماری حتی الوسع معلوم کی حد تک یہ حدیث "مسند احمد" میں تو سرے سے ہے ہی نہیں البتہ "مستدرک حاکم" میں ہمیں یہ اِن الفاظ کے ساتھ ملی ہے:

" أخبرنا أبوبكر محمد بن عبد الله بن عتاب العبدي ببغداد ثنا أحمد بن عبيد الله النرسي ثنا عمرو بن عاصم الكلابي ثنا حماد بن سلمة عن علي بن زيد عن سعيد بن المسيب عن مروان بن الحكم قال دخلت مع معاوية على أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها فقالت يا معاوية قتلت حجرا و أصحابه و فعلت الذي فعلت ."[1]

ترجمہ: مروان بن حکم سے روایت ہے کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اے معاویہ! تم نے حجر بن عدی اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کیا اور تم نے کیا کچھ کیا۔ (ترجمہ ختم)

قتل حجر بن عدیؓ کے حوالے سے انجینئر صاحب کے الزامات:

علاوہ ازیں انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے لیکچر میں و ریسرچ پیپرز میں مستدرک حاکم کے حوالے سے حجر بن عدی سے متعلق تیرہ احادیث پر مشتمل ایک چیپٹر کا بھی حوالہ دیا ہے جس سے

---

[1] (المستدرك على الصحيحين للحاكم: ج ٣ ص ٥٣٤ ح ٥٩٨٤ ط دار الكتب العلمية بيروت)

انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ:

۱۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو ظلماً قتل کروایا ہے۔

۲۔قتل کرانے کی وجہ صرف یہ تھی کہ بنو اُمیہ جمعہ کی نماز لیٹ کر دیتے تھے اور منبروں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتے تھے اور یہ اُن کی مخالفت کرتے تھے۔

۳۔حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کے قتل کے معاملہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سخت نالاں تھیں۔

۴۔حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو آخری وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے کو کہا گیا۔

ذیل میں ہم سب سے پہلے ہم حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کا تعارف پیش کرتے ہیں کہ یہ کون تھے، کس قبیلے سے اُن کا تعلق تھا، کس مقام کے آدمی تھے اور کن نظریات کے حامل تھے؟ پھر اُس کے بعد اُن کے قتل کے حقیقی پس منظر، تہہ منظر اور پیش منظر کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا تا کہ اُن کے قتل کی صحیح اور اصلی نوعیت کا ادراک کیا جا سکے اور یہ بھی معلوم کیا جا سکے کہ اُن کے قتل کے پیچھے وہ کیا خاص دواعی ومحرکات اور اسباب کارفرما تھے جن کی پاداش میں اُنہیں گرفتار کیا گیا اور پھر اُن کو قتل کر دیا گیا؟

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کا تعارف:

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کوفہ کے قبیلہ ''کندہ'' کے سرداروں میں سے تھے، اُن کو ''حجر الخیر'' اور ''حجر ابن الادبر'' بھی کہا جاتا ہے۔

انجینئر محمد علی مرزا نے اُنہیں علی الاطلاق صحابی کہہ دیا ہے حالاں کہ اُن کی صحابیت و عدمِ صحابیت میں اختلاف ہے، بعض علماء نے اُنہیں صحابہ ﷺ میں شمار کیا ہے اور بعض نے تابعین میں۔

چناں چہ امام ابن سعد اور امام حاکم رحمہما اللہ نے علامہ مصعب الزبیری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ اپنے بھائی ہانی کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کے یہاں وفد بن کر حاضر ہوئے تھے۔ ۱ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو فضلائے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ ۲ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو صحبت حاصل ہے۔ ۳ یہی قول علامہ ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ ۴

تاہم امام بخاری، امام ابن ابی حاتم، امام ابن حبان، امام ابو حاتم اور خلیفہ ابن خیاط رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ حضرات نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ ۵ اسی طرح امام ابن سعد رحمہ اللہ نے اگرچہ ایک مقام پر اُن کو صحابہ میں شمار کیا ہے، لیکن دوسرے مقام پر اُن کو اہل کوفہ (تابعین) کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے۔ ۶

چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"وكذا ذكره ابن سعد في الطبقة الأولى من أهل الكوفة فاما أن يكون ظنه آخر واما أن يكون ذهل." ۷

ترجمہ: اور اسی طرح امام ابن سعد رحمہ اللہ نے اُن کا ذکر اہل کوفہ کے طبقہ اولیٰ میں کیا ہے، یا تو یہ اُن کا ظن آخر ہے اور یا یہ (اُن کا) تسامح ہے۔ (ترجمہ ختم)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام ابو احمد عسکری رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"اکثر محدثین کے نزدیک حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کی صحابیت ثابت نہیں ہے۔ ۸ چناں چہ ہم بھی حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے بقول جمہور محدثین کے قول کو اختیار کرتے ہوئے حضرت حجر بن

---

۱ (ألاصابة في تمييز الصحابة لابن حجر: ج ۲ ص ۲۳ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

۲ (ألاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر: ج ۳ ص ٤٦٢ ط دار الجيل بيروت لبنان)

۳ (سير أعلام النبلاء للذهبي: ج ۳ ص ٤٦٣ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

۴ (أسد الغابة في معرفة الصحابة لابن أثير الجزري: ج۱ ص ٦٩٧ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

۵ (ألاصابة في تمييز الصحابة لابن حجر: ج ۲ ص ۳۳ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

۶ (طبقات ابن سعد: ج ٦ ص ٢٤٢ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

۷ (ألاصابة في تمييز الصحابة لابن حجر: ج ۲ ص ۳۳ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

۸ (البداية والنهاية لابن كثير: ج ۸ ص ٥٠ ط دار الفكر بيروت لبنان)

عدی رحمہ اللہ کو تابعین میں شمار کرتے ہیں۔

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کا مقام:

بہر حال حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ ایک جلیل القدر ہستی اور ایک عظیم المرتبت بزرگ تھے جن کا شمار حامیانِ علیؓ میں سے ہوتا تھا، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص حامیوں میں سے تھے اور جنگ جمل اور جنگ صفین میں اُن کی طرف سے شریک رہ چکے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حلقہ میں وہ غیر معمولی احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔[1] اُن کے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں آج بھی کسی کو کلام نہیں، بلاشبہ اُن کی بزرگی و عبادت اور تقویٰ و طہارت پر آج بھی تمام تاریخی روایات متفق ہیں، اِس لئے اُن کی کردار کشی کسی صورت بھی نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ شرپسندوں کے نرغے میں:

یہ علیحدہ بات ہے کہ بدقسمتی سے اُن کے ساتھ کچھ غالی اور شرپسند قسم کے روافض لگ گئے تھے جو اُن کی شرافت و بزرگی سے انتہائی ناجائز اور غلط قسم کا فائدہ اُٹھا کر انہیں خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنا چاہتے تھے اور اُس کے ذریعے اُمت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کر کے اُس کا شیرازہ بکھیرنا چاہتے تھے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (التوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

"وقد التفت علي حجر جماعات من شيعة علي يتولون أمره ويشدون علي يده ويسبون معاوية ويتبرؤون منه."[2]

---

[1] (ألاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر: ج ۱ ص ۳۲۹ ط دار الجيل بيروت لبنان)
و(أسد الغابة في معرفة الصحابة لابن أثير الجزري: ج۱ ص ۶۹۷ ط دار الكتب العلمية بيروت)
و(ألاصابة في تمييز الصحابة لابن حجر: ج ۲ ص ۳۷ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)۔

ترجمہ: حضرت حجر رحمہ اللہ پر شیعانِ علیؓ کی کچھ جماعتیں لپٹ گئیں جواُن کے معاملہ کی ذمہ داری لیتی تھیں اور اُن کوتقویت پہنچاتی تھیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتی تھیں اور اُن سے برأت کا اظہار کرتی تھیں ۔(ترجمہ ختم)

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ کا حوالہ:

اسی طرح علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ (التوفی ۸۰۸ ھ) بھی لکھتے ہیں:

" فشهدوا كلهم أن حجرا جمع الجموع وأظهر شتم معاوية ."[1]

ترجمہ: پس اُن سب لوگوں نے گواہی دی کہ حجر بن عدی رحمہ اللہ نے متعدد جماعتیں جمع کررکھی ہیں اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت حجر بن عدیؒ کا حضرت معاویہؓ سے منقبض ہونا:

اِن روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کے بعض غالی اور فتنہ پرداز قسم کے روافض ایک مدت سے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کے کان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے حاکموں کے خلاف بھر رہے تھے اور اُنہیں اِن کے خلاف اُبھار رہے تھے یہاں تک کہ اُن کی طبیعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اِس قدر مکدر ہوگئی تھی کہ اب وہ مصالحت حسنؓ کے بعد اُن کی امارت پر کسی طرح راضی رہنا پسند نہیں کر سکتے تھے۔

علامہ دینوری رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ دینوری رحمہ اللہ (التوفی ۲۸۲ ھ) لکھتے ہیں:

" وكان أول من لقي الحسن بن علي رضي الله عنه فلمه على ما صنع ودعاه الي رد الحرب حجر ابن عدي فقال له يابن رسول الله صلى الله عليه وسلم لقددت

– (البداية والنهاية لابن كثير : ج ۸ ص ۵۰ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[1] (تاريخ ابن خلدون : ج ۳ ص ۱۵ ط دار الفكر بيروت لبنان)

أني مت قبل ما رأيت أخرجتنا من العدل الي الجور فتركنا الحق الذي كنا عليه ودخلنا في الباطل الذي نهرب منه وأعطينا الدنية من أنفسنا وقبلنا الخسيسة التي لم تلق بنا.“[۱]

ترجمہ: اور سب سے پہلے وہ شخص جنہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور انہیں اُس کام پر شرم دلائی جو انہوں نے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت کی صورت میں) کیا اور انہیں دوبارہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کی دعوت دی حجر بن عدیؒ تھے۔ انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (نواسے) بیٹے! میں چاہتا ہوں کہ یہ واقعہ دیکھنے سے پہلے ہی میں مر جاتا۔ تم نے ہمیں انصاف سے ظلم کی طرف نکالا تو ہم نے وہ حق ترک کر دیا جس پر ہم تھے اور ہم اُس باطل میں داخل ہو گئے جس سے ہم بھاگتے تھے۔ ہم نے خود اپنے آپ کو ذلت عطا کر لی اور ہم نے اُس پستی کو قبول کر لیا جو ہمارے لائق نہیں تھی۔ (ترجمہ ختم)

مصالحت حسنؓ سے انقباض اور اُس کے عذر سے عدم اطمینان:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کی یہ گفتگو سنی تو انہیں انتہائی شاق اور سخت ناگوار گزری، انہوں نے اُس کے جواب میں اپنی مصالحت کے یہ فوائد بیان کئے کہ میں نے دیکھا کہ اکثر لوگ صلح کے خواہش مند ہیں اور جنگ سے بیزار ہیں، تو میں نے انہیں اُن کی ناپسندیدہ چیز پر برافروختہ کرنا نہیں چاہا، بلکہ مصالحت کے ذریعے اِن لڑائیوں کو ایک مدت تک کے لئے ٹھنڈا کر دیا ہے۔

چناں چہ علامہ دینوری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۸۲ھ) لکھتے ہیں:

” فاشتد علي الحسن كلام حجر فقال له اني رأيت

[۱] (الأخبار الطوال للدينوري: ج ۱ ص ۲۲۰ ط دار الكتاب العربي القاهرة)

هوي عظم الناس في الصلح و كرهوا الحرب فلم احب أن احملهم علي مايكرهون فصالحت بقيا علي شيعتنا خاصة من القتل فرأيت دفع هذه الحروب الي يوم ما فان الله كل يوم هو في شأن ۔"[1]

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کا کلام سخت (ناگوار) گزرا، تو انہوں نے اُن سے فرمایا کہ میں نے لوگوں کی بڑی خواہش صلح میں دیکھی ہے اور (یہ دیکھا ہے کہ) وہ لوگ لڑائی کو ناپسند کرتے ہیں، اس لئے میں نے اُن کو (اُن کی) ناپسندیدہ بات پر برافروختہ کرنا پسند نہیں کیا اور میں نے اپنے ساتھیوں پر باقی رہتے ہوئے بالخصوص قتل (وقتال سے بچاؤ کی خاطر) صلح کرلی اور ایک دن (وقت) تک اِن لڑائیوں کو دُور کردیا ہے۔فان اللہ کل یوم ہو فی شان۔

حضرت حجر بن عدیؒ حضرت حسینؓ کی خدمت میں:

لیکن افسوس کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اِس جواب سے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو اطمینان نصیب نہیں ہوا اور انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر یہ شکوہ کیا کہ:

" أبا عبد الله شريتم الذل بالعز وقبلتم القليل وتركتم الكثير أطعنا اليوم و اعصنا الدهر دع الحسن وما رأيمن هذا الصلح و اجمع اليک شيعتک من اهل الكوفة وغيرها وولني و صاحبي هذه المقدمة فلايشعر ابن هند الا ونحن نقارعه بالسيوف ۔ "[2]

ترجمہ: اے ابوعبداللہ! تم نے عزت کے بدلے ذلت خریدلی

---

[1] (الأخبار الطوال للدينوري : ج ۱ ص ۲۲۰ ط دار الكتاب العربي القاهرة)

[2] (الأخبار الطوال للدينوري : ج ۱ ص ۲۲۰ ط دار الكتاب العربي القاهرة)

تم نے تھوڑے کو قبول کرلیا اور تم نے زیادہ کو چھوڑ دیا، آج کے دن ہماری بات مان لو، اور پوری زندگی نہ ماننا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اور جو انہوں نے یہ صلح کرلی ہے اُس کو چھوڑو! تم کوفہ وغیرہ سے اپنے حامیوں کو جمع کرلو اور یہ مقدمہ میرے اور میرے ساتھیوں کے سپرد کردو، ہند کے بیٹے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کو ہمارا پتہ صرف اُس وقت چلے گا جب ہم تلواروں سے اُس کے خلاف لڑائی کررہے ہوں گے۔

حضرت حسینؓ کا حضرت معاویہؓ کی بیعت نہ توڑنے کا عزم:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو یہ جواب دیا کہ:

"انا قد بايعنا وعاهدنا ولا سبيل الي نقض عهدنا." [1]

ترجمہ: بے شک ہم نے بیعت کرلی ہے اور ہم نے معاہدہ کرلیا ہے اور ہمارے عہد کے توڑنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ (ترجمہ ختم)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو جب یہ جواب ملا تو وہ کوفہ میں جا کر اقامت پذیر ہوگئے، لیکن کوفہ جو اُس وقت فتنہ پرداز قسم کے غالی سبائیوں کا مرکز تھا، جو بہ ظاہر محبت اہل بیت کے دعوے دار تھے، لیکن درحقیقت وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا پایہ تخت اُلٹنا چاہتے تھے۔ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ بھی اِس فتنہ باز سبائی گروہ کی شرپسندیوں اور فتنہ پروریوں کے اثرات سے شدید متاثر بلکہ ایک قسم کے مغلوب الحال تھے، اِس لئے غیر ارادی طور پر اُن کے نظریات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت اور اُن کے گورنروں کے خلاف خاصا تصلّب واقع ہوگیا تھا۔

حضرت معاویہؓ اور حضرات حسنینؓ کے باہمی تعلقات:

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرچکے تھے اور اسے کسی قیمت پر توڑنے کے لئے تیار نہ تھے، اِدھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے

[1] (الأخبار الطوال للدينوري: ج ۱ ص ۲۲۰ ط دار الكتاب العربي القاهرة)

تاثرات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ تھے کہ جب تک میں زندہ رہوں گا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کسی مصیبت اور تکلیف میں مبتلا نہیں ہونے دیں گے۔

چناں چہ علامہ دینوری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۸۲ھ) لکھتے ہیں:

" مادام معاوية حيا فلن يحدث الله به حدثا و أنا حي ." [۱]

ترجمہ: میرے زندہ رہنے کی حالت میں جب تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زندہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ہرگز اُن پر کوئی نئی آفت نہیں بھیجے گا۔ (ترجمہ ختم)

اور اُدھر دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے ساتھ یہ تھا کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی میں کبھی اُن کی طرف سے کوئی برائی نہیں دیکھی۔

چناں چہ علامہ دینوری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۸۲ھ) ہی لکھتے ہیں:

" لم ير حسن ولا الحسين طول حياة معاوية منه سوءً في أنفسهما ولا مكروها و لاقطع عنهما شيئا مما كان شرط لهما و لاتغير لهما عن بر ." [۲]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اُن کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں اُٹھانی پڑی اور نہ انہوں نے اُن کی طرف سے اپنے بارے میں کوئی بری بات دیکھی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے جو عہد کئے تھے اُن میں سے کسی کو نہیں توڑا اور نہ ہی اُن کے ساتھ حسن سلوک کی روش میں کوئی تغیر واقع ہونے دیا۔ (ترجمہ ختم)

---

[۱] (ألأخبار الطوال للدينوري : ج ۱ ص ۲۲۲ ط دار الكتاب العربي القاهرة)

[۲] (ألأخبار الطوال للدينوري : ج ۱ ص ۲۲۵ ط دار الكتاب العربي القاهرة)

حضرت معاویہؓ اور حضرات حسنینؓ کے تعلقات سبائیوں کی نظر میں:

حضرات حسنین اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے مابین یہ معاہدہ سازشی گروہ کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تو ویسے بھی وہ لوگ بیزار تھے ہی لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے بھی خوش نہیں تھے۔ چناں چہ اُن میں سے ایک آدمی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اِن الفاظ سے پکارا:

"یا مذل المؤمنین ." [1]

ترجمہ: اُوئے مؤمنین کو ذلیل کرنے والے!

اہل کوفہ کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام خط:

چناں چہ ۵۰ھ میں جب حضرت حسن رضی اللہ کی وفات ہوگئی تو یہ سازشی گروہ "حب علیؓ" کے نام سے دوبارہ پر پُرزے نکالنے لگا، اور اُن میں سے ایک شخص جعدہ بن ہبیرہ مخزومی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

"فان من قبلنامن شيعتک متطلعة أنفسهم اليک لايعدلون بک أحدا وقد کانوا عرفوا رأي الحسن أخيک في دفع الحرب وعرفوک باللين لأوليائک والغلظة علي أعدائک والشدة في أمر الله فان کنت تحب أن تطلب هذا الأمر فاقدم الينا فقد وطنا أنفسنا علي الموت معک ." [2]

ترجمہ: ہمارے یہاں آپ کے شیعوں (حامیوں) کی نگاہیں آپ پر لگی ہوئی ہیں، وہ آپ کے ہم سر کسی کو نہیں سمجھتے، یہ لوگ جنگ کے دفع کرنے میں آپ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی رائے سے واقف ہیں اور اِس سے بھی واقف ہیں کہ آپ اپنے دوستوں کے

---

[1] (مصنف بن أبي شيبة : ج ٧ ص ٤٧٦ ح ٣٧٣٥٧ ط مکتبة الرشد الرياض السعودية) و (المستدرك علي الصحيحين للحاكم: ج ٣ ص ١٩٢ ح ٤٨١٢ ط دار الكتب العلمية بيروت)

[2] (الأخبار الطوال للدينوري: ج ١ ص ٢٢١ ط دار الكتاب العربي القاهرة)

لئے نرم ہیں اور اپنے دشمنوں کے خلاف سخت ہیں اور تعالیٰ کے معاملہ میں اٹل ہیں، سو اگر آپ اِس امر (خلافت) کو طلب کرنا پسند کرتے ہیں تو ہمارے یہاں تشریف لائیے، کیوں کہ ہم لوگ آپ کے ساتھ موت پر اپنی جانوں کو تیار کر چکے ہیں۔ (ترجمہ ختم)

حضرت حسینؓ کا جواب میں حضرت معاویہؓ کی حمایت کا اعلان:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بدستور اپنے عہد پر قائم رہے اور اُن کی اِس جذباتی سوچ کو ختم کرنے کی کوشش میں اُن کے جواب میں فرمایا کہ:

"اما أخي فارجو أن يكون الله قد وفقه وسدده فيما يأتي وأما أنا فليس رأيي اليوم ذلك فالصقوا رحمكم الله بالأرض وأكمنوا في البيوت واحترسوا من الظنة مادام معاوية حيا فلن يحدث الله به حدثا وأنا حي كتبت اليكم برأيي والسلام." ع

ترجمہ: جہاں تک میرے بھائی کی بات ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے اُمید کرتا ہوں اسی نے اُن کو توفیق دی تھی اور وہ اپنے اقدام میں دُرست تھے، اور جہاں تک میری بات ہے تو میری بھی یہ رائے نہیں ہے (جو تم پیش کر رہے ہو) لہٰذا تم لوگ زمین کے ساتھ چمٹے رہو (اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے) اور گھروں میں چھپے رہو، اور اِس گمان سے بچ کر رہو، میرے زندہ رہنے کی حالت میں جب تک حضرت معاویہؓ زندہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ہرگز اُن پر کوئی نئی آفت نہیں بھیجے گا۔ میں نے اپنی رائے تمہاری طرف لکھ دی۔

والسلام

ع (الأخبار الطوال للدينوري: ج ۱ ص ۲۲۱، ۲۲۲ ط دار الكتاب العربي القاهرة)

احتجاجی تحریک کا آغاز:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اِس دوٹوک جواب پر سبائیوں میں ہل چل مچ گئی اور انہوں نے حکومت مخالف تحریک کا باقاعدہ آغاز کر دیا، اور اُس کے بعد انہوں نے کھلم کھلا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کرنا شروع کر دیا، اُن کے خلاف ظالمانہ باتیں کرنے لگے، اُمراء پر نکتہ چینی کرنے لگے، اُن کی تردید میں سرعت دکھانے لگے، اِس معاملے میں غلو کرنے لگے، حامیانِ علی سے دوستی کی پینگیں بڑھانے لگے اور دین (کے معاملے) میں تشدد دکھانے لگے۔[1]

حضرت حجر بن عدیؒ کی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے خلاف شورش:

اُس وقت کوفہ کے گورنر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے، چناں چہ ایک مرتبہ وہ نمازِ جمعہ کے خطبہ میں حسبِ معمول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دُعاء اور اُن کے قاتلوں کے خلاف بددُعاء کر رہے تھے کہ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کھڑے ہو گئے اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ایسا زوردار نعرہ لگایا کہ مسجد کے اندر اور باہر سب لوگوں نے سنا اور پھر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا:

"انک لاتدري بمن تولع من هرمک ايها الانسان مرلنا بارزاقنا أعطياتنا فانک قد حبستها عنا وليس ذلک لک ولم يکن يطمع في ذلک من کان قبلک وقد أصبحت مولعا بذم أمير المؤمنين وتقريظ المجرمين۔"[2]

ترجمہ: او ئے انسان! تو اپنے بڑھاپے کے سبب یہ بھی نہیں جانتا کہ تو کس کی محبت میں وارفتہ ہوا جا رہا ہے، ہمارے وظائف کی

---

[1] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ٨ ص ٥٤ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] (تاريخ الطبري: ج ٥ ص ٢٥٥،٢٥٤ ط دار التراث بيروت لبنان)

ادائیگی کا حکم جاری کر! کیوں کہ تو نے ہی اُن کو ہم سے روک رکھا ہے،
حالاں کہ تجھے اِس کا حق نہیں ہے۔ اور تجھ سے پہلے گورنر اس میں طمع نہیں
کرتے تھے۔ اور تو امیر المؤمنین (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کی
مذمت اور مجرموں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی مدح کرنے لگ گیا
ہے۔ (ترجمہ ختم)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا تحمل و بردباری:

لیکن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو کچھ نہیں کہا، احباب نے اصرار کیا کہ ایسے شخص کو تنبیہ کیے بغیر چھوڑنا مناسب نہیں، مگر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نہایت ہی متحمل مزاج کے مالک تھے، اُنہوں نے فرمایا کہ: "میں خطا کار سے درگزر کرنے والا ہوں!" اور وہ گھر تشریف لے گئے۔

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کی شورش اور زیاد کی اُن کو وارننگ:

۵۰ھ میں جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کی جگہ زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ ایک مرتبہ زیاد نے بھی جب خطبہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان کی اور اُن کے قاتلوں پر لعنت بھیجی تو اُس پر بھی حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ اپنی سابقہ رَوِش کے مطابق کھڑے ہو گئے اور جو باتیں اُنہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کہی تھیں وہی باتیں زیاد سے بھی کہہ ڈالیں، زیاد نے اُس وقت تو اُنہیں کچھ نہیں کہا[1] البتہ اُن کو بعد میں تنہائی میں بلایا اور کہا:

"املک علیک لسانک ولیسعک منزلک
وھذا سریري فھو مجلسک وحوائجک مقضیة لدي

---

[1] (تاریخ الطبري: ج ۵ ص ۲۵۶ ط دار التراث بیروت لبنان) و (تاریخ ابن خلدون: ج ۳ ص ۱۶ ط دار الفکر بیروت لبنان) و (الکامل فی التاریخ لابن أثیر الجزري: ج ۳ ص ۸۳ ط دار الکتاب العربي بیروت لبنان) و (البدایة والنھایة لابن کثیر: ج ۸ ص ۵۱ ط دار الفکر بیروت)

فاكفني نفسك فاني أعرف عجلتك فأنشدك الله يا أبا عبد الرحمان في نفسك واياك وهذه السفلة وهؤلاء السفهاء أن يستزلوك عن رأيك فانك لو هنت علي أو استخففت بحقك لم أخصك بهذا من نفسي."[1]

ترجمہ: اپنی زبان کو قابو میں رکھیے اور اپنے گھر کو اپنے لئے کشادہ سمجھئے اور یہ میرا تخت آپ کی نشست ہے، آپ کی تمام ضروریات کا پورا کرنا میرے ذمہ ہے، لہٰذا آپ اپنے معاملے میں مجھے مطمئن کیجئے، کیوں کہ آپ کی عجلت پسندی سے میں واقف ہوں! اے ابوعبد الرحمٰن! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اِن نچلے درجہ کے کمینوں اور بے وقوف لوگوں سے بچیئے کہ کہیں یہ لوگ تمہیں تمہاری رائے سے پھسلا ہی نہ دیں! لہٰذا اب اگر آپ کی قدر ومنزلت میری نگاہ میں کم ہوئی یا میں نے آپ کے حق میں استخفاف سے کام لیا تو یہ میری طرف سے نہیں ہوگی۔ (ترجمہ ختم)

سبائیوں کا شورش پسندانہ مشورہ:

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں سمجھ گیا، پھر وہ اپنے گھر چلے گئے، تو اُن کے پاس اُن کے شیعہ دوست آئے اور پوچھنے لگے کہ امیر نے تمہیں کیا کہا ہے؟ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ نے کہا کہ امیر نے مجھے یہ یہ کہا ہے۔ اور ساری بات اُن کو بتادی، اِس پر اُن کے شیعہ دوستوں نے کہا کہ اُس نے تمہاری کی خیر خواہی کی بات نہیں کی۔[2]

زیاد کے بصرہ جاتے ہوئے حضرت حجر بن عدیؓ کو قتل کی وارننگ:

اِس کے بعد زیاد جب کوفہ سے بصرہ جانے لگا تو اُس نے کوفہ میں حضرت عمرو بن

---

[1] (طبقات ابن سعد: ج ٦ ص ٢٤٢ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[2] (طبقات ابن سعد: ج ٦ ص ٢٤٢ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

حریث رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو اپنے ساتھ بصرہ جانے کی دعوت دی، تا کہ پیچھے کوئی نیا فتنہ سر نہ اُٹھالے۔ لیکن حجر بن عدی نے اپنا یہ عذر بیان کیا کہ: "میں بیمار ہوں" اور ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اِس پر زیاد نے جھلا کر کہا کہ تم دین، قلب اور عقل غرض ہر لحاظ سے بیمار ہو۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے (پیچھے) کوئی ہنگامہ بپا کیا تو میں تمہیں قتل کرنے کی کوشش کروں گا۔" یہ کہہ کر زیاد بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ [1]

حضرت عمر بن حریث رضی اللہ عنہ کا زیاد کو خط:

زیاد کے چلے جانے کے بعد شیعہ حضرات نے حجر بن عدی رحمہ اللہ کے پاس بہ کثرت آنا جانا شروع کر دیا اور اُن سے کہنے لگے کہ:

" انک شیخنا و أحق الناس بانکار ھذا الأمر ." [2]

ترجمہ: آپ ہمارے شیخ ہیں اور اِس (یعنی خلافت معاویہؓ) کے معاملے کے انکار کے تمام لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں۔ (ترجمہ ختم)

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ جب مسجد کی طرف جانے لگتے تو یہ لوگ بھی اُن کے ساتھ چل دیتے، حضرت عمر بن حریث رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو انہوں نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کی طرف پیغام بھیجا کہ اے ابو عبد الرحمٰن! تمہیں معلوم ہے کہ تم امیر (زیاد) سے اپنے بارے میں عہد کر چکے ہو تو پھر یہ جماعت (تمہارے ساتھ) کیسی ہے؟ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ نے قاصد سے کہا کہ جن چیزوں میں تم مبتلا ہو اُن کا تم انکار کرتے ہو، پیچھے ہٹو! تمہاری خیریت اسی میں ہے۔

اِس پر حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے زیاد کو لکھا کہ اگر تمہیں کوفہ کی ضرورت ہے تو پھر جلدی کرو! (اور یہاں آؤ!)" [3]

---

[1] (البدایة والنهایة لابن کثیر: ج ۸ ص ۵۱ ط دار الفکر بیروت لبنان)

[2] (طبقات ابن سعد: ج ٦ ص ٢٤٢ ط دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

[3] (طبقات ابن سعد: ج ٦ ص ٢٤٢ ط دار الکتب العلمیة بیروت لبنان) و (البدایة والنهایة لابن کثیر: ج ۸ ص ۵۳ ط دار الفکر بیروت لبنان)

زیاد کا حضرت حجر اور اُن کے ساتھیوں سے سختی سے نمٹنے کا فیصلہ:

زیاد کو جب اِس بات کی اطلاع ملی کہ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کے پاس شیعانِ علیؓ جمع ہوتے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر علی الاعلان لعنت کرتے ہیں اور اُن سے برأت کا اظہار کرتے ہیں اور انہوں نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ پر پتھر بھی برسائے ہیں۔ [1] تو وہ نہایت برق رفتاری سے کوفہ پہنچا اور اُس نے وہاں کے کبار صحابہ (حضرت عدی بن حاتم، حضرت جریر بن عبداللہ البجلی، حضرت خالد بن عرفطہ الازدی) رضی اللہ عنہم اور کوفہ کے بعض دوسرے شرفاء کو بلایا اور اُن سے کہا کہ تم جا کر حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو (اِتمامِ حجت کے طور پر) سمجھاؤ اور اُن کو اِس جماعت سے روکو! اور اُن سے کہو کہ وہ جو باتیں کہتے ہیں اُن سے اپنی زبان قابو میں رکھیں۔

چناں چہ یہ حضرات وہاں سے اُٹھے اور زیاد کے پاس آ کر حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کی کچھ باتیں بتائیں اور کچھ باتیں چھپالیں اور اُن کا معاملہ اچھے انداز سے پیش کیا اور زیاد سے اُن پر نرمی کرنے کی درخواست کیا تو زیاد نے جواب میں کہا کہ اگر میں اَب اُن کے ساتھ نرمی کروں تو میں ابوسفیان کا بیٹا نہیں ہوں۔" [2]

حضرت حجرؒ اور اُن کے ساتھیوں کے متعلق زیاد کا خطبہ:

اِس کے بعد زیاد نے جمعہ کے دن کوفہ میں برسرِ مجمع حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ اور اُن کے ساتھیوں کی موجودگی میں ایک خطبہ دیا جس میں کہا:

" اما بعد فان غب البغي وخيم أن هؤلاء جموا

فأشروا وأمنوني فاجترؤوا علي وأيم الله لئن لم تستقيموا

---

[1] (الكامل في التاريخ لابن أثير الجزري: ج ۳ ص ۷۰ ط دار الكتاب العربي بيروت لبنان) و (تاريخ ابن خلدون: ج ۳ ص ۱۳ ط دار الفكر بيروت لبنان) و (البداية والنهاية لابن كثير: ج ۸ ص ۵۰ ط دار الفكر بيروت)

[2] (طبقات ابن سعد: ج٦ ص٢٤٢ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (البداية والنهاية لابن كثير: ج ۸ ص ۵۳ ط دار الفكر بيروت لبنان)

أداوينكم بدوائكم وقال ما أنا بشيئٍ ان لم لمنع باحة الكوفة من حجر وأدعه نكالا لمن بعده ."[1]

ترجمہ: امابعد! یاد رکھئے کہ ظلم اور بغاوت کا انجام انتہائی برا ہے۔ یہ لوگ (حجر بن عدی اور اُن کے ساتھی) جتھہ بنا کر بہت مغرور ہو گئے ہیں، انہوں نے مجھے اپنے حق میں بے ضرر پایا تو مجھ پر جرأت کرنے لگے۔ اللہ کی قسم! اگر تم سیدھے نہ ہوئے تو میں تمہارا علاج اُسی دوا سے کروں گا جو تمہارے لائق ہے۔ اور اگر میں کوفہ کی زمین کو حجر بن عدی سے محفوظ نہ کر دوں اور اُس کو آنے والوں کے لئے سامانِ عبرت نہ بنادوں تو میں بھی کوئی چیز نہیں۔ (ترجمہ ختم)

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کا زیاد پر کنکریاں پھینکنا:

اِس پر حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ نے کنکریوں سے ایک مٹھی بھری اور زیاد پر دے ماری اور کہا:

"كذبت عليك لعنة الله "[2]

ترجمہ: جھوٹ بکتا ہے، تجھ پر اللہ کی لعنت ہو!

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب زیاد نے خطبہ دیا تو اُس کو لمبا کر دیا اور نماز میں تاخیر کر دی تو حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ نے اُس سے کہا کہ: "نماز کا وقت ہو گیا" لیکن وہ پھر بھی خطبہ دیتا رہا، پھر جب حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو نماز فوت ہو جانے کا خوف ہوا تو انہوں نے کنکریوں سے مٹھی بھری (اور زیاد پر دے ماری) اور نماز کا اعلان کر دیا، اِس پر اور لوگ بھی اُن کے ساتھ جوش میں آگئے، زیاد نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو وہ منبر سے نیچے اترا اور لوگوں کو نماز پڑھائی

---

[1] (تاريخ الطبري: ج ٥ ص ٢٥٦ ط دار التراث بيروت لبنان) و (الكامل في التاريخ لابن اثير الجزري: ج ٣ ص ٧٠ ط دار الكتاب العربي بيروت لبنان) و (البداية والنهاية لابن كثير: ج ٨ ص ٥١ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ٨ ص ٥١ ط دار الفكر بيروت لبنان)

نماز پڑھا کر جب وہ لوٹا تو اُس نے حجر بن عدی کے تمام حالات تفصیل سے لکھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیئے، جس کے جواب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ لکھا کہ انہیں زنجیروں میں جکڑ کر میرے پاس بھیج دیں۔[1]

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کے وارنٹ گرفتاری:

چناں چہ زیاد نے اپنے امیر شرطہ (پولیس سپرنٹنڈنٹ) شداد بن الہیثم کو حجر بن عدی کی طرف روانہ کیا اور اُس کے ساتھ اُس کی پولیس بھی تھی کہ حجر بن عدی سے کہیے کہ امیر تمہیں طلب کر رہے ہیں، لیکن حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ نے امیر زیاد کے پاس حاضر ہونے سے انکار کر دیا اور اُن کے دفاع کے لئے اُن کے ساتھی کھڑے ہو گئے۔ چناں چہ پولیس سپرنٹنڈنٹ واپس آ گیا اور اُس نے زیاد کو صورتِ حال سے آگاہ کیا تو زیاد نے قبائل کی جماعتوں کو اُٹھایا اور وہ پولیس سپرنٹنڈنٹ کے ساتھ حجر بن عدی اور اُن کی ساتھیوں کی طرف گئے تو اُن کے درمیان پتھروں اور لاٹھیوں سے لڑائی ہوئی، اور زیاد کی فوج کمزور پڑ گئی۔[2]

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کی رُوپوشی:

اُدھر دوسری طرف حجر بن عدی جائے واردات سے فرار ہو کر کندہ کے محلے میں پہنچ گئے جہاں اُن کی قوم کے لوگ آباد تھے تو انہوں نے اپنی قوم سے مدد لی اور انہیں جنگ پر آمادہ کر لیا، زیاد کو جب اُن کی مخبری ہوئی تو اُس نے کوفہ کے دوسرے باشندوں کو "کندہ" پر چڑھائی کے لئے بھیج دیا اور وہاں بھی سخت جنگ ہوئی لیکن حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ وہاں سے بھی فرار ہو کر کہیں اور روپوش ہو گئے، جب کچھ عرصہ تک اُن کی گرفتاری عمل میں نہ آ سکی تو زیاد نے محمد بن الاشعث کو بلا کر اُن سے کہا کہ اگر تم نے تین دن کے اندر اندر حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو تلاش کر کے پہنچا دیا تو ٹھیک ورنہ تمہاری خیر نہیں، چناں چہ محمد بن الاشعث سواروں کی ایک جماعت لے کر حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کی تلاش میں نکلے، یہاں تک کہ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ

---

[1] (التاريخ الطبري: ج ٥ ص ٢٥٦ ط دار التراث العربي بيروت) و (الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ج ١ ص ٣٢٩ ط دار الجيل بيروت لبنان)

[2] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ٨ ص ٥١ ط دار الفكر بيروت لبنان)

نے خود ہی اِس شرط پر اپنے آپ کو پیش کر دیا کہ: ”زیاد مجھے قتل نہیں کرے گا بلکہ مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچایا جائے گا“ زیاد نے اِس کی ضمانت دی تو حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ نے خود ہی اپنی گرفتاری دے دی، چناں چہ زیاد نے اُنہیں گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔[1]

حضرت حجر رحمہ اللہ کی گرفتاری اور اُن کے مقدمۂ بغاوت پر شہادتیں:

اِس طرح حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ تو گرفتار ہو گئے، لیکن اُن کے دوسرے ساتھی جو اِس فتنے کے اصل محرک تھے وہ بدستور رُو پوش رہے۔

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کی گرفتاری کے بعد سب سے پہلے زیاد نے اُن کی بغاوت کا ثبوت پیش کرنا ضروری سمجھا، چناں چہ اِس کام کے لئے پہلے اُس نے کوفہ کے چار سرداروں (حضرت عمرو بن حریث، حضرت خالد بن عرفطہ، حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ، اور حضرت قیس بن الولید کو جمع کیا اور اُن سے کہا:

” اشهدوا علي حجر بما رأيتم منه .“[2]

ترجمہ: حجر کے بارے میں جو کچھ تم نے دیکھا ہے اُس پر گواہی پیش کرو!

چناں چہ اُن چاروں حضرات نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کے متعلق یہ گواہی دی کہ:

” ان حجرا جمع اليه الجموع و أظهر شتم الخليفة ودعا الي حرب أمير المؤمنين وزعم ان هذا الأمر لا يصلح الا في آل أبي طالب ووثب بالمصر وأخرج عامل أمير المؤمنين وأظهر عذر أبي تراب والترحم عليه والبرائة من عدوه وأهل حربه وأن هؤلاء النفر الذين معه هم رؤوس

---

[1] (تاريخ الطبري : ج ٥ ص ٢٦٤ ط دار التراث بيروت لبنان) و (تاريخ دمشق : ج ١٢ ص ٢١٦ ط دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت لبنان)

[2] (تاريخ الطبري : ج ٥ ص ٢٦٨ ط دار التراث بيروت لبنان)

أصحابه وعلي مثل رأيه وأمره ."[1]

ترجمہ: حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ نے اپنے گرد بہت ساری جماعتیں جمع کرلی ہیں اور انہوں نے علانیہ خلیفہ پر سبّ وشتم کیا ہے اور امیر المؤمنین کے خلاف لڑائی کی دعوت دی ہے اور اُن کا نظریہ یہ ہے کہ یہ امر (خلافت) آلِ ابی طالب ہی میں رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور انہوں نے مصر میں ہنگامہ بپا کیا ہے اور امیر المؤمنین کے گورنر کو نکال باہر کیا ہے، اور وہ ابوتراب رضی اللہ عنہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو معذور سمجھتے ہیں اور اُن پر رحمت بھیجتے ہیں اور اُن کے دشمنوں سے اور اُن کے ساتھ لڑائی کرنے والوں سے برأت کا اظہار کرتے ہیں اور یہ کہ جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وہ اُن کے ساتھیوں کے سرگروہ ہیں جو اُن ہی کی مثل رائے رکھتے ہیں۔ (ترجمہ ختم)

اِس کے بعد زیاد نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ اور اُن کے ساتھیوں کے خلاف شہادتیں قلم بند کروائیں، اور کوفہ کے مذکورہ چار سرداروں کے علاوہ مزید وہاں کے ستر شرفاء کو جمع کیا، اور اُن کے سامنے مذکورہ بالا گواہی پڑھ کر سنائی اور کہا کہ جو لوگ اِس گواہی میں شریک ہونا چاہیں وہ اپنا اپنا نام لکھوادیں، چناں چہ کوفہ کے ستر افراد نے اپنے اپنے نام لکھوائے، لیکن زیاد نے کہا کہ اِن میں سے صرف وہ نام باقی رکھے جائیں جو اپنی دین داری اور حسب ونسب کے اعتبار سے معروف ہوں، چناں چہ چوالیس نام لکھے گئے اور باقی چھبیس نام حذف کردیئے گئے۔[2]

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کی بغاوت پر صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کی شہادتیں:

جن چوالیس شرفائے کوفہ کے نام لکھے گئے اُن میں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام یہ ہیں: حضرت

---

[1] (تاريخ الطبري: ج ٥ ص ٢٦٨ ط دار التراث بيروت لبنان) و (الكامل في التاريخ لابن أثير الجزري: ج ٣ ص ٧٨ ط دار الكتاب العربي لبنان)

[2] (تاريخ الطبري: ج ٥ ص ٢٦٨ ط دار التراث بيروت لبنان)

عمرو بن حریثؓ، حضرت خالد بن عرفطہ ازدیؓ، حضرت وائل بن حجرؓ، حضرت کثیر بن شہابؓ رضی اللہ عنہم۔ اور تابعین کے نام یہ ہیں: حضرت موسیٰ بن طلحہؒ، حضرت اسحاق بن طلحہؒ، حضرت اسماعیل بن طلحہؒ (یہ تینوں حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں) حضرت منذر بن زبیر، حضرت ثابت بن ربعی، حضرت ابو بردہؒ، قیس بن ابوالولید رحمہم اللہ تعالیٰ۔ علاوہ ازیں زیاد نے مختار بن ابی عبید اور حضرت عروہ بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھی گواہی کے لئے بلایا لیکن وہ دونوں حضرات نہیں آئے اور انہوں نے انکار کر دیا تو زیاد نے انہیں کچھ نہیں کہا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت گواہوں سے گواہی لینے پر جبر نہیں کیا گیا تھا۔[1]

حضرت حجر بن عدیؒ کی حضرت معاویہؓ کے سامنے پیشی اور زیاد کا خط:

اِس طرح زیاد نے شرعی اُصول کے مطابق مختلف گواہوں کی گواہیوں کا یہ صحیفہ مرتب کر کے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ اور اُن کے بارہ ساتھیوں کو حضرت وائل بن حجر اور حضرت کثیر بن شہاب رضی اللہ عنہما کی تحویل میں دیا اور ساتھ ہی مذکورہ ستر شاہدین میں سے بعض افراد کو بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے براہِ راست شہادت پیش کرنے کے لئے دمشق بھیج دیا اور ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

> "اللہ تعالیٰ نے امیر المؤمنین سے بلا دُور کر کے احسان فرمایا، اُن کے دشمنوں کو زیر کر دیا، اِن ترابی و سبائی سرکشوں نے امیر المؤمنین کے خلاف بغاوت کی اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالا اور ہمارے خلاف جنگ ٹھان لی تھی، اللہ نے ہمیں اُن پر غلبہ عطاء فرمایا اور ہمیں اُن پر قابو دے دیا، میں نے شہر کے چیدہ معزز، اشراف، معمر اور بزرگ افراد کو بلایا، اُنہوں نے جو کچھ باغیوں کو کرتے ہوئے دیکھا اُن کے خلاف گواہی دی، میں نے اُن کو امیر المؤمنین کے پاس بھیج دیا ہے، اور اہل شہر کے معزز اور صالح لوگوں کی گواہی میں نے اپنے اِس خط کے نیچے لکھ دی

[1] (تاريخ الطبري: ج ٥ ص ٢٦٩ ط دار التراث بيروت لبنان)

ہے۔" [1]

اِس طرح یہ مقدمہ حضرت وائل بن حجر اور حضرت کثیر بن شہاب رضی اللہ عنہما نے جا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ اور اُن کے ساتھیوں کی شورش کا پہلے ہی کافی علم ہو چکا تھا، اب اُن کے پاس چوالیس قابل اعتماد گواہیاں اُن کی باغیانہ سرگرمیوں پر پہنچ گئیں، اُن گواہوں میں حضرت وائل بن حجر، حضرت کثیر بن شہاب، حضرت عمرو بن حریث، حضرت خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ بھی تھے اور حضرت ابو بردہ، حضرت موسیٰ بن طلحہ، حضرت اسحاق بن طلحہ، حضرت اسماعیل بن طلحہ رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے جلیل القدر فقہاء و محدثین اور صلحائے اُمت تابعی بھی۔ حجر بن عدی اور اُن ساتھیوں کے جرم بغاوت کو ثابت کرنے کے لئے اِس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ اُن کا یہ جرم روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا اور ظاہر ہے کہ "بغاوت" کی سزا موت ہے۔ [2]

حضرت معاویہ رضی اللہ کی بردباری اور زیاد کے نام جوابی خط:

تاہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے طبعی حلم و بردباری کی بناء پر حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ اور اُن کے ساتھیوں کے قتل کے فیصلے میں جلد بازی سے کام نہیں لیا بلکہ اِس بارے میں انہوں نے زیاد کے نام ایک خط تحریر کیا جس میں لکھا تھا کہ:

" أما بعد فقد فهمت ما اقتصصت به من أمر حجر وأصحابه وشهادة من قبلك عليهم فنظرت في ذلك فأحيانا أري قتلهم أفضل من تركهم وأحيانا أري العفو عنهم أفضل من قتلهم . والسلام ." [3]

ترجمہ: اما بعد! حضرت حجر رحمہ اللہ اور اُن کے ساتھیوں کے

---

[1] (تاريخ الطبري : ج ٥ ص ٢٧٢ ط دار التراث بيروت لبنان)

[2] (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص ۹۶ ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

[3] (تاريخ الطبري : ج ٥ ص ٢٧٢ ط دار التراث بيروت لبنان)

کے معاملے میں جو واقعات تم نے لکھے وہ میں سمجھ گیا، اور اُن کے خلاف تمہاری گواہیوں سے بھی باخبر ہو گیا، پس میں نے اِس معاملے میں غور و نظر کی تو کبھی یہ خیال آتا ہے کہ اِن کو معاف کرنے کی بہ نسبت قتل کرنا افضل ہے اور کبھی یہ خیال آتا ہے کہ اِن کو قتل کرنے کی بہ نسبت معاف کرنا افضل ہے، والسلام" (ترجمہ ختم)

زیاد کا جوابی خط حضرت معاویہ رضی اللہ کے نام:

زیاد نے اِس کے جواب میں لکھا کہ:

" اما بعد فقد قرأت كتابك وفهمت رأيك في حجر وأصحابه فعجبت لاشتباه الأمر عليك فيهم وقد شهد عليهم بما قد سمعت من هو أعلم بهم فان كانت لك حاجة في هذا المصر فلاتردن حجرا وأصحابه الي. "[1]

ترجمہ: اما بعد! میں نے آپ کا خط پڑھ لیا ہے اور حضرت حجر رحمہ اللہ اور اُن کے ساتھیوں کے بارے میں آپ کی رائے سمجھ گیا ہوں، مجھے آپ پر معاملے کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے تعجب ہوا، حالاں اِن لوگوں کے خلاف (جہاں تک میں نے سن رکھا ہے) اُن حضرات نے گواہی دی ہے جو اِن کو زیادہ جانتے ہیں، لہٰذا اگر آپ کو اِس شہر (کوفہ) کی ضرورت ہے تو پھر آپ حجر اور اُن کے ساتھیوں کو میرے پاس واپس مت لوٹا ئیے! ۔ (ترجمہ ختم)

حضرت معاویہ رضی اللہ کا حضرت حجر رحمہ اللہ کے متعلق قتل کا حکم:

چناں چہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن فرامین کے پیشِ نظر کہ جن میں آتا ہے کہ:

---

[1] (تاريخ الطبري: ج ٥ ص ٢٧٣ ط دار التراث بيروت لبنان)

"من فرق بين أمتي وهم جميع فاضربوا رأسه كائنا من كان"[1]

ترجمہ: جو میری اُمت کے مجتمع ہونے کی حالت میں اُن کے درمیان تفرقہ ڈالے تو اُس کا سر مار دو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ:

" انه سيكون هنات هنات فمن أراد أن يفرق أمر هذه الأمة وهي جميع فاضربوه بالسيف كائنا ما كان ."[2]

ترجمہ: عن قریب کئی شر و فساد ہوں گے سو جو شخص اِس اُمت کے مجتمع ہونے کی حالت میں اُس کا معاملہ متفرق کر ڈالے تو اسے تہہ تیغ کرو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ (ترجمہ ختم)

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ اور اُن کے تمام باغی ساتھیوں کو قتل کرنے کا حکم جاری فرما دیا۔

حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کی سفارش:

مالک بن ہبیرہ السکونی کھڑا ہوا اور اُس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سفارش کی کہ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ میرے چچا زاد ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

" ان ابن عمك حجرا رأس القوم وأخاف ان خليت سبيله أن يفسد علي مصري ." [3]

ترجمہ: تمہارے چچا زاد تو قوم کے سرغنہ ہیں! اگر میں نے اِن کو چھوڑ دیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ یہ پھر میرے شہر میں فساد مچائیں گے۔ (ترجمہ ختم)

---

[1] (مصنف ابن ابي شيبة: ج ۷ ص ۴۷۸ ح ۳۷۳۷۳ ط مكتبة الرشد الرياض السعودية)

[2] (صحيح مسلم: ج ۳ ص ۱۴۷۹ ح ۱۸۵۲ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان)

[3] (تاريخ الطبري: ج ۵ ص ۲۷۴ ط دار التراث بيروت لبنان)

حضرت حجر رحمہ اللہ کے قتل کے خلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سفارش:

اُدھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب معلوم ہوا کہ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سزائے موت کا حکم جاری کردیا ہے تو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام پیغام بھیجا کہ حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو رہا کردیا جائے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوراً ایک قاصد جلادوں کے طرف روانہ کیا کہ ابھی حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو قتل نہ کریں، لیکن جب قاصد جلادوں کے پاس پہنچا تو اُس وقت حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ اور اُن کے چھ ساتھی قتل کئے جا چکے تھے۔[1]

حضرت معاویہؓ نے حضرت حجر رحمہ اللہ کو بغاوت کے جرم میں قتل کیا!:

اِس تمام تر تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو نہ تو ظلماً قتل کروایا ہے اور نہ ہی اُن کو قتل کرانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ بنو اُمیہ کی اِس وجہ سے مخالفت کرتے تھے کہ وہ جمعہ کی نماز لیٹ کردیتے تھے اور منبروں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کیا کرتے تھے، بلکہ اُن کو قتل کرانے کی اصلی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے کھلم کھلا اسلامی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر رکھا تھا اور اگر اُن کو اُس وقت گرفتار نہ کیا جاتا تو نہ جانے اُن کی وجہ سے کوفہ میں کتنے مسلمانوں کا خون بہہ جاتا۔ چناں چہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک صاحب کے سوال میں بالکل دُرست فرمایا کہ:

"قتله أحب الي من أن أقتل معه مائة ألف ." [2]

ترجمہ: حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کا قتل مجھے زیادہ پسند تھا بہ نسبت اِس کے کہ میں اُن کے ساتھ ایک لاکھ آدمیوں کو قتل کرتا۔

---

[1] (تاريخ ابن خلدون : ج ٣ ص ١٦ ط دار الفكر بيروت لبنان) و (طبقات ابن سعد: ج ٦ ص ٢٤٣ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (البداية والنهاية لابن كثير : ج ٨ ص ٥٤ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] (البداية والنهاية لابن كثير : ج ٨ ص ٥٤ ط دار الفكر بيروت لبنان)

حضرت حجر بن عدیؒ کا قتل حضرت عائشہؓ کی نظر میں:

باقی رہا انجینئر محمد علی مرزا کا "مستدرک حاکم" اور "مسند احمد" کے حوالے سے خلافِ حقیقت یہ دعوٰی کرنا کہ:

"حجر بن عدی کے قتل پر جب حضرت معاویہ اپنے دور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے کے لئے آئے تو اُنہوں نے کہا کہ اے معاویہ! تجھے اللہ کا خوف نہیں آتا جو کچھ تو نے حجر ابن عدی اور اُن کے ساتھیوں نے ساتھ کیا؟"

تو اِس بارے میں عرض ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کے قتل کو شرعاً ناجائز اور ظلم ہرگز نہیں قرار دیا، بلکہ اُنہوں نے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے طبعی حلم و بردباری کے پیشِ نظر ازراہِ شکوہ اُن سے فرمایا کہ:

"أين غاب عنک حلمک حين قتلت حجرا." [1]

ترجمہ: جب تم نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو قتل کیا تو اُس وقت تمہارا حلم کہاں غائب ہوگیا؟

تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ درحقیقت میں نے اُن کو قتل نہیں کیا بلکہ اُن کو تو اُن لوگوں نے قتل کیا جنہوں نے اُن کے خلاف گواہی دی ہے:

چناں چہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (المتوفی ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

"لست أنا قتلتهم انما قتلهم من شهد عليهم." [2]

ترجمہ: میں نے اُن کو قتل نہیں کیا، اُن کو تو اُن لوگوں نے قتل کیا

---

[1] (البداية والنهاية لابن كثير: ٨ ص ٥٣ و ج ٨ ص ٥٤ ط دار الفكر بيروت لبنان) و (تاريخ ابن خلدون: ج ٣ ص ١٧ دار الفكر بيروت لبنان) و (تاريخ الطبري: ج ٥ ص ٢٥٧ ط دار التراث بيروت) و (الكامل في التاريخ لابن أثير: ج ٣ ص ٨٣ ط دار الكتاب العربي بيروت)

[2] (تاريخ الطبري: ج ٥ ص ٢٧٩ ط دار التراث بيروت لبنان) و (السيرة الحلبية للحلبي: ج ٣ ص ٢٣٨ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ہے جنہوں نے اُن کے خلاف گواہی دی ہے۔ (ترجمہ ختم)

علاوہ ازیں فرمایا کہ مجھے یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں وہ فتنہ و فساد بپا نہ کردیں اِس لئے لوگوں کی صلاح و بھلائی کی خاطر میں نے یہ اقدام کیا ہے۔

چناں چہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

" فقال وجدت في قتله صلاح الناس وخفت من فسادهم ."[1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اُن کے فساد سے میں خوف زدہ ہوا اور اُن کے قتل میں میں نے لوگوں کی بھلائی پائی (تب یہ اقدام کیا) (ترجمہ ختم)

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر آپ جیسی خیر خواہ شخصیت میرے پاس ہوتی تو میں یہ اقدام نہ کرتا۔

چناں چہ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ (المتوفی ۸۰۸ھ) لکھتے ہیں:

" فلما حج معاوية قالت له عائشة أين غاب عنك حلمك حين قتلت حجرا فقال حين غاب عني مثلك ."[2]

ترجمہ: پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُن سے فرمایا کہ جب تم نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو قتل کیا تو اُس وقت تمہارا حلم کہاں غائب ہو گیا تھا؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب آپ جیسی شخصیت میرے پاس موجود نہیں تھی (تو اِس وجہ سے مجھ سے یہ اقدام صادر ہو گیا تھا)

---

[1] (تاريخ الاسلام و وفيات المشاهير والأعلام للذهبي : ج ٤ ص ١٩٤ ط دار الكتاب العربي بيروت لبنان) و البداية والنهاية لابن كثير : ج ٨ ص ٥٥ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] (البداية والنهاية لابن كثير : ٨ ص ٥٣ و ج ٨ ص ٥٤ ط دار الفكر بيروت لبنان) و (تاريخ ابن خلدون : ج ٣ ص ١٧ دار الفكر بيروت لبنان) و (تاريخ الطبري : ج ٥ ص ٢٥٧ ط دار التراث بيروت) و (الكامل في التاريخ لابن أثير : ج ٣ ص ٨٣ ط دار الكتاب العربي بيروت)

حضرت حجر بن عدیؒ کا قتل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بھی جائز تھا!:

اِن روایات اور اِن جیسی دیگر روایات بالخصوص "مستدرک حاکم" اور "مسند احمد" کی وہ روایات جو انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے مدعا میں بیان کی ہیں اُن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ اور اُن کے ساتھیوں کے بارے میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں اُن سے کسی بھی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو قتل کرنا خلافِ شریعت اور مبنی بر ظلم تھا، بلکہ اُن سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہا کا حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو قتل کرنا جائز اور درست تھا، تاہم حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کے مقام و مرتبہ کے پیشِ نظر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے طبعی حلم و بردباری کی بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک اُن سے عفو و درگزر کا معاملہ کرنا اولیٰ و افضل تھا۔

چناں چہ محقق اہل سنت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۳۵ھ) لکھتے ہیں:

> "حضرت صدیقہؓ اور حضرت معاویہؓ کی گفتگو سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ حضرت صدیقہؓ نے بطورِ شکوہ کلام فرمایا اور اِس واقعہ پر اظہارِ افسوس کیا، لیکن اِس قتل کو شرعاً ناجائز اور ظلم قرار نہیں دیا۔ یعنی اُن کی خواہش تھی کہ حلم و بردباری کا برتاؤ کرتے ہوئے اہل عذراء کو معاف کردیا جائے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مؤقف یہ تھا کہ انہوں نے اُمت میں ایک بہت بڑے قتال کھڑے ہونے سے قوم کو بچانا ضروری سمجھا اور فساد کی بیخ کنی کرنے کو لازم سمجھا اِس بناء پر درگزر نہیں کیا۔"[1]

اسی طرح شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

> "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو الفاظ استعمال کئے اُن میں "بردباری" کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے

[1] (سیرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۵۸۹ ط دار الکتاب اردو بازار لاہور)

کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل انصاف یا شریعت کے خلاف نہیں تھا، زیادہ سے زیادہ وہ اسے ''بردباری'' کے خلاف سمجھتی تھیں۔''[1]

حضرت حجر بن عدیؒ کا جرم حضرت عائشہؓ کے نزدیک بھی ثابت تھا!:

ہنوز بر سر مطلب آمدم! اصل بات یہ ہے کہ اگر اِس واقعہ کی تمام جزئیات کا بہ غور مطالعہ کیا جائے اور حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کی باہمی گفتگو کو سامنے رکھا جائے تو اُس سے زیادہ سے زیادہ یہی مترشح ہوتا ہے کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نظر میں بھی حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کا جرم بغاوت ثابت تھا، کیوں کہ اُنہوں نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ سے اِس جرم کی نفی نہیں کی ہے اور نہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِس فعل کو اُنہوں نے خلافِ شریعت اور ناجائز کہا ہے اور نہ ہی اُس پر ظلم و ناانصافی کا اطلاق کیا ہے، بلکہ اسے صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے طبعی حلم و بردباری کے متصادم قرار دیا ہے، جس کا مفہوم اِس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل خلافِ شریعت یا ناانصافی پر مبنی نہیں تھا بلکہ شریعت کے دائرے کے اندر ہی تھا، زیادہ سے زیادہ وہ اُس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے طبعی حلم و بردباری کے خلاف سمجھتی تھیں، جس کے بارے میں حدیث پاک آتا ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' ومعاوية بن أبي سفيان أحلم من أمتي وأجودها . ''[2]

ترجمہ: اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما میری اُمت کے سب سے زیادہ بردبار اور سخی شخص ہیں۔

اِس سے معلوم ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بھی حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کا حقیقی جرم وہ نہیں تھا جو انجینئر محمد علی مرزا نے نقل کیا ہے کہ:

---

[1] (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق: ص ۱۰۲ ط مکتبہ معارف القرآن کراچی)

[2] (مسند الحارث: ج ۲ ص ۸۹۲ ط مركز خدمة السنة والسيرة النبوية المدينة المنورة) و (السنة لأبي بكر بن الخلال: ج ۲ ص ۴۵۲، ۴۵۳ ح ۷۰۱، ۷۰۲ ط دار الراية الرياض)

"صرف اِس بات پہ حضرت حجر بن عدی کو ظلماً قتل کیا گیا وہ
بنو اُمیہ کے جمعہ کی نماز لیٹ کر دینے اور بر سرِ منبر حضرت علیؓ پر "سب و شتم"
کرنے کی مخالفت کرتے تھے۔"

بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ اُن کی نظر میں بھی حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کا معاملہ اُن کی باغیانہ روش ہی تھی، جس پر اگر اُس وقت قابو نہ پایا جاتا تو وہ مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق اور اُن کی شیرازہ بندی کو منتشر کر دیتے اور اُن کی وجہ سے کوفہ میں بیسیوں سیکڑوں کا خون بہہ جاتا۔

حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ پر لعنت بھجوانے کا الزام:

آخر میں انجینئر محمد علی مرزا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ:

"انہوں نے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو آخری وقت میں
کہا کہ قتل سے بچت کی ایک صورت یہ ہے کہ تم حضرت علی پر لعنت کر دو تو
ہم تم کو چھوڑ دیں گے تو وہ کہنے لگے کہ اب موت کو دیکھ کے تو میں حضرت
علی رضی اللہ عنہ کے اوپر سب و شتم نہیں کر سکتا۔"

تو اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات کسی روایتِ حدیث میں تو کجا کسی تاریخی روایت میں بھی قابلِ وثوق اعتبار سے ڈھونڈے نہیں ملتی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صرف اِس وجہ سے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کو پروانۂ آزادی دینے کی آفر کی ہو کہ وہ ایک مرتبہ جی ہاں صرف مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کریں، بلکہ درحقیقت یہ روایت ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے منقول ہے جو ایک جلا بھنا غالی قسم کا شیعہ تھا جس کا سینہ ہمیشہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عداوت و دُشمنی سے دہکتا رہتا تھا۔ یقیناً انجینئر محمد علی مرزا نے اِسی وجہ سے اُس کا حوالہ دینا گوارہ نہیں کیا کہ کہیں اُن کے پروپیگنڈے کا اصل پول کھل ہی نہ جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت بھجوانے کا الزام باطل ہے!:

حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراض بھی روایتاً و درایتاً دونوں طرح مردود، نا قابلِ التفات اور

درجۂ احتجاج سے ساقط ہے۔

اوّلاً تو اِس وجہ سے کہ یہ بات کسی بھی طرح عقل وفہم میں نہیں آ سکتی کہ ایک طرف تو حجر بن عدی زُہد وعبادت اور تقویٰ وریاضت میں بزرگی کے اتنے بڑے مقام پر فائز ہوں کہ دُور دُور تک اُن کی شہرت پھیلی ہوئی ہو اور دوسری طرف وہ شریعت کے اِس معمولی سے مسئلے سے بھی نابلد ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنا گناہ ہے اور جب کسی شخص کو کسی گناہ کے ارتکاب پر اِس طرح مجبور کیا جائے کہ اُس کو اپنی جان پر بننے کا خطرہ لاحق ہو تو اُس صورت میں اُس شخص پر رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور اُس وقت اُس گناہ کا ارتکاب کر کے اپنی جان بچانا واجب ہو جاتا ہے۔

اور ثانیاً اِس وجہ سے کہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی اِس روایت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ گویا حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کا اصل جرم یہ تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت نہیں کرتے تھے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا اصل مشن حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کروانا تھا، حالاں کہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عقل وتدبر اور سیاسی بصیرت سے اتنے کورے تھے کہ ایک طرف اُن کے سامنے حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کی ساری زندگی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر جتھے اور جماعتیں بنانے اور حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت و سرکشی اور اُس کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے میں گزری ہو اور دوسری طرف وہ صرف اِس بات پر حضرت حجر بن عدی رحمہ اللہ کا قتل معاف کر دیں کہ وہ صرف ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیج دیں اور یہ اُن کی زندگی کی تمام باغیانہ روشوں کو یک جنبشِ قلم معاف کر کے اُن کے لئے آزادی کا پروانہ جاری کر دیں کہ یہ بات، روایت و درایت، عقل ونقل اور قیاس ومشاہدہ کے بالکل خلاف بلکہ ناممکن الوجود ہے۔

عرفہ میں بآوازِ بلند تلبیہ کہنے سے روکنے کا الزام

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ریسرچ پیپرز" واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" کے چوتھے باب: "چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان اور اُن کے خلاف اور اُن پر منبروں سے لعنت کرنے کی بدعت کب اور کس نے ایجاد کی؟" کے تحت سنن نسائی کے حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ نعوذ باللہ! انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض کے نتیجے میں عرفہ کے دن لوگوں کو بلند آواز سے تلبیہ کہنے سے منع کر کے ایک خلافِ سنت کام کا ارتکاب کیا ہے۔

چناں چہ انجینئر موصوف رقم طراز بہ قلم دراز ہیں:

"سنن نسائی کی حدیث میں ہے: سیدنا سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس کے ہم راہ عرفات میں تھا، تو آپؓ نے مجھ سے دریافت فرمایا: "کیا وجہ ہے کہ لوگوں سے تلبیہ (**لبیک اللھم لبیک**) کی آواز نہیں سنائی دے رہی؟" میں نے عرض کیا کہ لوگ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما (کے منع کرنے کی وجہ) سے ڈرتے ہیں۔" (اِس لئے بلند آواز سے تلبیہ کہنے کی بجائے آہستہ آواز میں ہی کہہ لیتے ہیں) چناں چہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (غصہ کی حالت میں) اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے، اور بلند آواز سے پکارنا شروع کر دیا: "**لبیک اللھم لبیک لبیک اللھم لبیک**" (اور ساتھ ہی فرمایا) بے شک اُن

لوگوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کی وجہ سے
(بلند آواز سے تلبیہ کہنے کی) سنت مبارکہ کو (ہی) چھوڑ دیا ہے۔" ۱

ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے اجتہاد کا پابند نہیں ہوتا!:

پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ مجتہد صحابہ تھے اور وہ اپنے اجتہادِ شرعی کی وجہ سے آہستہ آواز سے تلبیہ کہنے کے بجائے بلند آواز سے تلبیہ کہنے کو صحیح اور سنت سمجھتے تھے، تو اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ایک صحابی مجتہد تھے اور وہ اپنے اجتہادِ شرعی کی وجہ سے بلند آواز سے تلبیہ کہنے کے بجائے آہستہ آواز سے تلبیہ کہنے کو صحیح سمجھتے تھے، کیوں کہ انہیں عرفہ میں بلند آواز سے تلبیہ کہنے کے سنت ہونے کا علم نہیں تھا، اِس لئے کوئی اعتراض نہیں۔

صحابی کا "ظن" بھی "قطعیت" کا فائدہ نہیں دیتا!:

رہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِس عمل کو بغض علیؓ کے ساتھ جوڑ دیا ہے تو شارحین حدیث نے اُس کی یہ توجیہ پیش کی ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ گمان کرلیا ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض کے نتیجے میں عرفہ میں تلبیہ بلند آواز سے پڑھنے سے لوگوں کو منع کیا ہو، کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عرفہ میں تلبیہ بلند آواز سے کہنے کے قائل تھے، لیکن یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذاتی "ظن" ہے: " **والظن قد يخطئ** " اِس لئے اسے قطعیت کا درجہ نہیں دیا جاسکتا:

" لأن الظن لايغني من الحق شيئا."

علامہ اثیوبی رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ علامہ محمد بن علی الاثیوبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" ولعله – والله أعلم – لا يرى التلبية في عرفة

۱ (سنن نسائی: ح ۳۰۰۹، بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں ص ۲۳)

ویحتذر منه بأنه لم يعلم بالسنة ...... فخرج ابن عباس رضي الله عنهما من فسطاطه فقال لبيك اللهم لبيك لبيك فانهم قد تركوا السنة من بغض علي رضي الله تعالى عنه يعني أنه كان يعتقد بالسنة فكان يلبي يوم عرفة وهذا الذي قاله ابن عباس رضي الله عنهما يحتمل أن يكون لما رأى معاوية رضي الله تعالى عنه ترك التلبية بعرفة ظن أن تركه لبغض علي رضي الله تعالى عنه والظن قد يخطئ والذي يظهر أن معاوية انما تركه لعدم علمه بسنية التلبية فيها۔" [1]

ترجمہ: اور ہوسکتا ہے (واللہ اعلم) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عرفہ میں تلبیہ کے قائل نہ ہوں، اور اُن کی طرف سے یہ عذر بیان کیا گیا ہے کہ اُنہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ سنت ہے، چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے اور اُنہوں نے کہا: ﴿لبيك اللهم لبيك لبيك﴾ اور فرمایا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض سے تلبیہ کہنا ہی چھوڑ دیا ہے، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اعتقاد تھا کہ یہ سنت ہے اور وہ عرفہ کے دن تلبیہ کہتے تھے، اور یہ بات جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمائی ہے اِس کا احتمال رکھتی ہے کہ جب اُنہوں نے عرفہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تلبیہ ترک کرتے دیکھا تو گمان کرلیا کہ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض کی وجہ سے اِس کو ترک کیا ہے، تو ظن کبھی خطا بھی کرجاتا ہے، بہ ظاہر یہی چیز نظر آتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صرف اِس وجہ سے تلبیہ کو ترک کیا کہ اُنہیں عرفہ میں اِس کے سنت ہونے کا علم نہیں تھا۔

---

[1] (ذخيرة العقبى في شرح المجتبى للأثيوبي : ج ٢٥ ص ٣٤٧ ح ٣٠٧ ط دار آل بروم للنشر والتوزيع مكة المكرمة السعودية)

حضرت معاویہؓ کا حضرت ابن عباسؓ کے اجتہاد کی طرف رجوع!:

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرفہ کے دن اپنے خیمے سے باہر نکل کر بلند آواز سے تلبیہ پڑھا اور لوگوں کے سامنے اِس مسئلہ کی وضاحت کی کہ عرفہ کے دن بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا سنت ہے تو اُس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن پر کسی قسم کی کوئی نکیر نہیں فرمائی اور اُن کے اِس فتوے کو صحیح قرار دیا، اور اُن کے مسلک کی طرف رجوع کرلیا، جس سے واضح اور صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے جو لوگوں کو عرفہ کے دن بلند آواز سے تلبیہ پڑھنے کے منع کیا تھا تو اُس کی اصل وجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض یا سنت کی مخالفت نہیں تھی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اُن کو عرفہ کے دن بلند آواز سے تلبیہ پڑھنے کے سنت ہونے کا علم نہیں تھا۔ " والمجتهد اذا اخطأ فله اجر واحـــــد " لہٰذا اِس مسئلہ میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کسی قسم کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گستاخی کا الزام

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ریسرچ پیپرز "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہترصحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" کے چوتھے باب "چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان اور اُن کے خلاف اور اُن پر منبروں سے لعنت کرنے کی بدعت کب اور کس نے ایجاد کی؟" کے ذیل میں حدیث نمبر چھیالیس کے تحت سنن ابن ماجہ کے حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اُن کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا تو اُنہوں نے (العیاذ باللہ!) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین وتنقیص اور اُن کی گستاخی کی۔

چناں چہ انجینئر موصوف رقم طراز بہ قلم دراز ہیں:

"سنن ابن ماجہ کی حدیث میں ہے: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کسی حج کے موقع پر (مدینہ شریف) آئے، تو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس ملنے آئے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے (اُن کے سامنے) سیدنا علی بن طالب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، اور اُن (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کی توہین کی، تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا، اور اُنہوں نے فرمایا تم ایسی باتیں اُس شخص کے متعلق کہتے ہو، جس کے متعلق میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: "جس کا مولا (ولی محبوب) میں ہوں

(تو پھر) اُس کا مولا (دِلی محبوب) علی رضی اللہ عنہ ہیں۔" اور میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: "اے علیؓ! تیری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی، سوائے اِس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔" اور میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: "آج میں (لشکر کی قیادت کا) جھنڈا اُس شخص کو دوں گا، جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُس سے محبت رکھتے ہیں۔" [1]

عبدالرحمٰن بن سابط کا سماع حضرت سعدؓ سے ثابت نہیں!:

انجینئر محمد علی مرزا نے سنن ابن ماجہ کی اِس روایت کو مستند بنا کر پیش کرنے کے لئے شیخ ناصر الدین البانی کا سہارا لیا ہے کہ اُنہوں نے اِس کو "صحیح الاسناد" کہا ہے، لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین و گستاخی کا الزام صحیح ثابت ہوتا ہے، لیکن انجینئر موصوف اور اُن کے ممدوح شیخ البانی کی یہ تحقیق اصل حقیقت کے بالکل خلاف ہے، اِس لئے کہ اِس میں عبدالرحمٰن بن سابط حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کر رہا ہے، حالاں کہ عبدالرحمٰن بن سابط کا بقول امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سماع ہی ثابت نہیں ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا حوالہ:

چناں چہ امام عباس الدوری رحمہ اللہ (المتوفی) لکھتے ہیں:

" قيل ليحي بن معين سمع عبد الرحمان بن سابط من سعد قال من سعد بن ابراهيم قالوا لا من سعد بن أبي

[1] (سنن ابن ماجہ: ج ۱۲۱ قال الشیخ الالبانی اسنادہ صحیح، بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں: ص ۴۰)

وقاص قال لا قيل ليحي سمع من أبي أمامة قال لا قيل ليحي سمع من جابر قال لا هو مرسل كان مذهب يحي أن عبد الرحمان بن سابط يرسل عنهم ولم يسمع منهم .“[1]

ترجمہ: امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ عبد الرحمٰن بن سابط کا سماع سعد سے ثابت ہے؟ انہوں نے دریافت فرمایا کہ سعد بن ابراہیم سے؟ لوگوں نے کہا نہیں! سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں! اُن سے دوبارہ پوچھا گیا کہ حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے اِس کا سماع ثابت ہے؟ تو انہوں نے فرمایا نہیں! پھر سہ بارہ پوچھا گیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اِس کا سماع ثابت ہے؟ تو انہوں نے فرمایا نہیں! وہ مرسل ہے۔ امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ کا مذہب یہ تھا کہ عبد الرحمٰن بن سابط اِن حضرات سے مرسل روایات نقل کرتا ہے اور اِن سے اُس کو سماع حاصل نہیں ہے۔ (ترجمہ ختم)

متنِ روایت کی نکارت:

یہی وجہ ہے اِس روایت کے دیگر جتنے بھی طرق ہیں اُن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین والے الفاظ منقول نہیں ہیں۔

چناں چہ صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

” حدثنا يحي بن يحي التميمي و أبو جعفر محمد

---

[1] (تاريخ ابن معين: ج ۳ ص ۸۷ تر ۳٦٤ مركز البحث العلمي المكة المكرمة) و (تهذيب التهذيب لابن حجر: ج ٦ ص ۱۸۰ تر ۳٦٤ ط مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند) و (تاريخ دِمَشق لابن عساكر: ج ۳٤ ص ۳۸۱ تر ۳۸۱۰ ط دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت) و (تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي: ج ۱۷ ص ۱۲۵ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (جامع التحصيل للعلائي: ج ۱ ص ۲۲۲ تر ٤۲۸ ط عالم الكتب بيروت) و (تحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل للعراقي: ج ۱ ص ۱۹۷ ط مكتبة الرشد الرياض)

بن الصباح وعبيد الله القواريري وسريج بن يونس كلهم عن يوسف الماجشون واللفظ لابن الصباح حدثنا يوسف أبو سلمة الماجشون حدثنا محمد بن المنكدر عن سعيد بن المسيب عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم لعلي أنت مني بمنزلة هارون من موسي الا أنه لا نبي بعدي قال سعيد فاحببت أن أشافه بها سعدا فلقيت سعدا فحدثته بما حدثني عامر فقال أنا سمعته فقلت أنت سمعته فوضع اصبعيه علي أذنيه فقال نعم والا فاستكتا .''[1]

ترجمہ: حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی، سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ میں یہ بات حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ

[1] (صحيح المسلم: ج ٤ ص ١٨٧٠ ح ٢٤٠٤ ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان) و (جامع الترمذي: ج ٥ ص ٦٤١ ح ٣٧٣١ شركة مكتبة ومطبعة مصطفي البابي الحلبي مصر) و (مسند أبو داؤد الطيالسي: ج ١ ص ١٧٣ ح ٢١٠ ط دار الهجر مصر) و (فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ج ٢ ص ٥٦٨ ح ٩٥٧ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (مسند أحمد: ج ٣ ص ١٢٤ ح ١٥٤٧ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (السنن الكبري للنسائي: ج ٧ ص ٣٠٧ ح ٨٠٨٣ ط مكتب المطبوعات الاسلامية حلب) و (مسند أبي يعلي الموصلي: ج ٢ ص ٨٦ ح ٧٣٩ ط دار المأمون للتراث دمشق) و (صحيح ابن حبان: ج ١٥ ص ٣٦٩ ح ٦٩٢٦ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (المعجم الكبير للطبراني: ج ١ ص ١٤٦ ح ٣٢٨ ط مكتبة ابن تيمية القاهرة)

تعالیٰ عنہ سے بالمشافہ سنوں، چناں چہ میں نے حضرت سعد بن ابی
وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (بالمشافہ) ملاقات کی اور جو حدیث مجھے
حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ نے سنائی تھی، میں نے وہ
اُن کے سامنے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ بات (رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) سنی ہے میں نے عرض کیا کہ کیا آپ نے خود یہ
بات سنی ہے؟ کہا: تو انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے دونوں کانوں پر رکھیں
اور فرمایا ہاں اور رنہ ان دونوں کانوں کو سنائی نہ دے۔ (ترجمہ ختم)

حضرت معاویہؓ کی حضرت علیؓ کی تعریف میں رطب اللسانی:

مزید برآں یہ کہ سنن ابن ماجہ کی زیر بحث روایت سے ملتی جلتی ایک حدیث امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "فضائل الصحابہ" میں نقل فرمائی ہے جس میں اُس روایت کے بالکل برعکس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف اور اُن کی مدح سرائی میں رطب اللسان نظر آتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین وتنقیص اور اُن کی گستاخی کرنے والے شخص کو سخت ڈانٹ پلاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

" حدثنا محمد بن یونس نا وهب بن عمرو بن
عثمان النمري البصري قال حدثنا أبي عن اسماعيل بن أبي
خالد عن قيس بن أبي حازم قال جاء رجل الي معاوية فسأله
عن مسألة فقال سل عنها عن علي بن أبي طالب فهو اعلم
فقال يا أمير المؤمنين جوابک فيها أحب الي من جواب
علي فقال بئس ماقلت ولؤم ماجئت به لقد كرهت رجلا
كان رسول الله صلي الله عليه وسلم يغره العلم غرا ولقد
قال له رسول الله صلي الله عليه وسلم انت مني بمنزلة
هارون من موسي غير انه لانبي بعدي وكان اذا اشكل عليه

شيء يأخذ منه ولقد شهدت عمر وقد أشكل عليه شيء فقال هاهنا علي قم لا أقام الله رجليك." [1]

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اُس سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، ت اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھئے کہ وہ زیادل جاننے والے ہیں، اُس شخص نے کہا اے امیر المؤمنین! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب کی بہ نسبت آپ کا جواب مجھے زیادہ محبوب ہے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے بہت برا کہا، اور تو بری بات لایا، تو نے اُس شخص کو ناپسند کیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم کی ترغیب دیتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما رکھا تھا کہ تمہاری نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ جب اُن کو کسی مسئلہ میں مشکل درپیش آتی، یا انہیں کوئی مسئلہ درپیش آتا، تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اُس کا حل دریافت فرماتے۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا، تو اُن کو کوئی مسئلہ درپیش آیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کیا یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں؟ کھڑے ہو جائیے! اللہ تعالیٰ تمہارے پاؤں قائم رکھے! (ترجمہ ختم)

منقطع الاسناد روایت سے حضرت معاویہؓ پر الزام ثابت نہیں ہوتا!:

بہر حال مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ سنن ابن ماجہ کی زیر بحث روایت منقطع و منکر ہے، کیوں کہ اُس میں امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے بقول عبد الرحمٰن بن سابط کا سماع حضرت

[1] (فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل: ج ۲ ص ۶۷۵ ح ۱۱۵۳ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں، اور دوسرے یہ کہ دیگر طرق میں اِس کا کوئی متابع نہیں پایا جاتا، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے، اور کسی ضعیف روایت سے کسی صحابی پر الزام ثابت نہیں ہوتا، لہٰذا سنن ابن ماجہ کی اِس منقطع الاسناد و منکر ضعیف روایت کی رُو سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین و تنقیص اور گستاخی کا الزام ثابت نہیں ہو سکتا۔

انجینئر محمد علی مرزا کی ہوشیاری یا اُن کی عیاری و مکاری:

شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے خلافِ حقیقت "سنن ابن ماجہ" کی اِس روایت کو "صحیح الاسناد" کہا ہے، جسے انجینئر محمد علی مرزا نے بھی اپنے مدعا کے اثبات میں پیش کیا ہے، لیکن دوسری طرف انجینئر صاحب نے اپنی یہ ہوشیاری و عیاری بلکہ مکاری دکھائی کہ اُنہوں نے اپنے ممدوح بزعم خویش محدث اعظم پاک و ہند شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (التوفی ۱۴۳۵ھ) کی تحقیق پیش نہیں کی، جس میں اُنہوں نے اِس حدیث کو "منقطع" ثابت کر کے اُس پر "ضعیف" کا حکم لگایا ہے اور شیخ ناصر الدین البانی کا ردّ پیش کیا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ پر ردّ:

چناں چہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (التوفی ۱۴۳۵ھ) لکھتے ہیں:

"سنن ابن ماجہ (۱۲۱) اور (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۲ ص ۶۱ ح ۳۲۰۶۹) والی روایت کی سند درج ذیل ہے: "عبدالرحمن بن سابط عن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه ...... اِس کی سند کے بارے میں شیخ البانی نے لکھا ہے: قلت: " واسناده صحيح " (الصحيحة: ج ٤ ص ٣٣٥ ح ١٧٥٠) حالاں کہ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "عبدالرحمٰن بن سابط نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (کچھ) نہیں سنا۔ (تاریخ ابن معین: ص ۳۶۵ کتاب المراسیل لابن ابی حاتم ص ۱۲۸ الفقرہ: ۴۵۹) یعنی یہ سند "منقطع" ہونے کی وجہ سے "ضعیف" ہے اور اِس "منقطع" روایت کو

"واسنادہ صحیح" کہنا بہت عجیب وغریب ہے۔

تنبیہ: راقم الحروف نے "سنن ابن ماجہ" کی اِس روایت کو "منقطع" قرار دینے کے بعد شواہد کی وجہ سے "صحیح" قرار دیا تھا، حالاں کہ شواہد میں "فنال منہ" کا نام ونشان تک نہیں، لہٰذا یہ روایت "صحیح" نہیں، بلکہ "ضعیف" ہے، اور اِس روایت کے بارے میں "سنن ابن ماجہ" کی سابقہ تحقیق منسوخ ہے۔" [1]

انجینئر محمد علی مرزا کی زندگی کا مقصد حضرت معاویہ ؓ کی کردار کشی ہے!:

بہر حال انجینئر محمد علی مرزا کی اِس علمی خیانت اور اخلاقی بددیانتی سے یہ چیز خوب نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ اُنہیں عوام الناس میں دینِ اسلام کی نشر واشاعت اور ملک وملت کی خدمت سے کوئی سروکار نہیں بلکہ اُن کی زندگی کا حقیقی اور اصل مقصد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف سازشیں اور منفی پروپیگنڈا کر کے اُن کی کردار کشی کرنا اور عوام الناس کے قلوب واذہان کو اُن سے متنفر کر کے اُن سے برگشتہ کرنا ہے، یہی وجہ ہے کہ اُنہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جہاں کہیں کوئی گری پڑی چیز نظر آتی ہے وہ اسے بلا تحقیق درست مان کر پیش کر دیتے ہیں اور اُس کی تائید میں جن علماء کے اقوال نظر آتے ہیں اُنہیں بھی نقل کر دیتے ہیں، لیکن جب اِن ہی علماء میں سے کسی عالم کا قول اُس کے خلاف نظر آئے یا اُس سے اُس کی تائید نہ ہو رہی تو اُسے وہ بری طرح نظر انداز کر کے گزر جاتے ہیں۔

چناں چہ زیرِ بحث سنن ابن ماجہ کی روایت میں بھی انہوں نے یہی کیا کہ ایک "منقطع الاسناد" ضعیف روایت پر شیخ البانی رحمہ اللہ کی نیم علمی تحقیق کا غلاف چڑھا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین وتنقیص کا الزام تو لگا دیا، لیکن دوسری طرف اپنے محبوب وممدوح اور بزعم خویش محدث اعظم پاک وہند شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحقیق پیش نہیں کی جس میں انہوں نے اِس حدیث کو "منقطع" اور "ضعیف" کہا ہے۔

---

[1] (فتاویٰ علمیہ: ج ۳ ص ۱۹۶ (اُصول تخریج الروایات اور اُن کا حکم) طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور)

صاف ظاہر ہے کہ حافظ صاحب کی یہ تحقیق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف سازش اور پروپیگنڈہ میں آڑے آتی تھی، جس سے انجینئر صاحب کی مذموم انجینئر نگ کے بری طرح متاثر ہونے کا شدید خدشہ تھا، اِس لئے اسے درمیان سے ہٹا ہی دیا کہ:

"نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری"

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات کے خلاف خوب کھل کر اپنے خبث باطن کے تیر برسائے، تاکہ کسی طرح باطن میں موجود بغض معاویہؓ کی بھڑاس کو نکال باہر کر کے اندر کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کا سامان کیا جا سکے۔ فالی اللہ المشتکی......

خاندانی تعصب کا الزام

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے لیکچر میں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ:

"حضرت معاویہ حضرت علی کے خلاف جو کھڑے ہوئے اور بغاوت کی تو وہ اسی بنیاد (خاندانی تعصب) پر ہی تھا۔"

انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے اِس لیکچر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نیت پر حملہ کر کے اُن پر انتہائی بے تکا اور خلافِ حقیقت خاندانی تعصب کا الزام لگایا ہے اور اُن کی شدید ترین توہین و تنقیص اور کردار کشی کی ہے۔

حضرت معاویہؓ کا دامن خاندانی تعصب سے پاک ہے!

حقیقت یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کھڑا ہونا اور اُن سے قتال کرنا خاندانی تعصب یا طلب اقتدار کے لئے ہر گز نہیں تھا، بلکہ اِس سے اُن کا اصل مقصد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینا تھا، اِس پر تمام علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے۔

علامہ نبہانی رحمہ اللہ کی شہادت:

چناں چہ علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۵۰ھ) لکھتے ہیں:

"وليس المراد بما شجر بين علي ومعاوية المنازعة في الامارة كما توهمه بعضهم وانما المنازعة كانت بسبب تسليم قتلة عثمان الي عشيرته ليقتصوا منهم ۔"[1]

---

[1] (الأساليب البديعة في فضل الصحابة واقناع الشيعة: ج ۱ ص ۵۲ ط المطبعة الميمنة مصر)

ترجمہ: حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والی مشاجرت سے امارت کے بارے میں جھگڑا مراد نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے وہ جھگڑا اِس لئے ہوا کہ وہ قاتلینِ عثمانؓ کا اُن کے وارثوں کے سپرد کرنے کا سبب ہوتا کہ وہ اُن سے قصاص لے سکیں۔ (ترجمہ ختم)

امام مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی شہادت:

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بھی امام غزالی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"آں منازعت بر امر خلافت نہ بودہ، بلکہ استیفائے قصاص در بدءِ خلافت حضرت امیر بودہ۔"[1]

ترجمہ: وہ جھگڑا خلافت کے معاملے میں نہیں تھا، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے شروع میں استیفائے قصاص کے بارے میں تھا۔ (ترجمہ ختم)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنی شہادت:

بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود ایک مرتبہ فرمایا کہ:

" ماقاتلت عليا الا في أمر عثمان "[2]

ترجمہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملے میں ہی قتال کیا۔ (ترجمہ ختم)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنی دوسری شہادت:

اسی طرح موصوف ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

---

[1] (مکتوباتِ امام ربانیؒ: مکتوب نمبر ۲۵۱ طبع دارالاشاعت کراچی)

[2] (المصنف لابن أبي شيبة: ج ٦ ص ١٨٧ ح ٣٠٥٥٢ ط مكتبة الرشد الرياض السعودية)

" وأما الخلافة فلسنا نطلبها "[1]

ترجمہ: رہی بات خلافت کی سو ہم اسے طلب نہیں کرتے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنی تیسری شہادت:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِن اقوال کی تائید اِس سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت ابو درداءؓ اور حضرت ابو اُمامہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان رفع نزاع کی کوشش فرما رہے تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن دونوں حضرات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اپنا یہ پیغام دے کر بھیجا کہ:

" فقولا له فليقدنا من قتلة عثمان ثم أنا أول من بايعه من أهل الشام ."[2]

ترجمہ: آپ دونوں اُن سے عرض کریں کہ وہ ہمیں قاتلین عثمانؓ سے قصاص لے کر دیں پھر اہل شام میں سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جو اُن کی بیعت کرے گا۔ (ترجمہ ختم)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اور صرف یہی نہیں بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِس دعوے کو مبنی بر حقیقت تسلیم کرتے ہوئے انہیں عصبیت پرستی و جاہ طلبی سے بالاتر سمجھ کر انہیں اِس معاملہ میں پُر خلوص اور نیک نیت خیال فرماتے تھے۔

چناں چہ اِس معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخلاص وجذبہ کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" والظاهر أن ربنا واحد ونبينا واحد ودعوتنا في الاسلام واحدة لانستزيدهم في الايمان بالله والتصديق

---

[1] (وقعة الصفين : ص ۷۰ ط مكتبة الشاملة بيروت لبنان)

[2] (البداية والنهاية لابن كثير : ج ۷ ص ۲۵۹ ط دار الفكر بيروت لبنان)

برسوله ولا يستزيدوننا الأمر واحد الا ما اختلفنا من دم عثمان ونحن منه براء." [1]

ترجمہ: ظاہر ہے کہ ہمارا رب ایک ہے، اور ہمارا نبی ایک ہے، اور ہماری دعوت اسلام میں ایک ہے، اللہ پر ایمان اور اُس کے رسول کی تصدیق میں نہ ہم اُن سے زیادتی چاہتے ہیں اور نہ وہ ہم سے زیادتی چاہتے ہیں، بات ایک ہے مگر ہم نے آپس میں دم عثمانؓ میں اختلاف کیا اور ہم اُس سے بری ہیں۔ (ترجمہ ختم)

انجینئر محمد علی مرزا کی شقاوت و بدبختی:

حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور علمائے اہل سنتؒ کی اِن واضح اور دوٹوک تصریحات سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف خاندانی تعصب حب جاہ، اور حصولِ اقتدار کی خاطر نہیں تھا بلکہ اُن کا مطالبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صرف قصاصِ دم عثمانؓ کے بارے میں تھا، یہ انجینئر محمد علی مرزا کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تعصب وعناد اور بغض و کینہ کا نتیجہ ہے کہ وہ اپنے خبث باطن کی بھڑاس نکالنے کے لئے خواہ مخواہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو ہدفِ تنقید بنائے رکھتے ہیں اور اُن کے خلاف اپنے زبان استعمال کرنے کو جزوِ ایمان اور عین ثواب سمجھتے ہیں:

"قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُوْرُهُمْ أَكْبَرُ." [2]

ترجمہ: بغض اُن کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو کچھ (عداوت) اُن کے سینے چھپائے ہوئے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے۔

---

[1] (نهج البلاغة: ص ۱۸۲، مكتوب نمبر ۵۸ ط مكتبة الشاملة بيروت لبنان)

[2] (آل عمران: ۱۱۸/۳)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کو قاتلین عثمانؓ میں شامل کرنے کا الزام

انجینئر محمد علی مرزا اپنے ریسرچ پیپرز: ''واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں'' کے پانچویں باب ''حضرت معاویہ کو حکومت مل جانے کے بعد سے بہ تدریج اُمت پر کیسی ملوکیت مسلط ہوئی اور اُس کا بھیانک نتیجہ کیا نکلا؟'' کے تحت مستدرک حاکم کی ایک روایت کے حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو قاتلین عثمانؓ میں شامل کرنے کا الزام لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''**المستدرک للحاکم** کی حدیث میں ہے: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان بنے تھے) جب غزوۂ روم میں شریک ہوئے تو (امیر لشکر) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: ''کیا تم قاتلین عثمانؓ میں شامل نہیں؟'' اور اُن کے ساتھ بدسلوکی کا معاملہ کیا، پھر غزوہ سے واپسی پر بھی ایسا ہی سلوک کیا اور اُن کی طرف کوئی توجہ نہ دی تو سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم (انصاریوں) سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ تم لوگ کن کن آزمائشوں میں مبتلا ہو گے!'' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا حکم دیا تھا؟'' سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے

حوضِ کوثر پر ملاقات کرنا!" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "تو پھر تم صبر ہی کرو!" اِس (گستاخی) پر سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ غصہ میں آگئے اور قسم کھائی کہ پوری زندگی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کلام نہیں کروں گا۔" جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر بنا کر بھیجا تو وہاں سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اُن کو ملنے کے لئے آئے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں آپ رضی اللہ عنہ کے لئے آج ویسے ہی گھر خالی کردوں گا جیسے آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی کے لئے کیا تھا۔ پھر انہوں نے اپنے گھر والوں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا، اور سارا گھر سازوسامان سمیت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو تحفے میں دے دیا۔ پھر پوچھا "کوئی اور حاجت؟" سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھ پر چار ہزار درہم کا قرضہ ہے اور مجھے اپنی زمین پر کام کرنے کے لئے آٹھ غلاموں کی ضرورت ہے۔ اِس پر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو بیس ہزار درہم اور چالیس غلام تحفے میں دے دیئے!"[1]

انجینئر محمد علی مرزا کے مستدرک حاکم کی روایت سے اخذ کردہ غلط نتائج:

انجینئر محمد علی مرزا نے مستدرک حاکم کی اِس روایت سے ایک تو یہ ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ پر قاتلینِ عثمانؓ کے گروہ میں شامل ہونے اور اُن کے ساتھ بدسلوکی کرنے کا الزام لگایا ہے، حالاں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا قتلِ عثمانؓ سے سرے سے کوئی تعلق تھا ہی نہیں

[1] (المستدرك للحاكم: ح ٥٩٣٥ و ٥٩٤١، قال الامام حاكم والامام الذهبي اسناده صحيح بحوالہ: واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر ۲۷ صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں: ص ۲۸)

کیوں کہ نہ تو تحریک قتلِ عثمانؓ میں اُن کی شمولیت کا کہیں ذکر ملتا ہے اور نہ ہی قاتلین عثمانؓ کے ساتھ اُن کا کسی قسم کا کوئی تعلق تھا۔

دوسرے انجینئر صاحب نے اِس سے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف یہ کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی توہین وتنقیص کی بلکہ اِس کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ساتھ بھی ٹھٹھہ کیا، جب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم انصاریوں سے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ تم لوگ کن کن آزمائشوں میں مبتلا ہو گے“ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ: ”پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا حکم دیا تھا؟“ تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ: ’پھر تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوضِ کوثر پر ملاقات کرنا!‘ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بجائے اِس کے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا احترام کرتے اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مذاق اُڑایا اور اُس کے جواب میں کہا: ’تو پھر تم صبر ہی کرو!‘“

تیسرے انجینئر صاحب نے اِس روایت کو امام حاکم اور حافظ ذہبی رحمہما اللہ تعالیٰ کے حوالے سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ اِن دونوں حضرات نے اِس روایت کو ”صحیح الاسناد“ کہا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اِس کو صحیح کہا ہے۔

مستدرک حاکم کی ایک سند کی روایت کے الفاظ:

انجینئر محمد علی مرزا کی پیش کردہ زیر بحث روایت دو مختلف سندوں سے مروی ہے۔ ایک سند سے تو یہ روایت صرف مستدرک حاکم میں آئی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

" أخبرني أبو عبد الله الحسين بن الحسن بن أيوب ثنا أبو حاتم الرازي ثنا ابراهيم بن موسي ثنا محمد بن أنس ثنا الأعمش عن الحكم عن مقسم أن أبا أيوب أتي معاوية فذكر له حاجة قال ألست صاحب عثمان قال أما ان

رسول الله صلي الله عليه وسلم قد أخبرنا أنه سيصيبنا بعده أثرة قال وما أمركم قال أمرنا أن نصبر حتي نرد عليه الحوض قال فاصبروا قال فغضب أبو أيوب وحلف لن لا يكلمه ابدا ثم ان أبا أيوب أتي عبد الله بن عباس فذكر له فخرج له عن بيته كما خرج أبو أيوب لرسول الله صلي الله عليه وسلم عن بيته وقال ايش تريد قال أربعة غلمة يكونون في محلي قال لک عندي عشرون غلاما هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه التعليق من تلخيص الذهبي صحيح.“[1]

ترجمہ: حضرت مقسم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے اور اُن سے اپنی حاجت ذکر کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا آپ قاتلینِ عثمانؓ میں سے نہیں ہیں؟ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”غور سے سنیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ عن قریب اُن کے بعد ہم کو آزمائشیں پہنچیں گی۔“ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں کس چیز کا حکم فرمایا؟ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم صبر کریں، یہاں تک کہ ہم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوضِ کوثر پر پہنچ جائیں۔“ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر تم صبر ہی کرو! راوی کہتے ہیں پس حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ وہ کبھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

[1] (المستدرك علي الصحيحين للحاكم: ج۳ص ۵۲۲ ح ۵۹۳۵ ط دار الكتب العلمية بيروت)

سے بات نہیں کریں گے۔اِس کے بعد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور اُن سے اپنی حاجت کا ذکر کیا تو وہ اُن کے لئے اپنے گھر سے اِس طرح نکل گئے جس طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے گھر سے نکل گئے تھے اور اُن سے دریافت کیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چار غلام میرے گھر میں ہوں! حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میری طرف سے بیس غلام آپ کے لئے ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین نے اِس کی تخریج نہیں فرمائی۔حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی تعلیق تلخیص المستدرک میں اِس کو صحیح قرار دیا ہے۔

مستدرک حاکم کی دوسری سند اور معجم طبرانی کی سند کے الفاظ:

جب کہ دوسری سند سے یہ روایت "مستدرک حاکم" اور "معجم طبرانی" دونوں کتابوں میں آئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

" حدثنا أبو محمد أحمد بن عبد الله المزني ثنا محمد بن عبد الله المخرمي ثنا أبو كريب ثنا فردوس بن الأشعري ثنا مسعود بن سليم عن حبيب بن أبي ثابت عن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس عن أبيه عن ابن عباس أن أبا أيوب خالد بن زيد الذي كان رسول الله صلي الله عليه وسلم نزل في داره غزا أرض الروم فمر علي معاوية فجفاه معاوية ثم رجع من غزوته فجفاه ولم يرفع به رأسا قال أبو أيوب ان رسول الله صلي الله عليه وسلم أنبأنا أنا سنرى بعده أثرة قال معاوية فبم أمركم قال أمرنا لن نصبر

قال فاصبروا اذا فاتي عبد الله بن عباس بالبصرة وقد أمره علي عليها فقال يا أبا أيوب اني أريد أن أخرج لک من مسكني كما خرجت لرسول الله صلي الله عليه وسلم فأمر أهله فخرجوا وأعطاه كل شئ كان في الدار فلما كان وقت انطلاقه قال حاجتک قال حاجتي عطائي وثمانية أعبد يعملون في أرضي وكان عطائه أربعة آلف فاضعفها له خمس مرارا وأعطاه عشرين آلفا وأربعين عبدا .قد تقدم هذا الحديث باسناد متصل صحيح وأعلته للزيادات فيه بهذا الاسناد " التعليق من تلخيص الذهبي ۵۹۴۱ قد تقدم باسناد صحيح ."[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ (جن کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور) مہمان تشریف لائے تھے) غزوۂ روم میں شریک ہوئے تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے اعراض کیا، پھر جب غزوہ سے لوٹ کر آئے تب بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے اعراض کیا اور اُن کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا، تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی کہ ہم عنقریب اُن کے بعد آزمائشیں دیکھیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اُنہوں نے تمہیں کس چیز کا حکم دیا؟ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا اُنہوں نے ہمیں اِس چیز کا حکم دیا کہ ہم

---

[1] (المستدرك علي الصحيحين للحاكم: ج ۳ ص ۵۲۲ ح ۵۹٤۱ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و(المعجم الكبير للطبراني: ج ٤ ص ۱۲۵ ح ۳۸۷٦ ط مكتبة ابن تيمية القاهرة)

صبر کریں! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر صبر ہی کیجئے! اِس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں بصرہ چلے آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ پر حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ انہوں نے عرض کیا اے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ! میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کے لئے ویسے ہی اپنا گھر خالی کر دوں جیسا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنا گھر خالی کیا تھا۔ پھر انہوں نے اپنے گھر والوں کو گھر خالی کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے گھر خالی کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے گھر میں جو کچھ ساز و سامان تھا سب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو عطاء کر دیا۔ پھر جب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ چلنے لگے تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اُن سے دریافت کیا کہ اور کوئی ضرورت ہے؟ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک اور میری ضرورت پوری کر دیجئے کہ مجھے اپنی زمین میں کام کرنے کے لئے آٹھ غلام چاہئیں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اِس سے پہلے انہیں چار ہزار درہم عطاء کر چکے تھے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اُن کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے لئے پانچ مرتبہ دو گنا کیا اور انہیں بیس ہزار درہم اور چالیس غلام عطاء کئے۔

انجینئر محمد علی مرزا کا دجل و فریب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ انجینئر محمد علی مرزا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ: ''کیا تم قاتلینِ عثمانؓ میں شامل نہیں؟'' تو انہوں نے اُن کے ساتھ بدسلوکی کا معاملہ کیا۔ پھر غزوہ سے واپسی پر بھی ایسا ہی سلوک کیا اور اُن کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔'' حالاں کہ اصل

روایاتِ حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ "بدسلوکی کرنے کا اور اُن کی طرف توجہ نہ دینے کا" کا کہیں بھی ذکر موجود نہیں ہے، بلکہ در حقیقت یہ انجینئر محمد علی مرزا کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض وعداوت اور بدسلوکی کی مثال ہے کہ وہ موقع بے موقع طرح طرح کے بے سروپا انتہائی گھٹیا اور باطل قسم کے اتہامات والزامات اُن پر لگا کر ہمیشہ اُن کی ذاتِ مبارک کو طعن وتشنیع اور توہین وتنقید کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔

ہنر بہ چشم عداوت بزرگ تر عیب است!:

اور دوسرے یہ کہ انجینئر محمد علی مرزا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے اِس موقع پر نہ صرف یہ کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی توہین وتنقیص کی بلکہ اِس کے ساتھ ساتھ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ساتھ بھی ٹھٹھہ کیا۔" حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اِس موقع پر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی توہین وتنقیص کی اور نہ ہی انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ساتھ ٹھٹھہ کیا، بلکہ انہوں نے تو اپنے ظن وگمان کی بناء پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا کہ کیا آپ کا شمار بھی قاتلینِ عثمانؓ میں ہوتا ہے؟ تو اُس کے جواب میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم انصاریوں سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ تم لوگ کن کن آزمائشوں میں مبتلا ہو گے!" اِس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یقینی طور پر سمجھ گئے کہ اب تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی حق اور سچ بن کر واقع ہوگی، اِس لئے انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ: "پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا حکم دیا تھا؟" تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ: "پھر تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوضِ کوثر پر ملاقات کرنا!" تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اتباع میں اُس کے

جواب میں یہی کہا: "تو پھر تم صبر ہی کرو!" تو فرمائیے جناب! یہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیسے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی توہین وتنقیص کی ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ساتھ اُنہوں نے کیا ٹھٹھہ کیا ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی پیشین گوئیوں کے بارے میں کسی سے تفصیل طلب کرنا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اتباع میں اپنا قول بھی اُسی کی طرح بنا کر پیش کرنا توہین وتنقیص اور ٹھٹھہ کہلاتا ہے؟

سچ ہے کہ:

"ہنر بہ چشم عداوت بزرگ ترعیب است"

انجینئر محمد علی مرزا کی شاطری:

تیسرے یہ کہ انجینئر محمد علی مرزا نے اپنے ریسرچ پیپرز "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر بہتر صحیح الاسناد احادیث کی رُوشنی میں" "المعجم الكبير للطبراني" کی حدیث کا تو ذکر نہیں کیا البتہ "المستدرك علي الصحيحين للحاكم" کی دو مختلف روایات کو ایک دوسرے میں انتہائی شاطرانہ وعیارانہ طور پر مدغم کر کے اُن کا انتہائی بے ہودہ اور غلط ترجمہ کیا ہے، جس کا تقابل ہماری پیش کردہ "المستدرك علي الصحيحين للحاكم" کی دو مختلف روایاتِ حدیث کے الفاظ اور ہماری طرف سے پیش کئے گئے اُن کے ترجمے کے ساتھ کیا جاسکتا ہے، اور مزید یہ کہ انجینئر صاحب نے اپنی پیش کردہ روایت حدیث کی صحت کو ثابت کرنے کے لئے امام حاکم رحمہ اللہ کے اُس کو "صحیح الاسناد" کہنے کا اور امام ذہبی رحمہ اللہ کے اُس کو "صحیح" کہنے کا سہارا لیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اُن دونوں حضرات نے اِن روایات پر "صحیح الاسناد" اور "صحیح المتن" ہونے کا حکم لگایا ہے۔

جہاں تک امام حاکم رحمہ اللہ کے اِن روایات کو "صحیح الاسناد" کہنے کا تعلق ہے تو اُس کے بارے میں ماہرین فن کی رائے یہ ہے کہ وہ احادیث پر صحت وسقم کا حکم لگانے میں متساہل ہیں، اِس لئے اُن کا قول حجت نہیں، چناں چہ زیرِ بحث روایت "المعجم الكبير للطبراني" میں جس ایک سند سے اور "المستدرك علي الصحيحين للحاكم" میں جن دو مختلف

سندوں سے آئی ہے، اُن میں پہلی سند میں "اَعمش" اور "حکم بن عتیبہ" دونوں "مدلس" ہیں اور اُن کا سماع کسی سے ثابت نہیں۔ جب کہ اُس کی دوسری سند میں حبیب بن ابی ثابت تیسرے طبقے کا کثیر التدلیس "مدلس" راوی موجود ہے، اور اُس کا سماع بھی کسی سے ثابت نہیں ہے، اور یہ اُصول ہے کہ جس "مدلس" راوی، بالخصوص تیسرے درجے کے کثیر التدلیس راوی کا سماع کسی سے ثابت نہ ہو تو اُس کی روایت مدلس، ضعیف اور نا قابلِ حجت ہوتی ہے، لہٰذا "المستدرک للحاکم" اور "المعجم الکبیر للطبراني" کی زیرِ بحث دونوں روایاتِ حدیث مدلس، ضعیف، اور نا قابلِ حجت ہیں، جس کی رُو سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو قاتلینِ عثمانؓ میں شامل کرنے کا الزام ثابت نہیں ہوتا اِس لئے اُن پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا۔

"صحیح الاسناد" ہونا "صحیح المتن" ہونے کو مستلزم نہیں ہوتا!:

البتہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا قول اِس بارے میں حجت تسلیم کیا جاتا ہے، چناں چہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور اُن کی متابعت میں امام حاکم رحمہ اللہ کے زیرِ بحث دونوں روایاتِ حدیث پر "صحیح الاسناد" کے حکم لگانے کو ہی راجح قرار دیا جائے تب بھی یہ روایات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں معتبر نہیں ہو سکتیں! اِس لئے کہ کسی حدیث کا "صحیح الاسناد" ہونا اُس کے "صحیح المتن" ہونے کو مستلزم نہیں ہوتا، اسی طرح کسی حدیث کا "صحیح المتن" ہونا اُس کے "صحیح الاسناد" ہونے کو مستلزم نہیں ہوتا، لہٰذا زیرِ بحث روایاتِ حدیث پر حافظ ذہبی اور امام حاکم رحمہما اللہ کے "صحیح الاسناد" ہونے کا حکم لگانے کے باوجود ضروری نہیں کہ اُن کو "صحیح المتن" بھی شمار کیا جائے بلکہ انہیں متناً ضعیف اور نا قابلِ حجت بھی تصور کیا جا سکتا ہے۔

بالخصوص اِس لئے بھی کہ صحابہؓ کے درمیان تو اِس سے بھی بڑھ کر زیادہ سخت اور نا گوار باتیں پیش آئیں، مگر اِس کے باوجود باہمی اُخوت و بھائی چارگی کا دامن کبھی اُن کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا، اور میزبانِ رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جیسے وسیع القلب اور کشادہ ظرف صحابیِ رسول سے تو اِس بات کی ہرگز توقع نہیں کی جا سکتی کہ انہوں نے محض اِتنی سی بات پر

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قطع تعلقی کر لی ہو کہ اُنہوں نے اُن سے یہ سوال کیوں کر لیا کہ: "آپ قاتلین عثمانؓ میں سے تو نہیں ہیں؟" حالاں کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح حدیث نقل فرماتے ہیں:

" لايحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث ."[1]

ترجمہ: کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی سے تین (دن) سے زیادہ قطع تعلق رہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی بھی صحابی کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں تھا، بلکہ وہ جیسا کہتے تھے ویسا کرتے تھے، اُن کے اقوال و افعال میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی تھی، کیا انجینئر محمد علی مرزا بھی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو اس کا کریڈٹ دیں گے یا نہیں؟

---

[1] (صحيح البخاري : ج ٨ ص ٥٣ ح ٦٢٣٧ ط دار طوق النجاة) و (صحيح المسلم : ج ٤ ص ١٩٨٤ ح ٢٥٦٠ ط دار احياء التراث العربي بيروت) و (جامع الترمذي : ج ٤ ص ٣٢٧ ح ١٩٣٢ شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر) و(سنن أبي داؤد : ج ٤ ص ٢٧٨ ح ٤٩١١ ط ألمكتبة العصرية صيدا بيروت لبنان) و (مؤطا امام محمد : ج ١ ص ٣٢٤ ح ٩١٧ ط ألمكتبة العلمية بيروت لبنان) و(مسند الحميدي : ج ١ ص ٣٦٩ ح ٣٨١ ط دار السقا دمشق سوريا) و (مصنف ابن أبي شيبة : ج ٥ ص ٢١٥ ح ٢٥٣٦٨ مكتبة الرشد الرياض السعودية) و (مسند أحمد : ج ٣٨ ص ٥٠٩، ٥٥٠، ٥٥٧ ح ٢٣٥٢٨، ٢٣٥٥٠، ٢٣٥٨٤ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (ألأدب المفرد للبخاري : ج ١ ص ٢١٠ دار الصديق للنشر والتوزيع) و (صحيح ابن حبان : ١٢ ص ٤٨٤ ح ٥٦٦٨ مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (ألمعجم الكبير للطبراني : ج ٤ ص ١٤٤ ح ٣٩٤٩، ٣٩٥٠، ٣٩٥١، ٣٩٥٢، ٣٩٥٣، ٣٩٥٤، ٣٩٥٥، ٣٩٥٦، ٣٩٥٧، ٣٩٥٨، ٣٩٥٩ ط مكتبة ابن تيمية القاهرة) و (ألسنن الكبري للبيهقي : ج ١٠ ص ١٠٨ ح ٢٠٠٢٧ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (شرح السنة للبغوي : ج ١٣ ص ١٠٠ ح ٣٥٢١ ط ألمكتب الاسلامي دمشق بيروت لبنان) و (شعب الايمان للبيهقي : ج ٩ ص ١٧، ١٨ ح ٦١٩٣، ٦١٩٤ ط مكتبة الرشد للنشر والتوزيع الرياض)

اور اگر زیر بحث روایاتِ حدیث کو سنداً ومتناً دونوں اعتبار سے "صحیح" تسلیم کرلیا جائے تب بھی یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں مضر نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ کو قاتلین عثمانؓ میں شامل کرنے کا الزام اور اُن کی توہین وتنقیص ثابت ہوسکتی ہے، اِس لئے کہ اِن روایات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اِن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ پر قاتلین عثمانؓ میں شامل رہنے کا الزام ہرگز نہیں لگایا، بلکہ انہوں نے تو صرف اُن سے اپنے ظن وگمان کی توثیق لینا چاہی کہ ہمارے خیال میں آپ قاتلین عثمانؓ میں شامل رہنے والے افراد میں سے تھے، تو اِس بات کی آپ ہمارے سامنے توثیق یا تردید فرمائیں کہ ہمارا یہ خیال صحیح ہے یا نہیں؟ جس کے نتیجے میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو قدرتی طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ سوال پسند نہیں آیا اور انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور وہاں سے اُٹھ کر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف چل دیئے، تو فرمائیے جناب! حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اِس گفتگو سے کیسے اُن کی توہین وتنقیص پائی جاتی ہے یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے کیسے اُن پر قاتلین عثمانؓ میں شامل رہنے کا الزام لگ سکتا ہے؟

حقیقت یہ کہ "**المستدرک للحاکم**" اور "**المعجم الکبیر للطبراني**" کی زیر بحث تینوں روایاتِ حدیث کو دلیل وحجت بنا کر کسی بھی طرح سے نہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو قاتلین عثمانؓ میں شامل کرنے کا الزام وارد ہوسکتا، اور نہ ہی اِن روایات کی بناء پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی توہین وتنقیص کا پہلو نکل سکتا ہے۔ **هذا ما عندي والله أعلم بالصواب**

ومن يكن يطعن في معاوية
فذاك كلب من كلاب العاوية

﴿...... أحلم من أمتي معاوية بن أبي سفيان (الحدیث) ......﴾

ترجمہ: میری امت کا سب سے زیادہ بردبار شخص معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ (جامع ترمذی ۴/۲۵۵)

جرنیل اسلام

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

از قلم:

مفتی محمد وقاص رفیع

فاضل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ لاہور

من منشورات:

ادارۃ التحقیق والادب

ایبٹ آباد روڈ اسلام پورہ واہ کینٹ ضلع راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جرنیل اسلام سیدنا معاویہ بن ابی سفیان ؓ

نام ونسب:

آپ کا نام نامی اسم گرامی معاویہؓ کنیت ابو عبدالرحمٰن، والد کا نام ابوسفیانؓ، دادا کا نام حرب اور والدہ کا نام ہندؓ ہے۔ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے والد کی طرف سے آپؓ کا سلسلہ نسب یوں تحریر فرمایا ہے:

"معاویہ (ؓ) بن ابی سفیان (ؓ) بن حرب بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی ......الخ۔ [1]

ولادت باسعادت:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولادت بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سال قبل ۶۰۸ء میں ہوئی، ماں باپ نے اُس وقت کے عرب کے دستور کے مطابق مختلف علوم وفنون سے آپؓ کو آراستہ کیا اور آپؓ کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلوانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

حلقہ بگوشِ اسلام:

مشہور قول کے مطابق ویسے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے بعد ۷ھ میں "عمرۃ القضاء" سے پہلے ہی ایمان لے آئے تھے، لیکن کچھ والدہؓ کے ڈر اور کچھ دیگر معقول اعذار کی بناء پر آپؓ نے اپنا قبولِ اسلام مخفی رکھا، پھر عین "فتح مکہ" کے موقع پر اپنے والد بزرگوار

---

[1] (جمهرة أنساب العرب لابن حزم: ج ۱ ص ۱۱۱ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (نسب قريش لمصعب الزبيري: ج ۱ ص ۱۲۶ ط دار المعارف القاهرة)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ واشگاف الفاظ میں آپؓ نے اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا۔ ۱

صورت اور سیرت:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قدرتِ الٰہیہ نے جہاں ظاہری حسن صورت کے لحاظ سے گلابی رنگ، کتابی چہرہ، سروقد جاذب نظر، اور پُرکشش بانکپن جیسی خوب صورت شکل وو جاہت سے نواز رکھا تھا، تو وہیں حسن سیرت کے لحاظ سے بھی آپؓ کو اپنی خشیت وللّٰہیت، اطاعت پیمبریؐ، حلم و بردباری، عفو درگزر، نرم خوئی، عمدگی اخلاق، بلندیٔ کردار، فقر و استغنا عاجزی، انکساری سادگی اور ظرافت طبع جیسی عمدہ صفات اور اعلیٰ صلاحیتوں سے بھی وافر حصہ عطا فرما رکھا تھا۔

خدمت نبوی ﷺ اور کتابت وحی:

چوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ’’کتابت وحی‘‘ ایک نازک ترین مگر عظیم ترین کام تھا اور اس کے لئے جس احساسِ ذمہ داری، امانت داری و دیانت داری اور جس علم و فہم کی ضرورت تھی وہ محتاجِ بیاں نہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں یہ تمام تر باتیں بوجہ اتم موجود تھیں، اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلقہ بگوشِ اسلام ہو جانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر دور شناس نے آپؓ کی علمی پختگی اور عملی شیفتگی کو فوراً بھانپ لیا اور آپؓ کو ’’وحی‘‘ جیسے نازک مگر عظیم کام پر مامور فرما دیا، جسے نہایت عمدگی اور بہترین انداز میں آپؓ ادا فرماتے رہے، تا آں کہ آپؓ کا شمار کاتبین وحی جیسے کبار اور جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہونے لگا۔

چنانچہ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق کتابت وحی کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب سے زیادہ رہنے کا شرف پہلے نمبر پر اگر حضرت زید بن

---

۱ ”حكي ابن سعد أنه كان يقول: لقد أسلمت قبل عمرة القضية ولكني كنت أخاف أن أخرج الي المدينة لأن أمي كانت تقول ان خرجت قطعنا عنك القوت“ (الاصابة في تميز الصحابة للعسقلاني: ج ۳ ص ۴۱۲ ط دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

ثابت رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے، تو دوسرے نمبر پر بلا شرکت غیرے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ [1]

علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے باہر اور دور دراز سے آنے والے مہمانوں کی خاطر مدارات اور ان کے قیام وطعام کا بندوبست اور انتظام واہتمام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہی سپرد فرما رکھا تھا۔ [2] اور مکہ مکرمہ سے آجانے کے بعد تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مستقل طور پر اپنے آپ کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ [3]

مختلف غزوات میں شرکت:

بعد ازاں آپؓ مستقل طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے لگ گئے تھے اور تمام غزوات بالخصوص غزوۂ حنین، غزوۂ طائف، غزوۂ یمامہ اور چھوٹی بڑی کئی کشتی اور جنگی مہموں میں شرکت فرمائی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی نظر میں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل حاضری، کتابت وحی، امانت داری و دیانت داری اور دیگر صفات محمودہ سے متاثر ہو کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار کئی مواقع پر آپؓ کے حق میں دعائیں فرمائی۔

چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

" اللهم اجعله هاديا مهديا واهد به . " [4]

---

[1] (تاریخ اسلام از مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی: ج ۲ ص ۷ طبع مکتبۃ العلم اردو بازار لاہور)

[2] (سیدنا معاویہؓ بن ابو سفیانؓ: ص ۴۰ طبع دار المعارف سمندری روڈ فیصل آباد)

[3] " وكان زيد بن الثابت من ألزم الناس لذلك ثم تلاه معاوية بعد الفتح . فكانا ملازمين الكتابة بين يديه (صلى الله عليه وسلم) في الوحي وغيره ذلك لا عمل لهما غير ذلك "

(جوامع السيرة لابن حزم : ج ۱ ص ۲۷ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[4] (جامع الترمذي : ج ٥ ص ٦٨٧ ط شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي) و (أسد-

ترجمہ: اے اللہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو (لوگوں کے لئے)
"ہادی" (سیدھا راستہ دکھانے والا) اور "مہدی" (ہدایت یافتہ بنا دیجئے
اور اس کے ذریعہ دوسرے لوگوں کو ہدایت عطا فرما دیجئے!۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

" اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب " [۱]

ترجمہ: اے اللہ! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو حساب اور کتاب کا

الغابة في معرفة الصحابة لابن أثير الجزري : ج ۳ ص ٤٧٤ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (كنز العمال للمتقي الهندي : ج ۱۳ ص ۳۲۷ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (التاريخ الكبير للبخاري : ج ۷ ص ۳۲۷ ط دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد الدكن الهند) و (تاريخ الاسلام و وفيات المشاهير والأعلام للذهبي : ج ٤ ص ۳۱۰ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (مشكاة المصابيح للخطيب التبريزي : ج ۳ ص ۱۷۵۸ ط المكتب الاسلامي بيروت) و (البداية والنهاية لابن كثير : ج ۸ ص ۱۲۹ط دار احياء التراث العربي بيروت لبنان) و (سير أعلام النبلاء للذهبي : ج ۷ ص ۱٤۳ ط دار الحديث القاهرة) و (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء للأصبهاني: ج ۸ ص ۳٥۸ ط السعادة بجوار محافظة مصر) و (المعجم الأوسط للطبراني : ج ۱ ص ۲۰٥ ط دار الحرمين القاهرة)

[۱] (الصحيح لابن الحبان : ج ١٦ ص ١٩٢ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (مسند أحمد : ج ۲۸ ص ۳۸۳ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي : ج ۹ ص ۳٥٦ ط مكتبة المقدسي القاهرة) و (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال للمتقي الهندي : ج ۱۳ ص ٥۸۸ ط مؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (تاريخ الاسلام و وفيات المشاهير والأعلام للذهبي : ج ٤ ص ۳۰۹ ط دار الكتاب العربي بيروت لبنان) و (الاستيعاب في معرفة الأصحاب لابن عبد البر : ج ۳ ص ۱٤۲۰ ط دار الجيل بيروت لبنان) و (سير أعلام النبلاء للذهبي : ج ۱۸ ص ۳۲۲ ط دار الحديث القاهرة) و (التاريخ الكبير للبخاري : ج ۷ ص ۳۲۷ ط دائرة المعارف العثمانية حيدر آباد الدكن الهند) و (البداية والنهاية لابن كثير : ج ۸ ص ۱۲۰ ط دار الفكر بيروت لبنان) و (موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان للهيثمي : ج ۱ ص ٥٦٦ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

علم سکھلا دیجئے! اور انہیں (جہنم کے) عذاب سے بچا لیجئے!

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

" اَللّٰهم علمه الكتاب والحساب وقه العذاب "[1]

ترجمہ: اے اللہ! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو کتاب اور حساب کا علم سکھا دیجئے! اور اسے (جہنم کے) عذاب سے بچا لیجئے!۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

" اَللّٰهم املأه علماً " [2]

ترجمہ: اے اللہ! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا سینہ (علم و حکمت سے) بھر دیجئے!

حضرت معاویہ ﷜ عہد صدیقی ﷜ میں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے اوّل ایام ہی میں آپ ؓ روایت حدیث کی طرف متوجہ ہو گئے اور کئی ایک احادیث حضرت ابوبکر، حضرت عثمان اور اپنی ہمشیرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیں، جن کی تعداد علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق ایک سو تیئس (۱۲۳) ہے۔ [3]

جہادِ شام کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ؓ کے حقیقی بھائی حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر جب کہ آپ ؓ کو اِس لشکر کا علم بردار بنا کر

---

[1] (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي : ج ۹ ص۳۵٦ ط مكتبة القدسي القاهرة) و (الاصابة في تميز الصحابة لابن حجر : ج ۲ ص ١٦٤ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان) و (سير أعلام النبلاء للذهبي : ج۷ ص ١٤٣ ط دار الحديث القاهرة) و (تاريخ الاسلام و وفيات المشاهير والأعلام للذهبي : ج ٤ ص ۳۰۹ ط دار الكتاب العربي بيروت لبنان)

[2] (تاريخ الاسلام و وفيات المشاهير والأعلام للذهبي : ج ٤ ص ۳۱۰ ط دار الكتاب العربي بيروت لبنان)

[3] (أعلام الاسلام : ص ٢٢٦)

روانہ فرمایا۔ [1]

حضرت معاویہ ﷛عہد فاروقی ﷛ میں:

عہد فاروقی میں جو علاقے رُومیوں کے قبضے میں چلے گئے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کے ہاتھ سے چھین کر وہاں اسلامی شوکت وحشمت کا پھریرا لہرا دیا، نیز اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر "قلعہ عرفہ" کو فتح کیا جس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور آپؓ کو اُردن کا گورنر مقرر فرما دیا۔ [2]

عہد عثمانی میں پہلے بحری بیڑے کا قیام:

عہد عثمانی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلا اسلامی بحری بیڑا ایجاد کیا جو ۲۸ھ میں "بحیرۂ روم" میں اُترا، چنانچہ کچھ ہی دنوں بعد یورپ وافریقہ کی وسیع وعریض زمین پر اسلامی جھنڈا لہراتا ہوا نظر آنے لگا۔ [3]

حضرت معاویہ ﷛عہد مرتضوی ﷛ میں:

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی الم ناک شہادت کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ راشد ہوئے، لیکن افسوس کہ آپؓ کا انتخاب ایک انتہائی پر آشوب اور ہنگامی دور میں ہوا، اس لئے صحابہ ﷡ کی ایک بڑی جماعت نے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو دم عثمانؓ کے قصاص کے حصول کی شرط کے ساتھ مشروط کر دیا، اور قصاصِ دم عثمانؓ کے حصول کے لئے کھڑے ہو گئے۔

---

[1] (محاضرات تاريخ الامم الاسلامية: ج ٤ ص ٤٧١) " قال البلاذري فدفعه (أي اللواء) ابو بكر الى يزيد بن ابي سفيان فسار به ومعاوية اخوه يحمله بين يديه " (فتوح البلدان للبلاذري: ج ١ ص ١١٢ ط دار ومكتبة الهلال بيروت لبنان)

[2] (تاریخ الامت: ج ۳ ص ۸، بحوالہ: سیدنا معاویہؓ بن ابو سفیانؓ: ص ۴۲ طبع اشاعت المعارف سمندری روڈ فیصل آباد)

[3] (سیدنا معاویہؓ بن ابو سفیانؓ: ۴۵، ۴۶ طبع اشاعت المعارف فیصل آباد)

جنگ جمل:

یہاں تک کہ بصرہ کے علاقہ میں جمادی الاخریٰ ۳۶ھ میں "جنگ جمل" کی صورت میں مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں باہم سخت ٹکراؤ ہوا، ابتداءً یہ ایک مجلس مصالحت تھی، جسے مفسدین نے انجام کار جنگ بنادیا، اِس جنگ میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا فریق مغلوب ہوا، جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کا فریق کامیاب ہوا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ "جنگ جمل" کے حالات وواقعات جب ملک شام پہنچے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اِن حالات کی اطلاع ہوئی کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اِس جنگ میں شہید ہو چکے ہیں، اہل بصرہ شکست سے دوچار ہوئے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کی جماعت غالب آچکی ہے تو اِس موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اہل شام نے قصاص دم عثمانؓ کی طلب کے لئے آمادہ کیا، اور اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اِس سلسلہ میں اپنا امیر بنا کر بیعت کی، یہ بیعت دم عثمانؓ کے قصاص کی طلب کے لئے تھی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے منعقد نہ ہوئی تھی۔[1]

جنگ صفّین:

چنانچہ ماہِ محرم الحرام ۳۷ھ میں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے جنود وعساکر کی آمد کی اطلاع پہنچی تو وہ بھی اپنے لشکر کے ہم راہ بلادِ شام کے مشرقی جانب واقع "صفّین" نامی مقام کی سرحد کے قریب آپہنچے، اِس مقام پر دونوں فریقوں کی جماعتوں کا اجتماع ہوگیا۔

---

[1] "عن ابن شهاب الزهري قال لما بلغ معاوية و أهل الشام قتل طلحة والزبير وهزيمة أهل البصرة و ظهور عليٍّ عليهم دعا أهل الشام معاوية للقتال معه علي الشوري والطلب بدم عثمان فبايع معاوية أهل الشام عليٰ ذلك أميرا غير خليفة." (تاريخ دمشق لابن عساكر: ج ۵۹ ص ۱۲۶ ط دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت لبنان)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مؤقف یہ تھا کہ فریق مقابل کے مطالبہ قصاصِ دم عثمانؓ کی صورت یہ ہونی چاہیے کہ پہلے وہ لوگ میری بیعت کریں، پھر مطالبہ قصاصِ دم عثمانؓ پیش کریں، اِس کے بعد اِس کا شرعی فیصلہ کیا جائے گا۔

نیز جب مہاجرین وانصار نے میری بیعت قبول کرلی ہے تو اہل شام پر بھی لازم ہے کہ وہ میری بیعت کرلیں، اور اطاعت قبول کریں، اگر یہ صورت اختیار نہیں کریں گے تو پھر قتال ہوگا۔ [1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مؤقف یہ تھا کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ ظلماً شہید کیے گئے ہیں اور اُن کے قاتل لشکر علوی میں موجود ہیں [2] اس لئے اُن سے قصاص لیا جائے اور ہمارا مطالبہ صرف قصاصِ دم عثمانؓ کے متعلق ہے [3] خلافت کے بارے میں ہمارا کوئی نزاع نہیں ہے۔ [4]

نیز جب تک قاتلین عثمانؓ لشکر علویؓ میں موجود رہیں گے اور اُن کو شرعی سزا نہیں دی جائے گی اُس وقت تک ہم بیعت نہیں کر سکتے، یا پھر دوسری صورت اِس کی یہ ہے کہ قاتلین کو ہمارے حوالہ کردیا جائے اور ہم خود اُن سے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لے لیں۔

حاصل یہ کہ امرِ خلافت ہم آپؓ کے لئے اُس وقت تسلیم کریں گے جب اہل شر وفساد کو ختم کردیا جائے، جنہوں نے خلیفہ برحق کا محاصرہ کر کے اُنہیں ناحق شہید کیا ہے، یہ چیز دین کے معاملہ میں بڑی رخنہ انداز ہوئی ہے اور اہل اسلام میں خلل عظیم کا موجب ہے۔

---

[1] "وقد روي ابن عساكر عن عامر الشعبي أن عليا حين بعث جرير بن عبد الله البجلي الي معاوية قبل وقعة صفين وذلک حين عزم عليٌ عليٰ قصد الشام وجمع الجيوش لذلک و كتب معه كتاباً الي معاوية يذكر له فيه أنه قد لزمته بيعته لأنه قد بايعه المهاجرون و الأنصار فان لم تبايع استعنت بالله عليه وقاتلتک." (البداية والنهاية: ج ۸ ص ۱۲۷ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] "حجة معاوية ومن معه ما وقع معه من قتل عثمان مظلوماً و وجود قتله بأعيانهم في—

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیش کردہ موقف کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دلیل معذرت یہ تھی کہ موجودہ حالات میں قاتلین عثمانؓ کو شرعی سزا دینا، یا فریق مقابل کے سپرد کرنا عظیم شر وفساد کا موجب ہوگا، اور اِس کی وجہ سے قبائل میں ایک اور اضطراب و انتشار جنم لے گا اور معاملہ نظم وضبط سے باہر ہو جائے گا، لہٰذا اِس معاملہ میں تعجیل کے بجائے تاخیر لازم ہے۔ [۱]

بہر حال حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنی بیعت اور اطاعت کا مطالبہ مقدم تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے قصاصِ دم عثمانؓ کا مطالبہ پیش پیش تھا، اس سلسلہ میں اگر چہ بعض اکابر حضرات نے فریقین کے درمیان رفعِ نزاع کی کوششیں ضرور کیں، لیکن اُن کی اِس جد و جہد اور سعی پیہم کے باوجود کوئی ما بالاتفاق ایسی چیز سامنے نہ آسکی کہ جس پر اِن کا نزاع ختم ہو سکتا، اِس طرح حالات روز بروز مزید شدت پکڑتے گئے اور معاملہ اور بھی زیادہ سنگین ہو گیا۔

اِس موقع پر مخلصین حضرات کے علاوہ عوامی قسم کے بہت سے شریر عناصر بھی یہاں موجود تھے، جن کی منازعت کے ہولناک عواقب اور خطرناک انجام پر نظر نہیں تھی، یہ لوگ اپنی ''جبلی شر پسندی'' اور ''فطرتی فساد انگیزی'' سے باز نہیں رہ سکتے تھے، چنانچہ اِن عناصر نے جانبین کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے بجائے اُن میں مزید نفرت اور بدظنی پھیلا دی اور

= العسكر العراقي." (فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر : ج ۱۳ ص ۲۸۸ ط دار المعرفة بيروت لبنان) و (كتاب التمهيد لأبي شكور السالمي : ص ١٦٦، ١٦٧ ط حزب الأحناف لاهور)

[۲] "قال معاوية ما قاتلت عليا الا في أمر عثمان ." (المصنف لابن أبي شيبة : ج ٦ ص ۱۸۷ ط مكتبة الرشد الرياض المملكة العربية السعودية)

[۳] "وأما الخلافة فلسنا نطلبه ." (واقعہ صفین (از نصر بن مزاحم منقری شیعی) ص ۷۰)

[۱] "لأن عليا كان رأي أن تأخير تسليمهم أصوب ، اذ المبادرة بالقبض عليهم مع كثرة عشائرهم واختلاطهم بالعسكر يؤدي الى اضطراب أمر الامامة العامة " (اليواقيت والجواهر للشعراني : ج ۲ ص ۷۷ ط مكتبة الشاملة بيروت لبنان)

انہیں ایک دوسرے سے اور زیادہ دُور کر دیا اور معاملہ سلجھانے کے مزید اُلجھا دیا اور صلح کے بجائے قتال کرنے پر اصرار کرنے لگے۔

اِن مفسدین نے اہلِ اسلام میں ایک عظیم فساد برپا کر دیا، جس کے معترِ اثرات سے اُمتِ مسلمہ نہ بچ سکی اور اِس کے مہلک نتائج سے قوم محفوظ نہ رہی، چنانچہ بلادِ شام کے مشرقی جانب میں واقع "صفین" نامی مقام پر فریقین کی جماعتوں کا اجتماع ہوا اور پھر ایک شدید قسم کی جنگ واقع ہوئی، جس میں فریقین کی جانب سے اکابر صحابہؓ تابعینؒ اور بہت سے لوگ شہید ہوئے، جن کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ [1]

تحکیمِ الحکمین:

اِس موقع پر اہلِ شام کی طرف سے قتال ختم کرنے کے لئے یہ تدبیر کی گئی کہ اللہ کی کتاب کا فیصلہ فریقین کو تسلیم کر لینا چاہیے، چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اِس دعوتِ مصالحت کو قبول فرما لیا اور اِس طرح فریقین کتاب اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرنے پر آمادہ ہو گئے، اور لڑائی بند کر دی گئی اور طے یہ ہوا کہ فریقین میں سے ہر ایک فریق کی جانب سے ایک ایک حکم (ثالث) اِس مسئلہ کے فیصلہ کے لئے مقرر کر دیا جائے۔

بنابریں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ "حکم" منتخب ہوئے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ثالث تسلیم کیے گئے [2] اور طے یہ ہوا کہ یہ دونوں حضرات "دومۃ الجندل" یا اِس کے

---

[1] "فقتل في هذا الموطن خلق كثير من الفريقين لايعلمهم الا الله وقتل من العراقيين خلق كثير ايضاً." (البداية والنهاية لابن كثير: ج ۷ ص ۲۷۱ ط دار الفكر بيروت لبنان) "فقتل خلق كثير من الأعيان من الفريقين فانا لله وانا اليه راجعون." (البداية والنهاية لابن كثير: ج ۷ ص ۲۶۵ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] "وفيها (أي في سنة سبع وثلاثين) اجتمع الحكمان ابو موسي الأشعري من قبل عليٍّ و عمرو بن العاص من قبل معاوية." (تاريخ خليفه بن خياط: ج ۱ ص ۱۹۱،۱۹۲ ط دار القلم دمشق ومؤسسة الرسالة بيروت لبنان) و (العبر في خبر من غبر للذهبي: ج ۱ ص ۳۱ ط –

قریب "اذرح" نامی مقام پر (علیٰ حسب اختلاف الاقوال) مجتمع ہوکر کتاب اللہ کی رَوشنی میں جو فیصلہ کریں گے وہ منظور ہوگا۔

اجتماعِ فریقین اور فیصلہ میں ناکامی:

آخر دونوں فریق رمضان المبارک ۳۷ھ میں "دومۃ الجندل" (اذرح) کے مقام پر مجتمع ہوئے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود تشریف نہیں لے گئے، بلکہ اُن کی جانب سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما شریک مجلس ہوئے اور دیگر اُن کے ہم نوا حضرات ساتھ تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود تشریف لے گئے اور اُن کے ہم خیال حضرات بھی شامل اجتماع ہوئے۔[1]

فریقین کے منتخب حکم حضرات حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما مذکورہ مقام پر تشریف لے آئے، اور دونوں نے مسلمانوں کی مصلحت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں حضرات کو اپنے اپنے مناصب سے معزول کردیا جائے اور یہ معاملہ پھر سے اکابرین اُمت کی صواب دید پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ جس شخصیت کو اِس منصب کے لائق تر سمجھیں اُس کو منتخب کرلیں۔[2]

حکمین میں سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ حضرت عبداللہ

- دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان) و (طبقات ابن سعد: ج ۳ ص ۲۳ و ج ٤ ص ۱۹۳ ط دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان) و (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج ۷ ص ۲۷٦ ط دار الفکر بیروت لبنان)

[1] "وفیھا (أي في سنۃ سبع و ثلاثین) اجتمع الحکمان ...... بدومۃ الجندل في شھر رمضان ویقال بأذرح وھي من دومۃ الجندل قریب فبعث علي ابن عباس ولم یحضر و حضر معاویۃ" (تاریخ خلیفۃ بن خیاط: ج۱ ص ۱۹۱، ۱۹۲ ط دار القلم دمشق ومؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان)

[2] "فلما اجتمع الحکمان تراوضا علی المصلحۃ للمسلمین ونظراً في تقدیر أمور ثم اتفقا علی أن یعزلا علیا ومعاویۃ ثم یجعلا الأمر شوریٰ بین الناس یتفقوا علی الأصلح لھم منھما أو من غیرھما." (البدایۃ والنہایۃ: ۳۱۳/۷، دار احیاء التراث العربی)

بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو والی بنایا جائے جب کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو والی بنانے کی رائے پیش کی کہ وہ بھی علم و عمل اور تقویٰ و طہارت میں ایک مقام کے حامل شخص تھے، اِس پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ آدمی تو صادق اور صحیح ہیں لیکن آپؓ نے اپنے فرزند کو اِن فتنوں میں ملوث کر دیا ہے۔" [1]

علاوہ ازیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو منتخب کر لیا جائے، لیکن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اِس رائے سے بھی متفق نہ ہوئے۔

اِس طرح اِس مسئلہ میں مزید بحث و تمحیص بھی چلتی رہی لیکن کوئی مابہ الاتفاق نتیجہ خیز رائے سامنے نہ آسکی، اِس لئے اصلاح بین المسلمین کی یہ آخری کوشش بھی ناکام ہوگئی۔

چنانچہ مؤرخ خلیفہ بن خیاط لکھتے ہیں:

"فلم يتفق الحكمان علىٰ شيً وافترق الناس ." [2]

ترجمہ: پس حضرات حکمین کسی بات پر متفق نہ ہو سکے اور لوگ متفرق ہوگئے۔

بنابریں حالات فریقین اپنی اپنی جماعتوں کے ساتھ واپس چلے گئے، اور اہل شام نے جا کر حضرت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی۔ اِس سے قبل نہ آپؓ نے بیعت خلافت لی تھی اور نہ ہی خلافت کا دعویٰ کیا تھا [3] بلکہ وہ اپنے سابقہ منصب "امیر شام" پر فائز تھے جو آپ کو سابقہ خلفاء کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔

---

[1] " وقد أشار أبو موسي بتولية عبد الله بن عمر بن الخطاب فقال له عمرو فول ابني عبد الله فانه يقاربه في العلم والعمل والزهد فقال له أبو موسي انک قد غمست ابنک في الفتن معک وهو مع ذلک رجل صدق ." (البداية والنهاية لابن كثير : ج ٧ ص ٢٨٢ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[2] (تاريخ خليفة بن خياط : ج ١ ص ١٩٢ ط دار القلم دمشق ومؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

[3] "وبايع أهل الشام لمعاوية بالخلافة في ذي القعدة سنة سبع وثلاثين " (تاريخ خليفة بن –

چنانچہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''معاویہ قبل تحکیم ادعا خلافت نہ کردہ بود و بیعت خلافت نہ گرفتہ۔''[۱]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تحکیم سے پہلے نہ خلافت کا دعویٰ کیا تھا اور نہ ہی بیعت خلافت لی تھی۔

۳۸ھ اور ۴۰ھ کے درمیانی دور میں فریقین کے درمیان باہمی معارضات کے متعدد واقعات مختلف علاقہ جات میں پیش آئے، قطع نظر اس سے کہ ان کے علل و اسباب کیا تھے؟ بہر حال ان حالات میں ایک قسم کی اضطرابی کیفیت تھی اور ملک میں باہمی انتشار کا دور دورہ تھا۔

اندریں حالات فریقین کے درمیان حرب و ضرب کے سلسلہ کو ختم کرنے کے لئے مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ شروع ہوا جو درج ذیل تفصیلات پر مشتمل تھا:

۱- عراق کا ملک اور اس کے ملحقات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم کے تحت ہوں گے۔

۲- ملک شام اور اس کے ملحقات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم کے تحت ہوں گے۔

۳- کوئی ایک فریق دوسرے فریق کے علاقہ پر فوج کشی اور غارت گری نہیں کرے گا۔

۴- ہر دو فریق ایک دوسرے کے خلاف قتال سے گریز کریں گے اور کسی ایک فریق کے علاقہ میں دوسرا فریق اپنی فوج نہیں بھیجے گا۔[۲]

— خیاط: ج ۱ ص ۱۹۲ ط دار القلم دمشق ومؤسسة الرسالة بیروت) و (تاریخ ابن خلدون: ج ۲ ص ٦٤١ ط دار الفکر بیروت لبنان)

[۱] (قرة العینین فی تفضیل الشیخین للشاہ ولی اللہ الدھلوی: ص ۲۷۸، طبع دھلی)

[۲] "وفی هذه السنة (أی سنة أربعین) جرت بین علیّ و معاویة " المهادنة " بعد مکاتبات يطول ذكرها على وضع الحرب بينهما وأن يكون ملك العراق لعليّ ولمعاوية الشام ولا—

اس طرح ۴۰ھ میں معاہدۂ امن وصلح لکھنے کی بنیاد پڑی اور یوں رنجش ورقابت کا دور ختم ہوکر محبت ومودت کا دور دورہ شروع ہوا اور مسلمان آپس میں دوبارہ ایک بار پھر شیر وشکر ہو گئے۔

حضرت علی ﷜ حضرت معاویہ ﷜ کی نظر میں:

"جنگ صفین" کے بعد کسی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ: "جاؤ! علیؓ سے پوچھو! کیوں کہ وہ زیادہ جاننے والے ہیں۔" اُس نے عرض کیا کہ: "اِس بارے میں مجھے آپ کا جواب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "تو نے بہت بری بات کہی، کیا تو ایسے شخص کو ناپسند کرتا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم سے بھر دیا ہے؟" اور اُس کے بارے میں فرمایا ہے کہ: "(اے علیؓ!) تو میرے لئے ایسے ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں!" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی سے اُس کا حل تلاش فرمایا کرتے تھے۔"[1]

=يدخل أحدهما علي صاحبه في عمله بجيش ولا غارة ولا غزوة ......وامسک كل واحد منهما عن قتال الآخر وبعث الجيوش الي بلاده واستقر الأمر علي ذلک" (تاريخ الطبري: ج ٥ ص ١٤٠ ط دار التراث بيروت لبنان)

[1] "عن أبي حازم قال جاء رجل الي معاوية فسأله عن مسألة فقال سل عنها عليّ بن أبي طالب فهو أعلم قال يا أمير المؤمنين جوابک فيها أحب اليّ من جواب عليٍّ قال بئس ما قلت لقد كرهت رجلاً كان رسول الله صلي الله عليه وسلم يغزره بالعلم غزراً ولقد قال له أنت مني بمنزلة هارون من موسيٰ الا أنه لا نبيّ بعدي وكان عمر اذا أشكل عليه شئٌ أخذه منه." أخرجه أحمد في المناقب (الرياض النضرة في مناقب العشرة للطبري: ج ٣ ص ١٦٢ ط دار الكتب العلمية، بيروت)

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تعریف کر رہے تھے کہ ایک شخص بولا: "آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تعریف کر رہے ہیں، اگر اہل شام سن لیں تو......تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "مجھے اِس کی پرواہ نہیں۔"

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپؓ بے ساختہ رُونے لگے اور بار بار "انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون" پڑھتے رہے، اُس وقت آپؓ اندرونِ خانہ تشریف فرما تھے، آپؓ کی بیوی نے یہ کیفیت دیکھ کر عرض کیا کہ: "آپؓ اُن سے لڑتے بھی رہے اور اُن کے لئے رُو بھی رہے ہیں!" تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "تیرا بھلا ہو! تو نہیں جانتی کہ آج لوگ کس قدر علم و فضل اور فقہ سے محروم ہو گئے ہیں۔" [۱]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا کہ کچھ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر یا فاسق کہہ رہے ہیں، تو آپؓ نے فرمایا: "معاویہؓ میرے بھائی ہیں "کافر" یا "فاسق" نہیں ہیں۔" [۲]

اور مزید وضاحت کے لئے ایک گشتی فرمان جاری کیا جس میں تحریر تھا کہ:

"ہمارے معاملہ کی ابتدا یوں ہوئی کہ ہمارا اہل شام (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) سے مقابلہ ہوا اور ظاہر ہے کہ ہمارا اور اُن کا اللہ ایک، ہمارا اور اُن کا نبی ایک، ہمارا اور اُن کا اسلام ایک، اللہ و رسول کی

---

[۱] "عن جرير بن عبد الحميد عن مغيرة قال لما جاء قتل علي الي معاوية جعل يبكي ويسترجع فقالت له امرأته تبكي عليه وقد كنت تقاتله فقال لها ويحك انك لاتدرين مافقد الناس من الفضل والفقه والعلم." (تاريخ دمشق لابن عساكر : ج ٥٩ ص ١٤٢ ط دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع) و (البداية والنهاية لابن كثير : ج ٨ ص ١٣٠ ط دار الفكر بيروت لبنان)

[۲] (الناهية عن طعن معاوية للفرهاروي : ص ٢٢ ط مكتبة الحقيقة استنبول تركي)

تصدیق میں نہ ہم اپنے کو اُن سے زیادہ کہتے ہیں اور نہ وہ اپنے کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں، بلکہ معاملہ دونوں کا ایک ہی ہے، صرف دم عثمانؓ کے بارے میں ہم میں اور اُن میں اختلاف ہوا ہے اور ہم اِس (دم عثمانؓ) سے بری ہیں۔" [1]

ایک موقع پر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

"قتلانا وقتلاهم في الجنة." [2]

ترجمہ: ہمارے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقتولین جنتی ہیں۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت جب قریب آیا تو آپؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور اُن کو وصیت فرمائی کہ: "بیٹا! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت قبول کرنے سے ہرگز نفرت نہ کرنا! ورنہ باہم کشت و خون ریزی دیکھو گے۔" [3]

اِس قسم کی روایات بے شمار ہیں جنہیں دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سبائیوں کی فتنہ سامانیوں کے سبب اِن بزرگوں میں اتفاقیہ طور پر جو رنجش و کشمکش اور اختلاف بعد پیدا ہوا تھا وہ جلد ہی دُور ہو گیا تھا اور اِن میں رشتے ناطے اور محبت و اخوت کا سلسلہ (دوبارہ) شروع ہو گیا تھا۔ [4]

---

[1] "ومن كتاب له عليه السلام كتبه الي أهل الأمصار يقص فيه ماجري بينه و بين أهل صفين وكان بدء أمرنا أنا التقينا بالقوم من أهل الشام والظاهر أن ربنا واحد و نبينا واحد و دعوتنا في الاسلام واحدة ولانستزيدهم في الايمان بالله والتصديق برسوله ولايستزيدوننا والأمر واحد الا مااختلفنا فيه من دم عثمان ونحن منه براء." (شرح نهج البلاغة لابن أبي الحديد: ج ۱۱ ص ۱۷۵ ط مكتبة الشاملة بيروت لبنان)

[2] (مصنف بن أبي شيبة: ج ۷ ص ۵۵۲ ط مكتبة الرشد الرياض المملكة العربية السعودية)

[3] (البداية والنهاية لابن كثير: ج ۸ ص ۱۳۱ بحوالہ: سیدنا معاویہ بن ابوسفیان: ۲۶)

[4] (سیدنا معاویہ بن ابوسفیانؓ: ص ۶۲ ط اشاعت المعارف سمندری روڈ فیصل آباد)

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے مصالحت:

"معاہدۂ صلح" کے کچھ ہی عرصہ بعد ۲۱ ر رمضان المبارک ۴۰ھ کو جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور آپؓ کی جگہ آپؓ کے بیٹے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ جانشین خلافت ہو گئے، تو اہل عراق نے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑنے پر آمادہ کیا اور زور دیا، تو اُس وقت حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا وصیت یاد آگئی کہ:

> "بیٹا! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت قبول کرنے سے ہرگز نفرت نہ کرنا، ورنہ باہم کشت وخون ریزی دیکھو گے۔"[2]

اس لئے آپ نے اُن سے فرمایا کہ:

> "میرے والد ماجد مجھ سے فرما چکے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دن خلیفہ ہو کر رہیں گے، خواہ ہم کتنی ہی بڑی فوج لے کر اُن کے مقابلہ میں نکلیں، لیکن غالب وہی رہیں گے، کیوں کہ منشائے خداوندی کو ٹالا نہیں جاسکتا۔"[3]

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سبائیوں کو پسند نہیں آئی، اور وہ آپؓ کے دُشمن ہو گئے، اور کھلم کھلا آپؓ کو "کافر" اور "مذل المؤمنین" کہنے لگے۔ [4] یہاں تک کہ "مدائن" میں آپؓ پر حملہ کیا، خیمہ لوٹا، اور آپؓ کو نیزوں سے مارا، پیٹا، ناقابل برداشت اذیتیں اُٹھانے کے بعد حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اب اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ

---

[2] (البدایہ والنہایہ: ۸/ ۱۳۱ بحوالہ: سیدنا معاویہ بن ابو سفیان، ص ۶۲ طبع اشاعت المعارف فیصل آباد)

[3] (ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء: ۲۸۳/۴ ط قدیمی کتب خانة کراتشی الباکستان)

[4] "السلام علیک یا مذل المؤمنین." (شرح نهج البلاغة لابن الحدید: ۱۰/ ۲۰ و ۶۷)

[5] "حتی نازعوه بساطا کان جالسا علیه وطعنه بعضهم حین رکب طعنة اثبتوه و اشوته فکرههم الحسن کراهة شدیدة ورکب فدخل القصر الأبیض من المدائن فنزله وهو جریح." (البدایة والنهایة لابن کثیر: ج ۸ ص ۱۴ ط دار الفکر بیروت لبنان)

عنہ کی وصیت کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لینا ہی بہتر ہے۔

چنانچہ آپ نے مشورہ کے لئے اپنے چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور بڑے بہنوئی حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو طلب کیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قدرے اختلاف تھا، لیکن حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے صلح کرنے کی پرزور موافقت کی۔

چناں چہ اُس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر ثبت فرما کر حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ عریضہ بھیجا کہ:

''آپ جتنی شرطیں چاہیں اِس پر لکھ دیں مجھے منظور ہیں۔''

چنانچہ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی شرطیں لکھ دیں جنہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلا کسی ترمیم کے منظور فرمالیا۔ [1]

اور اِس طرح حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی دلی رضاء و رغبت کے ساتھ منصب خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ تسلیم فرما کر خلافت جیسے عظیم منصب سے اپنے آپ کو علیحدہ کر دیا۔

اِس موقع پر بعض اصحاب کی خواہش ہوئی کہ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اِس کا اعلان فرما دیتے تو بہتر تھا، چنانچہ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کے سامنے یہ خطبہ دیا:

''مسلمانو! میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی ہے اور اِن کو اپنا امیر اور خلیفہ تسلیم کر لیا ہے، اگر امارت و خلافت اِن کا حق تھا تو اِن کو پہنچ گیا اور اگر یہ میرا حق تھا تو میں نے اُن کو بخش دیا۔''

---

[1] " ولما رأي الحسن من أصحابه الفشل أرسل الي عبد الله بن عامر بشرائط اشترطها علي معاوية علي أن يسلم له الخلافة و كانت الشرائط ان لا ياخذ احداً من اهل العراق باحنة و لن يؤمن الأسود والأحمر ويحتمل مايكون من هفواتهم ويجعل له خراج الأهواز مسلماً في كل عام ويحمل الي اخيه الحسين بن علي في كل عام الفي الف ويفضل بني-

اِس تقریر کے بعد حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اپنے معاہدے کے مطابق پچاس لاکھ درہم نقد اور ایک لاکھ درہم سالانہ وظیفہ لے کر مدینۃ الرسول تشریف لے آئے، اور اِس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی کہ:

"ان ابني هذا سيد لعل الله أن يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين."[۱]

ترجمہ: بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

اب جا کر پوری ہوئی۔

فتوحاتِ معاویہ ﷛ پر ایک نظر:

۱۹ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے "قیساریہ" کو فتح کیا۔ ۲۷ھ میں بحری بیڑہ لے کر "قبرص" کی جانب بڑھے اور تاریخ اسلام کی پہلی بحری جنگ لڑی[۲] ۲۸ھ میں "قبرص" کا عظیم الشان جزیرہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا۔[۳] ۳۲ھ میں "قسطنطنیہ" کے قریبی علاقوں میں جہاد جاری رکھا[۴] ۳۳ھ میں "افرنطہ، ملطیہ اور رُوم" کے کچھ قلعے فتح کئے[۵] ۳۵ھ میں

= هاشم في العطاء والصلات علىٰ بني عبد شمس." (الأخبار الطوال للدينوري: ج ۱ ص ۲۱۸ ط دار احياء الكتب العربي القاهرة)

[۱] (صحيح البخاري: ج ۳ ص ۱۸۶ ط دار طوق النجاة)

[۲] " فيها (أي في سنة سبع وعشرين) ركب معاوية بالجيش في البحر وغزا قبرص."

(العبر في خبر من غبر للذهبي: ج ۱ ص ۲۱ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[۳] " وقيل فيها غزوة قبرص."

(العبر في خبر من غبر للذهبي: ج ۱ ص ۲۲ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[۴] " فيها سار معاوية وتوغل في الروم فالتقي العدو بالقرب من القسطنطينية."

(العبر في خبر من غبر للذهبي: ج ۱ ص ٤٤ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

[۵] " فيها غزا معاوية افرنطية وملطية وحصن المرأة من أرض الروم."

(العبر في خبر من غبر للذهبي: ج ۱ ص ۲۵ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

آپؓ کی قیادت میں "غزوۂ ذی خشب" پیش آیا ۱۔ ۴۲ھ میں "غزوۂ بحستان" پیش آیا اور "سندھ" کا کچھ حصہ مسلمانوں کے زیرنگین آیا ۲۔ ۴۳ھ میں "سوڈان" کا ملک فتح ہوا اور "سجستان" کا مزید علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا ۳۔ ۴۴ھ میں "افغانستان" کا مشہور شہر "کابل" فتح ہوا اور مسلمان "ہندوستان" میں "قندابیل" کے مقام تک پہنچ گئے ۴۔ ۴۵ھ میں "افریقہ" پر لشکرکشی کی گئی اور ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے زیرنگین آیا ۵۔ ۴۷ھ میں "افریقہ" کے مزید علاقوں میں غزوات جاری رہے ۶۔ ۵۰/۵۱ھ میں "غزوۂ قسطنطنیہ" پیش آیا، جہاں پہلی بار مسلمانوں نے حملہ کیا تھا ۷۔ ۵۴ھ میں مسلمان "نہرجیحون" کو عبور کرتے ہوئے "بخارا" تک پہنچے تھے، اور بعض دوسرے علاقے بھی فتح کئے ۸۔ اور ۵۶ھ میں "غزوۂ سمرقند" پیش آیا۔ ۹

۱۔ " فيها غزوة ذي خشب وعلى الناس معاوية ."

(العبر في خبر من غبر للذهبي : ج ۱ ص ۲۶ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

۲۔ " فيها غزا عبد الرحمان بن سمرة سجستان فافتتح زرنج وغيرها وسار راشد بن عمرو فشن الغارات و وغل في بلاد السند ."

(العبر في خبر من غبر للذهبي : ج ۱ ص ۳۶ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

۳۔ " فيها فتحت الرخج من أرض سجستان و افتتح عقبة بن نافع كوراً من بلاد السودان ."

(العبر في خبر من غبر للذهبي : ج ۱ ص ۳۷ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

۴۔ " فيها افتتح عبد الرحمان بن سمرة مدينة كابل وفيها غزا المهلب بن أبي صفرة في أرض الهند و وصل الي قندابيل فالتقي العدو فهزمهم ."

(العبر في خبر من غبر للذهبي : ج ۱ ص ۳۷ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

۵۔ " فيها معاوية بن خديج افريقية ."

(العبر في خبر من غبر للذهبي : ج ۱ ص ۳۸ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

۶۔ " وغزا رويفع بن ثابت الأنصاري أمير أطرابلس الغرب أفريقية ."

(العبر في خبر من غبر للذهبي : ج ۱ ص ۳۹ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

۷۔ " فيها غزا يزيد بن معاوية القسطنطينية و قيل في سنة احدى ." —

وفات حسرت آیات:

۶۰ھ میں جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی عمر عزیز کی اٹھہتر ویں بہار سے گزر رہے تھے کہ اچانک ایک دن آپؓ کی طبیعت کچھ ناسازی ہوگئی اور پھر آئے دن خراب سے خراب تر ہوتی چلی گئی، تا آں کہ دمشق کے مقام پر راجح قول کے مطابق مؤرخہ ۲۲ رجب المرجب ۶۰ھ میں اسی مرض کی حالت میں آپؓ نے "داعی اجل" کو لبیک کہا اور اس طرح علم وحلم، زہد وتقویٰ اور تدبر وسیاست کا یہ آفتاب جہان تاب اور ماہتاب عالم تاب اس جہانِ رنگ وبو کے اُفق میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون رضي اللہ تعالي عنہ وأرضاہ وارزقنا حبہ وحب من والاہ۔**

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور "باب الصغیر" دمشق میں آپؓ کو آسودۂ استراحت کر دیا گیا۔

= (العبر في خبر من غبر للذهبي: ج ۱ ص ۴۰ ط دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

۸؎ " فیھا غزا عبید اللہ بن زیاد فقطع نھر جیحون الیٰ بخاراۓ وافتتح بعض البلاد۔ "

(العبر في خبر من غبر للذهبي: ج ۱ ص ۴۳ ط دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

۹؎ " وفیھا استعمل معاویة سعید بن عثمان بن عفان علیٰ خراسان فغزا سمرقند۔ "

(العبر في خبر من غبر للذهبي: ج ۱ ص ۴۴ ط دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

﴿......فیہا کتب قیمۃ (ألقرآن)......﴾

المصنف:

مفتی محمد وقاص رفیع

فاضل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ لاہور

من منشورات:

ادارۃ التحقیق والادب الپاکستان

Mobile:0300-5808678,0313-5022696

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱	قرآنِ مجید	....

(آ)

۲	الآحاد والمثانی	امام ابن ابی عاصم الشیبانی
۳	آسان ترجمۂ قرآن	مفتی محمد تقی عثمانی

(ا)

۴	اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد مسانید العشرۃ	ابو العباس شہاب الدین البوصیری
۵	اتحاف المہرۃ بالفوائد المبتکرۃ من اطراف العشرۃ	حافظ ابن حجر عسقلانی
۶	الاحادیث المختارۃ	امام ضیاء الدین ابو عبد اللہ المقدسی
۷	الاخبار الطوال	علامہ ابو حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری
۸	اخبار مکہ فی قدیم الدہر وحدیثہ	امام ابو عبد اللہ الفاکہی
۹	الادب المفرد	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری
۱۰	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	امام حافظ ابن عبد البر القرطبی
۱۱	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	امام عز الدین ابن اثیر الجزری
۱۲	الاسرار المرفوعہ فی الاحادیث الموضوعہ	حضرت ملا علی قاری الحنفی
۱۳	الاصابہ فی تمییز الصحابہ	حافظ ابن حجر عسقلانی
۱۴	اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی	حافظ ابن حجر عسقلانی
۱۵	اعلاء السنن	علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی
۱۶	اکمال اکمال المعلم	امام ابو عبد اللہ الوشتانی الابی المالکی
۱۷	اکمال المعلم بفوائد مسلم	امام قاضی عیاض
۱۸	الام (کتاب الام)	امام محمد بن ادریس شافعی

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
------	١	تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی لاہور راولپنڈی	------

(آ)

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
٣٨٧ھ	٦	دارالرایہ الریاض	١٤١١ھ/١٩٩١ء
معاصر	٣	مکتبہ معارف القرآن کراچی	١٤٢٩ھ

(ا)

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
٨٤٠ھ	٩	دارالوطن للنشر الریاض	١٤٢٠ھ/١٩٩٩ء
٨٥٢ھ	١٩	مجمع الملک فہد المدینۃ المنورۃ	١٤١٥ھ/١٩٩٤ء
٦٤٣ھ	١٣	دارخضر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت	١٤٢٠ھ/٢٠٠٠ء
٣٨٢ھ	١	داراحیاء الکتب العربی القاہرۃ	١٩٦٠ء
٢٧٢ھ	٣	دارخضر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت	١٤١٤ھ
٢٥٦ھ	١	دارالصدیق للنشر والتوزیع	١٤١٨ھ/١٩٩٧ء
٤٦٣ھ	٤	دارالجیل بیروت	١٤١٢ھ/١٩٩٢ء
٦٣٠ھ	٨	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	١٤١٥ھ/١٩٩٤ء
١٠١٤ھ	١	مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان	مذکور نہیں
٨٥٢ھ	٨	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	١٤١٥ھ
٨٥٢ھ	٩	دار ابن کثیر دمشق/ دارالکلم الطیب بیروت	مذکور نہیں
١٣٩٤ھ	٢٢	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی	١٤١٨ھ
٨٢٧ھ	٧	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	١٤٢٨ھ
٥٤٤ھ	٨	دارالوفاء مصر	١٤١٩ھ/١٩٩٨ء
٢٠٤ھ	٨	دارالمعرفہ بیروت لبنان	١٤١٠ھ/١٩٩٠ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱۹	انساب الاشراف	علامہ احمد بن یحییٰ البلاذری
۲۰	انوار النجوم ترجمہ قاسم العلوم	مولانا انوار الحسن شیرکوٹی
۲۱	اوجز المسالک الیٰ مؤطا امام مالک	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی
۲۲	الایماء الیٰ زوائد الامالی والاجزاء	نبیل سعد الدین سلیم جرار

﴾......ب......﴿

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۲۳	بحر الدم فی من تکلم فیہ الامام احمد بمدح او ذم	علامہ یوسف بن حسن ابن المبرد حنبلی
۲۴	البدایہ والنہایہ	حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی
۲۵	بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد	علامہ محدث خلیل احمد سہارنپوری
۲۶	البیان المغرب فی اخبار الاندلس والمغرب	علامہ ابن عذاری المراکشی
۲۷	البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث	علامہ ابن حمزہ الحسینی الحنفی

﴾......ت......﴿

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۲۸	تاریخ ابن خلدون	امام عبدالرحمٰن ابن خلدون
۲۹	تاریخ ابن الوردی	علامہ زین الدین عمر بن مظفر الوردی
۳۰	تاریخ ابن معین (روایۃ الدوری)	امام یحییٰ بن معین
۳۱	تاریخ ابن یونس المصری	امام ابوسعید ابن یونس المصری
۳۲	تاریخ اُمت مسلمہ	مولانا محمد اسماعیل ریحان
۳۳	تاریخ بغداد	امام خطیب ابوبکر البغدادی
۳۴	تاریخ الثقات	امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی
۳۵	تاریخ خلیفہ بن خیاط	مؤرخ خلیفہ بن خیاط العصری
۳۶	تاریخ دمشق	حافظ ابوالقاسم ابن عساکر

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۲۷۹ھ	۱۳	دارالفکر دمشق	۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء
۱۳۹۶ھ	۲	ناشرانِ قرآن لمیٹڈ	مذکور نہیں
۱۴۰۲ھ	۱۷	دارالقلم دمشق	۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء
معاصر	مذکور نہیں	اضواء السلف	۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء

﴿......ب......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۹۰۹ھ	مذکور نہیں	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء
۷۷۴ھ	۱۵	دارالفکر بیروت لبنان	۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء
۱۳۳۶ھ	۲۰	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	مذکور نہیں
۶۹۵ھ	۲	دارالثقافہ بیروت لبنان	۱۹۸۳ھ
۱۱۴۰ھ	۱	دارالکتاب العربی بیروت لبنان	مذکور نہیں

﴿......ت......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۸۰۸ھ	۸	دارالفکر بیروت لبنان	۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء
۷۴۹ھ	۲	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء
۱۳۳۳ھ	۴	مرکز البحث العلمی مکہ مکرمہ	۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء
۳۲۷ھ	۲	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۲۱ھ
معاصر	۶	المہمل پبلشرز کراچی	۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۹ء
۴۶۳ھ	۲۴	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۱۷ھ
۲۶۱ھ	۱	دارالباز	۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۴ء
۲۳۰ھ	۱	دارالقلم/مؤسسۃ الرسالہ دمشق	۱۳۹۷ھ
۵۷۱ھ	۸۰	دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت	۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۳۷	تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام	حافظ شمس الدین ذہبی
۳۸	التاریخ الاوسط	امام محمد بن اسماعیل بخاری
۳۹	تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی
۴۰	تاریخ طبری	امام ابن جریر طبری
۴۱	التاریخ الکبیر	امام محمد بن اسماعیل بخاری
۴۲	التاریخ الکبیر (تاریخ ابن ابی خیثمہ)	امام ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ
۴۳	تاریخ یعقوبی	مؤرخ احمد بن اسحاق یعقوبی
۴۴	تجرید اسماء الصحابہ	حافظ شمس الدین ذہبی
۴۵	تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی	مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری
۴۶	تحفۃ التحصیل فی ذکر رواۃ المراسیل	امام ولی الدین ابن العراقی
۴۷	تذکرۃ الحفاظ	حافظ شمس الدین ذہبی
۴۸	ترجمان القرآن	امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد
۴۹	تطہیر الجنان	محدث احمد بن حجر ہیتمی مکی
۵۰	تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال ائمۃ العشرۃ	حافظ ابن حجر عسقلانی
۵۱	تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس	حافظ ابن حجر عسقلانی
۵۲	تفسیر الخازن (لباب التاویل فی معانی التنزیل)	امام علاء الدین علی بن محمد الخازن
۵۳	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	امام فخر الدین رازی
۵۴	تقریب التہذیب	حافظ ابن حجر عسقلانی
۵۵	تقریر بخاری	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی
۵۶	تکملہ فتح الملہم شرح صحیح المسلم	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۷۴۸ھ	۵۲	دارالکتاب العربی بیروت لبنان	۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء
۲۵۶ھ	۲	دارالوعی مکتبہ دارالتراث حلب القاہرۃ	۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء
۹۱۱ھ	۱	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز	۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
۳۶۰ھ	۱۱	دارالتراث بیروت لبنان	۱۳۸۷ھ
۲۵۶ھ	۸	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن	مذکور نہیں
۲۷۹ھ	۴	الفاروق الحدیثہ للطباعۃ والنشر القاہرہ	۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء
۳۹۲ھ	۱	مکتبہ شاملہ بیروت لبنان	مذکور نہیں
۷۴۸ھ	۲	مکتبہ شاملہ بیروت لبنان	مذکور نہیں
۱۳۵۳ھ	۱۰	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	مذکور نہیں
۸۲۶ھ	۱	مکتبۃ الرشد الریاض	مذکور نہیں
۷۴۸ھ	۴	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء
	۳	اسلامی اکادمی لاہور پاکستان	مذکور نہیں
۹۷۴ھ	۱	مکتبۃ الحقیقہ استنبول ترکی	۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء
۸۵۲ھ	۲	دارالبشائر بیروت لبنان	۱۹۹۶ء
۸۵۲ھ	۱	مکتبۃ المنار عمان	۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء
۷۳۱ھ	مذکور نہیں	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۱۵ھ
۶۰۶ھ	مذکور نہیں	داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان	۱۴۲۰ھ
۸۵۲ھ	۱	دارالرشید سوریا	۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء
۱۴۰۲ھ	۴	مکتبۃ الشیخ کراچی پاکستان	مذکور نہیں
معاصر	۶	دارالقلم دمشق بیروت لبنان	مذکور نہیں

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۵۷	التمہید فی بیان التوحید	علامہ شیخ عبدالشکور السالمی
۵۸	التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ	امام ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ المالکی
۵۹	تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ	علامہ نورالدین ابن عراق الکنانی
۶۰	تہذیب التہذیب	حافظ ابن حجر عسقلانی
۶۱	تہذیب الکمال فی اسماء الرجال	امام ابوالحجاج جمال الدین المزی

﴿......ث......﴾

۶۲	الثقات (کتاب الثقات)	امام ابو حاتم ابن حبان البستی
۶۳	الثقات (تاریخ الثقات)	امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی

﴿......ج......﴾

۶۴	جامع التحصیل فی احکام المراسیل	علامہ ابوسعید صلاح الدین العلائی
۶۵	جامع ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
۶۶	جامع المسانید والسنن	حافظ ابن کثیر الدمشقی
۶۷	الجرح والتعدیل	امام ابن ابی حاتم الرازی
۶۸	جزء رفع الیدین	امام محمد بن اسماعیل بخاری
۶۹	جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد	امام محمد بن سلیمان المغربی
۷۰	الجمع بین الصحیحین البخاري ومسلم	امام ابوعبداللہ ابن ابی نصر الحمیدی
۷۱	جواہر العقدین فی فضل الشرفین	علامہ علی بن عبداللہ السمہودی

﴿......ح......﴾

۷۲	حاشیۃ السندی علی صحیح البخاری	امام محمد بن عبدالہادی السندی
۷۳	حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق	مفتی محمد تقی عثمانی

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
مذکور نہیں	۱	حزب الاحناف لاہور	مذکور نہیں
سنہ ۷۴۱ھ	۱	دار الثقافۃ الدوحۃ قطر	سنہ ۱۴۰۵ھ
سنہ ۹۶۳ھ	۲	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان	سنہ ۱۳۹۹ھ
سنہ ۸۵۲ھ	۱۲	مطبعہ دائرۃ المعارف النظامیہ الہند	سنہ ۱۳۲۶ھ
سنہ ۷۴۲ھ	۳۵	مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان	سنہ ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

﴿......خ......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
سنہ ۳۵۴ھ	۹	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن الہند	سنہ ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء
سنہ ۲۶۱ھ	۱	دار الباز	سنہ ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء

﴿......ج......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
سنہ ۷۶۱ھ	۱	عالم الکتب بیروت لبنان	سنہ ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء
سنہ ۲۷۹ھ	۵	شرکۃ مکتبہ ومطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر	سنہ ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء
سنہ ۷۷۴ھ	۱۰	دار خضر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت	سنہ ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء
سنہ ۳۲۷ھ	مذکور نہیں	مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد	سنہ ۱۲۷۱ھ/۱۹۵۲ء
سنہ ۱۰۹۴ھ	۴	مکتبہ ابن کثیر الکویت/ دار ابن حزم بیروت	سنہ ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء
سنہ ۳۸۸ھ	۲	دار ابن حزم بیروت لبنان	سنہ ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
سنہ ۹۱۱ھ	۱	وزارۃ الاوقاف العراق	سنہ ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء

﴿......ح......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
سنہ ۱۱۳۸ھ	۱	المکتبۃ الازہریہ	مذکور نہیں
بہ قید حیات	۱	مکتبہ معارف القرآن کراچی	سنہ ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۷۴	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	امام ابونعیم اصبہانی

﴿......خ......﴾

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۷۵	خلافت راشدہ	شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی

﴿......د......﴾

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۷۶	دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعہ	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی

﴿......ذ......﴾

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۷۷	ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ	علامہ محمد بن علی الاثیوبی الولوی

﴿......ر......﴾

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۷۸	الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل	علامہ ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی
۷۹	الروضۃ الندیہ شرح الدرر البہیہ	علامہ نواب صدیق حسن خان قنوجی
	الروضۃ الندیہ شرح العقیدۃ الواسطیہ	الشیخ زید بن عبدالعزیز الفیاض

﴿......س......﴾

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۸۰	سمط النجوم العوالی فی انباء الاوائل والتوالی	علامہ عبدالملک بن حسین العصامی
۸۱	سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ ابن ماجہ
۸۲	سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی
۸۳	السنن الکبریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی
۸۴	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی
۸۵	السنۃ (کتاب السنہ)	امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی
۸۶	السنۃ (کتاب السنہ)	امام ابوبکر بن ابی عاصم الشیبانی
۸۷	سوالات ابی داؤد للامام احمد	امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۲۳۰ھ	۱۰	دارالکتاب العربی بیروت لبنان	۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء

﴿......خ......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
مذکور نہیں	۱	مکتبہ جامعہ اشرفیہ لاہور	مذکور نہیں

﴿......د......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۴۵۸ھ	۷	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

﴿......ذ......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
مذکور نہیں	۴۲	دارالمعراج الدولیہ للنشر	۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

﴿......ر......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۱۳۰۴ھ	۱	مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب	۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء
۱۳۰۷ھ	۲	دارالمعرفہ	مذکور نہیں
مذکور نہیں	۱	وزارۃ الاوقاف السعودیہ	مذکور نہیں

﴿......س......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۱۱۱ھ	۴	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء
۲۷۳ھ	۲	داراحیاء الکتب العربیہ فیصل عیسیٰ البابی	مذکور نہیں
۲۷۵ھ	۴	المکتبۃ العصریہ صیدا بیروت لبنان	مذکور نہیں
۴۵۸ھ	مذکور نہیں	دارالکتب العربیہ بیروت لبنان	۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء
۳۰۳ھ	۸	مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب	۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء
۲۴۱ھ	۲	دارابن قیم الدمام السعودیہ	۱۴۰۶ھ/۱۹۹۸۶ء
۲۸۷ھ	۲	المکتب الاسلامی بیروت لبنان	۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء
۲۴۱ھ	۱	مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ	۱۴۱۴ھ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۸۸	سؤالات المیمونی	امام احمد بن حنبل الشیبانی
۸۹	سیر علام النبلاء	حافظ شمس الدین ذہبی
۹۰	سیرتِ حضرت امیر معاویہؓ	محقق اہل سنت مولانا محمد نافع
۹۱	السیرۃ الحلبیہ	امام برہان الدین الحلبی

﴿......ش......﴾

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۹۲	شرح سنن ابی داؤد	علامہ بدرالدین عینی
۹۳	شرح اُصول اعتقاد اہل السنۃ	امام ابوالقاسم ہبۃ اللہ اللالکائی
۹۴	شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ	امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی
۹۵	شرح السنۃ	امام محی السنہ ابومحمد حسین بن مسعود البغوی
۹۶	شرح بخاری لابن بطال	امام ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال
۹۷	شرح بخاری للسفیری	امام شمس الدین محمد بن عمر السفیری
۹۸	شرح العقیدۃ السفارینیہ	محمد بن صالح بن محمد العثیمین
۹۹	شرح مشکل الآثار	امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی
۱۰۰	شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی
۱۰۱	الشریعۃ	امام ابوبکر محمد بن حسین الآجری
۱۰۲	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی

﴿......ص......﴾

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱۰۳	صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان	امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی
۱۰۴	صحیح ابن خزیمہ	امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ
۱۰۵	صحیح بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۲۴۱ھ	۱	مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ	۱۴۱۳ھ
۷۴۸ھ	۱۸	دار الحدیث القاہرہ	۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء
۱۳۳۵ھ	۲	دار الکتاب اردو بازار لاہور	۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء
۱۰۴۴ھ	۳	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان	مذکور نہیں

﴿......ش......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۸۵۵ھ	۷	مکتبۃ الرشد الریاض السعودیہ	۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء
۴۱۸ھ	۹	دار طیبہ السعودیہ	۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء
۱۱۲۲ھ	۱۲	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء
۵۱۶ھ	۱۵	المکتب الاسلامی دمشق بیروت	۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء
۴۴۹ھ	۱۰	مکتبۃ الرشد الریاض السعودیہ	۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء
۹۵۶ھ	۳	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
۱۴۲۱ھ	۱	دار الوطن للنشر الریاض السعودیہ	مذکور نہیں
۳۲۱ھ	۱۶	مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان	۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء
۳۲۱ھ	۵	عالم الکتب	۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء
۳۶۰ھ	۵	دار الوطن الریاض السعودیہ	۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء
۴۵۸ھ	۱۴	مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع الریاض	۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء

﴿......ص......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۳۵۴ھ	۱۸	مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان	۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء
۳۱۱ھ	۴	المکتب الاسلامی بیروت	مذکور نہیں
۲۵۶ھ	۹	دار طوق النجاۃ	۱۴۲۲ھ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱۰۶	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج القشیری
۱۰۷	الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اہل البدع والزندقۃ	محدث ابن حجر ہیتمی مکی

﴿......ض......﴾

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱۰۸	الضعفاء	امام ابو حاتم ابن حبان البستی
۱۰۹	الضعفاء الکبیر	امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی
۱۱۰	الضعفاء والمتروکون	امام احمد بن شعیب النسائی

﴿......ط......﴾

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱۱۱	طبقات ابن سعد (الطبقات الکبریٰ)	امام ابوعبداللہ محمد بن سعد
۱۱۲	طبقات ابن سعد (متمم الصحابہؓ)	امام ابوعبداللہ محمد بن سعد
۱۱۳	طرح التثریب فی شرح التقریب	حافظ زین الدین العراقی

﴿......ع......﴾

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱۱۴	العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد روایۃ ابنہ عبداللہ	امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی
۱۱۵	العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد روایۃ المروزی	امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی
۱۱۶	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	حافظ بدرالدین عینی
۱۱۷	العواصم من القواصم	قاضی ابوبکر ابن العربی
۱۱۸	عون المعبود شرح سنن ابی داؤد	علامہ شرف الحق عظیم آبادی

﴿......غ......﴾

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱۱۹	غایۃ المقصد فی زوائد المسند	امام ابوالحسن نورالدین ہیثمی

﴿......ف......﴾

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱۲۰	فتاویٰ علمیہ	شیخ حافظ زبیر علی زئی

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۲۶۱ھ	۵	داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان	مذکور نہیں
۹۷۴ھ	۱	مکتبۃ الحقیقہ استنبول ترکی	۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

﴿......ض......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
مذکور نہیں	۲	دار الصمیعی	۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء
۳۲۲ھ	۴	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء
۳۰۳ھ	۱	دارالوعی الحلب	۱۳۹۶ھ

﴿......ط......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۲۳۰ھ	۸	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء
۲۳۰ھ	۲	مکتبۃ الصدیق الطائف	۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء
۸۰۶ھ	۸	الطبعۃ المصریہ القدیمہ	مذکور نہیں

﴿......ع......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۲۴۱ھ	۳	دارالخانی الریاض السعودیہ	۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء
۲۴۱ھ	۱	مکتبۃ المعارف الریاض السعودیہ	۱۴۰۹ھ
۸۵۵ھ	۲۵	داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان	مذکور نہیں
۵۴۳ھ	۱	وزارۃ الشؤون الاسلامیہ السعودیہ	۱۴۱۹ھ
۱۳۲۹ھ	۱۴	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۱۵ھ

﴿......غ......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۸۰۷ھ	۴	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

﴿......ف......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
مذکور نہیں	۲	مکتبۃ الاسلامیہ لاہور	۲۰۱۰ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱۲۱	فتح الباری شرح صحیح البخاری	حافظ ابن حجر عسقلانی
۱۲۲	فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث	حافظ شمس الدین سخاوی
۱۲۳	فتوح البلدان	امام احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری
۱۲۴	الفصل فی الملل والاہواء والنحل	امام ابن حزم الظاہری
۱۲۵	فضائل الصحابہ	امام احمد بن حنبل الشیبانی
۱۲۶	فضائل قرآن	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی

﴿......ق......﴾
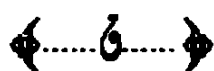
۱۲۷	القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد	حافظ ابن حجر عسقلانی

﴿......ک......﴾

۱۲۸	الکامل فی التاریخ	علامہ ابن اثیر الجزری
	الکامل فی ضعفاء الرجال	امام ابواحمد بن عدی الجرجانی
۱۲۹	کشف الاستار عن زوائد البزار	امام نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی
۱۳۰	کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ	امام علی بن عیسیٰ الاربلی
۱۳۱	کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال	امام علاءالدین علی متقی الہندی
۱۳۲	الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری وصحیح البخاری	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی
۱۳۳	الکوکب الدری شرح جامع ترمذی	مولانا رشید احمد گنگوہی

﴿......ل......﴾

۱۳۴	لسان المیزان	حافظ ابن حجر عسقلانی

﴿......م......﴾

۱۳۵	مجمع البحار	شیخ محمد طاہر پٹنی

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۸۵۲ھ	۱۳	دارالمعرفہ بیروت لبنان	۱۳۷۹ھ
۹۰۲ھ	۴	مکتبۃ السنہ مصر	۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء
۲۷۹ھ	۱	دارو مکتبۃ الہلال بیروت	۱۹۸۸ء
۴۵۶ھ	۳	مکتبۃ الخانجی القاہرہ	مذکور نہیں
۲۴۱ھ	۱	مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان	۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء
۱۴۰۲ھ	۱	کتب خانہ فیضی لاہور پاکستان	مذکور نہیں

﴿......ق......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۸۵۲ھ	۱	مکتبہ ابن تیمیہ القاہرہ	۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

﴿......ک......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۶۳۰ھ	۱۰	دارالکتاب العربی بیروت لبنان	۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء
۳۶۵ھ	مذکور نہیں	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء
۸۰۷ھ	۴	مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان	۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء
۶۹۳ھ	۳	دارالاضوا للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت	مذکور نہیں
۹۷۵ھ	مذکور نہیں	مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان	۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء
۱۴۰۲ھ	۲۴	مؤسسۃ الخلیل الاسلامیہ فیصل آباد	مذکور نہیں
۱۳۳۲ھ	۳	ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل کراچی	۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

﴿......ل......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۸۵۲ھ	۷	دائرۃ المعارف النظامیہ الہند	۱۳۹۰ھ/۱۹۷۱ء

﴿......م......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۸۰۷ھ	۱۰	مکتبۃ القدسی القاہرہ	۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱۳۶	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	امام نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی
۱۳۷	المحبر	امام ابوجعفر محمد بن حبیب البغدادی
۱۳۸	مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین	امام شمس الدین ابن قیم الجوزی
۱۳۹	المدونۃ الکبریٰ	امام دارالہجرہ مالک بن انس الاصبحی
۱۴۰	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح	حضرت ملا علی قاری ہروی حنفی
۱۴۱	المستدرک علي الصحيحين	امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری
۱۴۲	مسند ابن الجعد	امام علی بن الجعد بن عبید البغدادی
۱۴۳	مسند ابی داؤد الطیالسی	امام ابوداؤد سلیمان بن ابی داؤد الطیالسی
۱۴۴	مسند ابی یعلی الموصلی	امام ابویعلی احمد بن علی الموصلی
۱۴۵	المسند الجامع	شیخ محمود محمد الخلیل
۱۴۶	مسند الحارث (بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث)	امام حارث بن ابی اسامہ
۱۴۷	مسند الرویانی	امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی
۱۴۸	مسند الحمیدی	امام عبداللہ بن الزبیر الحمیدی
۱۴۹	مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی
۱۵۰	مسند الشامیین	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی
۱۵۱	مشکوۃ المصابیح	امام ابوعبداللہ خطیب تبریزی
۱۵۲	مصباح اللغات ((عربی اردو)	ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ بلیاوی
۱۵۳	مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ
۱۵۴	مصنف عبدالرزاق	امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی
۱۵۵	معالم السنن شرح سنن ابی داؤد	امام ابوسلیمان احمد بن محمد الخطابی

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۱۴۲۵ھ	۱	دار الآفاق الجدیدۃ بیروت لبنان	مذکور نہیں
۱۵۷ھ	۲	دار الکتاب العربی بیروت لبنان	۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء
۱۷۹ھ	۴	دار الکتاب العربی بیروت لبنان	۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء
۱۰۱۴ھ	۹	دار الفکر بیروت لبنان	۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء
۴۰۵ھ	۴	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء
۴۸ھ	۱	دار الفرقان للنشر والتوزیع القاہرہ مصر	۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
۲۳۰ھ	مذکور نہیں	مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان	۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ھ
۲۰۴ھ	۴	دار ہجر مصر	۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ھ
۳۰۷ھ	۱۳	دار المامون للتراث الدمشق	۱۴۰۴ھ/۱۹۹۴ء
معاصر	۲۲	دار الجیل للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت	۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء
۲۴۵ھ	۲	مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویہ مدینہ منورہ	۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء
۳۰۷ھ	۲	مؤسسۃ قرطبۃ القاہرہ	۱۴۱۶ھ
۲۱۹ھ	۲	دار السقا سوریا	۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶
۲۴۱ھ	مذکور نہیں	مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان	۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء
۳۶۰ھ	۴	مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان	۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء
۱۴۷ھ	۳	المکتب الاسلامی بیروت لبنان	۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء
معلوم نہیں	۱	المصباح لاہور راولپنڈی پاکستان	مذکور نہیں
۲۳۵ھ	۷	مکتبۃ الرشد الریاض	۱۴۰۹ھ
۲۱۱ھ	۱۱	المکتب الاسلامی بیروت لبنان	۱۴۰۳ھ
۳۸۸ھ	مذکور نہیں	المطبعۃ العلمیہ حلب	۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱۵۶	معجم ابن الاعرابی	امام ابوسعید احمد بن محمد الاعرابی
۱۵۷	معجم ابن عساکر	امام ابوالقاسم علی بن حسین ابن عساکر
۱۵۸	معجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی
۱۵۹	معجم الصحابہ	امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد البغوی
۱۶۰	معجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی
۱۶۱	المعرفۃ والتاریخ	امام یعقوب بن سفیان الفسوی
	المعین فی طبقات المحدثین	حافظ شمس الدین ذہبی
۱۶۳	مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار	حافظ بدر الدین عینی
۱۶۴	المغنی فی الضعفاء	حافظ شمس الدین ذہبی
۱۶۵	مقام صحابہؓ	مفتی محمد شفیع عثمانی
۱۶۶	المقدمۃ الزہراء فی ایضاح الامامۃ الکبریٰ	حافظ شمس الدین ذہبی
۱۶۷	مکتوباتِ امام ربانی	امام ربانی مجدد الف ثانی
۱۶۸	المنار المنیف فی الصحیح والضعیف	امام شمس الدین ابن قیم جوزی
۱۶۹	المنتقی من منہاج الاعتدال	حافظ شمس الدین ذہبی
۱۷۰	منہاج السنۃ فی نقض کلام الشیعۃ القدریہ	شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
۱۷۱	المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج	امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی
۱۷۲	مؤطا امام محمدؒ	امام محمد بن حسن الشیبانی
۱۷۳	موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان	امام نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی
۱۷۴	موسوعۃ اقوال الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل الشیبانی
۱۷۵	میزان الاعتدال فی نقد الرجال	حافظ شمس الدین ذہبی

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۲۳۰ھ	۳	دار ابن الجوزی المملکۃ العربیہ السعودیہ	۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء
۵۷۱ھ	۳	دار البشائر دمشق	۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء
۳۶۰ھ	۱۰	دار الحرمین القاہرہ	مذکور نہیں
۳۱۷	۵	مکتبہ دار البیان الکویت	۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء
۳۶۰	۲۵	مکتبہ ابن تیمیہ القاہرہ	۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء
۷۷۱ھ	۳	موسسۃ الرسالہ بیروت لبنان	۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء
۷۴۸ھ	۱	دار الفرقان الاردن	۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء
۸۵۵ھ	۳	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء
۷۴۸ھ	مذکور نہیں	مکتبہ شاملہ بیروت لبنان	مذکور نہیں
۱۳۹۶ھ	۱	مکتبہ معارف القرآن کراچی	۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء
۱۰۲۳ھ	۳	دار الاشاعت اردو بازار کراچی	۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
۷۴۸ھ	۱	دار الفرقان للنشر والتوزیع القاہرہ مصر	۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
۷۵۱ھ	۱	مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ حلب	۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء
۷۴۸ھ	۱	مکتبہ شاملہ بیروت لبنان	مذکور نہیں
۷۴۸ھ	۹	جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ	۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء
۶۷۶ھ	۹	دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان	۱۳۹۲ھ
مذکور نہیں	۱	میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی	مذکور نہیں
۸۰۷ھ	۱	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان	مذکور نہیں
	۴	عالم الکتب	۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء
۷۴۸ھ	۴	دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت	۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف

﴿......ن......﴾

۱۷۶	الناہیہ عن طعن معاویہ ؓ	علامہ عبدالعزیز فرہاروی
۱۷۷	نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار	حافظ ابن حجر عسقلانی
۱۷۸	نسب قریش	امام مصعب بن عبداللہ الزبیری
۱۷۹	نوادر الخلفاء (اعلام الناس بما وقع للبرامکۃ مع بنی عباس)	شیخ محمد المعروف بدیاب الاتلیدی
۱۸۰	نور الانوار فی شرح المنار	علامہ احمد بن شیخ ابوسعید ملاجیون
۱۸۱	نہج البلاغۃ	علامہ سید شریف رضی

﴿......و......﴾
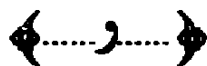
۱۸۲	الوافی بالوفیات	علامہ صلاح الدین الصفدی
۱۸۳	الوفیات والاحداث	عضو ملتقی اہل الحدیث/الباحث
۱۸۴	وقعۃ صفین	شیخ نصر بن مزاحم المنقری
۱۸۵	الولاۃ (کتاب الولاۃ والقضاۃ)	امام ابوعمر محمد بن یوسف الکندی

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت

﴿......ھ......﴾

سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۱۲۳۹ھ	۱	مکتبۃ الحقیقہ استنبول ترکی	۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء
۸۵۲ھ	۵	دار ابن کثیر	۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
۲۳۶ھ	۱	دار المعارف القاہرہ	مذکور نہیں
ق ۱۲ھ	۱	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
۱۱۳۰ھ	۱	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
۴۳۶ھ	۴	المطبعۃ الادبیۃ بیروت لبنان	۱۸۸۵ء

﴿......و......﴾
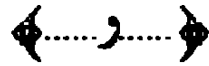
سن وفات	جلدیں	ناشر	سن اشاعت
۷۶۴ھ	۲۹	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء
......	مذکور نہیں	مکتبہ شاملہ	۱۴۳۱ھ
۲۱۲ھ	۱	مذکور نہیں	مذکور نہیں
۳۵۵ھ	۱	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

﴿ یا ایھا الذین آمنوا ان جائکم فاسق بنبأ فتبینوا (الحجرات:۴۹/۶) ﴾
یعنی اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو!۔

حضرت معاویہؓ

اور

عباراتِ اکابرؒ

کامل دو جلدیں گیارہ سو صفحات (زیر طبع)

مصنف:
مفتی محمد وقاص رفیع
فاضل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ لاہور

من منشورات:
ادارۃ التحقیق والأدب الباکستان
Mobile:0300-5808678,0313-5022696

﴿...... مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ اِسْتِخَارَتُهُ اللّٰهَ (الحدیث) ......﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرنا آدمی کے سعادت مند ہونے کی علامت ہے۔ (جامع ترمذی ۴/۴۵۵)

استخارہ کی شرعی حیثیت

تصنیف:

مفتی محمد وقاص رفیع

فاضل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ لاہور

من منشورات:

ادارۃ التحقیق والادب الباکستان

Mobile:0300-5808678,0313-5022696

﴿شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن هدى للناس (القرآن)﴾

رمضان المبارک

کے مقدس اور پُر کیف لمحات

جس میں آنحضرت ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ اور اکابرین اُمت کی زندگیوں کے "رمضان المبارک" سے متعلق جملہ معمولات واقوال قرآن وسنت کی روشنی میں خوب تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

تصنیف:
مفتی محمد وقاص رفیع
فاضل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ لاہور

من منشورات:
ادارۃ التحقیق والأدب الباکستان
Mobile:0300-5808678,0313-5022696

ہم خود تراشتے ہیں منازل کے سنگ میل
ہم وہ نہیں ہیں جن کو زمانہ بنا گیا

سوانح

حضرت اقدس حاجی عبدالوہاب صاحبؒ

یعنی مبلغ اسلام، داعی الی اللہ، قطب الارشاد والتکوین، فنا فی التبلیغ حضرت اقدس حاجی عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی بے مثال وباکمال، قابل رشک ولائق صد آفرین، داعیانہ ومخلصانہ حیاتِ مبارکہ کا ایک ایمان افروز اور روح پرور تذکرہ

تصنیف:
مفتی محمد وقاص رفیع
فاضل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ لاہور

من منشورات:
ادارۃ التحقیق والادب الباکستان
Mobile:0300-5808678,0313-5022696

قتلِ حسین رضی اللہ عنہ اصل میں مرگِ یزید ہے!
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

سانحۂ کربلا

اور

شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ

تصنیف:
مفتی محمد وقاص رفیعؔ
فاضل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ لاہور

من منشورات:
ادارة التحقيق والادب الباكستان
Mobile:0300-5808678,0313-5022696

ابھی کوئی اِس راستہ سے گزرا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

نقوشِ رفتگاں

مصنف:
مفتی محمد وقاص رفیع
فاضل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ لاہور

من منشورات:
ادارۃ التحقیق والادب الباکستان
Mobile:0300-5808678,0313-5022696

﴿...... أحلم من أمتي معاوية بن أبي سفيان (الحدیث) ......﴾

ترجمہ: میری امت کا سب سے زیادہ بردبار شخص معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ (جامع ترمذی ۳۵۵/۲)

جرنیل اسلام

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

تصنیف:

مفتی محمد وقاص رفیع

فاضل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ لاہور

من منشورات:

ادارۃ التحقیق والادب الباکستان

Mobile:0300-5808678,0313-5022696

مفتی محمد وقاص رفیع کے شعلہ بار قلم کا

ایک اور حسین علمی شاہکار

ادارۃ التحقیق و الادب

ایبٹ آباد روڈ اسلام پورہ واہ کینٹ ضلع راولپنڈی